



WWW.PAKSOCIETY.COM

سارے حویلی خود پر توں سے بھری ہوئی تھی۔ ہر  
ایک اپنی فکر میں غافل رہا ایک دوسرے سے بے نیاز اپنی ذات  
میں لکھو جو صاحب پیش درخت میں ڈھبے ہوئے تھے۔ کسی کو  
کسی سے فرق نہیں تھی۔ صاحب کی پس ایک ہی ڈیوٹی تھی۔ ملک  
صاحب کو ہر دن دروازے کے بیچے۔ دن کو رات اور رات  
کو دن سمجھنا۔ ملک صاحب خوش تو خدا خوش۔ ملک خدا دادی میں  
حویلی کے خدا تھے۔ ان کی ذات پر ہر حویلی پر مستوح تھی۔ جو ان کی  
کی کہ ان کی آواز پر آواز ملے جس سے آواز بند کی رائے فوراً  
ہو۔ اسی کے لیے حویلی میں رہا۔ ملک صاحب کے آنکھوں کو  
میں کوئی چیز نہیں تھی۔ ایک صاحب کی خوشنودی عزت بخشی ہو اور  
میں کی ہر قسمی دولت و مروت۔

انہوں میں جنوں کے بیٹے تھے۔ ایک آنکھوں  
بیٹوں سے زیادہ جوان نہ اور اور صحت مند۔ بیٹیوں کو  
بیٹیوں پر تو غور کیا نہیں گئی تھی لیکن باہر سے حسین عورتیں اندر  
دریں آکر رہتی تھیں۔ رقص و مہر و دنگ محض آئے دن تھی رقص  
مندی۔ حویلی کے ایک محفلوں میں یہ رنگ رہتا تھا۔ حویلی میں  
یک روز انہیں مسور نہیں ہوتا۔ بیٹے جو۔ پیسے کے نقش قدم پر  
تھے کو اسے پیسے۔ کہنے لگوں درگاہ سے بھون بھون کر شرم  
میرے پیسے میں آسنا تھی اور بکے پریشان کرتی رہتی تھی۔ دروازہ

اس حویلی میں اس کی کیا جتنی شہرت تھی۔ جہاں کے دن اور راتیں۔  
ہر موسم اور ہر لمحے کی آوازوں سے مرعوب ہوں۔ جہاں کے چہنچہ  
میں گھنٹوں کی جھنکار رہی ہو۔ جہاں کا قانون ملک خدا دادی خان  
کا بتا ہوا ہو۔ وہ قانون جو کتابوں میں نہیں تھا۔ کتابوں کا اس حویلی  
میں کوئی اثر نہیں تھا۔ کتابیں پرور عمر متاع کرنے کے بجائے یہاں  
زراعت کی علم تعلیم صاحب بھی جانتی تھی۔ زرخیز اور بالکل زمیں  
کی مشاقت انفسوں کی برائی اور کٹائی کے طریقے۔ کسانوں سے  
خون پیسے کی کچھ دھل کیا جاسکتا ہے۔ مزدوروں کو آدھے  
پیت ردائی سے کرکس طرح زندہ رکھا جاسکتا ہے۔ کس طرح انہیں  
ان کی اوقات برائی بنائی ہے۔ خود کو اُدھار کھنے کے لیے دوسروں  
کو نیچے رکھنے کا طریقہ۔ تعلیم میں تو میں یہ تھی اور یہی تعلیم اس حویلی  
میں رہتی تھی۔





ہوں۔ فالو فٹ (کد تک صاحب کی آواز میں سے پرتہ  
خزا بھر آیا۔

میں نے نہیں۔  
اس کی جی جی کو دیکھو ہے۔  
نہیں اباجی۔ ہمارا ان سے فرما سنا ہی کب ہے؟  
میں نے دیکھا ہے۔ میں۔ اپنے حالات سے کبھی غافل  
نہیں رہتا۔ میں نے اسے اپنی جگہ دیکھا ہے۔ کتاب کی کڑی کبھی  
بکھلے ہوئے دیکھا ہے۔ شبنم کے قدم سے سرسبز ہو جاتے ہیں اس  
تک جس کے سامنے۔ اپنی ہی کی جراتی ہے۔ بالکل سید کی طرح مدد کی  
ک دیتی۔ دیکھو گے تو ترپا ٹھو گے۔  
جی۔ میرے منہ سے نکل نکلا۔ بات کہہ کر میں نہیں  
آتی تھی۔

تم حین کے جیلے ہو۔ جس سے متبادرا ان لوگوں پر اور  
خاص طور سے جیلے پر کیا کیے؟  
جی۔ میں اسی انداز میں ہوں۔

متبادری ان بھی نہیں تھی ان لوگوں کے پاس لیکن اب  
جلنے کی تہائے ساتھ۔ جھوٹے دن ہو رہا ہے۔ پڑا سنے  
شکو سے دور کر دو۔ جیلے کو شیشے میں آکر دیکھو۔ جیلے سے  
یہ کام مشکل نہ ہوگا۔ جیلے سے جو تو بصورت ہوا اور پھر کھٹکے  
بیٹے ہو۔ جیلے کو راب کر دو۔ اسے مجبور کر دو کہ وہ تہائے ساتھ  
جھاگ جلے۔ اگر تیار ہو جائے تو اپنی ان کو مجبور دو وہ خود  
آجائے گی۔ قادر خان تہائے جیلے کیے ہوگا۔ وہ مارا بندہ دست کر  
لے گا۔ تہائے فراہ جو نے لا۔ آرام سے رہو کہ دن اور اس کے  
بدتم واپس آجائے۔ جیلے کو پولیس کے حوالے کر دیا جیلے کا اور  
پولیس اسے خود نکال علی کے پاس پہنچا ہے گی۔ اپنی فکر مت کرنا  
تہائے جیلے کا مارا بندہ دست ہو جائے گا۔

تک صاحب کی آواز انہر دی تھی اور میرے بدن میں  
خمر خمری ہو رہی تھی۔ یہ جیسا تک مشورہ میری کمر میں نہیں آیا تھا  
تک صاحب نے کسے کسے تھامے تھے۔ ان کی آنکھوں میں  
ایک خوفناک چمک ہزار ہی تھی۔ میں خود کو سنبھالنے کی کوشش  
کرتے تھا۔ دستا آہوں نے مجھے کسے مجبور کر دیا اور میری طرف  
دیکھنے لگے۔

خاصوش کیوں ہو؟  
آپ کی باتوں پر خود گرد ہوں اباجی۔  
کیوں خود گرد ہو؟  
آپ ایسا کیوں نہ پارتے ہیں؟  
خدا کرنا کہ خود گردی ہے۔ کیا اس کے لیے انتہی کافی

میں تک نہ آ رہا کہ سب سے بڑا بھلا۔ اپنی بھائی بیک  
اور اسے ایک رنگ بدل چکا ہے۔ دولت کی دلی سیل  
نے خود ساز تہا اور کج و سب کو بڑوں کی عزت  
میں خود کو خود سے گریہ خوف زدہ ہونے کو خدا نے نہیں  
کولی بڑی دہائی۔ میں نے وہ بڑوں کی عزت کو کوئی قصور  
دیکھا نہیں ہے۔ میری بھائی کی سیدھی کے جلدی  
کے کس کو مارا تھی۔ جیلے میں تک و سب کو انکڑوں سے  
موت آسنے لگے۔ میں نے وہ آواز سنی تھی جیسے بڑوں کے  
تہا کو سنبھال رہا تھا۔ تک صاحب نے ایک بار کہہ دیا تھا  
لوگوں کو دیکھو۔ ہمارے ہمارے۔ پھر کسے عزت کی کڑی کڑی  
کے بڑوں کو تھی۔ مگر لیکن کسے اس بات سے خوف تھا  
میں نے خود کو خیر سے دیکھا تھا۔ اس سے کہ تو انہر نے میرے

میں نے خود کو دیکھا تھا۔ تہائے جیلے سے تھی یا تو  
بہت کھٹکے۔ میں کھٹک ہوں۔ نکل اور موت تو خود کے  
بڑوں کو ہے۔ یہ کھٹک تو خود میں جو نے جیلے سے ہوا ہے۔  
بہت کھٹک ہوں کہ اپنی ہے۔ جیسا کسی کو آپ کی  
تو نہیں ہے۔ اگر سب کو آپ کو مجبور کر لیں تو۔  
میں نے وہ دیکھا تھی جو میں نے جیلے سے لیا ہوا ہے  
اپنی موت کو دیکھیں جس کو تو نہیں ہا جی اور میں نہ ہوں  
ہوں۔ لیکن کسے سب کو جیلے میں تھا۔  
لوگوں کو اپنی بھائی جی جی کے دوسرے لوگوں سے  
خوف ہوا میری عظمت سب سے کھٹکے۔ لیکن یہ میرا ہی  
ہو۔ لیکن یہ میری بھائی جی۔ میں نے خود کو دیکھا تھا۔ دریاں گھٹن  
میں کی تھلا۔

وقت کا وہ ایک مخصوص سمت بہتا رہا۔ لیکن پھر  
ایک لمحہ سے لٹ جلا۔ اسی وقت تہائے کس طرح تک  
میں بیک وقت تھی۔ رات تک، انہر رات تک تک کھٹک  
کے تہا تھانہ اپنی کس نے لے لے تک صاحب کا پیام دیا۔  
کھٹکی آپ کو کھٹکی ہے۔

لاؤں کو کھٹکی۔ آپ جی جی جی تک صاحب کے حضور تھی  
دی۔ میں نے خود کو دیکھا تھا۔ کھٹک صاحب کے کھٹکی دیکھا  
میں نے خود کو دیکھا ہے۔ کھٹکی آواز انہر کی کھٹکی  
ہا۔ کھٹک خود کی آواز سے کھٹکی ہے۔  
کھٹکی دیکھا۔ جیلے میں۔  
کھٹکی دیکھا۔ کھٹکی دیکھا ہے۔  
کھٹکی دیکھا۔

نہیں ہے کہ میں نے مقبیلے پر حکم دیا ہے۔  
کافی ہے۔ لیکن کوئی کام کرنے ہوئے اس کے لیے  
میں کچھ سمجھتا ہوں تو ہم میں آسانی ہوتی ہے۔ میں نے  
جواب دیا۔ میری بات شاید ان کے دل کو ٹپکی تھی۔ جیلے کے  
کس جیلے کے جیلے گردن اٹھا کر ہوئے۔  
نظام علی سے میری بڑائی دشمنی ہے۔ کبھی سال پڑانی  
دشمنی ہے لیکن میرے سینے میں آج بھی اوزار ہوئے ہے۔ سینہ  
میری ہانگ تھی۔ میری جی بڑی بنا تھا ہے۔ وہ تہائی ان سے  
بہت خوبصورت تھی۔ بہت حسین تھی وہ۔ اور میں نے پسند  
کرنا تھا۔ جیلے۔ نظام علی کو سے پہلے اسے پسند کر چکا تھا۔ وہ بھی  
بہت سے تعلق دار کا بنا تھا۔ جو میں نے لاؤں نے اس کے جو  
امی کم ہوتے ہوئے چار روئے جیلے کا ہاں میرے پاس

ہی اور وہ دنت دور نہیں جیلے اس کے چاروں طرف جی جیلے  
براہم کے۔ مجھ کو کھڑی ہے۔ وہ مل رہی تھی۔ اس کی سینے سے نہان  
دیکھتی تھی تہائے تہائے اس کے باپ کو۔ لیکن جیلے جیلے تھی۔  
میں نے کوششیں شروع کر دیں۔ ہر طرح کے حال  
ڈالے۔ اور کسی دیکھی تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے  
میں بارگت سے کہ جیلے تو نظام علی بھی ایسا کام کر چکا تھا۔ حینہ  
اتحاد سال کی ہو چکی تھی۔ رات کو تھی وہ۔ اس نے عدالت  
میں نکلیں جو حوالا ایسا حینہ سے اور اب کوئی تہائے نہیں تھی۔ یہاں  
سینہ جیلے میں تھا۔ تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے  
کے تہائے میں اندر سے حینہ کی بڑی سنا سے ہو گیا۔ میں نے  
میں تھانہ چھپائے آگیا۔ اور یہ لوگوں آج بھی میرے سینہ میں  
مر جی رہے۔ نظام علی کی جی جی اتحاد سال کی ہو چکی ہے۔ دی کھیل  
و دباہ ہوگا۔ عورت نظام علی کی جی جی اتحاد نہیں ہوگا کسی عدالت میں  
وہ لاؤں گردی کے حینہ میں تھانے پھر کھڑی جیلے کی! جیلے کو  
میں نے خود کو دیکھا تھا۔ اس کی پھر نظام علی اپنی جی جی کو عدالت سے  
جیلے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے  
کیونکہ اب وہ صرف جیلے کا تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے  
کاؤں ہیں۔ اور ہزاروں بیکھر زمین جی ہے۔ تک صاحب  
کے لیے میں نے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے

ہیں اباجی۔  
میں جاؤ۔ جوان ہونے کے بعد میں نے پہلا کام مقبیلے پر دو  
کر دیا ہوں۔ اسے اب ہم نے کر میری آنکھوں میں لپٹے جیلے بناؤ۔  
اس دور کا ہر شے کاروباری ہے۔ ساتھ یہ ہو تو کوئی رشتہ رشتہ  
نہیں رہتا۔  
وہی ہی میں سوچ رہا تھا۔ ہاں اباجی یہ تو کھٹک ہے جی  
اوقات رشتہ رشتہ نہیں رہتا۔ مائے رشتے کاروباری ہو جاتے  
ہیں۔  
میرے دل داغ میں جیلے کی بولی تھی آج بہت سی باتوں  
کا انکشاف ہو رہا تھا۔ ان کی وفات جو جو جی نہیں ہوئی تھی۔  
اسے اس حالت کو پہچاننا آگیا ہے۔ میرے۔ نا تانی کر چکے تھے۔ جوں  
جی وہ دریاں درج کے لوگ تھے۔ ایک خانہ مقبیلے کے تہائے تہائے  
سنا آتا تھا۔ آج تک انہیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ تو تو  
تھی کو جی ایک بار دوسرے کاؤں میں دیکھا تھا کسی نے بتا۔ خود

یہ تو مردوں کے لیے میں بول رہا ہے۔ ابرا۔ ایسا ہوتا  
ہے مردوں کا لہو۔ صاف تہائے میں بول۔ یہ کام کر سنا ہے نہیں؟  
میرے دوسرے بھائی ہیں۔ لیکن باپ کے کاؤں کا  
وہ بھائی جی جی جی جی۔ اس لیے میں کاؤں سے سپرد  
کر رہا ہوں۔

کھٹک سے اباجی میں یہ کام کر رہا ہوں۔ اس بار میں آواز میں  
کھٹک نہیں تھی۔ میرے دل داغ کی کشمکش ایک نقشے پر پڑتی  
تھی۔

جیتا۔ جسے لوگوں کے جی کھیل جوتے ہیں اور تو  
بڑے باب کا بیٹا ہے۔ تہائے کے لیے بڑے کام کرنے ہوئے  
ہیں۔ اس بات کو یاد رکھنا اور کس دیکھو۔ تیرا باپ کیے کیا تھا  
جی جی کہ ہے۔ تک۔ جیلے تہائے جی جی جی سے ایک تصویر نکال  
کر لے لے دی۔ میں نے تصویر دیکھی اور میرے ذہن کو ایک جھٹکا  
مارا۔

تیکے نقوش حین آکھیں، بھرا بھرا بدن۔ وہ مسکرا رہی تھی  
لیکن یہ خطوں میں میری ان کے نقوش اور خود خال کی کھٹک تھی۔


دو خود خال مسٹر جیلے تھے۔ لیکن یہ نقوش خاں اب تھے۔ بلاشبہ  
وہ حین تھی لیکن جس جیلے میں ان کی جھٹک ہو وہ مقدس ہوتا  
ہے۔ میں نے کئی آنکھوں سے اسے نہیں دیکھا۔ اور تصویر اپنے پاس  
رکھ لی۔

آج میں نے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے  
میں۔ اور ایک بے کیف رات گزارنے جا رہا ہوں۔ تیار یاں کر  
لے اور کھانے اباجی ان کو کچھ نہ بتانا۔ عورت خودت کی چیز بولی ہے۔  
مردوں کے راز جیلے جی عورت کے پاس جیلے میں۔ وہ ذیل  
خوار ہو گا ہے۔ میں خود لے دیا تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے تہائے  
کرے۔

جی اباجی۔  
میں جاؤ۔ جوان ہونے کے بعد میں نے پہلا کام مقبیلے پر دو  
کر دیا ہوں۔ اسے اب ہم نے کر میری آنکھوں میں لپٹے جیلے بناؤ۔  
اس دور کا ہر شے کاروباری ہے۔ ساتھ یہ ہو تو کوئی رشتہ رشتہ  
نہیں رہتا۔

وہی ہی میں سوچ رہا تھا۔ ہاں اباجی یہ تو کھٹک ہے جی  
اوقات رشتہ رشتہ نہیں رہتا۔ مائے رشتے کاروباری ہو جاتے  
ہیں۔

میرے دل داغ میں جیلے کی بولی تھی آج بہت سی باتوں  
کا انکشاف ہو رہا تھا۔ ان کی وفات جو جو جی نہیں ہوئی تھی۔  
اسے اس حالت کو پہچاننا آگیا ہے۔ میرے۔ نا تانی کر چکے تھے۔ جوں  
جی وہ دریاں درج کے لوگ تھے۔ ایک خانہ مقبیلے کے تہائے تہائے  
سنا آتا تھا۔ آج تک انہیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ تو تو  
تھی کو جی ایک بار دوسرے کاؤں میں دیکھا تھا کسی نے بتا۔ خود



6

ہنٹے میں آپ کی خوشیوں کو دیکھ کر میرے  
 رگوں کے ساتھ ہنستا سکرانا رام  
 ہے میرا خدا ہی جانتا ہے۔“

۱۔ ہاں غلامی بہت خاص بات ہے۔  
۲۔ کمال ہے بھئی، ایسی کیا بات ہے جو تم اتنے سنجیدہ ہو؟  
۳۔ ہماری اس گفتگو کو کرنا اور تو نہیں سنی لے غلامی؟  
۴۔ کوئی نہیں کہی، کبہ کیا بات ہے؟  
۵۔ غلامی میں بہت بد نصیب انسان ہوں، اس نیک  
ہفتے میں آپ کی خوشیوں کو دیکھ کر میرا دل بھر گیا، تم سب آپس  
میں غلوں کے ساتھ بیٹھا مسکراتا رہا، لیکن اندر سے میرا جواں  
ہے میرا خدا ہی جانتا ہے۔“



10

8

کی فرمائش کی تھی۔ لیکن میں نے کوئی ایسی کس قبول نہ کی۔

اس پڑوس میں رہنے والوں سے میں نے ٹلیک ٹلیک کی۔



میرا دل نہیں تھا تھا۔  
اور تم نے مجھ کو دیا۔

دل :  
تعلیم یافتہ نہیں ہو؟  
نہیں جواب :  
میں سب سے زیادہ اور کہاں بننے لگا۔ پھر بولا۔

آپ تک آپ اس جہاز پر رہنے دیں گے رہوں گا اور  
جب آپ کو میری ضرورت تھی تب سے کی کہیں تڑپاؤں گا۔

میرا دل نے اس بات سے جس تک نی اترا یا ہوں  
وہیں تہا رہنا نہ دیت کر دوں گا۔ اگر جہاز پر رہنا پسند کر دے تو  
میں جب تک۔ ڈر کی کر رہوں۔ اس وقت تک تو تمہیں کوئی  
تکلیف نہیں ہوگی۔

میں نے تکرار میں کہیں :  
شکر کا تار دار ہونے میں نہیں ہوا۔ جیتاں سننے  
ہنسنے ہونے لگا اور میرا دل آج سے تم کیہیں بیرو اثر کی ہوئی  
اب ہم دو گئے۔ غلامی کا نام ختم۔ مسافروں کے کرام کا خیال تنہا  
ڈوٹی ہوئی۔ ان کے کہیں نہ کر دے کہ کی چیزیں ختم کر دے۔  
دس آدمی تہا سے اس وقت کا کر رہے۔

ادہ : میں شکر ادا نہیں کروں گا جواب : میں نے

سز سے کہا۔  
ہمارے درمیان معاہدہ ہے۔ کہتاں نے میرے گلاس

میں دوبارہ دیکھی آؤں دی۔  
نئی ڈوٹی زیادہ دیکھ گئی۔ یہ ڈوٹی پھر تو انجلس اس قدر

گام آ رہی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں مسافروں کے ساتھ گفتگو  
کر کے اس میں سادہ تامل کرتا جا رہا تھا۔

جہاز نکلنے پہنچ گیا۔ اب میری تڑپ ابھی رخصت تھی اور  
اب میں اس میں جذبات کے طوفان سے گزر چکا تھا۔ اس لیے

میں نے قہقہے میں اپنے دوسرے ساتھیوں کا ساتھ دیا اور یہاں  
کی پیش گاہوں سے لطف اندوز ہوا۔ قہقہے میں ہمارا قیام ایک ماہ

دس دن رہا۔ یہاں سے مگر کار پر گرام تھا جہاں جہاز کا کام شروع  
ہو گیا۔ یہ جہاز لاگت اور مسافر بردار دونوں میں جس کا معامل تھا یہاں

کے لئے آئے تھے اور یہی ایک شروع ہوئی تھی۔ کنگ مارٹن  
پہلے پاس ہی تھے اور میں مسافروں کو مصلحت فراہم کر رہا تھا۔  
معاذ خاں نامی ایک خاتون کے کاغذات میں کوئی جوتی اور

وہ بے بیماری بہت گہرائی ہوئی تھی جس کے رطوبتی لباس میں لمبوس  
یہ عورت باز کی ٹرک جو میرا کچھ بوسہ منزل میں ہوئی۔ دن معاف نہیں  
کا معامل تھا۔ قد قامت مناسب اور بے حد حسین تھا۔ سادہ لباس

کے لیے جس کی پریشان اکھیں عجیب سرخیز تھیں۔ میں ایک لمے  
کے لیے ان اکھوں میں گھو کر رہ گیا۔

مجھے بتا گیا کہ میرے کاغذات درست نہیں۔ وقت  
بالکل نہیں ہے اگر میں اس جہاز سے روانہ ہو سکی تو میرے لیے بڑی  
مشکلات گہری ہو جائیں گی۔ اس نے عاجزی سے کہا۔

تھیک ہے۔ آپ جلد سے کاغذات درست ہو جائیں  
گے۔ میں نے جواب دیا اور وہ اپنے میں رہ گئی۔ جس اس کی آنکھوں

سے غمزدگی کے جذبات جھلکنے لگے۔ اس نے ان غصیوں اکھوں  
سے میرا نظریہ ادا کیا۔ اور اندھ بھٹی گئی۔ میں نے اپنے ماتحتوں کو حکم

دیا کہ اس کے کاغذات کی خرابی درست کر لی جائے۔  
تو ڈی دیکھ کے بعد میں اپنی مسروقیات میں تم ہو گیا اور

اسے قبول کیا۔ تمام مسروقیوں سے فراغت حاصل کھڑے کے بعد  
جہاز سے نکل اٹھا۔ کہیں ابکار زنگ کی حیثیت سے میں نے جہاز

کے دماغی کے بعد کیوں کی جھلنگ شروع کر دی۔  
فرسٹ کلاس کے ایک کہیں پر میں نے دستک دی تو اندھے

ایک تڑپاؤں زانگائی دی۔  
آج ہاؤ۔ اور میں کہیں کا دروازہ دھکیل دیا اور اندر داخل

ہو گیا۔ زمین نامی میں لمبوس ایک خاتون کسی عربی رسلہ کی طرف  
لوٹائی میں مسروقت تھی مجھے دیکھ کر انہوں نے غامضی اظہار کیا اور

میرے ذہن کو ایک جھٹکا مارا۔ خدا وصال تو میں نہیں پہچان سکا  
تھا۔ لیکن یہ آنکھیں سرزمین میں مگر پر ہمارا دستاویز ان آنکھوں

میں کئی ہوئی تھیں۔ میں قہقہے میں آنکھوں کو قبول کر لیا تھا۔ یہ وہی  
خاتون تھیں جن کے کاغذات میں نے درست کر دیے تھے۔

انہوں نے مجھے پہچان دیا تھا۔ اسے آپ۔ وہ بھڑکی  
سے رسالہ رکھ کر بولیں۔ تشریف لائیں۔

میں بھی سنبھل گیا۔ مجھے اپنی ڈوٹی یاد آگئی۔  
مجھے نا۔ آپ رنگ کیوں گئے؟

معاذ کیسے گئے؟ میں :  
معاذ کر دیا۔ تشریف لائیں۔ اس نے شروع ہی میں

میری بات کاٹ دی۔  
کہیں نہ کی دیکھ بھال میری ذمہ داری ہے مجھے تو علم بھی  
نہیں تھا کہ آپ اس کہیں میں موجود ہیں۔

چلتے ہی میں جوں کہ آپ مجھے تلاش کرتے ہوئے بیان تک  
نہیں آئے لیکن تشریف تو لائے۔

مجھے شکر۔ آپ کو میں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ میں  
نے کاروباری انداز میں پوچھا۔ وہ خوش مزاجی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

لیکن مجھے اپنی اوقات یاد رکھنی تھی۔ اور میری دھم یا سوئم کلاس  
کی مسافر نہیں بلکہ فرسٹ کلاس کی مسافر تھی وہ۔ یقیناً صاحب بیٹیت

ہوگی اس کے کاغذات کی درستگی میں نے کسی خاص مقصد کے تحت  
نہیں کرانی تھی۔ البتہ اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہوں گا کہ اس کی

سرخیز آنکھوں نے مجھ سے ایک لمحے میں سب کچھ کر لیا تھا۔ ہر طرح  
میں آگے بڑھا اس نے مجھے بیٹیت کے لیے کہا تو میں بیٹھ گیا۔ وہ

مسکراتی ملاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے کہا۔  
میں اپنا سوال پھر پھر اس کا خاتون، کوئی تکلیف تو

نہیں ہے آپ کو؟  
نہی۔ اس نے شروع مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

میں نے فرمائیے۔ میں ہر خدمت کے لیے مائل ہوں۔  
میرا میں آپ، میری تکلیف دہ مختلف قسم کی سبب :  
وہ شہرت آمیز انداز میں نہیں پڑی۔ میں نے ابھی تک خود کو بھڑکا

ہی نہ تھا تھا۔ لیکن ایک لمحے ہی مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر بھی آگئی۔  
میں آپ کی تمام تکلیفوں کو دور کر سکتے ہیں۔

میں تنہائی کی تکلیف کا شکار ہوں، کیجئے آپ۔ ہر ریت  
ہو کر سب سے مجھے : یہ چند رسالے ہیں میرے پاس جو میرا ساتھ ہے

یہ ہیں۔ درز :  
آپ انہیں پڑھیں تو میں آپ کو اور رسالے مہیا کر دوں

گا۔ جہاز کی فہرست میں ہر طرح کے رسالے موجود ہیں۔  
رسالے بولتے ہیں : اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں ہاں۔ یہ کی تو ہے ان میں :  
کیا آپ یہ کی پورا نہیں کر سکتے؟

میں کیا عرض کر دوں خاتون۔ ملازم آدمی ہوں۔ جیسے آپ  
مجھے جب بھی طلب فرمائیں گی میں مائل ہو جاؤں گا۔

مجھے آپ کی طلب تو اس وقت بھی سب سے مجھے : سوج رہی  
تھی کہ کافی ہیں۔ لیکن تنہائی کا پیسے میں کوئی نرا نہیں۔ اب

جتائے آپ میری شکل کس طرح مل کر رہے؟  
کہیں میں آپ کے ہاتھ کے لوگ موجود ہیں۔ شام کو کسی  
کلب کی تقریبات شروع ہو جائی ہیں۔ آپ کو ان تقریبات میں

تلف آئے گا۔ میں نے کہا اور وہ ایک لم سنجیدہ ہو گئی۔

اس کے چہرے کی شہرہ مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ پھر اس نے  
سنجیدگی سے کہا۔

بہت بہت شکر : اس وقت تمام ضروریات موجود  
میں۔ اگر کوئی تکلیف ہوئی تو آپ کو اطلاع کرادی جائے گی۔

یہ کہہ کر اس نے پھر رسالہ اٹھایا۔ میں ایک لمے کے لیے ساکت  
رہ گیا تھا۔ یہ بارش کی انداز تھا لیکن میں کیا کرتا۔ اس انداز کی

پذیرائی کیسے کی جاسکتی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ مجھے اس قدر گھاس  
ڈال رہی تھی۔ کیا صرف اس لیے کہ میں نے اس کا ایک چھوٹا سا

کام کر دیا۔ ایک لمحے کے لیے میں تذبذب کا شکار رہا۔ اس نے  
دوبارہ میری طرف رخ بھی نہیں کیا تھا۔ میں رسالے میں مصروف

رہی اور میں آہستہ قدموں سے باہر آ گیا۔  
دوسرے کہیں میں داخل ہوا اور پھر میرے اوپر چھپتے

میں اور پھر چند لمحات کے بعد میں اس کی اس کیفیت کو قبول چکا  
تھا۔ مسافر ہوتے ہیں طرح طرح کے مسافر ہوتے ہیں۔ ہر تہہ کردہ

صہن تھی۔ ذہن کو کو انڈاؤں کرنے والی تھی۔ لیکن مجھے یہ نہیں  
پھر نا چاہیے تھا کہ چند دن پہلے میں صرف ایک غلامی تھا۔ جہاز

لاؤش ملان کرنے والا اور اس کے دوسرے کاسوں کی ٹھکانی  
کرتے والا۔ لیکن کپتان کی مہربانی نے مجھے یہ حیثیت بخش دی

تھی۔ اور میں اس حیثیت سے کوئی ناماؤں کا تہہ نہیں اٹھا پا رہا  
تھا۔ اگر کسی مسافر نے میری بد نظری کی شکایت کر دی تو مجھے

کپتان کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ جب کہ وہ مجھ پر بے حد  
مہرو و سز سے لگا تھا۔ شکیبہ سے اس کی ناراضگی مناسب ہے۔

کوئی ایسی بات نہیں ہوئی چاہیے جو میرے لیے پریشان کن ہو۔  
مجھے اپنے کاموں میں مصروف رہا۔ شام ہو گئی۔ رات کو میری

ڈوٹی ختم ہو جاتی تھی اور یہ زبرداری ایک دوسرے آدمی کو کو پ  
دی جاتی تھی کہ وہ کہیں نہ کی گہرائی کہے۔ میں نے اپنے کہیں

میں آکر باس و میز و قہقہے کیا اور پھر کلب کے لیے نکل آیا۔ زندگی  
کی تقریبات میں بس مجھے دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی۔ ذہن سے

نہ کھد اور خرابیاں دور ہو گئیں تھیں جو اسے پرانہ دیکے رہتی  
تھیں۔ چنانچہ اب میں نے بھی کچھ دوست بنائے تھے اور ان

کے ساتھ جھوٹے گہری بہت ہی پلا یا کر رہا تھا۔ اس وقت بھی میر  
اپنے اچھے خاصے لباس میں لمبوس کلب کے ہال میں داخل ہوا۔ میرے

بہت سے ساتھی وہاں موجود تھے اور شاید میرا انتظار بھی کر رہے  
تھے۔ ان میں سے دو ایک نے ہاتھ پائے اور میں ان کی جانب

13





تھا لیکن وہ میرے کہنے کے بعد وہ میرے پاس پہنچ گئی۔  
 کہیں غائب ہیں بھی سچ ہے۔ اس نے فری  
 اپنا نیت سے کہا۔  
 میں اس مردہ میری عمر و نیت آپ کے علم میں ہے۔  
 ایسی ہی کیا عمر و نیت آپ تو کہیں بڑا زندہ ہیں اور  
 اگر ان کی ضرورت پر مدد دیتے ہیں۔ میری بھی بوجھ آپ نے؟  
 اودھ احوال جانتا ہوں۔ کیا کوئی آئین تھی؟  
 جی۔ اس نے جواب دیا۔

کیا آئین تھی؟  
 میں آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ یہی آئین تو میری  
 اس نے کہا ادا کرتے ہیں بڑی۔  
 شام تک وہ میرے ساتھ رہی اور جب میرا چھٹی کو  
 جی تو اس نے بڑے افساد سے کہا۔  
 میں آپ میرے ساتھ میرے کہیں میں چلتے۔ باقی  
 خدائی کر آئیے۔ رات کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔ چلیں گے۔  
 باہر ہوں گی؟ میں اسے ایک لمحے تک دیکھتا رہا۔ یہ آخر کیا  
 پائی ہے۔ اس خدائی نیت کسی خاص مقصد کے تحت ہے۔  
 یا پھر یہ کہ اس نے کہا کہ وہ تنہائی کا شکار ہے اور اس کی تنہائی  
 لئے اس بات پر آمادہ کہ جس سے کہ وہ بڑے زور سے زیادہ  
 افساد کئے۔ بہر حال میں اس کا کہہ کر اسے خود میرے اپنے ذہن میں  
 جی جود رہا۔ میں نے اسے یہ بتایا کہ اس کے کہیں میں پہنچ گیا۔ وہ  
 ایک تو میری سبقت میں تھا وہ دن میں اس کی آرام کر رہی پر دناز  
 منی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی اور اس نے اشارہ کیا۔ میں ایکس  
 کس پر پہنچ گیا۔

محباب عالی۔ اب آپ کی تو بولی تو ختم ہو چکی ہے  
 اب بہار پر آپ کی کیا حیثیت ہے؟  
 اس جہاز پر میری حیثیت ایک ملازم کی جوتی ہے  
 ۱۰۔ اچھا۔ اب آپ کی حیثیت جو بھی ہو اس وقت  
 آپ جیسے ملکر لیتے۔ اس نے کہا اور میں نے گڑن کا دنگ  
 پھر میں خود ہی چائے کے لیے کہہ کر آیا۔ اور غولی  
 دیکھ کے بعد پہلے آگئی۔ اس نے اپنے انٹوں سے دو پیالے  
 چائے تیار کیا اور ایک پیالی میرے آگے رکھ کر ایک خود  
 لے کر بیٹھ گئی۔  
 ۱۰۔ صاحب! جب بھی کوئی ایسی شخص اتنی بے تکلفی  
 سے کسی سے قہار ہو تو میں اس کا اقدار خیالی پیدا ہو جاتا

یہ۔ سوچ رہا تھا کہ کیسی کیسی صورتیں نکالوں میں نے آئی ہے۔  
 اودھ آپ نے بھی یقیناً میرے پاس سے سوچا ہو گا۔  
 ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔  
 نظری عمل ہے۔ انکار کا کیا سوال ہے۔ وہ مسکرا کر  
 بولی۔ کیا سوچا آپ نے میرے بارے میں۔ میں بیان کرتی ہوں۔  
 کہ نہیں۔ میری کہ آپ کی شخصیت کافی بڑا سر ہے۔  
 لیکن میں نے خود کو یہ کہہ کر کہا تھا کہ آپ سر زمین سے خلق  
 رکھتی ہیں۔ جو خود اسرار و نور کی سرزمین ہے۔ وہ کہیں  
 پٹی اودھ آہستہ سے بولی۔

نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ حقیقت  
 ہے کہ میری زندگی سے کچھ اسرار و واقعات وابستہ ہیں لیکن  
 غایت خود میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ یہ بڑا سر اور واقعات میرے  
 پیدا کردہ نہیں ہیں۔ میں آپ کو پہلے بتا چکی ہوں۔ میں نہیں  
 جانتی وہ کون کون سے آج تک نہیں جان سکی۔ لیکن اتنا  
 معلوم تھا کہ وہ میری موت کے خواہاں تھے۔ اگر میں ان کے  
 ہاتھ لگ جاتی تو وہ مجھے یقیناً قتل کر دیتے۔ موت کا خوف  
 انسان کی فطرت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ بابر صاحب یقیناً  
 کریں۔ اس سے قبل بھی میرے ذہن میں کسی ایسے ساتھی کی  
 خواہش نہیں ابھری جو میری زندگی میں داخل ہو جیسے میری  
 تنہائیاں تھیں ہوں جو میرا خیال نظر ہو لیکن ملازم نہ ہو۔ بابر  
 صاحب یہ خواہش شدت اختیار کر چکی ہے۔ وہ خاموش ہو  
 گئی۔

آپ نے شادی نہیں کی؟  
 نہیں۔  
 کیوں؟  
 جی نہیں کی۔ اس کا کوئی جواز نہیں ہے میرے پاس؟  
 آپ کے والدین یا سرپرست۔  
 کوئی نہیں ہے میرا۔  
 اودھ۔ مجھے افسوس ہے۔  
 عورت افسوس۔ ایک بار وباری افسوس۔ زخمی الفاظ  
 کیا۔ دیکھی الفاظ ہی پر مقدور میں کوئی نہیں ہے اس دنیا میں  
 ہر قسم کے سہارے چھوڑ کر میلہ چھوڑ دینے۔ میرا ساتھی نہ بنے؟  
 میں نہیں سمجھا۔  
 میں نہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہوں بابر! اس  
 نے غصہ سے کہی میں کہا اودھ میں ہر گز نہ پڑا۔

مجھے۔ ایک مولیٰ سے انسان کو؟  
 جی نہیں۔ ایک مولیٰ سے انسان کو کچھ تم۔ میں نہیں  
 اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں۔ اپنی ساری پریشانیوں تنہا  
 سونپ کر خود کو لٹکا کر رہنا چاہتی ہوں۔ سزا بابر! بہانہ کی طاقت چھوڑ  
 دو۔ میری سب سے سادہ دہر۔ میں ساری زندگی تنہائی میں گزرتی رہی  
 گی۔ تنہائی کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ میرا اودھ۔ میری یہ چش کش قبول  
 کر لو۔ بابر! مدد کی قسم۔ میں نے زندگی میں پہلی بار یہ کشاں کی  
 ہے اس کو سوچ پر میں ایسی دلی نہیں ہوں۔ میں نہیں کسی مالی  
 مشکلات میں پھنسے نہیں دوں گی۔ تم میرے ساتھی بن جاؤ۔ اس  
 بارے میں غور کر لینا۔ میں۔ میں کل تم سے ملاقات کر دوں گی۔  
 بابر پلنگ۔ وہ بنا بابت سے بولی۔ اور اٹھ کر چلی گئی۔ میں  
 دنگ رہ گیا تھا۔

سارے شام کی میں کش میرے لیے بڑی اڑکی تھی۔ میں  
 نے کسی غریب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میں میری سکونت انڈیا  
 کروں گا کسی تھی حسین عورت کو زندگی کی ساتھی بنانے کا مقصد  
 بھی کبھی میرے ذہن میں نہیں ابھرا تھا۔ لیکن سادہ شامی۔ مجھے  
 یوں لگتا تھا جیسے یہ عمر خیز عمری حسین میرے سوا کسی پر چھا گئی ہو  
 اور میں اس کے وجود سے علیحدگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہوں۔  
 پھر یہ کہ وہ کیا ایک عورت کے سہارے زندگی بسر کرنے  
 کا فیصلہ کروں۔

ساری رات اسی غم میں میں بیٹھا رہا۔ رات کے آخری پہر  
 میں نے خود کو حالت کے حوالے پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں  
 نے سوچا کہ میں نے تنہائی ناگزیر حالات میں اپنے دل کو خیر باد کہہ دے۔  
 دل و دلیس کا اب کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں ہے جو لوگ  
 کسی بھی ناطے سے میرے لیے تھے۔ وہ اب اتنی دقت سے کہ اپنا نیت  
 کا کوئی تصور دل سے نکال کے ساتھ نہیں رہا تھا۔ میرا ان کے لیے  
 سوچا ہے مٹی تھا۔ بابر! اس جہاز کا معاملہ۔ تو کہتا ہے کہ  
 میرے سوا میرا ہی ہے۔ لیکن کسی کی ان میرا ہیوں سے کب تک  
 استفادہ کر سکیں گا۔ بھلا ایک دن اس سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔  
 اگر تقدیر میں میری عمر میں پروردگار نے بھی بولی ہے تو میں  
 ہی سمجھ لے سادہ شام کی کہ ملاقات قبول کر لینی چاہیے۔  
 اودھ اس آفری فیصلے کے بعد میں مغلن چھوڑ سادہ شامی  
 بے چین تھی۔ میں سوچتے ہی میری تلاش میں عمل لگ رہی ہوں۔ میں خود  
 مجھ سے اس پہنچے ماہ تھا۔ اس کی حسین آنکھوں میں ٹھہر گئی  
 دنگ لہو میرے ہاتھوں پر مسکراہٹ پہل گئی۔

ممدات جبر نہیں ہو سکی۔ وہ بولی۔  
 تنہائی حسین آنکھوں کا غما ماس کا مظهر ہے؟  
 کیا فیصلہ کیا تم نے؟  
 یہی کہ ایک دولت مند عورت کی دولت پر پیش و عشر  
 سے زندگی بسر کروں گا۔ میں نے جواب دیا۔  
 مگر یا۔ مگر یا۔ تم نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے؟  
 جی ہاں۔

لیکن بابر۔ تم اس امانت کیوں کر جتے ہو؟ تم نے جو  
 امانت کے میں وہ مناسب نہیں ہیں۔ زندگی کے ساتھی اس طرح  
 نہیں کر جتے۔ جو کچھ میرے پاس ہے وہ تمہارا ہے۔ اس میں دوتی  
 کا کیا تصور ہے؟

کاش عزیز میں میرے لیے سکون بخش ہو کاش میں اپنی  
 عورت کو اپنے بازوؤں کی کالی کھلا سکوں۔ میں نے کہا۔  
 جو کچھ میرے پاس ہے تمہارا ہے بابر۔ براہ کرم اس امانت  
 میں نہ سوچو۔ مجھے تمہارا سارا دل چاہئے میرے لیے کافی  
 ہے۔ میں اپنی سوت کا اظہار نہیں کر سکتی۔ میں نہیں بتا نہیں سکتی  
 بابر کہ تمہارے اس فیصلے سے میں کس قدر غم میں ہوں۔ اس کی  
 آواز لپکا رہی تھی۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے پاس سوچنے کے لیے  
 بہت کچھ تھا۔ جو میں سرزمین میری آئی جی میرے  
 دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جاتی تھیں۔ کچھ ان سے بھی اکو کھیلنے  
 میں بہت کرتی تھی۔

چنانچہ اس رات میں اس کے پاس پہنچ گیا۔  
 آداب! کیا کہنا اس بات ہے؟  
 ہاں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔  
 کیا بات ہے؟  
 میں آپ سے ایک اجازت لینے آیا ہوں۔  
 ضرور ضرور۔ کہو۔  
 میں میری آواز ناچا رہا ہوں۔  
 کیا مطلب؟  
 میں سرزمین میری آواز ناچا رہا ہوں۔

اودھ! کوئی خاص خیال ذہن میں ہے۔ جواز سے انکا  
 ملے ہو۔ ایسے یہ حقیقت ہے کہ زندگی کا آغاز میں تو کش  
 گئی ہے۔ لیکن اس کے بعد میرے ہاتھوں کی زندگی کے کھانے  
 ہونے لگی ہے۔ بہر حال یہ کہ ہے۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

18

حقاً۔ جو ایک خدا کے چنے ہوئے پیغمبر کے لئے کہا۔

بیٹا تھیں ہیں۔ سدا بہار کے لیے دوست

18



والدین کی دولت پر غصہ کرنے والا۔  
 ایک دن وہ خراب پڑے ہوئے اس کے منہ کے عالم  
 میں کہہ "تم خوش نصیب انسان ہو جاؤ۔"  
 "کیوں؟"  
 "ایک دوسرے عورت کی دولت ہاتھ میں کر سہے ہو۔"  
 "وہ میری بیوی ہے۔" "میلے کھلے"  
 "ہاں۔" "بے وقوفی کی بڑی ہی سنگین۔"  
 "کیوں کیا؟"  
 "تم سے ملنے نہیں ہے شاید۔"  
 "کیا جو اس کو کہتے ہو؟" "میلے کھلے انداز میں کہا۔"  
 "میں نے کڑے لہجے میں دیکھا ہے۔" "میلے کھلے"  
 "ہوئے حوالے ہے۔" "میں نے اسے پہچان لیا۔"

الہیہ؟  
 نہیں اس بات سے میں کہ نہیں معلوم؟ "مردہ قہقہے سے"  
 "نہیں۔"  
 "خوابی آنکھوں سے دیکھو یہ کس دن۔" "الہیہ ہی"  
 "کے دل سے میں بڑی ایک لہجہ کی رتی ہے۔ ایک جھوٹے عکس"  
 "ظہیرت بیٹھے ہیں۔" "میں نے بار بار انہار کی بڑی کو دیکھا ہے۔"  
 "اور اگر غلط غلطو۔" "میں نے اسے غلطی کا بول"  
 "سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔"

"جو کہ کی سزا وہ بڑی۔" "شاداب نے کہا۔" "میں ذہن"  
 "میں غلط لے والی ہو گیا۔" "سارہ پریشانی کوئی اظہار نہیں کیا"  
 "لیکن لب میں اس پر کچھ لکھنے کے بعد اس کے منہ سے لب بھی"  
 "دھستے۔" "انکڑہ ایک دن کے بچے غائب ہو جاتی تھیں"  
 "نئے کپڑوں کے ہاتھ میں نہیں پوچھا تھا لیکن لب میں ہونہار"  
 "ہو گیا تھا۔" "بار میں نے اس کا تھا قہقہہ کیا۔" "لیکن اس کے"  
 "محویت عام تھی۔" "نورانی کی دہلیز کا بانی تھی۔"  
 "اس شام وہ تیار ہو کر کل جن دنوں سے غائب ہو رہا تھا"  
 "وہ جیسے کہ بانی تھی۔" "اس شام جیسے ہوئے بولی۔"  
 "میں مات کو داپس نہیں کال کی بار۔"  
 "اد کے ڈارنگ۔" "میں نے اس کو ملے میں کہا۔"  
 "لیکن اس کے کمر پر تلے کمر میں بھی بار کھانا کھائے اس کا"  
 "غائب کیا تھا۔" "غائب کی اطلاع کے مطابق وہ ابھی کے"

ملحق میں ہی تھی غصہ شاداب کی بات درست نکلی تھی۔ وہ  
 ایک خوبصورت بیٹھے میں داخل ہو گئی تھی۔ میں صحت پریشان  
 ہو گیا۔ کون ہے اس مکان میں۔ کیا سارہ ہے وہاں ہے۔ سہا  
 وہ دھوکے دے رہی ہے۔ لیکن کیوں۔ اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟  
 میں نے ماحول کا جائزہ لیا۔ میرا بھانجا دار کچھ بھی نہیں تھا۔  
 درحقیقت ایک دولت مند عورت کا شوہر جس اور کچھ نہیں۔  
 مجھے اس سے کچھ کہنے کا حق بھی نہیں ہے۔ اور اگر میں اس سے  
 غلاف کھڑوائی کی تو۔ وہ مجھے برا کر سکتی ہے۔ کچھ بھی تھا۔  
 لیکن میری حقیقت پر قابو پاتی تھی۔ لیکن یہ بھی تو برداشت  
 نہیں کر سکتا تھا۔ وہ میری منگو کو کچھ اب۔ اور میں بے عزت  
 نہیں تھا۔

میں کافی دیر الجھ رہی تھی۔ اور کچھ داپس ہو گئی۔ ذہنی  
 چٹائی شروع ہو گئی۔ جوی کی جھڑپ سے سناہ شنائی میرے لیے  
 کھیں بڑی ثابت ہیں ہوئی تھی۔ وہ کیسے بے حد چاہتی تھی۔  
 مالا نند میری پوزیشن عجیب تھی۔ لیکن انہ سے کبھی اس  
 بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ میں اس کا دست نگر ہو گیا۔  
 اس کے معاملات پر میں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔  
 لیکن اب اس حد تک بھی برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں کوئی  
 فیصلہ نہیں کر پاتا تھا۔

دوسرے دن وہ داپس آ گئی۔ محول کے مطابق  
 بھی لیکن میرے انداز میں نے تبدیلی محسوس کر لی۔ چونکہ کر  
 بولی  
 "بار! طبیعت کیسی ہے؟"  
 "خوب ہیں۔"  
 "خوب نظر نہیں آتے۔"  
 "کوئی خاص بات نہیں۔"  
 "عام بات بھی کہے تیار۔"  
 "کیوں؟" "میں نے نیچے انداز میں کہا۔ اور وہ چونک  
 پڑی۔ مجھے وہ عجیب سی جھجھکی ہوئی۔  
 "اس لیے کہ میں تبدیلی ہوئی ہوں۔"  
 "عزب ہوئی نہیں؟" "سرپرست اور محافظ بھی ہو۔" "جدا"  
 "ایک اشارہ مجھے حیا کی شکل کے لیے پہنچا سکتا ہے۔" "میں"  
 "نے کہا اندر شدت و حیرت سے اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔"  
 "کیا بات ہے میرے محبوب۔" "کیوں ناراض ہوئے؟"  
 "مجھ سے بات غلط کہی ہے کیا؟"

یہ تہہ ہے ذہن میں کس طرح آئی؟  
 "اس لیے کہ یہ حقیقت ہے۔"  
 "مگر کیا میں کبھی نہ کہہ سکوں؟"

"شاید کرواؤ۔" "خوبصورتی غنٹ بتا کر۔"  
 "بابر! پیسے مجھے اس تاریکی کی وجہ بتا دو۔ اس کے بعد"  
 "اس سے بھی سخت باتیں کر سکتا ہوں۔" "وہ بے خبر ہوا۔"  
 "میرا دل دکھاتے ہیں۔"  
 "سناؤ۔" "آج میں نہیں اپنے ہاتھ میں کچھ بتاؤں گا۔ میرا"  
 "نام برداد خان ہے۔ میرا پاپا غلاماؤں کا ایک ہے۔ دولت"  
 "نظم بھی رکھتے ہیں۔" "میں نے اسے بڑی کبانی سنائی۔ وہ"  
 "آنکھوں میں پیار کے جذبات لیے مجھے۔" "عجیب سی اور میرا اس"  
 "نے آگے بڑھ کر سر پر رون میں باہر ڈالتے ہوئے کہا۔"  
 "بلکے پیسے ہی بتائی تھا۔ خود کو مجھ سے اس قدر کامیاب"  
 "نہیں۔" "جو کہ بار۔" "شادی ایک ایک اداسے بڑی سنگین تھی۔"  
 "میں بہت عزت نہیں ہوں سارہ اور میں نے اس سے"  
 "بھاری دولت کے لیے شادی نہیں کی۔"

"میرا نام ہے؟" "ایسی بات نہیں ہے۔"  
 "میرے لیے ایک شوہر کا درجہ کیوں حاصل نہیں ہے؟"  
 "مکون کو کہہ دو؟" "میں نے کہا۔"

"ہاں جتنا ہے ہاتھ میں سب کچھ جلتا ہوں۔"  
 "اور۔" "وہ آہستہ سے بولی۔ اس کے ہونے پر عجیب"  
 "سے تاثرات ابھرا کرتے۔" "یہ خیال نہیں کیوں آیا؟"  
 "تم ایک دست کے لیے کہاں جاتی ہو؟" "کیا یہ ایک عزت"  
 "شخص کے لیے تیار نہیں ہے کہ اس کی بڑی بیٹے میں ایک"  
 "دست عمر سے غائب ہے۔" "اس نے آہستہ سے کہا۔" "میں نے اسے"  
 "اپنی فطرت تسلیم کر لی۔" "اور بابر براہ کرم باہر تبدیلی کرو۔"  
 "کیا مطلب؟"

"پھر بابر۔" "باس تبدیلی کرو۔" "اس نے لاجت سے کہا۔"  
 "اور میں مجبور ہو گیا۔" "باس تبدیلی کر کے میں اس کے ساتھ بابر"  
 "نکل آیا۔" "اس نے بڑے آہستہ سے میرے لیے دروازہ کھولا۔ اور"  
 "میں جب تو جی۔" "صوبت مالی کسی حد تک میرے علم میں تھی۔ میں جانتا"  
 "تھا کہ ان کم بزرگ کے معاملے میں وہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکے گی لیکن"  
 "اس وقت مجھے سمجھنا پڑا جب کارا میری کسی بیٹے میں داخل"  
 "ہو کر رک۔" "وہ لازم جلدی سے اس طرف چلے۔"  
 "مسلمان کہاں ہے؟" "سارہ نے پوچھا۔"

"اندھو موجود ہی نہیں۔" "خادم نے جواب دیا اندر ملہ۔"  
 "میرے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ یہ جگہ بھی بے حد خوبصورت"  
 "تھا۔ ایک کٹنا دار خوبصورت کمرے میں بدہ تیرہ سال کا ایک"  
 "لاکڑی موجود تھا۔ لیکن یہ لاکڑی۔" "میں نے اس کی ایسی تصویر میں سے"  
 "جہم زندگی نہیں دیکھی تھی۔ اس زمین کی مخلوق ہی نہیں معلوم۔" "وہ"  
 "تھا۔ سرسبز و سفید رنگ۔" "میرا بھر اچھا چہرہ۔ بڑی بڑی نیلی"  
 "آنکھیں۔" "کٹنا دار پیشانی جس پر سنہرے گھنگھرے بالوں کے"  
 "جھنڈے نظر آتے تھے۔" "برائی سطر مشوں کا کمال لگتا تھا۔ ایک"  
 "بار نظر پڑے تو جانتے نہ رہے۔"

"میں اسے دیکھ کر راکت رہ گیا۔" "جو سا بیکو دیکھتے ہی کمر ہوا"  
 "مجید۔" "اسے۔" "یہ ایک۔" "کوئی چیز بھول گئی تھیں کیا؟"  
 "مسلمان۔" "یہ کون ہیں؟" "سارے سنہرے گھنگھرے گھنگھے۔" "کیا۔"  
 "یہ۔" "مسلمان سنہرے گھنگھے دیکھا۔ اور پھر ایک دنگل سکر۔"  
 "اس کے بول پر پھیل گئی۔"

"شاید بابر داد خان۔" "اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔"  
 "نہیں ان کے ہاتھ میں کچھ معلوم ہے؟"  
 "یہ بابر داد خان کی جڑ سکتے ہیں۔" "کیونکہ اس بے تکلفی سے"  
 "جنگ کسی اور کو آپ کے ساتھ دیکھا۔" "میں نے دیکھا۔"  
 "اگر یہ بابر داد خان ہیں تو میرے لیے ان کی کیا حیثیت"

"ہے؟"  
 "بھاری خدا کی۔" "آپ نے ہمیشہ یہی کہا ہے۔" "مگر بات"  
 "کیا ہے؟"  
 "میں تمہارے پاس بیٹھے میں کہتی بار آتی ہوں؟"  
 "صرف ایک بار۔"  
 "کس وقت آتی ہوں؟"  
 "مکو ماؤ پھر کرو۔"  
 "کب جاتی ہوں؟"  
 "دوسرے دن۔"

"یہاں کیا کرتی ہوں میں؟"  
 "میری دیکھو بھائی۔" "میرے پاس کی دستک اور مجرم"  
 "نہیں کیلئے ہیں۔"  
 "تم میرے کون ہو مسلمان؟"  
 "بھائی۔" "آپ میری بھیلی جن میں باور عکس براہ کرم بت"  
 "کیا ہے۔" "مجھے معلوم نہیں ہو گی۔"  
 "میں بابر داد خان کو تم سے مل چکا ہوں تھی۔" "بابر کو نہیں نہیں"



میں سے آئے تھے بارگاہی و قاری تھے۔ لیکن میں اس تحریر سے ناواقف تھا۔ سو نے کے مزدوق کو کھولا گیا تو سب سے اوپر ایک لفظ نظر آیا جس پر لکھا تھا۔

مسلمان کے لیے اس کے والد کا شان کی جانب سے مسلمان نے لفظ نکال دیا۔ اور اسے میری طرف بڑھا کر پوسٹ کیا۔ آپ اسے کھولے پر بیٹے۔

نہیں بیٹے۔ یہ تبارا حق ہے۔ میں نے کانپتی آواز میں کہا۔ اور سناں خشک ہر نون پر زبان پھر کر لفظ چاک کر کے نکالا۔ اس کے ہاتھوں کی کچکا پٹ میں پڑی محسوس کر رہا تھا۔ وہ جوان تھا بھرا دار ایک ایسے اچھے زمانے واقف ہونے جا رہا تھا جس کا تعلق اسکی ذات سے تھا آخر کا نشان نے کونسا راز اس صندوق میں مقفل کیا ہے۔ بالآخر لفظ چاک ہوا۔ اور ایک کاغذ اس سے برآمد ہوا جس پر عربی زبان میں ایک طویل تحریر تھی۔

مسلمان نے میری طرف دیکھا۔ اور میں نے بڑے خلوص سے کہا۔ عزیز ازجان۔ یہ سب کچھ میرے پاس میری بیوی اور تہجدی انا لیں سارا شائل کی امانت تھا۔ اور سارا شائل اسے تہجدی امانت بتاتی تھی۔ اس نے مجھے تہجدی بارے میں بتایا تھا کہ تہجدی کے آواز سے جو۔ اور خود اس کے یعنی سارا شائل کے والد تہجدی سے ملے۔ عزم و عزم کے لازم تھے۔ اس لحاظ سے اگر صداقت سے پرکھا جائے تو میں خود تہجدی خادم ہوا۔ کیونکہ یہ دولت جس کے ہاں پر میرا اپنے تلخ ماضی کو حراؤ کش کر کے زندگی کا طویل عرصہ عیش و عشرت سے گزارا ہے میری اپنی کمالی ہوئی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں یہ عرصہ شائل یا اس کے والد کی بھی ہو یا نہیں۔ لیکن یہ تہجدی والد نے تہجدی سرپرستی اور بوجہ جبرداشت کے لئے یہ دولت سارا شائل کے والد کو بخش دی جو جس کا میں بھی تہجدی تہجدی چاہتا تھا۔ اس جیشت سے نکل واقف ہوں۔ مجھے حکم دو کہ میں اس تہجدی خاندان سے باہر چلا جاؤں جو کہ یہ خط تہجدی سے خاندان کا ایک راز ہے اس لئے میرا واقف ہو کہ ہر ذریعہ نہیں ہے۔ تم بہ ایمان اسے پڑھو۔

مسلمان نے میرے انداز میں اٹھنے کا ارادہ محسوس کیا۔ اور جلدی سے آگے بڑھ کر میرا دامن پکڑ دیا۔ میں چپا چپا ہونے لگا۔ میرا دل تپ رہا تھا۔ میری آنکھیں پانی سے تر تھیں۔ یہ آواز کیا کہتے ہیں۔ ازل تو نام ہزاراوات ہیں اور ان کا کوئی موت ہم سے نہیں ہے۔ ہمارا کوئی نام بھی تو اب میرے آپ کے درمیان کوئی رابقی شے نہیں ہے۔ اس لئے براہ کرم اسے لکھنا کہ جو لکھا تھا

رکھ دیں۔ مجھے تو قدم قدم پر آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہوگی اور آپ ہیں کہ مجھے تنہا چھوٹے دے ہے۔ میں اس کی تحریر پر آواز بلند پڑھتا ہوں۔ آپ بھی سنیں تاکہ حقیقت حال سے واقف ہو کر مجھے مشورے دیتے رہیں۔

مگر یہ تہجدی خواہش ہے تو ہر دہم میں نے گردن جھکادی۔ مسلمان چند لمحوں کے بعد دیکھتا ہوا۔ پھر اس نے کچھ سال کاغذ کی تہوں کو کھولا۔ اور اس کی تحریر پر نگاہ ڈالی۔

خود دیدہ مسلمان بن کا شان کے لئے۔ اگر موت اسے اس خط کے پڑھنے تک پہنچ دے۔

### عزیز ازجان

اگر تہجدی زندگی تم سے بے وفائی نہ کرے تو تم اس خط کے کھولنے کے وقت بفضل پچیس سال کے ہو چکے ہو گے۔ اب میں میری پندرہ گشت پڑیاں سنوں مٹی کے نیچے پڑی ہوں گی میرے شہداء میری شکل بھول گئے ہوں گے۔ میرے دم نے میرے وجود کو اس طرح ڈھکا ہوگا کہ اب میرا تصور بھی کسی کے دل میں موجود نہ ہوگا۔

یہ خط ایک طویل عرصہ کے بعد میری یاد کچھ ذہن کی تلو کو دے گا۔ ہر گاہ کہ میں جانتا ہوں کہ تم تو میرے شکل آشنا بھی نہ ہو گے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تہجدی تصور میری بہت سی شکلیں تراشے گا۔

گو میں ہر چکا بھوں اور اہل دنیا نے مجھے بھلا دیا ہے مگر ہاں موت کے بعد بھی میرا کوئی تعلق تہجدی اس دنیا سے ہو کہ نہ میری تہجدی مانند زندگی کا ایک طویل عرصہ اس عالم رنگ بو میں گذار چکا ہوں اور مجھے بھی اس سے محبت تھی۔ لیکن میں تم سے جدا کر رہا ہوں کہ جس وقت یہ خط تہجدی ہاتھ میں ہوگا۔ میری دماغ تہجدی پاس ہوگی۔ مجھے محسوس کرنا۔ میرے فلسفہ اہل تہجدی جاننا تم مجھے پا۔ لو۔ گے۔

مسلمان کی آواز پسنے لگی۔ اب میں چوک چکا مسلمان کے احتیاط مجھے بھی اتنا ہی متاثر کر رہے تھے جتنا مسلمان کو۔ دفعتاً خدایم جیب کی سرسراہٹ ابھری۔ خوشبوؤں کے پھلنے پھنے لگے جلد کو سردی کا احساس ہونے لگا۔ یہ تہذیبیں وہم جیسے قصیدہ میں لے مسلمان کو رہے ہیں محسوس کیا۔ وہ ہر اس لگا لگا سے لہر لہر کر رہا تھا اور میرا منہ مجھے دیکھا۔

میں نے اپنا سر ہاتھ اس کے شانے پر رکھا۔ بائیں ہاتھ میری تہجدی کچکا ہٹ لایا تھی۔ اس کے کہنے کے مسلمان نہ تھے۔

آپ کا ہاتھ کتنا سرد ہو رہا ہے بارگاہی مسلمان نے میرے ہاتھ کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ اور میں نے جلدی سے اس کے شانے پر سے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ تاکہ اسے میری کمزوری کا احساس نہ ہو۔ میں جو کچھ محسوس کر رہا تھا وہ اس خط کے الفاظ کی روشنی میں تھا۔ اور حقیقت اس تہجدی خانے میں اس وقت مجھے کس کس کا میرا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ وہ دیوار میں مدون کل رہے ہوں اور ان سے عجیب عجیب شکلیں باہر نکلتی ہیں۔ قدیم ترین شکلیں جن کے نقوش مصر کے باشندوں جیسے تھے۔ ایسے نقوش جو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ ساری کی ساری شکلیں اجنبی تھیں اور میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ میرے شہداء ہیں۔ میں نے اپنی اس کیفیت کا اظہار مسلمان پر نہیں کیا۔ کیونکہ بہر طور وہ پڑھتا تھا۔ اور خوفزدہ ہو سکتا تھا۔ لیکن خط کے آخری الفاظ نے اسے بھی متاثر کر دیا تھا۔ میں نے اس کے شانے کو چھپایا اور ایک بار پھر اس سے کہا۔

خط جاری رکھو مسلمان، یہ تہجدی والد کی تحریر ہے تہجدی لئے متبرک۔ دوسرے تمام احساسات کو ذہن سے نکال دو۔ وہ مسلمان نے خشک کھنڈوں پر اپنی تہجدی جان بکھار دی۔ خط کی جانب متوجہ ہو گیا۔ پھر اس کی سرور پر کھپائی آواز ابھری۔

### تہجدی قریب قریب

- ☆ سفوف آبدار ہے۔ اندر سے آبدار ہے۔
- ☆ جہاں تک ہو سکے خاموش رہو۔ ڈانٹنا۔ بھڑکانا۔ حدیثی
- ☆ دس تصور دار چھوڑ دو۔ مگر کسی ایک بے تصور کا سزا دو۔
- ☆ ایک سے کہو
- ☆ کوئی بھی فن طبع کی مد میں داخل ہونے بغیر شہادت کو نہیں پڑتا۔ نہ عام مدنی
- ☆ تہجدی کی اور کائنات کا ربط اصول ہے۔ کوئی شعر ایک کے ایک ہی پانی میں نہ بدلیں نہ کٹا۔ ہر فلسفہ
- ☆ ان چیزوں کو کہنے میں آگے سے ان کو سب کے ساتھ پڑانی میں مارا جائے۔ سب سے
- ☆ کچھ خدائے پندہ میں سے خدائے وہ۔ نہ ہمہ دس سے محنت
- ☆ نہ عقل پندہ اس لئے کہ ہر پانی ہر ذرات کی ہے۔ ہر ذرات
- ☆ انہیں تلاش کر لیں۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ ہر ذرات کی طرف جانی
- ☆ اس فیصلے میں
- ☆ جس کو کہتے ہیں ہاتھ جو اس کے شانے پر رکھا ہو
- ☆ کبھی شخص



مصر میں معمر بن العلاء کا قیام ایک طویل ترین قیام کے طور پر ہے۔ متعدد سلسلے میں آباد تھیں اور شاید جنہیں اس بات پر حیرت ہو کہ تم دنیا بھر کی قدیم ترین نسلوں میں سے ایک کے جاگیردار ہو۔ جنہیں یقین دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ مورث اعلیٰ تقریباً ستر ہزار بشت میں مصر کے مذہبی مقتدا اور یونانی النسل تھے۔ یہ نسل نسل در نسل چلتی رہی اور تاریخ میں اس کی کہانیاں دست ہیں۔ ستائیسویں فرعون راجوں کے دور کا واقعہ ہے جس کو میں مجسمہ درج کروں گا۔ جو کہیں اپنی ذات کی شناخت ہو سکے، یہ واقعہ میں نے قدیم مصری زبان سے تحریر کیا ہے جو اس دور میں رائج نہیں ہے، لیکن اگر میرے خاص دوست یعنی تمہارے آقا علی نے تمہیں درجی قدیم اوراق ہے جو میری خواہش کے مطابق ہے تو شاید تم یہ تحریر ان ہمسیدہ اوراق میں پڑو جو اس صند دینے میں ہماری قدیم ترین روایات کے مطابق محفوظ ہے۔ مصر کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ہندوؤں اور سولہویں خاندان کے ماتحت سولہ سو اسی سن قبل مسیح میں مصر اجنبی فاتحوں کے قبضے میں رہا، جنہیں ہکسوس کہا جاتا ہے، یہ غائب فلسطین اور ایشیائے کوچک سے آئے ہوئے لوگ تھے، ستر سو سال خاندان مصری تھا، جس نے ہکسوس کو باہر نکالا اور نئی حکومت قائم کی۔ یہ حکومت سنہ ۱۵۹۰ قبل مسیح تک قائم رہی، تب توشن ثالث اتحادیوں خاندان کا بادشاہ تھا، اس نے خلافت فلسطین اور شام فتح کر لے۔ لیکن بعد کے فرعون ایشیائی مقبوضات کو بیٹے اور ایک بار مصر پر اجنبیوں کا تسلط ہو گیا۔ ہمارا دور چھ سو سال فرعون ثالث سے شروع ہوا اور اس کے بعد طویل عرصے تک فرعونوں کا اقتدار قائم رہا۔ قدیم مصری تہذیب کے مطابق فرعون کو لائق اختیارات حاصل تھے۔ حیات بعد الموت کا تصور مقدم رہتا تھا، عالی شان مقبرے اور حوض شدہ بدن محفوظ کر دیے جاتے تھے جنہیں ابراہام کہا جاتا ہے جس کا ایک تصور تھا جاسے سامنے، عقیدہ یہ تھا کہ جسم ایک - مشد - ہے جسے - کامیبتے میں زندگی مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے اور - کام - غیر زانی ہے۔

کامیاب معبودوں کے حضور تھے لیکن فرعون کی حکومتوں سے ان کا براہ راست تعلق ہوتا تھا، اور انہیں بادشاہ وقت کی مانند اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ راجوں میں چھ سو سال فرعون کا بیٹا تھا ایک شوخ اور نا اہلی نوجوان جسے جو کہیں تہذیبیت اور فطرت کے خدس کا - پاس - پایا جاتا تھا لیکن اس کا دل خون و شہزادی جاسی سے لبریز تھا، جس کی ابتدا کینز میں اس کی خدمت کے لیے حاضر رہنے تھیں اور وہ ان کے درمیان خوشی اور مسرت

محسوس کرتا تھا۔ لیکن یوں ہوا کہ اس نے ایک بار عبادت کے دوران کامیاب علم تباہی کی بیٹی زیتیکا کو دیکھا کہ حسن و جمال میں بیٹا اور آسمانوں سے اتاری ہوئی کوئی دیوی محسوس ہوتی تھی، یوں راجوں اس سے دل ہار گیا، کامیاب علم کی مقدس بیٹی معبد کی من حرم پرکاروں میں سے ایک تھی جن کی شادی کسی سے نہیں ہوتی اور جو تقدس کی بلند یوں کو چھوٹی ہیں۔ یہ تقدس کامیابوں کی ملکیت تھا۔ اول تو ان کے خاندانوں میں شادیاں ہی بہت کم ہوتی تھیں لیکن اگر کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو اسے کبھی کسی سے منسوب نہیں کیا جاتا تھا وہ کنواری ہی رہتی اور کنواری ہی مر جاتی تھی، اس کی زوجہ کو آسمان کی بلندیوں پر صاف دیکھا جاسکتا تھا، سو کامیاب علم تباہی کی بیٹی بھی تقدس کے انہی مراحل سے گزر رہی تھی کہ راجوں کی نگاہ پر کسی سرکش اور ضدی راجوں اس کی خلوتوں میں سبائے کی کوششیں کرنے لگا، سو یہی ہوا کہ ایک بار اسے عبادت کے بعد اس کا موقع مل گیا، کیونکہ وہ عام لباس میں اور عام عبادت کرنے والوں کی مانند معبد میں پہنچا تھا۔ اور قطعی ان لوگوں میں نہیں شامل ہوا تھا جو شہزادگان یا عظیم المرتبت لوگوں میں شامل ہوتے تھے۔ یوں اس کی جانب توجہ نہ ہوئی کسی کی اور جب عبادت ختم ہوئی تو وہ ایک ایسی چٹان کی آڑ میں چھپا، جہاں سے واپسی پر اسے کوئی نہ دیکھ سکے، لیکن اس کا مقصد یہی تھا کہ جب ماحول نشان ہو جائے تو وہ نزدیک سے زیتیکا کی زیارت کرے۔

حسین زیتیکا معبد کی پہلی سرنگ کے آخری کمرے میں قیام پذیر تھی اور اس طرف کسی ذی روح کو داخلے کی اجازت نہ تھی اس لیے ان خادماؤں کے جزیتکا کے لئے مخصوص تھیں۔ زیتیکا کا دیوانہ راجوں میں رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرتے تھے سرنگ میں داخل ہو کر زیتیکا کے در پر پہنچ گیا۔ نوجوان لڑکی جو عمر کے آثار بویں سال سے گذر - یہ تھی شہزادہ

رو گئی، اسے جو تعلیمات دی گئی تھیں ان کے تحت کسی مرد کا سایہ تک اس کے لئے ناہانز تھا، لیکن راجوں کی مراد نہ وجاہت اس کے بلند بالا تعداد اس کی شرابی آنکھوں نے زیتیکا کو سنبھل کر دیا، اس نے خادماؤں کو حکم دیا کہ سرنگ کے آخری حصے پر ٹھہریں اور یہ کسی کو نہ ظاہر ہونے دیں کہ وہ بورا ہے جو نہ ہوتا تھا۔ یوں پڑ پڑائی ہوئی راجوں کے عشق کی اور اس کے بعد کشتہ طاق میں ہونے لگیں۔

زیتیکا کے سینے میں محبت کا جوا لاکھ میٹھے پڑا۔ وہ تہذیبیوں میں ایک دوسرے کے ساتھی بن گئے اور ان کے اہلیان حسن و حسن کے ماحول طے ہونے لگے۔

حسین زیتیکا حسن و جمال کا نمونہ تھی، تو راجوں کا بلند و بالا قد - اس کی مردانہ وجاہت پورے مصر میں پکڑا تھی اور خیال تھا یہ عام لوگوں کا کہ در فرعون میں اس سے خوبصورت نوجوان اس سے قبل نہیں پیدا ہوا۔

زیتیکا کو دی جو اب بلا اس محبت کا جو اس کے سینے میں تھا، لیکن دونوں ہی جانتے تھے کہ فرعون کے مقدس مذہب کی روایات انہیں کبھی بچکانہ ہونے دیں گی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا یہ عشق کامیابوں اور بادشاہوں کے درمیان چھٹلش کی بنیاد بن جائے۔

سو پھر یوں طے کیا انہوں نے کہ بہتر ہے کوئی رات مقرر کر لی جائے، جب وہ اس کین گاہ سے نکلیں اور طویل و عریض زمین کے کسی ایسے گوشے میں پناہ گزین ہو جائیں جہاں یہ روایات ان کا تعاقب نہ کر سکیں۔ راجوں حکومت چھوٹنے کو تیار تھا اور زیتیکا اپنا تقدس سوچ رہی ہوا کہ وہ قوت کی تاک میں رہنے لگے اور راجوں نے معلوم کر لیا کہ ایک تجارتی جہاز بہت جلد بندر گاہ سے روانہ ہونے والی ہے، اس نے اپنے کچھ خاص غلاموں کی مدد سے دو ایسے افراد کا بندوبست اس جہاز میں کیا، جو خاموشی سے مصر سے نکل جانا چاہتے تھے، لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ دونوں کون ہیں، اور یوں ہوا کہ جب جہاز کی روانگی کی رات آئی تو زیتیکا نے اپنی کینزوں کو کسی کام سے بھیجا اور خود سرنگ سے باہر نکل کر اس جگہ پہنچ گئی جہاں راجوں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

پھر یوں ہوا کہ دونوں جہاز پر پہنچے اور جہان نے اپنے لنگر اٹھا دیے، وہ ایک طویل سفر پر روانہ ہو گیا۔ چاہا کہ راجوں نے ایسے انتظامات کئے تھے کہ جب تک جہاز کین سمندوں میں دور تک نہ پہنچ جائے کسی کو مشتبہ نہ ہو سکے کہ وہ اس جہاز سے فرار ہوا ہے۔

اور یہی ہوا - فرعون دقت کو پتہ بھی نہ چل سکا کہ راجوں محسن سے غیر حاضر ہے - یہی کیفیت زیتیکا کی بھی ہوئی تھی اکثر وہ تنہائیوں میں ہی سبائے کے لئے دو تک نکل جاتی تھی پہنچنے ان دونوں کو مصر سے دور قلعے کا موقع مل گیا اور کوئی دشواری پیش نہ آئی انہیں اس سفر میں - لیکن اس وقت تک جب تک ایک حبیب سمند میں طوفان نے انہیں نہ آیا -

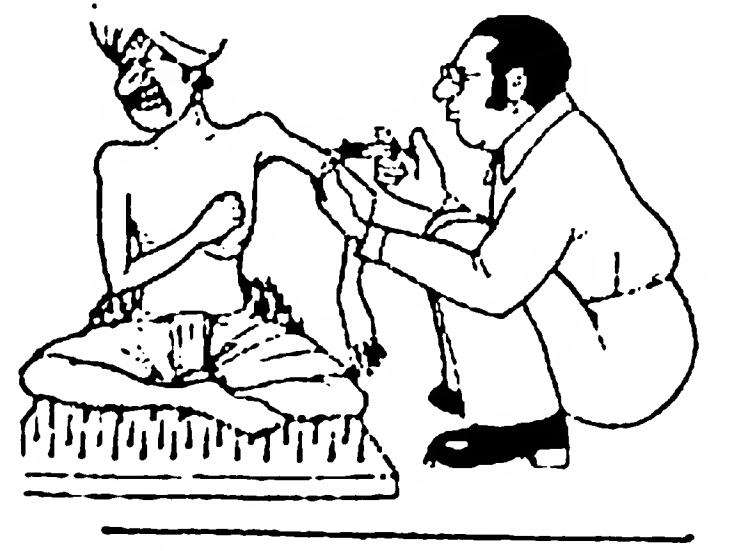
دیوے جہاز جس میں بے شمار افراد سوار تھے، طوفانی لہروں کی پیٹ میں آگیا، اس کے باربان بھینٹے لگے، مسئول ٹوٹنے لگے

اور علی کے افراد زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہونے لگے۔ ان کی ذمہ داری جہاز کو بچانا تھی، لیکن تقدیر اس کی تباہی متعین کر چکی تھی، ہواؤں کا طوفان، جہاز کا کھار جہاز کو اس کی منزل سے ہٹانے لگی، کتنی درد نے گیا اور یہ اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ خوفناک چٹانیں کب جہاز کے نزدیک آئیں گی، ابوسیاہ سمند میں سر ہمارے کھڑی خونی لگا ہوں سے اس جہاز کو دیکھ رہی تھیں - جہاز کسی کنکر کی مانند ان چٹانوں سے ٹکرایا اور پاش پاش ہو گیا۔

انسانی شور ہواؤں کی آوازوں میں دب گیا، کسی کی آہ تک سنائی نہ دی، سمند کی حبیب لہروں نے انسانی جانوں کو ڈس لیا تھا لیکن قدرت کو ان دونوں کو بچانا مقصود تھا کہ ایک چور سے نکلنے نے انہیں خشکی سے جان لگایا۔

تفصیل اس جگہ کی یوں تھی کہ ریتلے ساحل دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور گھنے درختوں کے جھنڈاؤں میں اس طرح دست و گریباں کھڑے تھے جیسے کان سے کان ملنے سے سرگوشیاں کر رہے ہوں، ان کے درمیان فضا فٹ بھر لی مگر یوں نے جانے تان رکھے تھے اور ایسے زبردست تھے یہ جانے کہ اٹنے والے مشرقات الٹے کا تو ذکر ہی کیا، چڑیاں، فاختاؤں اور دوسرے پرندے بھی ان جالوں میں بھٹ کر اپنی جان نہیں بچا سکتے تھے، اور یہ خونی مکڑیاں آج کل میں اپنے شکار کو اس طرح چٹ کر جاتیں جیسے کسی اس کا وجود ہی نہ رہا ہو، ہاں چند چھوٹی چھوٹی بڈیاں ان جالوں میں انکی رہ جاتیں اور اپنے وجود کی کہانیاں سناتی رہتیں، اس خوفناک ماحول میں دونوں ایک دوسرے کی قربت میں آگے بڑھتے رہے اور پھر وہاں کے سیاہ نام سنگ و مرننگ لوگوں کے ہاتھ لگ گئے، جنہوں نے انہیں قیہ کر کے اپنی ملک کے پاس پہنچا دیا۔

دشمنوں کی اس حکم کے بارے میں دشمنوں کے درمیان



ہر طرح کی کاپیاں مشہور تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی یہ عکس  
 پہلے دو سال سے زندہ ہے اور ہزاروں سال زندہ رہے گی۔ ہر جگہ  
 کو وہ سیاہ فام وحشیوں کے درمیان ملے لپکے اس کے حسن و جمال  
 کے بارے میں کاہن عظمیٰ تاسا کی بیٹی زیتھ کے جو کچھ لکھا ہے ان  
 الفاظ کا صحیح ترجمہ ممکن نہیں۔ کہنا اس کا یہ تھا کہ یہ عکس عام طور  
 سے لوگوں کے سامنے نہیں آتی تھی کہ وحشیوں میں اسے دیکھنے کی  
 تہ نہ تھی۔

لیکن جب چاند پورا ہوا تو اور گیارہ چاند گذر چکے ہوتے تو  
 ایک ماہ دو دولت لگاؤ کی جھانک پڑا چاند چہرہ دکھانے آتی اور وحشی  
 اس کے حسن و جمال کی تاپ نہ تو کر چکے ہو جاتے۔ اس کا سارا وجود  
 سیاہ رنگ کی جالی میں لپٹا ہوا تھا لیکن کیفیت یہ ہوتی کہ سیاہ  
 جالی سے چمکدار دو دیوار تک چمک چمک کر تمام عالم کو منور کر دیتا  
 یا پھر پوسٹوس ہوتا جیسے روشن چاند پر تاریک تباہ ڈال دی گئی  
 ہر اس حسین عورت کو اپسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور زمین  
 کے اس نقطہ میں جہاں انسان قدم شاذ ہی پہنچتے ہیں وہ آج بھی  
 اپنے اسی جاودہ جمال کے ساتھ حکمران ہے۔ آسمانوں سے  
 ہوتی ہے اپسر انقدر کبھی ان کا مجموعہ ہے۔ کہ انیاں صرف نہیں  
 دیکھ سکتے تھے جس عکس میں جو مقنا کے فراہم کردہ تھے بلکہ بعض  
 اور طریقہ سے جو پوسٹوس کے وجود کا خدا ہوا جس کی تفصیل  
 نہیں آئے کہیں مہندہ جیسے گی۔

حسن و جمال کی تہذیب، اپنے حسن کی توہین برداشت نہ کر سکی  
 یہی کیا کہ تھا اس کے لئے کہ راجہوس نے اس کے حسن و جمال کو دیکھ  
 کر ہوش و حواس نہ کھو دینے تھے، بلکہ وہ تو اس کی خود پھر دیکھ لی۔  
 پیشکش جو بھی حکمران کرتا تھا چنانچہ اس کا ذہن طیش کا شکار ہو گیا۔ پھر  
 اس نے سر دلیجے میں کہا۔  
 ہاں ہر کہ دنیا سے آنے والے نوجوان کو نے آج تاہم کی توہین  
 کی ہے، شاید ہی کسی نے کسی انسان کی آندہ کی ہو لیکن جب یہ  
 الفاظ جلدی زبان سے نکل گئے تو وہ تاریخ بن جلنے چاہتیں تھیں  
 ہم نے تو سوچا تھا کہ ہی زندگی کا آغاز کر کے تھے اپنے درمیان جھگڑے  
 لیکن یوں تھا کہ تیری روشن پیشانی کی گہرائیوں میں تاریکیاں چھپی  
 ہوئی ہیں جو تیری تقدیر ہے۔ اور ان الفاظ کے بعد تیری زندگی جھٹلا  
 کیونکہ ممکن ہو سکتی ہے؟

اس کے ساتھ ہی اس نے سیاہ رو نیزہ برداروں کو طلب کیا  
 اور ان سے کہا کہ اس نوجوان کے بدن کے مسامات میں نیزے اتار دیئے  
 جائیں اس طرح نیزے کی انہوں سے اس کے بدن کو ڈھکا جائے کہ  
 اس کا کوئی حصہ نہ رہے۔

شاہوں کے درمیان ایسی چٹکاش پیدا ہو سکتی ہے جو شاید  
 تاریخ میں جانے، اسوان تمام باتوں کو بدلے لگا دے کہتے ہوئے دہانے  
 عہد پر قائم رہا اور جب عکس نے اپنی پرسوں مسکراہٹ کے ساتھ  
 اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

اے نوجوان، پہاڑوں کی یہ عکس تیرا خیر مقدم کرتی ہے اور  
 تیری زندگی کی مناسبت دیتے ہوئے تجھے یقین دہانی ہے کہ تو اب تیرے  
 حاصل کیے گا۔ تجھے موت نہ ہوگی اور تو میرے ساتھ صدیاں گزارے  
 گا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اس لڑکی کو اپنے اہمیت سے تعلق کر دے۔  
 جو میری لاطمی کی بناء پر تیری مالک بنی رہی ہے۔ ان ہی سزا ہے  
 اس کے لئے کہ تو اسے موت کے گھاٹ اتار دے اور میرا بن جائے  
 راجہوس نے مناسبت مناسبت سے عکس کو دیکھا اور ادب  
 سے ہٹا۔

ہر ان علاقوں کی حکمران ہے شک تیرا حسن و جمال کی تہ  
 وہ لگا ہے، تیرے جیسی اپسر کا تصور انسانی ذہن میں نہیں آتا  
 ہو گا اور میں تاپ نہیں رکھتا کہ تیرے ہر بڑے لگاؤ کا ہر مسکون لیکن  
 زہرہ تیری آخری محبت سے نہ رہی جلی بھی۔ میں نے اس سے پہلے  
 کسی کو کیا اور اس کے بعد کسی کو چاہوں گا۔ یہ نال اور اب  
 کے سلسلے میں جو نوٹ نہیں لکھ سکتے سو بہتر ہے کہ تو ہمیں آزاد  
 کر کے۔ منگور بن۔ زندگی بسر کرنے کی اپنا۔ مت دے یہی تیری  
 تہ ہے۔

حسن و جمال کی تہذیب، اپنے حسن کی توہین برداشت نہ کر سکی  
 یہی کیا کہ تھا اس کے لئے کہ راجہوس نے اس کے حسن و جمال کو دیکھ  
 کر ہوش و حواس نہ کھو دینے تھے، بلکہ وہ تو اس کی خود پھر دیکھ لی۔  
 پیشکش جو بھی حکمران کرتا تھا چنانچہ اس کا ذہن طیش کا شکار ہو گیا۔ پھر  
 اس نے سر دلیجے میں کہا۔

ہاں ہر کہ دنیا سے آنے والے نوجوان کو نے آج تاہم کی توہین  
 کی ہے، شاید ہی کسی نے کسی انسان کی آندہ کی ہو لیکن جب یہ  
 الفاظ جلدی زبان سے نکل گئے تو وہ تاریخ بن جلنے چاہتیں تھیں  
 ہم نے تو سوچا تھا کہ ہی زندگی کا آغاز کر کے تھے اپنے درمیان جھگڑے  
 لیکن یوں تھا کہ تیری روشن پیشانی کی گہرائیوں میں تاریکیاں چھپی  
 ہوئی ہیں جو تیری تقدیر ہے۔ اور ان الفاظ کے بعد تیری زندگی جھٹلا  
 کیونکہ ممکن ہو سکتی ہے؟

اس کے ساتھ ہی اس نے سیاہ رو نیزہ برداروں کو طلب کیا  
 اور ان سے کہا کہ اس نوجوان کے بدن کے مسامات میں نیزے اتار دیئے  
 جائیں اس طرح نیزے کی انہوں سے اس کے بدن کو ڈھکا جائے کہ  
 اس کا کوئی حصہ نہ رہے۔

اور یہی ہوا، اپسر کے حکم کی بھرپور تعمیل کی گئی، زیتھ کے  
 سامنے اس کے محبوب کو قتل کر دیا گیا اور زیتھ کی رگڑیں جھینٹیں  
 آسمان کو چھونے لگیں۔

وحشیوں نے راجہوس کے بدن کو تیرہ دن سے اس طرح ڈھکا  
 کر کہ حقیقت اس کے خون کے تپے بھی نمایاں نہ ہو سکے اور اس  
 کے بدن پر نیزوں کا شہر آباد ہو گیا۔

وحشی عکس کو اس کی موت سے بھی یہی نہ ہوئی تو اس نے  
 زیتھ کی جانب دیکھا اور نڈرہ بے جی میں بولی۔

اے آندہ، موت تو ہی جلدی قیمت کی توہین بنی ہے اور یہ  
 تو ہی تھی جس کی وجہ سے یہ حسین نوجوان موت کا شکار ہوا ہے۔ تو  
 کیا تیری زندگی کسی طور ممکن ہے؟ نہیں، کبھی نہیں، تجھے اس سے  
 بدترین موت کا شکار ہونا پڑے گا۔

اس نے اپنے آؤمیوں کو اشارہ کیا اور سیاہ وحشی زیتھ کو  
 پکڑ کر ایک آتش کدے کے نزدیک لے گئے جو بجائے کہ روشن تھا۔  
 آگ کے شعلوں نے قرب و دھار کے تمام ماحول کو محسوس کر ڈالا  
 تھا، اور زمین دور دور تک گرم تھی کہ اس پر پاکی نہ رکھے جا سکیں  
 لیکن پھر ایک سیاہ فام لڑکے نے جو شیشی خالی بوتلوں کا مالک تھا،  
 ان لوگوں کو روک دیا اور ان سے کہہ کہا جسے سن کر تمام وحشی جھٹکے  
 اور زیتھ وہیں کھڑی رہ گئی۔

سوکھا مریٹ بڑھا جس کی آنکھوں میں شیطاں جاگ رہی تھا  
 زیتھ کا ہاتھ پکڑ کر ایک بار پھر عکس کے رد ہونے آیا اور اس نے عکس  
 سے کہا۔

اے عظیم المرتبت، ہمیشہ زندہ رہنے والی تیری زندگی قائم ہے  
 تیرا اقبال بلند ہو، تیرا حسن بھی نئی چاند اور سورج کی طرح دکھائے ہے،  
 یہ لڑکی حامل ہے اور یہ ایک ایسی روایت کو توڑنے کا باعث بنی ہے  
 جو خوریزی کی بنیاد ہے، اگر ہم نے اس سرزمین پر اس کا خون بہا دیا تو  
 وہ روایت یہاں بھی قائم ہو جائے گی اور ہمیشہ یہاں خون بہتا رہے گا  
 میرا علم یہی کہتا ہے اور یقیناً تو اس سے ناواقف نہ ہوگی کسی حیل  
 عورت کو اس سرزمین پر قتل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ صدیوں تک  
 عورتوں کے ہاں مرد چھپے پیدا ہوں اور یوں جلدی نسل ختمی چلی جائے  
 یہ ایک بیماری ہے بہت بڑی عظیم عکس اور اس بیماری کے لئے بہتر  
 یہ ہے کہ اسے یہاں سے نکال دیا جائے۔ سو یوں کیا جائے کہ وحشوں  
 کے تھن سے کافی ہوئی ایک لڑکی کے درمیان خول کر کے اسے اس  
 خول میں بٹھایا جائے اور پھر اس خول کو سمندر کے حوالے کر دیا جائے  
 کہ تیرے ہوا میں اسے دور لے جائیں اور کسی مناسب جگہ غرق کر دیں ہیں  
 تیرا انتقام بھی پورا ہو جائے گا اور جلدی سرزمین دوست سے پاک ہو جائے گی۔

یہ بڑھا شخص شاید حسین اپسر کے لئے کوئی نئی حیثیت  
 رکھتا تھا اس نے بڑے کی بات سن لی اور حکم دیا کہ اس لڑکی کو کسی  
 ایسی جگہ قید کر دیا جائے جہاں سے یہ نکل سکے اس کے بعد وقت  
 کے تے کا خیال کر کے اسے اس میں بٹھا کر دولہا کر دیا جائے۔

سو یہی ہوا۔

زیتھ آج اپنے محبوب کی جدائی کے بعد زندگی کو خود پر گراں  
 سمجھ رہی تھی، دھشت کے تنے کے غول کی کشتی بنا کر اس میں بٹھا،  
 سمندر پر کودی گئی، لیکن سمندر نے بھی اس کی موت قبول نہیں کی تھی  
 لہذا اسے ایک تابری کی ترتیب کے لئے جاری تھیں۔  
 بھوک پیاسی عورت کو کچھ پتا نہیں تھا کہ کتنے دن اور کتنی راتیں وہ  
 سمندر کے سینے پر گزرتی رہی ہے، اور کب دھشت کا وہ تباہ کن غشی  
 پر جا پڑا۔

اسے جب ہوش آیا تو اس کے سپر میں غلاطت میں لپٹا ہوا  
 ایک حسین بچہ موجود تھا، زیتھ نے اسے دیکھا اور اس کے دل میں  
 نئی زندگی جنم لینے لگی، اس نے زچہ گیری کے تمام لوازمات سے نایاب  
 ہو کر بچے کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ ایک حسین لڑکا جو اس کے محبوب  
 کی شکل تھا، اس کی بو بہت خوبصورت اس کا ہر شکل۔ اس تصور کو  
 دیکھ کر زیتھ کے دل میں بچہ کی کیا خیالات پروان چڑھنے لگے،  
 اس کا ذہن انتقام کی آگ میں پھنس گیا تھا، وہ بے سہارا تھی،  
 اگر اسے کسی کا سہارا حاصل ہوتا اور وہ وحشیوں کی ملک کو زندگی سے  
 محروم کر سکتی تو اپنی جان کی قیمت پر اپنے محبوب کا انتقام لیتی لیکن  
 جہاں اس کی لگا ہوں میں تاریک تھا، کوئی کئی دیوار بھی نہ تھی جس  
 سے سہارا لے کر وہ کھڑی ہو سکتی۔

اس نے مصر کی روایات کو توڑا تھا، کاہن عظمیٰ کی عظمت کو  
 داغدار کر دیا تھا، فرعون کی تقدیریں بھری روایات کو پال کر دیا تھا سو  
 مصر میں اس کے لئے کون سی جگہ تھی، لیکن اب یہ تھا سادہ و اسے  
 احساس دہار دیا تھا کہ اس کے انتقام کی کہانی آگے بڑھے گی۔ اور اس  
 نے اس وجود کو اپنا خون جگر پا کر پروان چڑھانا شروع کر دیا کہ وہ اس  
 کی آرزوں کا درخت تھا۔

اور یہ درخت بڑھتا چلا گیا۔ لیکن ابھی وہ عکس کی تیسری منزل  
 میں تھا کہ ایک داخلی جہاز اس غشی کے کنارے آگیا اور لوگوں نے  
 اسے دیکھ لیا۔

ان میں وہ بھی تھے جو زیتھ کے واقف کدے تھے یعنی اسے کہاں  
 عظمیٰ کی بیٹی کی حیثیت سے جانتے تھے، انہوں نے زیتھ کو مقدس  
 جانا، اس کے بچے کو اپنی تحویل میں لیا اور ان کا ساتھ مصر کی جانب  
 ہو گیا۔





دی۔ لیکن وہ اس سے غش کرنے لگی تھی، سو وہ اس کے لئے روٹی اور پھر اس نے میری موت کا فیصلہ کیا۔ لیکن میں نے گتھی بڑھائی اور اس نے مجھے قتل نہ کر سکی کہ تو میرے شکم میں تھا، اور کابھن حکم کا تقدس میرے وجود کا محافظ، انہوں نے مجھے درخت کے ایک کونچلے تنے میں جھانک دیا، اور اس کے بعد میں صراحتی طور پر علم ہوا کہ وہاں کے حالات بدل چکے ہیں۔ یوں پھر روٹی اور میوے کے درمیان یونہی آنا پڑا، اور اب میرے بیٹے میں تھ سے درخواست کرتی ہوں کہ تو اس عورت کو کاش کر اور اگر مجھے وہاں کا راستہ معلوم ہو جائے تو، رجا اور جا کر اپنے باپ کے خون کے بدلے میں اس کو قتل کر دے۔ اور اگر تو دوسرے یا اپنی اس کو کشش میں کامیاب نہ ہو سکے تو یہ لازم ہے کہ اپنے اولاد کو اس انتقام کی وصیت کر جا، اور اگر اس کی اولاد بھی نہ کام کرے تو پھر اسے چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو وصیت کر جائے یہاں تک کہ تیری نسل سے کوئی ایسا پیدا ہو جو میری روح کو سکون بخش دے۔ اور اس حیات ابدی کا پرچار کرنے والی عورت کو موت کی نیند سلا دے۔ ممکن ہے کہ ان باتوں پر یقین نہ آئے۔ مگر یہ سارے واقعات مجھ پر گزرتے رہے ہیں اور یہ سب میری آنکھوں دیکھی باتیں ہیں کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا، تو وہ دربار پیری اس سچا کا؟

مسلمان رکا اور پھر وہ دوستوں والے جیسے کو پڑھنے لگا۔ سب سے پہلے یہ خط لکھا، اور اس کے نیچے چھوٹی سی تحریر تھی: "یہ تیرا دیکھ کر میری مرضی دیکھ کر کیا جانے اب اپنے بیٹے کے ہر کرتا ہوں۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کے دستخط اور چھوٹی چھوٹی تحریریں تھیں جن کا ماحول یہی تھا کہ وہ جو کام انجام دے سکے ان کا بیان اسے انجام دے۔ قدیم انگلستانی زبان میں، اور دین میں مختلف زبانوں میں یہ تحریریں لکھی ہوئی تھیں، اور ان کا مقصد یہی تھا۔ سب نے اپنے اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کی تھیں کہ وہ انتقام لیں، اور یہ آخری خط کا نشان کا تھا۔ جو مسلمان کے نام تھا۔ یہ تحریر بھی ختم ہو گئی، اور میں نے اپنے اور گرد و قریب کے لوگوں کو سنا دیا۔ یوں لگتا تھا جیسے تمام دینیں اب ہمارے درمیان آسمان کی آواز تھیں جو اس انتقام کو پورا کر سکتی تھیں، فضائل میں عجیب عجیب سی خوشبو تھی جو کہاری تھیں اور ماحول اتنا ہی ہو گیا تھا کہ ہمارے پہلے میں سردی سے کپکپاہٹ ہونے لگی، لیکن پھر آہستہ آہستہ مسلمان کی حالت بہتر ہونے لگی۔ شاید اس پر ان لوگوں کا سایہ ہو گیا تھا وہاں اور پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔

"اٹھو چاہا جان، مجھ پر یہ قصد ہے اگرچہ میں نے تم سے

جو تک کر اسے دیکھ سلیں کی آنکھوں میں ایک عجیب سا جذبہ تھا۔ رات تھا، اس کا چہرہ سرخ تھا۔ لوگوں لگتا تھا جیسے اب وہ تمام اثرات سے آزاد ہو گیا ہو۔

"میرے۔ مجھے بتاؤ کہ اس سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ میں نہیں جانتا کہ کیا فیصلہ کیا جانے کہ میری زندگی مجھے یہ جلتی ہے۔ لیکن میرے اجداد کرتے چلے گئے ہیں میں اس سے مزہ نوزوں گا۔ یہ مقدس امانت صدیوں کے بعد مجھ تک پہنچی ہے تو میرا فرض جیسے کہ میں اس سلسلے میں جہد جہد کروں، میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اس سفر پر روانہ ہوں گا۔ اور وہ سب کچھ کرنے کی کوشش کروں گا جو میرے اجداد کرتے چلے گئے ہیں اگر کام راج تو جو ہدایت آپ دیں گے اس پر عمل کروں گا اور اگر اس جہد جہد میں موت لگتی تو بھی میرے لئے بڑی نہ ہوگی۔ ہاں اس کے لئے چاہا جان میرے ان الفاظ کو گستاخی پر محمول نہ کریں۔ میں کپ کو کھلی اجازت دیتا ہوں کہ اگر آپ کا دل چاہے تو میرے ساتھ شریک رہیں وہ انکار کریں۔ یہ سب کچھ میں آپ کے ہر ذکر پر ہوں، ہر طرح سے آپ کی اپنی ملکیت ہے۔ آپ کے جسمی طبع چاہیں استعمال کریں، چنانچہ ہر طور اس کا کوئی تعلق براہ راست مجھ سے ظاہر نہیں ہو سکتا ہے آپ اپنے طبع پر زندگی گزاریں اور مجھے اپنے طور پر دیا جانے میں معذرت ہو جائے دیں۔

"گوئیام یہ فیصلہ کر چکے ہو۔ کہ تم اس تحریر کے مطابق عمل کر گے۔"

"ہاں چاہا جان، میرے اور گرد و قریب تمام لوگ موجود ہیں، جو اس سلسلے میں کوششیں کرتے رہے ہیں اور اس میں ناکام رہے ہیں۔ یہ ایک مقدس فریضہ ہے جو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ میں بھی اسے پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔ ناکام رہا تو میری تقدیر ہے۔"

"گوئیام اس تحریر پر مکمل اطمینان کر چکے ہو؟"

"ہاں۔ میرے اندر سے جو آواز یہی نکل رہی ہے، وہ اس بات کا اظہار کر رہی ہے کہ یہ تحریر غلط نہیں ہے۔ میں اسے کسی طور جھٹکا نہیں سکتا۔ یہ سب کچھ حقیقت ہے اور میں حقیقتوں سے گریز کرتا نہیں چاہتا۔"

"تو پھر پھر دیکھو کیسے ممکن ہے کہ میں نے جو تمہیں اپنی اظہار کی مانند پر دان چڑھایا ہے، ان لمحات میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں؟ ٹھیک ہے، میں خود بھی تمہارے ساتھ اس سفر کے لئے آمادہ ہوں، لیکن اس مہندگی کا کیا کر دے؟"

وہ اس تہہ خالی میں دن کر رہا تھا جس کے چار پہا

کا پورا نہ کر سکیں۔ ان حالات میں کچھ اور ہو گا اس تک پہنچیں گے اور شاید ان میں وہ ہر جو میرے اجداد کی روح کی تسکین کا باعث بنے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن ابھی اس صندوق میں اور بھی چیزیں موجود ہیں، انہیں بھی دیکھ ڈالو۔"

"ہاں۔ اس سفر کے مقاصد کے لئے اگر ہم انہیں دیکھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے، اور نہ میرا فرض مجھے پہنچ چکا ہے۔"

"پھر بھی تم ان کا ہاتھ لو۔ میں نے کہا، اور مسلمان میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ یہ ایک نقشہ تھا جس میں جگہ جگہ قدیم اور مختلف انداز کے نشانات بنے ہوئے تھے اور یہ ہیں میرے اجداد ان قبیلہ کی نشاندہی کرتے تھے۔ وہ بلند و بالا مینار جو پہاڑی چوٹیوں کے تراشے ہوئے تھے نقشے میں واضح تھے۔ گویا ان تک پہنچنا اولیت رکھتا تھا۔ اور اس کے بعد اس ملک کی تلاش، ہم نے یہ نقشہ ایک اور کاغذ پر اتار لیا تاکہ یہ ہمارے پاس محفوظ رہے اصل جہان میں وہ چھوڑ دی گئی۔ اور پھر ہم تہہ خانے سے باہر نکل آئے۔ مسلمان پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ وہ کھویا کھویا سا نظر آ رہا تھا۔ اس کے ذہن پر اس کا کاش طاری ہو گیا تھا۔ اور اب میں بھی فیصلہ کر چکا تھا کہ جلد اگر اب زندگی ان لمحات میں ایک اور تبدیلی پائی ہے تو وہی ہے۔ اگر پھر اُنے اُنے ان قبیلہ میں موت لگتی ہے تو موت کو کون مال سکا ہے۔ میں بھی اس دوران اپنے طور پر سوچتا رہا تھا جیسے اپنے آباؤ اجداد یا آ رہے تھے جن سے پھرے ہوئے اتنا عرصہ گزر چکا تھا کہ اب تو ان کی شناسائی بھی ذہن سے محو ہو چکی تھیں۔ نہ جانے کیا کیا تبدیلیاں ہو چکی تھیں اور ان نہ جانے کون کون ہو گا، اور کون نہ ہو گا، لیکن جن سے واسطہ ہی ختم ہو چکا، انہیں یاد کرنے سے کیا فائدہ۔"

دوسرے دن مسلمان پر سکون تھا، اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اب ہم اس معاملے میں دیر نہ کریں۔ سب سے پہلے ہمیں ایک لاکھ عمل متعین کرنا ہو گا، اگر کس طرح ہم ان علاقوں کا سفر کریں گے اس کے علاوہ میں نے ایک اور کام کیا ہے، اس نقشے کی میں نے کئی کاپیاں تیار کرالی ہیں، ہنگو اگر ان میں سے کوئی ایک گم ہو جائے تو دوسری ہمارے پاس موجود رہے۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ یہی اس سلسلے میں لاکھ عمل کی بات، تو میں خود بھی چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہم غور و خوض کر کے پہلے اقدامات کا تعین کریں اور پھر راجی کا فیصلہ، ہم ان لوگوں کی طرف اندر سے اقدامات نہیں کریں گے کیونکہ ہم جہد بہ دور میں سانس لے رہے ہیں۔ ہم نہایت محسوس بنیادوں پر وہاں تک کا سفر کریں گے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ مسلمان نے کہا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میرے گرد بیٹھ جاؤ، اور ایک ڈائری ترتیب دو جس میں ہم سب سے دار اپنے اقدامات کا فیصلہ کریں گے۔ مسلمان نے میری ہدایت پر عمل کیا، اور ہم کافی دیر تک اس سلسلے میں غور و خوض کرتے رہے۔ تقریباً تمام دن ہی بیت گیا تھا، لیکن اس دن نے ہمیں ایک لاکھ عمل دیا تھا، اور اب ہم اس پر بدستوری عمل کر سکتے تھے۔"

عمل کے پہلے دور میں ہمیں چند سرچھے لوگوں کا بندوبست کرنا تھا جو ہماری مانند ہوں، لیکن یہ فیصلہ بھی کیا تھا ہم نے کہ انہیں حقیقت حال نہ بتائی جائے گی۔ ہم جو حضرات جس قسم کی مہات پسند کرتے ہیں انہیں ان کی پسند کے مطابق ہی ملنے کرنا تھا۔ اگر انہیں صحیح صورت حال بتادی جاتی تو چند ہستیاں یہ قبیلوں کے علاوہ ہمارے ہاتھ لوڑ کچھ نہ آتا۔ ظاہر ہے وہ لوگ فراخ رو کے دور کے ایک شہزادے کے لئے اپنی زندگیاں کس حساب میں خطرے میں ڈالتے تھے جسے اپنے آباؤ اجداد کا انتقام لینا تھا۔ یہی مجھے سبب کے سبب کہ اس نوجوان اور اس بڑے شخص کا دماغ چل گیا ہے۔ اور کئی خواب پریشان نے انہیں آلیبے۔ اور اس طرح کہ ان کی عقلیں سلب ہو گئی ہیں۔ چنانچہ یہ خود کو تو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ دوسروں کی زندگی کے گامک بھی بنے ہیں۔ لیکن ہم نے جو بندوبست کیا تھا، وہ خوب تھا اور ہمیں یقین تھا کہ اس طرح ہم ان لوگوں کو اپنے مقصد کے لئے آمادہ کر سکتے ہیں، اور اس عمل پر آہستہ آہستہ ہی کام کیا جا سکتا تھا جس کے لئے میں اور مسلمان معذرت تھے۔ میرے سکون کے لئے بھی ہم نے چند فیصلے کئے تھے۔ اس پر جو بحث ہوئی تھی کچھ بھی حتمی مسلمان نے کہا۔

"چاہا جان، ہم نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ نا انصافی تو نہیں ہے۔؟"

"نہ ہے تو سہی، لیکن یہ لوگ کسی بھی مفروضہ پر عمل کرنے کے لئے زندگی داؤ پر لگانے والے ہوتے ہیں۔"

"تو قدر کرنے اگر یادی کی اور میں اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا تو میں بے چاروں کے ذبح کیا آئے گا۔؟"

"موت تکلیف اور پریشانی۔؟ میں نے جواب دیا۔

"کیا اصولی طور پر یہ درست ہو گا چاہا جان۔؟"

"ہرگز نہیں، کسی کو دھوکہ دے کر اس سفر پر آمادہ کرنا اور وہ بھی موت اپنے مقصد کے لئے ایک غیر شرعیانہ حرکت ہے۔ اس کے عرض میں میں نے لئے موت ایک ہی عمل کر سکتے ہیں۔؟"

"دیکھا۔؟"

"وہ یہ کہ یہ جو کچھ ہمارے پاس ہے کار پر اب۔ اور اتنے کہ

اس نے بتایا کہ وہ خود بھی ایک اچھا طالع رہ چکا ہے۔ اور اکثر بادبانی جہازوں پر طویل سفر کر چکا ہے۔ لیکن اس کی بے تعلقی کسی اسے کوئی جری کامیابی حاصل نہ ہوئی، سوائے اس کے کہ ایک بار صحرائے عظم کے سمندر کے کنارے اسے ایک سنہرے انگوٹوں سے بھری تھیلی ملی تھی۔ جس نے اس کی زندگی کو بگاڑنے کے لئے دلچسپان بخش دی تھیں۔ وہ بڑی حسرت سے کہنے لگا۔

کاش میری تقدیر میں بھی کوئی دینے والا ہو۔  
 کی تلاش میں جاتے ہیں اور مالا مال ہو کر آجاتے ہیں، خود میں نے  
 مصر میں کئی ایسے آدمیوں کو دیکھا ہے جو کبھی کچھ نہ تھے، لیکن  
 جہاز ران تھے، وہ ایسے تارکک خطوں میں نکل گئے، جہاں انسانی  
 قدم کم ہی پہنچتے تھے۔ لیکن جب وہ لوگ واپس آئے تو ان کی  
 شخصیتیں ہی بدل گئیں۔ اور آج وہ یا تو قاہرہ کے متمول افراد میں  
 شمار ہوتے ہیں، یا پھر باہر کے ملکوں میں نکل گئے ہیں اور وہاں  
 اپنی کمالات کا رعب جلائے ہوئے ہیں۔

تم جہاز رانی کے بارے میں کیا جانتے ہو قطبی؟ میں نے سوچ لیا۔

”یہ کہ ایک چھوٹی سی کشتی سے میں ہزاروں میل کا سفر کر سکتا ہوں۔ کشتی رانی بھی دراصل ایک فن ہے۔ سمندر کے سینے پر انسانی زندگی کس طرح گزاری جا سکتی ہے، ایک عام انسان یہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ایک کلاب سحر کے لئے جو بے وسائل ہو، انسان کو کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن وہی بات ہے کہ اس چیز کا کوئی مقصد ہو، بے مقصد سفر دور پکے سر بھرے کیا کرتے ہیں۔ ہم لوگ ذرا اس بارے میں مختلف ہیں۔ قلبی نے اپنی دانست میں ان ہم جوؤں کا مذاق اڑایا جو صرف دنیا کو دکھانے کے لئے طویل و عریض سمندری سفر طے کرتے تھے اور جن کے بارے میں تفصیلات اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ میرا چہرہ پر سجدہ گی کے آثار دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تم کس سوچ میں پڑ گئے دوست - کیا تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات ہے؟

ہاں قطبی، ایک ایسی بات جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔  
کیا؟ قطبی کی چمکدار آنکھوں میں اور بھی چمک پیدا ہوئی۔

جی



34

اور میں نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت اپنی کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ بیکہ نکالے جنہیں میں نے بمشکل مہیا کیا تھا، ایسے بہت سے سکے سامان کے پاس بھی تھے۔ اور وہ الگ اپنی مہم پر نکلا ہوا تھا۔

سونے کے ڈیرے میٹھے سبکوں پر عجیب و غریب نشانات تھے۔ جو ہم نے ہی کندہ کئے تھے، اور پھر انہیں اس طرح دیکھ دیا تھا، کہ وہ قدیم ترین محسوس ہوں، یہ سب کسی خاص دور سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بس ان کی حیثیت پر اسرار قسم کی تھی۔ قطعی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سبکوں کو دیکھا، اور پھر ان میں سے ایک کے لحاظ پر اٹھایا۔ دریا پار دالیا میز پر رکھ کر سبکے کو اس پر رگڑ کر یہ اندازہ لگایا کہ یہ خالص سونے کا ہے یا اس میں کوئی ملاوٹ ہے۔ لیکن سبکے خالص سونے کے تھے، اور انہیں انہیں لوگوں کو پہنانے کے لئے تیار کرایا تھا۔ اس نے مستحضرانہ انداز میں یہ بیجا نپ دیکھا اور حیرتیں انداز میں بولا۔

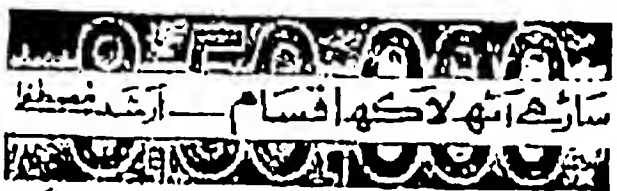
”اوہ یہ تو خالص سونے کے ہیں۔ اور اتنے سکروں کی  
 قیمت اچھی خاصی جو باقی ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ  
 تم اچھے خاصے مالدار آدمی ہو درست؟“  
 ”ہاں قطعی۔ تمہارا خیال درست ہے لیکن تم بھی میری  
 وطن و دولت مند ہو سکتے ہو۔ بشرطیکہ تم دل و جان سے ایک  
 ممبر کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

۱۱۔ اوہ۔ اوہ۔ ان سکوں کا کیا راز ہے مجھے بتاؤ۔ بے قلبی  
نے کیا۔ اوہ میں نے پہلے سے تیار شدہ کہانی کے مستندوی  
حس کا لب لباب یہ تھا کہ میرے ہمدرد نغمہ کے اعظم ازلیق  
کے ایک ایسے گوشے میں جانے تھے جو انسانی علم سے باہر  
ہے اور وہاں انہیں کافی مشکلات پیش آئیں اور وہ اس سے  
۱۲۔ وہ عظیم خزانہ لے لے گا جو اگر آبادیوں تک پہنچ جاتا تو کسی  
بھی انسان کو متروک ترین بنا سکتا تھا البتہ ان کے لباس میں  
ایسے پندے کے پوشیدہ رہ گئے جو انہوں نے پس منہی میوں  
میں بھر لئے تھے۔ مینا نے قلبی کو وہ نقشہ بھی دکھایا جس کے  
تمت ہم تھوڑی سی جلد دہد کے بعد اس مقام تک پہنچ  
سکتے ہیں۔ اوہ قلبی اتنا بڑا خوش بولہا کہ اس کا چہرہ دیکھنے  
کے قابل تھا۔ اس کی آنکھیں ابلی ہر ہی تھیں اس نے  
بنا کر بنا ہوا ہاتھ میرے بازو پر رکھنے ہوئے کہا۔

ماتر و دوست: اگر یہ بات ہے تو تم قطعی کو اپنا غلام سمجھو۔

یوں جانور کی قطعی تمبارے ساتھ اس مہم میں شریک ہے، ہمیں یہ دولت حاصل کرنے کے لئے زندگی کی بازی لگا دینی چاہیے دیکھنا اگر دولت ہے تو انسان کی زندگی بھی خوبصورت ہو جاتی ہے۔ درخت کیا رکھا ہے ان قبرہ خانوں میں، قہوے کی پیالیاں پیتے ہوئے اور بعض اوقات توہن پیالوں کی ادائیگی کے لئے بھی پیسے نہیں ہوتے ہمارے پاس۔ اگر ہم ایک بھر لہو کو کشش کر ڈالیں، تو ممکن ہے ہماری قسمت یادری کر جائے۔

”میں بھی یہی چاہتا ہوں قطعی، لیکن تم جانتے ہو کہ اس قسم کی کارروائیاں آسانی سے نہیں ہوتیں۔ ان کے لئے طویل عرصہ دھمکنا ہوتا ہے۔ اور کچھ اور افراد کو بھی اپنے ساتھ دھمکانا پڑتا ہے۔“



اپنے آس پاس شربت ارض کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اگر گرتے  
بے زبان بنے وقت کیلئے کھڑے ہو کر زمین کی ملکیت کا دعویٰ کریں  
تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ جو زمین کا دور ہے، کیڑوں کو کھانا کرتے ہیں، تو بلا  
شمس کی گرتے۔

نہیں ہر ایک انسان کی نسبت میں کروڑ ہشتا ارض میں اور یہ تناسب دوزخ و جہنم کا ہے۔ یہ کثافت ایک امر کی جبروت ہے انسان اور ہر ذرے سے کیا ہے۔ جبروت کا اندازہ ہے کہ کھیتوں کو کھیتے یا ہیر کی فصل کا ایک تالی حصہ برابر کرتے ہیں۔ انسان قدیم زمانوں سے کھیتوں اور دوا میں ایک دوسرے کی کمک و دوز میں ہے۔ سب سے پہلے گندھک اور سکوا و غیرہ کا استعمال کیا گیا۔ لیکن اب تک جہنم دوز کی ملک ترین دوا جس میں مخلوق پر تار نہیں چڑھی ہیں۔ حشرات ہر دوا کے خلاف اپنے اندر مافقی نظام وضع کر لیتے ہیں اور بڑھتے ہی چلے ہلتے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق دنیا بھر کے مہلک دلوں کا اتنی فیصد حصہ کڑیوں کو کڑیوں پر مشتمل ہے۔ ماہرین طب کھٹا کھٹا لکھ پکھا سب ہزار قسموں کے کڑیوں کی دریافت کر چکے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہر برس کڑیوں کی دو سو نئی قسمیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ ان اقسام میں سب سے زیادہ تعداد جہنم میں کی ہے۔ دوسرے جہنم کے چھوٹے بڑے تمام جانوروں کے وزن کا پچیس فی صد وزن جہنم پر مشتمل یا ایجا ہے۔ حیاتیات کے ماہرین کہتے ہیں اس مسئلے کا بستر ہر

ہے کہ دوبارہ ایسے حالات پیدا کر ملے جائیں کہ زمین پر کڑیوں کے خلاف دشمن بھی نہ رہ سکے۔

ہے۔ اگر میں یہ کام اپنے سر انجام دے سکتا تو یقیناً یہ کوشش کر دیتا لیکن مجھے یہ حالت ملے، بلکہ میری آنکھ نے ایسے لوگوں کی تلاش شروع کر دی جو میرا بھرپور ساتھ دے سکیں۔  
 قلعی کو اپنے ساتھ شامل سمجھو، ویسے میں صحیح طور پر تیارا تقاریر حاصل نہیں کر سکا۔  
 میرے دوست، میرا نام بلر زلوفان ہے، ایشیا کے ایک علاقے کا باشندہ ہوں لیکن پوری زندگی قاہرہ ہی میں گذاری ہے اور اب اپنے آپ کو مصری کہلانے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ میرے ساتھ میرے ایک دوست کا، جو بھی قیام پذیر ہے، میں کام سلان ہے اور جو اس جہم کے لئے مجھ سے زیادہ بہتر ہے کہ لوگوں سے اور زندگی کو حسین تر دیکھنے کا خواہاں، ہر چند کہ ہم ایک بہترین زندگی گزار رہے ہیں۔ اور ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن خزانوں کی بات ہی اور ہے۔ اول تو ہمیں اس سے دلچسپی ہے، اور اس کے بعد یہ خواہش بھی ہے کہ ہم دولت مند ترین ہوں۔  
 ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے، لیکن براہ کرم تم مجھے اس جہم کے لئے نظر انداز مت کر دینا۔  
 قلعی نہیں۔ مجھے تمہارے جیسے ساتھیوں کی ضرورت ہے بلکہ ہمیں کچھ اور افراد کی بھی ضرورت ہوگی، جس کے لئے میں تم سے تفصیلی بات کروں گا، اس سے پتہ چلے گا۔ آج رات کو پہنچ جانا، اور رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھانا۔ جس وقت قلعی رات کے کھانے پر پہنچا تو مسلمان کے ساتھ فیکان نامی ایک شخص بھی موجود تھا، وہ ایک عورت ڈاکٹر تھا اور مسلمان نے کیا خوب انتخاب کیا تھا، چورسے چمکے بدن، بلند بالا قامت کا مالک یہ شخص بھی ایک زمین اور ہم جو معلوم ہوتا تھا۔ مسلمان نے اسے بھی اسی انداز میں اپنے شیکے میں بھانسا تھا جس طرح میں نے قلعی کو ہمارے رات کے کھانے پر مدعو کر دیا تھا۔  
 میں ہم لوگ سرگرم ہو کر بیٹھے اور کھانا کھانے کے بعد اس جہم کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ میں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ دوستو! کسی بھی جہم کو راز رکھنے کے لئے مفیدی ہوتا ہے کہ اسے اپنی زبان پر نہ لایا جائے۔ ہم لوگ جو کہہ کر رہے ہیں، اس پر شایستگی راز دہی سے عمل کر رہے ہیں۔ ہر چند کہ میں مزید کہ لوگوں کی ضرورت ہوگی، لیکن میری ترجیح ہے کہ ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جائے جو مضبوط قوت ارادی کے مالک، جگر اور ہلدار ہیں، اور بہادر وہی ہوتا ہے، جو

اپنے راز کو سینے میں چھپا کر رکھے۔ ہمارے دونوں ساتھیوں نے اس بات سے اتفاق کیا تھا۔  
 بہر حال مزید چند دنوں کی کوشش کے بعد ہم نے فرازی نامی ایک شخص کو بھی تیار کر لیا۔ جو فنون حرب کا ماہر تھا اور جنگلات کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا، اس طرح ہمارے علاوہ یہ تین افراد ایسے شریک ہو گئے تھے جو اس جہم میں ہمارے بہترین ساتھی ہو سکتے تھے۔ مسلمان کا خیال تھا کہ لوگوں کی زیادہ بھیر نہ جمع کی جائے۔ ہر چند کہ یہ معاملہ ایک جہم کا ہے۔ لیکن کوشش یہ کی جائے کہ کم سے کم افراد اس میں شریک ہوں۔ ان تین آدمیوں کے علاوہ ہم نے طے کیا تھا کہ آٹھ مزدوروں کا انتخاب کیا جائے جو بہترین معاوضہ لے کر مدت ساتھ اس جہم میں شریک ہو جائیں، اور ایسے مزدوروں کی فراہمی بھی قلعی نے اپنے ذمے لے لی تھی۔ اس کے بعد ہمارے درمیان آخری بات حیثیت ہوئی۔  
 میں نے پیشکش کی ان سب کو کہ اگر ہم خزانے کے حصول میں کامیاب ہو گئے، تو خزانے کے چھ برابر حصے ہوں گے جن میں پانچ حصے ہم لوگوں میں تقسیم ہو جائیں گے، اور ایک حصہ ان مزدوروں میں تقسیم کر دیا جائے گا جو ہمارے ساتھ اس جہم میں شریک ہوں گے۔ مغرب لوگ بھی زندگی کی لطفوں سے لطف اندوز ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ پھر میں نے انہیں اس پیشکش کا دوسرا حصہ سنایا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر ہم کسی طرح بھی اس جہم میں ناکام رہتے ہیں، تو چونکہ میں نے اور مسلمان نے آپ لوگوں کو اس کام پر آمادہ کر لیا ہے، اس لئے یہاں قاہرہ واپس آنے کے بعد آپ لوگوں کو آپ کے وقت کے زیاں کا معاوضہ تیس تیس ہزار دینار کی شکل میں ادا کیا جائے گا۔ اور یہ تیس تیس ہزار دینار ہم نے آپ لوگوں کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں۔ لیکن یہ اسی شکل میں کہ ہم لوگ ناکام لوہیں۔ اگر خزانہ ہمارے ہاتھ لگ جاتا ہے تو پھر یہ معاوضہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ یقینی طور پر اس کی مالیت اس سے زیادہ ہوگی۔  
 تینوں افراد کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا تھا۔ خداوند نے مجھ سے سوال کیا۔  
 یہ یقین کیسے کر دیا جائے کہ اگر ہمیں ناکامی ہوئی ہے تو واپسی میں یہ سب کچھ ہمیں مل جائے گا۔؟  
 اس کے لئے ہم مطلوب دینا کسی جنگ میں جیت کر لیتے ہیں۔ اور کسی وکیل کو مقرر کر کے یہ وصیت اس کے سپرد کر دیتے

میں، کہ زندگی۔۔۔ موتنے والے کو یہ دینا یاد کر دینے جائیں۔ فرض کرو، اگر خدا نہ کرے، فیکان اور قلعی واپس نہ آئیں، تو تیس ہزار دینار سرخ فرازی کو مل جائیں گے اور باقی ساٹھ ہزار واپس ہو جائیں گے۔ میں یہ بھی اعلان کر سکتا تھا کہ نوے ہزار ایک شخص کو مل جائیں لیکن اس شکل میں خرابی یہ ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے ایسے کسی کے ذہن میں در آئے اور ہم ایک دوسرے کے ہی دشمن بن جائیں، تاکہ واپس آکر نوے ہزار دینار مل جائیں۔ میری اس تجویز کو سب ہی نے پسند کیا تھا۔ اور پھر ان لوگوں نے بڑے بڑے جوش انداز میں اس بات کو قبول کر لیا کہ اگر ناکامی بھی رہے، تب بھی وہ خسارے میں نہ رہیں گے۔ میں نے ان کی قلعی کے لئے ضرورت کے مطابق سب انتظام کر دینے۔ ایک اینڈ وکیٹ کو اس سلسلے میں مقرر کر دیا گیا۔ اور یوں ہمارا یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا تھا۔ قلعی نے ان آٹھ قوی سہیل مزدوروں کا بندوبست کر دیا تھا، جو مقامی ہی تھے۔ اور ہم جو تھے بھی دلچسپی رکھتے تھے یہ مزدور فنون حرب کے بھی ماہر تھے، آتشیں اسلحہ بھی استعمال کر سکتے تھے اور ضرورت کے وقت بہترین لڑاکے ثابت ہو سکتے تھے۔ نہ تو وہاں کے بلکہ اس کے ساتھ ہی وہ کشتی رانی میں بھی ہماری مدد کر سکتے تھے۔ گویا اس طرح اب وہ پورا گروہ بن گیا تھا۔ جس میں آٹھ افراد مزدوروں کی حیثیت سے تھے۔ تین وہ جن میں ایک ڈاکٹر ایک جہاز ران اور ایک جنگلات کا ماہر، باقی ہم دو گویا نکل تعداد یہ تھی جو وحشیوں کی اس ملک سے انتقام لینے کے لئے ایک خوفناک جہم پر نکلنے والے تھے، اس مرحلے سے فارغ ہونے کے بعد ہم کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہو گیا۔ یعنی کسی ایسے جہاز کا انتخاب جو ہمیں ہماری منزل تک پہنچانے کا انتظام کر سکے۔ ایک اور میٹنگ ہوئی اس سلسلے میں۔ قلعی نے کہا۔  
 میں اس سلسلے میں بندرگاہ جا کر معلومات حاصل کر دوں گا لیکن صورت حال کیا ہوگی۔؟  
 تمہیں کافی کام کرنا ہوگا مسٹر قلعی۔ زمین ایک موڑ لایچ درکار ہوگی۔ ایسی لایچ جو ہمیں ہماری منزل تک پہنچا دے اور ہم اس سے واپس کا سفر بھی کر سکیں۔ میں نے کہا۔  
 لایچ سے سفر کریں گے تو پھر جہاز کی کیا ضرورت۔۔۔؟  
 آپ کچھ نہیں۔ ہم ابتدا ہی سے لایچ کا سفر نہیں کریں گے۔ بلکہ لایچ کسی جہاز پر بار کریں گے جس کا وزن کسی افراطی ساحل کی طرف ہوگا۔ یہ جہاز ہمیں اس اندیشہ کے پاس اٹار دے گا اور وہاں سے ہم لایچ کے ذریعہ سفر کریں گے۔ واپس پر

پر اللہ مالک ہے۔ کوئی ذکر ہی جہاز میں مل جائے گا، نہ لایچ۔ لایچ سے ہی کوشش کریں گے۔  
 ارادہ یہ خیال اچھا ہے۔ لیکن کسی جہاز کے کپتان کو اس کے لئے آمادہ کرنا بھی مشکل ہوگا۔  
 اسے منہ مادھا معاوضہ ادا کیا جاسکتا ہے۔  
 ٹھیک ہے، میں کوشش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی لایچ کا بھی بندوبست کرنا ہوگا۔ اگر میں اس میں ناکام رہا تو پھر آپ لوگوں کو بتاؤں گا۔  
 قلعی درحقیقت ایک بہترین منتظم تھا۔ دوسرے دن اس نے فون کر کے بتایا کہ موٹر لایچ کا بندوبست ہو گیا ہے۔ شام کو اسے دیکھ لیا جائے۔ اور اسی شام ہم پورے کشتی پر اور پھر سب مل کر لایچ دیکھنے چل پڑے۔ بیالیس فٹ لمبی جلیب ترین لایچ جہم بند آئی تھی۔ ایسی مکمل نہیں ہوتی تھی۔ سودا ہوا اور ہماری قیمت پر لایچ خریدی گئی۔ ہم نے اس میں کچھ تبدیلیوں کا آرڈر دے دیا۔ مثلاً کہیں کی جگہ اس کے درمیان ایک سٹیشن ہوا لیا گیا۔ اس کے علاوہ ڈبل انجن اور بادبان کا نظام بھی قائم کر دیا گیا۔ ہم نے لایچنگ کمپنی کو ہدایت کی کہ دن رات کام کرے جیسے چندہ دن کے اندر اندر اس کی ڈلیوری دے دی جائے۔ دوسری تیاریاں بھی پوری تھیں۔ تقریباً ایک ہفتے کے بعد ایک شام قلعی خوش خوش واپس آیا۔ حالات ہر طرح ہمارا ساتھ دے رہے ہیں، بار صاحب! ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔  
 کیا۔؟  
 ڈی کار شیا نامی ایک بے لگالی جہاز ساحل سے لگا ہے۔ اس کا کپتان ڈان سوانو ہے۔ میرا گہرا دوست، اور لطف کی بات ہے کہ وہ ہمیں دن کے قیام کے بعد زنجبار سے ملے گا۔  
 وہ۔ خوب۔ سوانو سے ملاقات ہوئی۔  
 ہاں! دوپہر کا کھانا میں نے اسی کے ساتھ کھایا تھا۔  
 کوئی بات ہوئی۔؟  
 ڈان سوانو سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے درمیان گہری دوستی ہے، تاہم میں نے اسے تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔  
 کیا جواب دیا اس نے۔؟  
 تیار ہے۔ اس اندیشہ کے پاس وہ بھی سمجھ رہا ہے۔  
 دیکھا۔  
 اتنی بڑی لایچ کو وہ جہاز پر لے کر لے گا۔؟



ہاں۔ البتہ میں نے ایک پیش قدمی کر دی ہے۔  
 وہ یہ کہ اس سلسلے میں وہ جو معاوضہ چاہے گا اسے ادا کر دیا جائے گا۔  
 اس نے اس کے سفر کی وجہ نہیں پوچھی۔  
 ادا۔ وہ مجھے ایک ہم جو کی حیثیت سے جانتا ہے۔  
 نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔  
 بہت خوب۔ پھر اس سے کب ملاقات ہو رہی ہے؟  
 کل۔ تقبی نے جواب دیا۔  
 پانچ ہزار امریکن ڈالر پر بات ہے ہوگی۔ ڈیڑھ سو ہزار  
 غنیمت آئی تھا۔ اس نے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ کشتی  
 وقت مقررہ پر مل گئی۔ پہلی تاریخ کے عین مطابق تھی۔ اسے  
 جہاز پر پہنچایا گیا۔ اور دوسرے تمام انتظامات بھی حسب  
 غلام مکمل ہو گئے۔ چنانچہ ہم اس پر اسرار سفر کے لئے تیار تھے۔

پاک تھوڑی گاڑی لے کر شیلے ساحل چھوڑ دیا۔ آٹھوں چاکل پونڈ  
 طرح یا مزدور فروش تھے۔ انہی کچھ وقت ان کی مصروفیت کا نہیں  
 تھا۔ اس کے بعد انہیں اپنی ذمہ داریاں سنبھالنی تھیں، قاتلوں  
 کی جہاز پہلے اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے پر اسرار سفر میں طویل عرصے  
 کے بعد مجھے سے جدا ہوئی تھی۔ میں عرصے پر کھڑا ہونے کے کب تک  
 ان کی گہرائیوں میں جھانک رہا تھا اب انھوں نے سلسلے دور  
 دور تک سنبھال رہا تھا۔ پانی کی ٹھیم چاند کو کائنات پر مستقر  
 محسوس ہوتی تھی اور جس کی چمک پر آسمان کا شامیانہ سا ہوا تھا  
 رات کے وقت چاند کی شاخیں پانی سے کھینچی ہوئی ایسی حسین  
 لگیں کہ لگاؤ اٹھانے کو ہی نہ چاہے۔ جہاز کی برق رفتاری چاندنی  
 رات میں کھلے ہوئے سستارے میں محسوس ہوتا تھا جیسے اس میں  
 دھماکا ہو گا۔

میں جلی بول کے قہقہے سے زمین کو کائنات کے خجیلے  
 کون کون سے سرسبز وادوں سے آگاہ کر رہے تھے۔ صندوق  
 کا اڑنا میرے ذہن میں تھا اور میں اس پر اسرار زمین کے بارے  
 میں سوچ رہا تھا جس کی کہانیاں میں نے پڑھی تھیں۔  
 جس کے اے میں ہم جو طریقہ علاج کی راستہ میں گھبراتے تھے  
 اور نہ لے لے کر ایک دوسرے کو سناٹے تھے جس کے بارے  
 میں کہنا تھا کہ وہ سونے کی سرزمین ہے اور اگر کوئی زمین تیز  
 واز ان باتیں تو اس کی قدر میں اسی قدر ستارے جھلکنا تھے  
 ہم ہمہ تن کی چمک دکھاتے۔ ان کو منور کرتے تھے۔ خوفناک  
 وقتی جانوروں اور حیا تک لہلوں کے سرزمین کچھ ہی اچھے

کے بعد مسکے قدموں میں ہو گئی۔  
 مسلمان چونکہ نوجوان تھا اور جہاز کی دلچسپیوں نے اسے اپنی  
 جانب گھسیٹ لیا تھا، جوان بوجھ تھا اور عمر کی پچیسویں منزل سے  
 گزر رہا تھا اس لئے اب میں نے اس پر سے پابندیاں اٹھانی تھیں  
 یوں بھی مضبوط کر دیا کہ نوجوان تھا اور یہ خدشات میرے ذہن سے  
 نکل چکے تھے کہ وہ کسی بڑی راہ پر پڑ سکتا ہے۔ حسین اتنا تھا کہ  
 جہاز پر بھی میں نے اس کے بارے میں چھ میگوئیاں سنیں تھیں مسافر  
 لوگ ان دن کی روشنی میں ہی تھے اس کی جانب مائل نظر آتے تھے  
 خاص طور سے میں نے دیکھا کہ کوئی ایک گوشے میں کھڑے اس  
 کی طرف اشارے کرتے دیکھا۔

لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ سرزمین قاتلوں بھی جن  
 دغش کی سرزمین تھی اور وہاں مسلمان کے لئے کیا کچھ کھیل نہ ہوئے  
 تھے۔ لیکن میں نے اس کھیل میں مسلمان کا کوئی کردار نہیں دیکھا  
 تھا اس لئے آج بھی اس کی جانب سے متنبہ تھا۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی اور میں گزرتی رات کی  
 رعنائیوں سے محفوظ ہو رہا۔ سمندر کی مترنم لہروں کا منظر کچھ  
 اتنا دلکش تھا کہ میں عرصے پر ہی کھڑا رہا۔ پھر مسلمان میں نے  
 صبح سے مجھے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس  
 ایک لمحے میں مجھے مسلمان کی آواز بے حد پر ہنسوں لگی، ہر حال  
 میں نے اس سے پوچھا۔

کیا بات ہے مسلمان؟  
 سارے بارہ بج چکے ہیں چچا جان۔ کیا واپس نہ  
 چلیں گے؟  
 میں چونک پڑا۔ کیا کہا سارے بارہ؟ میں نے کمانی  
 پر ہندھی گھڑی دیکھ کر کہا۔

ہاں۔ کیا آپ بہت دیر سے یہاں کھڑے ہوئے ہیں؟  
 وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہو سکا۔  
 کچھ سوچ رہے ہوں گے۔ مسلمان نے مسکرا کر کہا۔ اور  
 میرے بونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔  
 سوچ تنہائیوں کی رفیق ہوتی ہے۔ ایک خیر خیر کی سچی  
 جو ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔  
 کیا خیال تھا ذہن میں پڑ چکا تھا۔  
 کوئی ایک نہیں۔ بس ماضی ہر انسان کا شریک ہوتا  
 ہے۔ مستقبل کی کوئی شکل نہیں ہوتی۔  
 ہاں۔ مستقبل سنگ مرمر کے اس مجسمے کی مانند ہوتا  
 ہے۔ جس کے خدوخال نہ۔ تراشے گئے ہوں۔ دیکھتے آئے ہیں

آنے والے وقت کے بارے میں ضرور سوچا ہو گا؟  
 یہ کہیں نہیں۔ خیالات پر کسے قابو ہے؟  
 آپ کا ان معاملات کے بارے میں کیا خیال ہے ایک  
 ہم اپنی اس مہم میں کامیاب رہیں گے؟  
 میں پیش گوئی نہیں ہوں۔  
 آواز تو لگتا ہے کہ مسلمان اس وقت بہت خوش  
 معاش ہو رہا تھا۔ اپنی فطرت کے خلاف گفتگو کر رہا تھا۔ درنہ  
 کہ کوئی اس کی رشتہ تھی۔ جتنی نہیں تھا۔ کسی بھی سلسلے  
 میں بحث اسے سند تھی۔ لیکن اس وقت اس کا بچپن  
 سوچ کر آتا تھا۔

اندازہ ہی لگانا مشکل ہے نور چشم۔ تم کسی ایسی ایسی  
 سیاحہ پیش آئے۔ دلتے واقعات کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہو  
 جس سے ہم ناواقف ہیں؟  
 میں آپ کو اپنے احاسات بتاؤں؟  
 اگر مناسب سمجھو تو۔

مجھے یوں لگتا ہے چچا جان۔ جیسے کچھ انجانی آنکھیں میری  
 نگوں ہیں۔ بہت سے لوگ میرے ساتھ ہوں۔ ان کی آوازوں  
 کی جھنجھٹا ہٹ میرے کانوں میں گونجتی۔ جتنی سب سے  
 یہ آوازیں تم سے کچھ کہتی ہیں؟ میں نے پوچھا۔  
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مختلف زبانیں بولتی ہیں۔ مسلسل  
 بولی جاتی ہیں۔ ایک دوسرے میں گڑبڑ جاتی ہیں۔ میں کچھ  
 سمجھ نہیں پاتا۔ سناٹے میں اچھے ہوئے بچے میں کہا۔

میں تھوڑی دیر تک اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے  
 گہری سانس لے کر کہا۔ مسلمان میرے دوست اور چند گہری  
 زندگی سادہ ہے اور میں نے اس کے نشیب و فراز دیکھیں نہیں  
 دیکھے۔ مگر ایک ہی انداز میں گزری ہے۔ اور سوائے شرم کے بڑا  
 صحت کے میرے ساتھ کوئی الجھن نہیں پیش آئی۔ لیکن لمبے تجربے  
 کا نام ہے۔ میں نہیں اور کچھ نہیں دے سکتا لیکن اپنا تجربہ  
 ضرور تمہارا ہی نذر کر سکتا ہوں؟  
 یہ میرے لئے بڑی اجمیت۔ رکنا ہے چچا جان۔  
 مسلمان نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

تم نے اپنے اجداد کے مشن کو لپیٹ کر کہا ہے۔ وہ  
 کوششیں جو اب یوں سے جاری ہیں اور ان میں ناکامی  
 ہوئی ہے جاری کیے کا تصور خاص طور سے موجودہ دور میں  
 مشکل ہے۔ عیش و عشرت کی زندگی کو چھوڑ کر خود کو ایک  
 تصوراتی مہم کے لئے تیار کرنا معمولی بات نہیں لیکن تم نے

ان آوازوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ میں نے تمہارے اس جذبے  
 سے انحراف نہیں کیا۔ اور خود بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تم  
 سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زندگی بہت جلدی چھلکی شے  
 ہے۔ خود کو دوسروں سے آزاد رکھو اور یہی کامیابی کی دلیل ہوتی  
 ہے۔ دوسرے تمہارے سلسلے مختلف شکلیں پیش کریں گے۔  
 اگر تم ان کے جال میں پھنس گئے تو نہ جانے کیا کیا عمل تیار  
 کر لو گے۔ وقت کا انتظار کرو۔ جو وقت کی کہانی ہوگی وہی  
 پہلی۔ اس سے پہلے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔

مسلمان میرے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ  
 اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھرتی آئی۔ اس نے مجھے دیکھتے  
 ہوئے کہا۔

بزرگ دانا ہوتے ہیں۔ آپ کا مشورہ نہایت اطمینان  
 بخش ہے۔ بلاشبہ آپ درست کہتے ہیں۔ میں کوشش کروں  
 گا کہ خود کو الجھن میں نہ پھنساؤں۔ اور اس سفر کو ایک تفریحی  
 شکل دے دوں۔ آپ تو مطمئن ہیں؟  
 ہاں، مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔ حالات ہمارے پر دگر  
 کے مطابق پر سکون ہیں؟ میں نے جواب دیا۔ مسلمان کی آنکھوں  
 میں اطمینان کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس کے بعد ہم دونوں اپنے  
 کہیں میں آگئے۔ جو مشترک تھا۔ کپتان نے ہم پر خصوصی عزائم  
 کی تھی اور یہ کہیں جہاز کے بہترین کپتانوں میں شمار ہوتا تھا۔  
 رات گزرتی گئی۔ دوسرے دن ابر چھایا ہوا تھا۔ موسم بھیگ  
 بھیگا اور دلخوش کن تھا۔ ہم ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ٹیبل  
 اور دوسرے لوگوں کے پاس پہنچ گئے۔ وہ تینوں سرخسے بیٹھے  
 ہوئے تھے۔ میں دیکھ کر مسکراتے۔

کیا گفتگو ہو رہی ہے بھئی۔ میں نے بھی مسکراتے  
 ہوئے پوچھا۔  
 سنہری دولت کی حشر سامانیاں زیر بحث ہیں۔ یہ  
 انسان کو کس طرح در بدر کرتی ہے۔ نظام کائنات میں سنہری  
 مجبوت کے زیر اثر چل رہا ہے۔ ہم اس موضوع پر بات کر رہے تھے۔  
 ادا۔ اس میں کوئی شک نہیں؟ میں نے کہا۔ اور پھر ہم  
 دلوں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ قہقی نے کہا۔  
 میں نے کپتان سے بات کی ہے۔ ہم بہت توجہ دیتے  
 تین بچے اس حدیث کے پاس سے گزر رہے تھے۔ یہی وہ بڑے  
 بے جہاں۔ ہمیں لارچ میں۔ وار ہو کر سفر کرنا ہے۔ جیسے  
 سے بھی گفتگو ہوئی تھی۔  
 کب۔ ہاں میں نے سنا لیا۔

اس کا خیال ہے کہ ہم نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے وہ بہت پرخطر ہے۔ سمندری جہاز اس راستے میں بہت زیادہ ہیں۔ کپتان نے بتایا کہ ایک بار سمندری طوفان کی وجہ سے اسے راستہ بدلنا پڑا تھا۔ اور وہ اس اوجہ کے مشرق کی طرف ہلٹ کر سفر کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ تب اس نے اس پر خطر راستے پر غور کیا۔ اس طرف بڑی شادک چھیلوں کے لاقعد اقبال آباد ہیں۔

اور کوئی راستہ اس طرف جانے کا نہیں ہے؟  
نہیں۔ اور اگر ہے تو بہت ہی عجیب۔ یعنی ہمیں تقریباً دو سو سمندری میل کا چکر کاٹ کر اپنی منزل کی طرف جانا پڑے گا۔

اور۔۔۔ گویا کئی دن کا سفر۔  
ہاں۔ سفر بھی اس کے علاوہ ہم اس طرف سے اپنی منزل کا صحیح نشان نہیں پاسکتے۔  
ہوں۔ پھر کیا سوچا ہے؟  
کوئی خاص بات نہیں۔ انتظام کر کے چلیں گے۔ تبھی نے جواب دیا۔

وہاں کے لئے کوئی انتظام ہو سکتا ہے؟ میں نے پوچھا اور قہقہہ مکر کر بولا۔  
"یہ آپ کا خادم بہت معمری سا انسان ہے۔ لیکن کوشش کریں کہ خود کو آپ کے اعتماد کا اہل ثابت کر سکے۔ اس نے کہا۔

لا میں تم لوگوں کی طرف سے بہت مطلبی ہوں۔ میں نے کہا۔ کافی دیر تک ہم لوگ جیسے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر سلطان اٹھ کر باہر چلا گیا۔ میں اپنے کیمپ میں چلا گیا تھا۔

رات کو نو بجے سب لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو گئے۔ سلطان میری اجازت سے جہاز کے کلب کی طرف چلا گیا۔ میں اس جگہ بیٹھا جہاں جاری لاپٹ رکھی ہوئی تھی۔ لیکن یہاں بھی فزائی اور دیگران اٹھوں مصریوں کے ساتھ موجود تھے۔ لاپٹ نیچے اٹک لی گئی تھی۔ روشنیاں چمک کر لی گئی تھیں اور وہ لوگ لاپٹ میں مصروف تھے۔ سامان بار، ہوا تھا جو ہم اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس سامان میں کچھ اضافہ بھی کیا گیا تھا جس میں نے توہم نہیں دی۔ البتہ مجھے ان لوگوں کی مستندی سے خوشی ہوئی۔ ذمہ دار لوگ تھے اور خود بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا جانتے تھے۔ میں ان کے ساتھ کام کی نگرانی کرنے لگا۔ بارہ بجے تک ہم لوگ یہاں رہے اور تمام

تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پھر چند مزدوروں کو لاپٹ کے پاس بھونڈ کریم یہاں سے چل پڑے۔ میرے خیال میں اب تھوڑی دیر آرام کریں گے تاکہ رات کے آخری پیرم چاق و چوبند ہوں۔ قطبی بولا۔  
"بالکل ٹھیک۔ رات کے لئے لیا بندوبست کیا گیا ہے۔

کپتان بذات خود ہمیں جگائے گا۔  
"نہیں، مسٹر فزائی جاگیں گے اور مقررہ وقت سے کچھ قبل ہمیں جگا دیں گے۔ پھر۔۔۔ اپنی خیند کشتی میں پوری کر لیں گے؟  
قطبی نے جواب دیا۔ اور میں نے مطلبی انداز میں گردن ہادی۔  
میں کیمپ میں واپس آ گیا اور میرے پیچھے کے تھوڑی دیر کے بعد سلطان بھی کیمپ سے واپس آ گئے۔

میں لاپٹ کے پاس دیکھ کر آیا ہوں۔ ہمارے دوسرا قہقہہ دہار دہار ہوا۔ سلطان نے کہا۔

ہاں اس میں تمام تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں۔ اب تم بھی آرام کرو، ہمیں دوبارہ جانے ہے۔ دو گھنٹے کی خیند کسی قدر سکون بخش ہوگی۔ کیونکہ بقید رات جاگ کر گزارنی ہے۔

سلطان نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔ وہ تو تھوڑی دیر کے بعد ہی خزانے لینے لگا لیکن میں گرد میں بدلنا نہ ہوا۔ لاکھ سونے کی کوشش کی لیکن خیند نہیں پائی ذہن کو بار بار ہلکا لیکن خیالات تھے کہ اٹھ سے چلے آ رہے تھے۔ میں خیند سے مایوس ہو گیا، سنا کہ کسی طرف ممکن نہ ہوا، اور دو گھنٹے گزر گئے فزائی نے کیمپ کے دروازے پر دستک دی تو میں نے دروازہ کھول دیا۔  
"دو بج گئے ہیں۔ اس نے کہا۔

ہاں، میں تیار ہوں۔ میں نے کہا اور فزائی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سلطان کو ابھی جگنے کی ضرورت نہیں تھی۔ فزائی نے کمرے لوگوں کو جگا آیا تھا۔ بہر حال ہم لاپٹ کے پاس آ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد کپتان بھی دہان پہنچ گیا۔ اس نے اپنے ماتحت کو بلایا اور اسے ہدایات جاری کئے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد جہاز کے اس حصے میں اچھی خامی رونق ہو گئی۔ تیز لائٹیں جلائی گئیں تاکہ تمام کام بہتر طور پر ہو سکے۔ ایک بڑی کرن اشارت پر کردہ لاپٹ پہنچ گئی۔ اور لاپٹ کو کرن کے کیمپ میں اس طرح چھنسا لیا گیا کہ وہ کسی بھی طرف جھک نہ سکے بہت بڑی لاپٹ تھی جسے اشاکر سمندر میں اٹکنا خاصا مشکل اور مہارت کا کام تھا۔ لیکن کپتان بذات خود اس کام کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں نے کپتان سے پوچھا۔

جہاز مقررہ جگہ کس وقت تک پہنچے گا؟  
"ہم اس کے آس پاس ہیں! میں سوچ رہا ہوں تھوڑا سا اور

تک بڑھ جائیں، اس کے بعد لاپٹ کو سمندر میں اٹکنا جائے۔ میرے خیال میں ہمیں اس کے لئے پلاننگ اور ضرورت کرنا ہوگا۔ کپتان نے جواب دیا۔

موسم بھی میرے خیال میں مناسب ہے۔  
"ہاں، کوئی خاص بات نہیں ہے، ہوائیں ہلکی ہیں میرا خیال ہے آپ کو کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ کپتان نے جواب دیا میں وہیں اپنے کیمپ کی طرف چل پڑا۔ دوسرے لوگ بھی اپنا اپنا سامان سمیٹنے کے لئے کیمپوں میں واپس آ گئے تھے، سلطان کے خزانے کیمپ میں گونج رہے تھے۔ میں اسے جگانے لگا لیکن جوانی کی مزہ زور خیند بھلا کیسے خاطر میں لگتا ہے۔ میں نے سلطان کو جھنجھڑا بمشکل تمام اس کی آنکھ کھلی وہ اپنی خوبصورت آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ ان آنکھوں میں حیرانی تھی۔

خاتون نے نہیں ملان! دقت ہو گیا ہے؟ میں نے کہا۔  
"کیسا دقت؟؟ سلطان نے تحیرانہ انداز میں پوچھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دبھی تم ایک اہم ہمن پر نکلے ہو، ذہن کو حاضر رکھنا ضروری ہوتا ہے، اگر وہ نہیں جانتے؟ میں نے کہا اور سلطان کوئی کوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس کی آنکھوں سے خیند چھٹنے لگی۔ اور وہ مسکراتا ہوا اٹھ بیٹھا۔  
"اوہ۔ معاف کیجئے گا چاچا جان! کیا آپ مجھے بہت در سے جگا رہے ہیں؟

ہاں، ایسی ہی بات ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بہر حال سلطان اٹھ گیا۔ اور میری ہدایت پر جلدی جلدی سامان سمیٹ کر تیار ہو گیا۔ ہم لوگ جہاز کو خیر باد کہہ کر اب اپنی مہم کے لئے تیار تھے۔ ڈیک پر کام ہو رہا تھا۔ سب مستعد تھے۔ قطبی درحقیقت ایک اچھا منتظم تھا۔ چونکہ سمندری امور کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی اس لئے اس وقت اس نے ساری کام سنہال رکھی تھی۔

دوسری طرف کپتان قطبی سے تعلقات اور مناسب معاوضہ کی وجہ سے ہمیں جلد از جلد ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچا رہا تھا۔ جہاز کی رفتار سست ہونے لگی۔ میں سمندر میں اٹکنا کے لئے تے رکن تھا۔ اس لئے اس نے رفتار سست کر دی تھی۔

وقت گزرتا رہا اور پھر وہ دقت ابھی جب لاپٹ کو سمندر میں اٹکنا تھا۔ کرن آپریشن سے سمیٹا لی۔ اور پھر کرن حرکت میں آ گئی۔ اس کا اسٹین لٹ ہوئے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد لاپٹ میں بندھے ہوئے مضبوط تار بندھ گئے۔ پھر لاپٹ اپنی جگہ پر پھرنے لگی۔ دیکھ کر کرن نے اسے اٹھایا اور ایک مخصوص جگہ

تک لے گئی۔ اس کے بعد اس کا رخ تبدیل ہونے لگا۔ اب وہ مندر کی جانب رخ کر رہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتی جا رہی تھی ڈیک کے بالکل نزدیک پہنچنے کے بعد وہ رک گئی اور اس کا اوپری حصہ گھوم کر سمندر کے اوپر پہنچ گیا۔ اس کے بعد تار آہستہ آہستہ نیچے اٹھنے لگے۔ لاپٹ اب سمندر میں اتر رہی تھی۔ دوسری جانب ہمارے لئے اب سیر بھی لگا دی گئی تھی۔ وہ جہازی لاپٹ میں سوار تھے تاکہ اسے نیچے پہنچنے کے بعد اشارت کر کے اپنی مطلوبہ جگہ لے آئیں۔ ہم سب ڈیک کے نزدیک کھڑے ہوئے لاپٹ کو سمندر میں اترتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ بالآخر لاپٹ کی پتلی سٹلنے پانی کو چھو گیا۔ اور اس کے بعد وہ سمندر میں پہنچ گئی۔

جہازوں نے نیچے سے بک کھولے اور کرن تار سٹیلنگی تھوڑی دیر کے بعد کرن ڈرائیو کرن کو پیچھے لے گیا تھا۔ ہم نے کپتان سے ہاتھ ملایا، اور کپتان نے ہمیں خوش خمتی کی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ ایک ایک کر کے ہم سیرھیوں کے ذریعے نیچے پہنچ گئے۔ جہازی لاپٹ اشارت کر کے اس جگہ لے آئے تھے جہاں سیرھیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہمارا آخری آدمی قطبی تھا جو کپتان سے ہاتھ ملانے کے بعد نیچے اتر آیا تھا۔ اور اس کے بعد ہم سب لاپٹ پر پہنچ گئے۔ اوپر کپتان اور اس کے ساتھی کھڑے ہیں اور اسے کہہ رہے تھے، جہاز بالکل رک گیا تھا۔ مسافر گرو سو رہے ہوئے تو یقیناً حیرت منال معلوم کرنے کے لئے دوڑ پڑتے، ممکن ہے اب بھی کچھ لوگ اس بات پر حیرت زدہ ہوں کہ جہاز کیوں رک گیا۔

بہر حال قطبی نے لاپٹ کا اسٹیشننگ سنہال لیا۔ لاپٹ پہلے ہی اشارت تھی، جہازی لاپٹ کے اشارت کر کے چھوڑ گئے۔ تھے۔ لاپٹ جہاز سے آگے بڑھ گئی۔ کپتان اور دوسرے لوگ کھڑے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ رات کی تاریکی میں ان کے ہولے نمایاں تھے۔ اور ہم جہاز کی روشنیوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ لاپٹ کافی دور تک پہنچ گئی۔ تب جہاز نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور مخالفت سمیت بڑھنے لگا۔ ایک عظیم الشان سمندری سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔ اور ہمارے ذہنوں میں عجیب عجیب تاثرات تھے۔ شہر دوں کی رونق چھوڑ کر ہمیں اب ایک طویل دھڑلے مند سے نبرد آزما کرنی تھی۔ اور ہم اس کے لئے خود کو مستعد دیا رہے تھے۔ تمام لوگ جنس بول رہے تھے، آنکھوں مصری مزدوروں نے اپنی ذمہ داریاں سنہال لی تھیں۔ قطبی ہر چند کہ اسٹیشننگ سنہالے ہوئے تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ انہیں ہدایت بھی دیتا جا رہا تھا۔ جس سمت وزن زیادہ تھا۔ اس سمت وزن کم کیا جا رہا تھا اور چیزوں کو مختلف طریقوں سے رکھا جا رہا تھا۔

ہو چکا تھا۔ اس سبب کی بنا پر وہ تھا۔ اور اس میں  
کرم و نشتیں مٹی ہوئی تھیں۔ یوں بہترین سفر کا بندہ دست  
کر گیا تھا۔ لیکن آسمان پر ستور تاریک تھا۔ قطبی نے آسمان  
کی طرف دیکھا اور ہنست مگڑا کر کہہ دیا۔

”کیوں کیا بات ہے؟“ میں نے پوچھا۔  
”کئی خاص بات نہیں، میں براؤن پر غور کر رہا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”بادل چلنے سے ہوتے ہیں، لیکن بے بارش ہو جاتے۔“

”مگر کپتان کا خیال تھا کہ بارش نہیں ہوگی۔“ میں نے

کہا اور قطبی مسکراتے لگا۔

”سندری کے تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ صاحب اسٹیشن ایک

لے میں رینگ بدل لیتا ہے۔“

”کیا طوفان کا خطرہ ہے؟“

”اگر نہیں۔ یہ طوفانوں کا موسم نہیں ہے۔ سندری کی

پریشانیوں میرے پر نہیں۔ آپ بھی کوئی جگر نہ کریں۔“

”اور نہیں، ستر قطبی پریشان ہونے کی کوئی گنجائش

میں نہیں ہے۔ ظاہر ہے میں یہ شہر اچھٹوں سے دو چار ہوا ہوں۔“

”اگر۔“

”مسلمان اور دوسرے لوگ بہت خوش تھے۔ سندری سحر

تو پہلے ہی ہورہا تھا۔ لیکن یہ خود مختار سفر زیادہ دلچسپ تھا۔ مسلمان

قطبی کے پاس پہنچ گیا۔“

”لائیے، اب میں ڈرائیو کروں۔“

”مضرور، لیکن یہ کارڈرائیوگ نہیں ہے مسلمان میں۔“

”آپ مجھے سکھا دیں، میں چند گھنٹوں میں سیکھ جاؤں گا۔“

”مسلمان نے کہا اور قطبی نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ مسلمان کو لایچ کے

انجن کے بارے میں بتانے لگا۔ مسلمان بڑے اطمینان سے ڈرائیوگ

کر رہا تھا۔“

”اس طرح تو مجھے بڑی آسانی حاصل ہو جائے گی۔ میرے

خیال میں دوسرے لوگوں کو بھی مسلمان کی طرح تھوڑی تھوڑی

ڈرائیوگ کی مشق کرنی چاہیے۔“ قطبی نے کہا۔

”میں سب تیار ہوں، فرمادی ہوں۔ میں جیتے مسکراتے یہ سفر

جاری ہے۔ اس وقت تلخ کافی نے وہ مزید کہا کہ بیان نہیں کیا جا

سکتا۔ وہ وہاں لایا گیا تھا۔ پھر بہت دور مشرق سے سویرا

چھتے لگا۔ وہ آجستہ مسند کا نیلا پانی روشن ہونے لگا۔

”کیا بخاری میں ناست کا بندہ دست کیا جانے لگا۔ ناست کپتان

نے دیکھا۔“

”تھوڑا سا ساٹھ ساتھ کا تھا۔“

ہو گئے تھے۔ اور آسمان شفاف نظر نہ آتا تھا۔ مسلمان نے آگے بڑھ کر  
ایچ کا اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ انہیں لایچ چلنے میں بہت لطف  
آ رہا تھا۔ قطبی انہیں کی دیکھ مہل کرنے لگا۔ ڈیزل چیک کیا۔ کچھ  
نئے ڈبے کھول کر کھینچی پریکٹس کر دی تھی۔ پھر قطبی بائیں کے مستون  
کی طرف چل پڑا۔ بائیں لپٹے ہوئے تھے اور سترول ٹیک مل کر  
مستون تھے۔

”سارے کاموں سے فارغ ہو کر قطبی نے اجازت چاہی کہ

تھوڑی دیر آرام کر لے۔ میں مسلمان کے پاس آکھڑا ہوا۔ باقی لوگ

سوتے لیٹ گئے تھے۔ مزدوروں میں سے بھی چار مزدوروں کو کچھ

کی بدلت کر دی گئی تاکہ وہ چاک چوبند رہیں۔ سونچے خوب چک رہا

تھا اور مسند رشتہ تھا۔ پانی گرجھتی ہوئی نم ہوائی سمیت کی تیزی کا

احساس نہ ہونے دے رہی تھیں۔ مسلمان یکایک مسکراتے لگا۔

”خیریت، کیا خیال آگیا ذہن میں؟“

”ان بے چاروں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“

”کون بے چارے؟“

”میں جو مسکون کی نیند سو رہے ہیں۔ لیکن یہ ان کی آنکھوں

میں سوتے کے خواب گردش کر رہے ہوں۔“

”آجستہ مسلمان۔“ الفاظ پر قہار رکھتا ہوا گاؤں سے دو سستی اور

مچلتی چارے کی فضا دشمنی میں بھی بدل سکتی ہے۔“

”سو رہے ہیں سب۔“

”پھر بھی احتیاط رکھو۔“

”انسان دولت کا اتنا لالچی نہیں ہوتا ہے چچا جان۔“

”نوجوانی بول رہی ہے اور ایسی نوجوان جو بچپن سے کرے

اب تک کسی مالی مشد سے کا شکار نہیں ہوتی۔“

”کیا دولت مل جلنے سے انسان مطمئن ہو جاتا ہے؟“

”کسی حد تک۔“

”پھر یہ دولت مند لوگ مسلسل دولت حاصل کرنے کے

لئے کیوں جدوجہد کرتے رہتے ہیں؟“

”انسانی عمل ہے۔ اس کی ہوس کبھی کم نہیں ہوتی۔“

”مسلمان میری بات سن کر مسکرا دیا۔ اور پھر آجستہ سے بڑا۔“

”یقین کریں چچا جان۔ میں تو یہ ہوس بالکل محسوس نہیں کرتا۔“

”تمہاری بات اور ہے مسلمان۔“

”کیوں چچا جان! میری بات کیوں اور ہے؟“

”اس لئے کہ تم ایک قدیم نسل کے شہزادے ہو۔“ وہ آستان

جو میں نے اس تحریر میں پڑھی اور حقیقت مسلمان میرے ذہن

میں بھی ابھی مشورک ہے۔ ہر چند کہ وہ تمہارے اجداد کی تحریر ہے

42

اور تم ان سے بہت متاثر ہو۔ ملک میں نے بہت اس لئے اپنے  
کسی شک کو انہیں نہیں کیا کہ کہیں یہ مذہب کو نہیں نہ پہنچے  
بہر حال اگر اس میں صداقت ہے تو قطبی میرے چشم بونا ہی چاہیے۔“

”مسلمان نے یہی بات کہ کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اس کے بعد مہمنے

یہ موضوع ختم کر دیا۔ کیونکہ خطبہ تھا کہ کوئی۔“ ہڈی یہ گفتگو سن

نے تو ہر چند کہ وہی آواز میں کی جا رہی تھی۔ لیکن یہ طرز ہمارے لئے

نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ سفر جاری۔“ اور پھر دفعتاً مسلمان صیغ پڑا۔

”چچا جان۔“ وہ۔ وہ۔ وہ۔ وہ دیکھتے۔ میں نے اس کے اشارے

کی سمت نگاہیں دوڑائیں۔ تو ایک عجیب سی شے نظر آئی۔

سیاہ اونٹ شاہکاران بنے شہر اور وہیں نظر آ رہے تھے۔ ان کا

رنگ اسی موڑ بوٹ کی جانب تھا۔

”شاہکار میرے ملنے سے آواز نکلی، اور مسلمان دلچسپی کی

نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔“

”یہ شاہکار پھیلیاں ہیں، ان کے بارے میں تو بڑی بڑی

خونناک داستانیں سنیں ہیں۔ بلکہ کچھ فلمیں بھی دیکھی ہیں۔ کیا یہ

اتنی ہی خطرناک ہوتی ہیں جتنی انہیں کہا جاتا ہے۔“

”اس سے کہیں زیادہ خطرناک میں نے بھی اب تک شہکار

پھیلوں کے بارے میں جڑ کچھ سنا ہے۔ وہ یہی ہے کہ مسند زمین ایک

خونناک عفریت کی حیثیت رکھتی ہیں۔“

”اور۔“ یہ کشتی ہی کی طرف آ رہی ہیں، کہیں اسے نقصان

تو نہیں پہنچا نہیں گی؟“ مسلمان نے کہا۔

”جو شہکار ہو جائے۔ میرا خیال ہے تمہارا سا رخ تبدیل کر

دیں۔“ میں نے اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور مسلمان نے

موڑ بوٹ کا رخ بدل دیا۔ پھیلوں کی غول اس طرف دوڑتا ہوا چلا

آ رہا تھا۔ جیسے موڑ بوٹ کو ٹھکراتے تھے، اور پھر وہ ان کی آن میں

ہمارے قریب پہنچ گیا۔ پھر موڑ بوٹ کو شدید جھٹکے لگے۔ اور ان

جھٹکوں سے سڑے ہوئے رنگ بھی جاگ پڑے۔ قطبی بے حدی

سے ہمارے قریب آگیا۔

”یہ کیا ہوا؟“ کیا ہوا؟“

”میرا خیال ہے شاہکار۔“ شاہکار پھیلوں نے ہم پر حملہ

کر دیا ہے۔“ میں نے جواب دیا اور تیزی ایک۔ اپنی جگہ کھڑے ہو کر

مسند لایا دیکھنے لگا۔ ”ایہ۔“ وہ نام نہاد موڑ بوٹ کے کنارے

پہنچا ہی تھا کہ قطبی زور سے دھماکا۔

”خبردار۔“ پیچھے بہت جا۔“ پیچھے بہت جاؤ بے وقوف

آدمی۔ کیوں زندگی کو موت سے کھٹک رہے ہو۔“ اور وہ شخص

گہرا گرجا پھرتے ہوئے گیا۔ عجیب سا موڑ بوٹ کے پیچھے سے گدہ رہی

تھیں۔ اور وہ اتنی طاقتور تھیں کہ موڑ بوٹ کو جیسے لگ رہے تھے  
کوئی کوئی پھلی موڑ بوٹ سے لگا بھی نہ سکتی۔ اور اس وقت میں  
گھاسیہ موڑ بوٹ ایک جانب کو اٹھ رہی ہو۔“

”کیا کیا جلتے قطبی؟“ میں نے قطبی سے پوچھا اور قطبی

نے آگے بڑھ کر رائفل اٹھالی تمام رائفلیں تیار تھیں اس نے دوسرے

تمام لوگوں کو بھی یہی اشارے کئے۔ اور تمام معری آواز رائفلیں

تیار کر کھڑے ہوئے۔

پھر قطبی نے پہلا نشانہ کیا، اور ایک شاہکار پھلی کا کان

زخمی ہو گیا۔ وہ تڑپ کر نیچے گئی، اور دوسرے لے پھر اٹھ رہی

اس بار اس کا ہونک منہ باری طرف تھا۔

یہ پھلی تھی، یقین نہیں آتا تھا۔ اتنا بڑا منہ پھیلا ہوا تھا کہ

ایک آدمی کا سر اس کے منہ میں چلا جاتا۔ اس نے پانی میں غوطہ

مارا، اور آکر موڑ بوٹ سے ٹکرائی۔ موڑ بوٹ زور سے بلی اور مسلمان

کی گرفت اسٹیرنگ پر مضبوط ہو گئی۔ یہ زخمی پھلی کے خون کی بو

تھی یا پھر ان کا انتقام کہ دور دور سے اور بھی پھلیاں اس سمت

آئے تھیں۔ شاہکار کا پورا خاندان ہمارے گرد جمع ہو گیا تھا جس

طرف نگاہ اٹھتی کو ان ہی کو ان نظر آئے، قطبی عجیب سی نگاہوں

سے انہیں دیکھ رہا تھا پھر اس نے پرتشیش لپٹے میں کہا۔

”یہ صورت حال میرے لئے نئی ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ شاہکار پھلیاں عوامی ہونے لگی ہیں جاتی ہیں

لیکن ان کا یہ غیظ و غضب بڑا عجیب ہے۔ دیکھ میں آپ کو بتاؤں

بلکہ صاحب۔ کہ ان پھیلوں کے خاندان مسند کے مختلف حصوں میں

آباد ہوتے ہیں اور وہ ان کے قبیلے ہوتے ہیں وہ جگہ جگہ خونناک

ہوتی ہے۔ کپتان نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سمت شاہکار پھلیاں بہت

زیاہد پائی جاتی ہیں۔ موڑ بوٹ چونکہ چھوٹی ہے، جہاز کی بات دوسری

ہوتی ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ موڑ بوٹ کو کیسے جھٹکے لگے

ہیں۔ کہیں کوئی اور پھلی اسے الٹ نہ دے۔“ قطبی نے کہا۔

”میں سب کے چہروں پر تشویش کے آثار نمودار ہو گئے ہوئے

مسلمان کے۔ اس کے چہرے پر بچوں کی سی شوخی اور چمک تھی جیسے

وہ اپنا پسندیدہ کھیل دیکھ رہا ہو۔“

دفعتاً ایک شاہکار پھلی نے لایچ کے بالکل کنارے پر سر

اٹھارا۔ اور تقریباً پانچ فٹ اونچی بلند ہو گئی۔ خوش قسمتی تھی، ہم

لوگوں کی کہ کوئی کنارے پر موجود نہیں تھا۔ ورنہ اس وقت تک

کوئی خونناک حادثہ پیش آچکا ہوتا۔ پھلی کا منہ کنارے پر پھنس

گیا تھا اور لایچ اتنی تیزی سے ہو گئی تھی کہ اگر کوئی اسے دیکھ

43



آپنا ہوتی تو پہلی آنکھ تھی۔ اس کا کارہ پانی کو چھوٹے لگا تھا۔  
 قہقہے نے اندھا دھند چھل کے ناخنگ شروع کر دی تھیں  
 چار گویاں کھلنے کے بعد وہ پیچھے اور سمندر میں اٹھ گئی۔  
 لاپچ کو شدید جھٹکا لگا۔ اور دوسری جانب تمام لوگ  
 لڑھکے گئے۔ پھیلیں اتنی تعداد میں تھیں جو کئی تھیں۔ کراہ یہ خطو  
 پیدا ہو گیا تھا کہ وہ یقینی طور پر لاپچ کو تباہ کر دیں گی۔ تب قطبی نے  
 گردن ہادی۔ اور اپنی رائے ایک جانب رکھ دی۔ پھر وہ مجھ سے  
 کہنے لگا۔

”اب میں دوسرا کھیل کھیلنے جا رہا ہوں۔ شکر ہے کہ پاکستان  
 نے ہمیں اس صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔“  
 ”دوسرا کھیل؟“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے قطبی کو دیکھا۔  
 ”ہاں، میں اس کا بندوبست کر کے چلا تھا۔ قطبی نے جواب  
 دیا۔ اور تیزی سے دوڑنا لاپچ کے پیچھے چلتے میں پہنچ گیا۔ اس نے  
 لاپچ میں رکھے جوڑے چھوٹے چھوٹے ننھاٹے جن میں پٹرول پمپ  
 ہوا تھا، پھر وہ ان تینوں کے کارک کمر لگا۔ اس کے بعد اس نے  
 پٹرول کو زور سے پانی میں اچھال دیا۔ نالے لگے تھے اور پٹرول  
 پانی کی سطح پر پھیل گیا۔

قطبی نے لاپچ کو تھوڑا سا پیچھے کرنے کے لئے کہا۔ اور  
 سلمان لاپچ کو موڑ کر پیچھے لے آیا۔ اس کے بعد قطبی نے پٹرول کا  
 ایک اور ننھاٹا پانی پر نکالی کر دیا۔ اس کام کے لئے اسے بڑی مہارت  
 کا کام لینا پڑا تھا۔

گلاسے پر جانے پر مددگار تھا۔ پٹرول کو چھوٹے سے ٹن  
 کے ذریعے پانی پر پھینکا تھا۔ اگر گلاسے پر جایا جاتا تو یقینی طور  
 پر کسی نہ کسی شاکر پھیلی کا شکار ہو جاتا، اور اگر ننھاٹا بھی ہے  
 احتیاطی سے اٹھایا جاتا تو پٹرول لاپچ کے گھساروں پر بھی  
 پڑ سکتا تھا۔

چنانچہ قطبی نے لاپچ کو پھانے کی کوشش کی اور تین چار  
 ننھاٹے کے بعد پیچھے ہٹ کر لاپچ کا اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ اس کی  
 یہ حرکت میری نگاہ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن اسٹیرنگ سنبھال کر اس  
 نے لاپچ کو تھوڑا سا پیچھے کیا اور اسے ایک مخصوص زاویہ پر لاکر لاپچ  
 کا اسٹیرنگ سلمان کے قلم لے کر دیا۔ پھر اس نے جلدی سے پٹرول اٹھایا  
 سے پھر لاپچ کو اس کا گول سا بنا کر اٹھ لے لیا۔ پھر اس سے  
 فروری کہ بات لگا کر اس کو پٹرول میں آگ لگائی جانے۔

فروری نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور اب یہ صوبہ شمالی ہری  
 سکھ میں بھی آگئی تھی۔  
 جتا ہر اگر سمندر میں پھینکا گیا اور اب پانی کی سطح پر ایک

عجب و غریب نظارہ پیدا ہو گیا۔ پٹرول نے آگ پکڑ لی تھی۔  
 پھیلیوں کا غول جتنی بہت زیادہ تعداد میں تھا۔ اس لئے وہ  
 اس آگ کی لپیٹ میں آ گئیں۔ اور ان میں از تقریبی پھیل گئی۔ اس  
 واقعے سے شاید وہ ڈر گئی تھیں۔ لاپچ کو اس مہارت سے پیچھے ہٹنا  
 پڑا تھا کہ سمندر پر پڑا ہوا پٹرول اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے اور  
 پھر قطبی کے کہنے پر لاپچ کی رفتار تیز کر دی گئی۔ کچھ پھیلیاں لاپچ کے  
 پیچھے پھیں، لیکن پھر جب انہیں یہ احساس ہوا کہ ان کا خاندان  
 بہت پیچھے رہ گیا ہے تو وہ خود بھی اپنی جگہ تبدیل کرنے لگیں۔

سمندر پر شعلے ابھر رہے تھے۔ اور دلچسپ نظارہ لگتا ہوں کے  
 سب سے تھا، لاپچ ان شعلوں سے کافی دور نکل آئی تھی۔ اور اس طرزا  
 ان پھیلیوں سے پیچھا چھوٹ گیا تھا۔

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے قطبی کو دیکھا اور یہی سکرانے لگا  
 ”جب مجھے پاکستان نے یہ بات بتائی تھی کہ اس طرزا شاکر  
 پھیلیوں کے غول بہت زیادہ نظر آتے ہیں، تب میں نے اس پٹرول  
 کو بندجست کیا تھا، اس کے علاوہ اس وقت اور کوئی چارہ نہیں تھا  
 یہ غول بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ میں نے ایک بار کسی سیاق کے سفر  
 نامے میں ان کے بارے میں پڑھا تھا۔ بعض اوقات تو یہ غول چھوٹے  
 جھوٹے جہازوں پر بھی حملہ کر دیتے ہیں۔ اور ان کی تعداد جوں جوں  
 برصغیر بڑھتی ہے یہ زیادہ خطرناک ہوتے جاتے ہیں۔ مسئلہ صرف یہ  
 تھا کہ ان میں سے کوئی ایک پھیلی ڈر جائے۔ گولیوں کے زخم تو انہیں  
 نہیں ڈرا سکتے تھے۔ لیکن آگ کے شعلوں نے انہیں بہت اس زبردستی  
 دھکیلی۔ شکر ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ اور قطبی ہنسنے لگا۔

نہیں بابو یہ تو میرا فرض تھا۔ میں بدادجہ ہی تم لوگوں کے  
 ساتھ نہیں آتی تھا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ سمندری امور کی ذمہ  
 داری میرے سپرد کر دی جائے۔ باقی معاملات خدا کے ہاتھ میں  
 ہیں۔ اس نے جواب دیا۔

فرزادی اور سلمان بھی قطبی کی اس کوشش سے متاثر نظر آ  
 رہے تھے۔ بہر صورت ہم میں سے کوئی شخص اگر سب سے زیادہ  
 بے فکر تھا تو وہ تھا سلمان۔ اور میں جانتا تھا کہ فرزادی کی عمر ایسی  
 ہی ہوتی ہے۔ دنیا کا کوئی خطرہ، خطرہ نہیں محسوس ہوتا۔

لاپچ اب کافی دور نکل آئی تھی۔ تب میں نے قطبی سے کہا  
 ”قطبی کوئی سمندری حادثہ ہمیں راستہ نہ بھٹکا دے اور اس بات کا  
 بھی خاص طور سے خیال رکھنا ہے۔“  
 یقیناً۔ جو نقشہ ہم نے ترتیب دیا ہے اس کے تحت  
 ہم ابھی راستے سے نہیں ہٹیں گے۔ سوائے اس کے کہ تھوڑی دور جانے کے  
 بعد ہم مناسبتاً جا کر دی گئے۔ اگر ہم یہیں سے اپنا رخ بدلیں تو

یقیناً۔ جو نقشہ ہم نے ترتیب دیا ہے اس کے تحت  
 ہم ابھی راستے سے نہیں ہٹیں گے۔ سوائے اس کے کہ تھوڑی دور جانے کے  
 بعد ہم مناسبتاً جا کر دی گئے۔ اگر ہم یہیں سے اپنا رخ بدلیں تو

پھیلیوں کا یہ غول پھرت ہمارے قریب پہنچ سکتا ہے۔  
 ”نہیں نہیں، اسی طرزا چلتے رہو، آگے چل کر راستہ بدل  
 لینا۔“

تقریباً ایک سمندری میل چپٹلنے کے بعد ہم نے پھر  
 لاپچ کا رخ اسی سمت کر دیا جہاں ہمیں سفر کرنا تھا اور اس کے بعد  
 شام تک کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ ہم سب شاکر پھیلیوں کے  
 اس حادثے کو بھول گئے تھے۔ کئی جگہ ہمیں شاکر پھیلیاں نظر آئیں  
 لیکن تنہا تھیں۔ وہ تھوڑی دور تک موڑ بٹ کے پیچھے دوڑتی ہیں۔  
 اور اس کے بعد رخ بدلی کر چلی گئیں۔ غائب ایک یا دو پھیلیاں کبھی کسی  
 ایسی چیز پر حملہ نہیں کرتی تھیں جن سے انہیں خطرہ درپیش ہو سکے۔  
 میں اس سمندری مخلوق کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہر جانور ہر جگہ  
 ایک باقاعدہ ذہنی نظام رکھتا ہے۔ اس کی اپنی سوچ ہوتی ہے،  
 اور وہ اپنے اندازے کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔

”دور دراز چکا تھا۔ شام ہو گئی، آسمان پر ایک بار پھر  
 بادل اٹھ ائے اور پھر تقریباً ساڑھے آٹھ یا نو بجے کا وقت ہو چکا کہ  
 بوندیں پڑنے لگیں۔“

قطبی نے جلدی سے لاپچ پر دوسرے انتظامات کئے۔  
 یوں تو ہم نے لاپچ پر ایک ساٹان جیسی جگہ بنائی ہوئی تھی۔ کیوں ہی  
 لئے نہیں بنائے گئے تھے کہ ان کینوں کی تعداد کتنی ہو سکتی تھی  
 ظاہر ہے تمام افراد کینوں میں نہیں آ سکتے تھے۔ اس لئے لاپچ  
 پر ایک ساٹان ترتیب دے دیا گیا تھا۔ جس کے نیچے سورج سے  
 پناہ لی جاسکے۔ بہر حال قطبی کی وجہ سے درحقیقت سمندری سفر  
 میں بے حد آسانیاں ہو گئی تھیں۔ اس نے شاکر پھیلیوں کو جس  
 طرزا بھگایا تھا وہ قابل تحسین کارنامہ تھا۔ بارش باقاعدہ ہونے لگی،  
 اور چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ قطبی کسی قدر سوچ میں دوہا ہوا  
 تھا۔ لیکن اس نے کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔

اس وقت رات کے تقریباً بارہ بجے ہوں گے کہ دفعتاً تیز  
 ہواؤں کے جھکا چلنے لگے۔ اور کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ قطبی نے  
 ایک لمبے آرام نہیں کیا تھا۔ وہ جیسے اس وقت کا منتظر تھا۔ اس نے  
 مجھے قریب بلایا اور سب گوشی کے انداز میں بولا: ”مشر بار، صورتحال  
 پریشان کن ہو گئی ہے۔ یہ تیز ہوائیں سمندری طوفان بھی ہو سکتی  
 ہیں۔ ہر چند کہ طوفانوں کا موسم نہیں ہے۔ لیکن۔ سمندر کا کیا بھروسہ؟“  
 کیا طوفان خوفناک ہو سکتا ہے؟ میں نے پوچھا۔

”آندہ ایسے ہی ہیں۔“ قطبی کے جواب سے مجھے بھی پریشان  
 کر دیا تھا۔  
 اور سمندری طوفان آگیا تو کیا ہو گا۔ یہ چھوٹی سی چوٹ

اس طوفان کا کسی مقابلہ کر سکے گی۔ سب لوگ قطبی کے اہکشاف  
 آگاہ ہو گئے تھے۔ سب کے سب جہ سکون تھے سوائے سلمان کے  
 وہ کشتی کے ایک سرے پر کھڑا آسمان کی طرف منہ اٹھائے کچھ بددرا  
 تھا۔ جلدی کیا ہو گیا تھا۔ اسے اس کیفیت میں دیکھ کر اس کے  
 قریب پہنچ گیا۔ سلمان ”میں نے اسے آواز دی تو اس نے  
 گھبرا کر میری طرف دیکھا کیا بات ہے؟ اور کیا دیکھ رہے ہو؟“  
 میرے سوال پر اس نے گہری سانس لی اور سکرانے لگا کچھ  
 نہیں چچا جان، کوئی خاص بات نہیں ہے۔“  
 ”طوفان کا خطرہ ہے۔“ میں نے کہا۔

”یہاں بہت لوگ پریشان ہیں۔“  
 ”تم نہیں ہو۔“

”طوفان ہمارا کچھ نہیں لگا رہے گا۔ سلمان نے جواب دیا اور  
 میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ اس وقت سوال جواب کا موقع نہیں  
 تھا میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”درحقیقت فرزادی سے بڑا طوفان کوئی نہیں ہوتا لیکن اسی  
 کے باوجود دنیا بھر میں ہے۔ تم نا، الٹی کی باتیں نہ کرو خود کو تیار کر لو۔“  
 ”میں تیار ہوں چچا جان۔“ سلمان ایک دم سنبھل گیا۔ قطبی  
 نے لاپچ کے انجن بند کر دیئے تھے اور بڑی تندہی سے اسے تھوڑا سا  
 کوڑوں اور ٹوبے کی کوئی زنجیروں کے ذریعہ بندھا دیا تھا جن  
 کے سمندر میں گر جانے کا خطرہ تھا۔

”یہ شخص درحقیقت ہمارے لئے بے حد مہم آندہ ہے اسے  
 جہاز رانی کا پورا تجربہ ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں۔ سلمان نے فرمایا۔ ہوا میں تیز ہونے  
 لگی تھیں اور سمندر کا رنگ بدل رہا تھا۔ اونچی اونچی موجیں کشتی کی طرف  
 دوڑنے لگیں۔ طوفان آگیا۔ موجیں کشتی سے ٹکرائیں تو پہلی پھلناؤں  
 پورے کشتی کو شلوار کرنا دوسری طرف جا پڑا۔ کشتی اب سمندر کے گم  
 گرم تھیں۔ عملی طور پر چھٹا تھا اور اب نہ تو کسی سے اپنے بچاؤ کرنے کی  
 کوششیں کی جا رہی تھیں۔ ”لوگوں! مزدوروں نے ایک سوٹے رتے  
 کو اپنی کمرے سے کمرے میں لٹائی تھیں۔ یہ رتے ایک سوٹے رتے بندھا  
 ہوا تھا۔ کشتی اب بری حالت میں دوڑ رہی تھی کبھی ایک سوٹے رتے جھک  
 جاتی اور لوگوں کو کھینچ کر اب ڈوبی تھی کبھی کبھی کئی بندھ بوندنا۔ اس کا  
 ایک سر اٹھ کر اڑتی تھی۔ میں نے سلمان کو مضبوطی سے ایک سوٹے سے کس لیا  
 تھا۔ مجھے اس سے اپنے کچل جی کی مانند پناہ تھا اور درحقیقت ہی  
 وقت بے اپنے، اپنے سے زیادہ اس کے بھاد کی طرف تھی۔ پانی کے ٹھیرے  
 بڑھنے لگے تھے اور کبھی کبھی کبھی جگہ کھانے لگتی تھی۔ جھوٹا ہمارا وہ ٹوٹ  
 جانے۔ دنی کی چیزیں ابھی بے وزن ہو گئی تھیں اندہ آپس میں ٹکرائیں

مجلسیہ اسلامیہ دہلی میں شائع ہوا ہے۔

لا اله الا انت سبحانك اني كنت من الظالمين

میں نے اپنے لیے چاہا، تو یہ تھا جسے میں نے اپنی موت  
کے فرائض انجام دینے کے لیے ایک عظیم شکر گزار بن جانے  
کا ارادہ کیا تھا۔ میں نے اسے نہیں دے سکا، و چاہا ہی نہیں سکتا تھا۔

[illegible]

مجید الیکٹرک گائیڈ + جدید اینٹرٹینمنٹ ڈائریکٹ + جدید ایڈیٹنگ گائیڈ + جدید  
ایکٹر ڈائریکٹ + کپی رائٹنگ گائیڈ + جدید مصائب نگاری + پرنٹنگ ٹیکنیکل ڈائریکٹ + جدید  
گرافکس سائنس + پرنٹنگ ایپسلی ڈائریکٹ + ڈیزائننگ گائیڈ + پرنٹنگ انجینئرنگ گائیڈ + ۲۰۷  
مہینہ + ۲۰۷ گائیڈ + میمنٹو ڈکھانے کا + آئینہ سازی + ۷۷۷ سیریز گائیڈ + ٹیپ  
ریکٹر گائیڈ - یہ تمام کتابیں قابل بیرونی رشتہ داروں نے کھلی ہیں۔ جتنا میں کی حد سے ۱-۲-۱  
کونے کرنے والے لہجہ کم پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں پر ایجنڈا نافذ اٹھا سکے ہیں۔ ہر کام کے مکمل  
انتہائی آسانی سے سمجھانے کے طریقے، نوٹو آئیڈیٹ پر سمجھانے گئے ہیں۔ ہر بات نوجوانوں سے چل  
کونے جو بے روزگار ہیں کہ بہرہ ور وقت پر یاد کرنے سے بہتر ہے کہ کتاب کی حد سے کسی بھی  
ہنر کو اپنا کر روزی پیدا کریں۔ ( محمد تقی بلوچ، رشید، و امیر علی خاں، محمد اظہار خاں )

ملف کر کے دوبارہ لگانے پر ہی انہیں اشارت نہیں ہوا۔  
 قطعی طور سے سہلانے والا سمجھ اس نے کہا۔  
 ایک قطعی اور جرحی ہم سے کاشمیر کسی لاپرواہی  
 کو ہر ساتھ سے لپٹے۔  
 کیا خیال ہے قطعی سودا خان بہتر ہونے کے امکانات  
 نظر نہیں آتے؟ میں نے سوال کیا۔  
 میں کیا بناؤں کہ سمجھ میں نہیں رہا لیکن ہے کہ اور  
 دھوپ چڑھ جائے تو انہیں اشارت ہو سکے قطعی نے جواب  
 دیا اور ہم سب خاموش ہو گئے۔ چڑھتا سورج آہستہ آہستہ  
 اٹھتا اور دھوپ شام ہو گئی۔  
 منہم کو برا لاؤ رخ بدل گیا اور وہ کسی قدر تیز ہو گئی۔  
 منہم پر اتنی تیز نہیں تھیں کہ سمندر میں طوفان کا غصہ  
 پیدا ہو جاتا۔ لیکن وہ کشتی کو اچھے خاصے رفتار سے لے کر صباگ  
 رہی تھیں۔ اور کشتی اب تیزی سے ایک سمت چل رہی تھی۔  
 بڑی الجھنوں کا شکار ہو گئے تھے ہم سب کے سب کسی کی  
 سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جاسکے۔ لیکن سب سے زیادہ  
 جیت سہلانے کے پر سکون چہرے کو دیکھ کر ہوتی تھی کشتی اپنی  
 منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ ہواؤں نے اس کے لئے  
 راستے کا تعین کیا تھا اور ہم اس راستے کو تبدیل نہیں کر سکتے  
 تھے۔  
 کشتی کے آخری گوشے میں کھڑے ہوئے سہلان کے  
 نزدیک پہنچ کر میں نے کہا کہ میں نے یہ سہلان  
 "سودا خان بڑی پریشان کن ہو گئی ہے۔ سہلان"  
 "کیوں؟" اس نے سمجھاؤ لگائے۔  
 "تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ جب  
 طوفان آ رہا تھا۔ تب بھی تم اتنے ہی پر سکون تھے۔ اور اب  
 بھی میں تمہارے اتنا ہی کوئل نہ ہوں لیکن وہ دیکھ رہا ہوں۔"  
 "کیا آپ میری بات پر یقین کریں گے۔ چچا جان۔ میرا  
 مطلب ہے جو کہ میں کہوں گا۔ اسے میرے دماغ کی خرابی  
 تو نہیں سمجھ کر رہیں گے۔"  
 "کہا کرتا ہوں کہ وہ کہو۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے  
 کہا۔  
 "ہم جس انداز کی جانب چل رہے ہیں۔ وہی بار بار مطلع  
 نکال رہے ہیں۔ وہ ان کے لئے وہ نہیں گئے آپ اس بات پر  
 یقین کریں۔ حالات کسی بھی شکل اختیار کریں۔ لیکن ہر طرف  
 ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔"

یہ بات تم انہیں وٹوں سے کیے کہہ سکتے ہو؟ میں نے  
 سوال کیا۔ اور سہلان کے چہرے پر ایک ہراسنا سی مسکراہٹ  
 پھیل گئی۔  
 میں کس مسئلے میں کوئی خاص بات نہیں کہوں گا لیکن  
 یوں سمجھ لیجئے کہ وہ سنائی دینے والی آواز میں میرے کانوں  
 میں سرگرمیاں کر رہی تھیں۔ ایک کاکب ہے کہ ہم اپنی منزل کی  
 طرف چل رہے ہیں۔ ہلوان اور یہ راستے کی رکاوٹیں  
 کوئی حلیت نہیں رکھیں، ہمیں منزل تک پہنچنا ہے۔ میں  
 عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے گمانی گزرا کہ  
 کہیں سہلان کی ذہنی حالت تو متاثر نہیں ہوئی ہے۔ لیکن وہ ہر  
 طرح سے مطمئن نظر آ رہا تھا۔ ہر طور میں نے اس مسئلے میں  
 اس سے کوئی بات نہیں کی۔ کہا کہ اس بات کا کوئی مجھے بھی  
 اندازہ تھا کہ حالات ہراسنا ہیں اور سہلان کو جو شخص اس کے  
 آباؤ اجداد نے سونپا ہے۔ اس میں وہ سب سس کی ابتدا بھی  
 کر رہے ہیں۔ سہلان کی اس بات کو سن کر مجھے ایک گونہ سکون  
 محسوس ہوا تھا۔ ہر طرف کشتی بڑھتی رہی۔  
 سنارے نقل آئے چاند روہم شمس خلد شمس کی مدد  
 چھاؤں میں ہم سمندر تک چلنے ہوئی موجوں کو دیکھتے رہے۔ بلدی  
 رات کوئی سکون سے نہیں سو سکا تھا۔ کسی کو گھر اور گھر آ بھی  
 جاتی توجہ جو کچھ کر انھیں چھٹانے لگا۔ بے یار و مددگار  
 سمندر کے سینے پر وقت گزارنے کا غور سب ہی کے لئے  
 بولنگ تھا خاص طور سے قطعی جو کہ ہلوانوں پر بھی چکا تھا  
 ان مسئلے میں سب سے زیادہ پریشان تھا۔ کیوں کہ سمندر کی  
 پراسرار زندگی کے بارے میں وہی سب سے زیادہ جانتا تھا  
 اسے یقیناً علم تھا کہ اگر کشتی اس طرح جے بارہ مددگار  
 سمندر کے سینے پر چلے گی تو بظاہر ایک دن وہ آجائے  
 گا۔ جب تو ملک ختم ہو جائے گا اور پھر وہ تمام سلسلہ شروع  
 ہو جائے گا۔ جتنے وقت کہانوں کی باتیں کیا جاتے ہیں لیکن میں  
 کی حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یا کہ اگر وہ تو  
 قطعی نہیں جو کسی نہ کسی طرح سمندر میں کسی چوٹ تک جاوے  
 گا۔ لہذا ہر چکا ہو اور نقدی نے اسے بھا کر دوبارہ زندگی  
 کی طرف لوٹا دیا۔  
 رات گزر گئی۔ لیکن دوسری صبح جو اسی پوری طرح  
 اٹھنے لگی تھی۔ ہوائی خاص جلد سے نئے خوشیوں کا پیغام دانی  
 تھی۔ وعدہ اللہ کے سہ سے ہم نے ایک سیدہ کھیر دیکھی تھی  
 اور سیدہ کھیر کوئی جریرہ ہی ہو سکتی تھی۔ ہم سب ایک جگہ  
 48

## طاقت کے اشتہار

میں ہو گئے اور جزیرے کی جانب دیکھنے لگے۔ منور نور شہد  
 مہائے نگہ وہ عربی زبان میں جیشیرو۔ جیشیرو بکار رہے تھے  
 اور قطعی کے کہنے پر ایک بار پھر انہوں نے چپ سنبھال لئے۔  
 کم از کم ایک منزل نظر آئی تھی اور اب اس منزل کی جانب  
 سفر کیا جاسکتا تھا۔  
 بنیاد کشتی کا بڑا اس طرح ہو گیا۔ آہستہ آہستہ واضح  
 ہوتا جا رہا تھا۔ قطعی نے اس طرح کی تھی۔ اور ہم سب سب  
 سے سوچ رہے تھے۔ کہ بالآخر وہ مشکل حل ہو گئی۔ جو ہم سب  
 کو سوچوں کا شکار کئے ہوئے تھی۔ ہم سب بے حد  
 خوش ہو گئے تھے۔ جریرہ آہستہ آہستہ غریب آنا جا رہا تھا۔  
 اور کشتی اسی کی جانب چل رہی تھی لیکن جب ہم جزیرے  
 کے کچھ اور غریب پہنچے تو یہ دیکھ کر ہم سب بہت حیران  
 ہو گئی کہ جزیرے کے گرد چاندوں کی طرح بڑی بڑی چٹانیں ہیں  
 اور وہاں بڑی بڑی شہر بنی ہوئے ہیں۔ سہلان نے کہا کہ  
 ان چٹانوں سے گزرنے میں تو ایک مہینہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر  
 کشتی ان موجوں کی لپیٹ میں آکر چٹانوں سے ٹکرائے تو ہند  
 لمحات کے اندر اشد ہمارے اعضاء فضا میں کھڑے ہو جائیں گے  
 ہم نے آپس میں مشورہ کیا قطعی نے کہا کہ کشتی کو زیادہ  
 نزدیک نہ لایا جائے۔ بلکہ کسی ایک جگہ رک کر تھیرتے  
 ہوئے جزیرے تک پہنچا جائے۔ اس تجویز سے فرار سی اور  
 خلیج کو تھوڑا سا انقلاب ہوا۔ نیکان نے کہا۔  
 "لیکن کشتی کو اس طرح سمندر میں بھی تو نہیں چھوڑا جا  
 سکتا۔ جس میں ہمارا ساز و سامان ہے۔ اسے ہم کس طرح  
 وہاں تک لے جائیں گے؟"  
 "آپ کا کہنا درست ہے۔ سہلان۔ لیکن یہ تو دیکھتے  
 کہ سمندر میں اس طرح ہم بے یار و مددگار ہو گئے ہیں۔ کہ  
 اگر ہم اس جزیرے میں نہ اترے تو چاروں زبانیں بھی  
 ختم ہوں گی۔ چنانچہ میں نے جس طرح جزیرے کے گرد چٹانیں  
 بکھری ہوئی ہیں اور جس طرح موجیں اس کے پاس سر  
 اٹھاتے ہیں۔ اگر کشتی میں توڑوں کی لپیٹ میں آکر کسی چٹان  
 سے ٹکرا جائے تو چاروں زبانیں ہی ختم ہو جائیں گی۔ ان حالات  
 میں ہم سہلان کی فکر کریں یا اپنی۔"  
 "وہ تو ٹھیک ہے لیکن پھر مجھے کھلنے پھٹنے کا کیا چکاؤ؟"  
 "اس کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ جو  
 سلاز و سامان ہم کسی بھی طرح ان دائروں میں نہیں  
 کر سکتے ہیں۔ وہ ہم اپنی اہستہ پر لاؤ کہ قطعی اور کشتی کو اسی  
 49

کہتے ہیں تیرہ سے اٹھارہ سال تک بڑی خطرناک  
 ہوتی ہے انسان کے جسم پر۔ اس طرح جزیرے کے اطراف سے  
 ہوتے ہیں۔ عمر انہوں نے اسے ایسی ہی بے راہ روی کا شکار  
 ہو جاتے ہیں اور انسانی تسکین کے بغیر نظری طریقے اپنا لیتے  
 ہیں اور کچھ عرصہ بعد خود کو کھو دیتے ہیں۔ دیواروں پر  
 "کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کے اشتہار دیکھتے ہیں  
 نیم حکموں سے رجوع کرتے ہیں، ان کا لٹریچر پڑھتے اور  
 یقین کر لیتے ہیں کہ ہم اپنی خواتین تباہ کر چکے ہیں۔ جبکہ  
 ایسا نہیں ہوتا ہے۔ تو خیال لاطینی کے سبب پریشان  
 رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اپنا علاج کرانے  
 سے پہلے جنسیات پر کبھی گئی کتابوں کا مطالعہ کریں۔  
 ایسی بہت سی کتابیں بلزائیں دستیاب ہیں جن میں  
 "جنسی خفیہ راز" اور "جنسی صلاحیت بڑھائیے"  
 بہت مقبول ہیں۔ یہ کتابیں ہر لحاظ سے کارآمد ہیں انکے  
 پڑھنے سے ذہن میں پڑا ہوا خوف نکل جاتا ہے۔ جو  
 غلط فہمی ہم میکوں کے اشتہاروں نے پیدا کی ہے۔ دُور  
 ہو جاتی ہے۔ ان کتابوں میں قابل اعتماد حکما کے نسخے  
 بھی موجود ہیں، نسخوں کی دوائیں بہت معمولی رشم  
 خراج کر کے ہاند سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس طرح  
 وہ لاجوں جو چوڑی کے جوش میں بیکس گئے تھے لیکن اب  
 کی مدد سے خود کو سنبھال سکتے ہیں۔  
 (ڈاکٹر اسلم غل)  
 مشورہ ادیب ہنری طرے ایک مرتبہ پیرس میں سیب کا  
 پاپا گلاس لٹاتے ہوئے اس نے دکان والے سے پوچھا: "تم دن بھر  
 کتنے سیبوں کا زین بیچ لیتے ہو؟"  
 "تقریباً ایک سو سیبوں کا۔ دکان دار نے بتایا۔  
 "میں بھی ایک مشورہ دیتا ہوں جس پر عمل کر کے تم تقریباً دو  
 سو سیبوں کا زین بیچ سکتے ہو۔ ہنری نے کہا۔  
 "کیسے؟" دکان دار نے قرار ہو گیا۔  
 "گلاس لٹاؤ اور دیکھو۔"



جگہ چھوڑ دیا جائے۔  
 اور اگر اس جگہ سے وہی کاغذ لے کر  
 پڑا تو۔  
 جو کچھ بھی ہو گا وہی کاغذ لے کر  
 چاہتی ہے۔ ہم وہی کچھ تو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ تو کئی نہیں کہ ہم  
 سمندر کے پتے پر زندہ رہیں اس سے بہتر یہ ہے کہ کشتی  
 پر زندہ رہیں اور کشتی ہی آتی ہے تو سمندر کے  
 پتے پر بھی نہ جی اور کشتی پر بھی آ سکتی ہے۔ قطب نے  
 جواب دیا۔  
 ہر طرح سب تیار ہو گئے۔ درحقیقت اس کے سوا  
 اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ لیکن اس کے لئے کچھ خاص  
 انتظامات بھی کئے گئے تھے۔  
 کپتان کے تھیلے اپنی پشت پر باندھ کر ہم نے اپنی کر  
 میں رہیں گے چھندے ڈالے کسی کلاک سراسب سے  
 تھے قطب کی گھر میں تھا وہ سب سے پہلے میری گھر میں  
 میں تمام منہ ہوا اس ایک ہی چھندے سے منگتے تھے اس  
 طرح کہ اگر کسی ایک کھانے کے ذائقہ کا خوف نہیں ہوا تھا  
 ہم نے جلد کشتی چھوڑ دی۔ سب سے پہلے قطب نے اپنے  
 عمل اور اس کے بعد ایک ایک کر کے ہم سب۔ قطب نے میرا ہوا  
 آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ کسی ایسے راستے کی تلاش میں تھا۔  
 جہاں سے سمندر کی دیو سیکل میں نہیں سمندر کی چٹانوں  
 سے ٹکرانے سے روک سکیں اور قطب کی زبردستی آکھوں نے  
 ایسی جگہ تلاش کرنا۔ وہ نسبتاً بہتر جگہ پہنچ گیا۔ اور سب سے  
 پہلے وہی کشتی پر اتر آئے اس کے بعد ہم سب۔  
 چاند طرف اونچی اونچی اور وہاں چٹانیں پھیل رہی  
 تھیں ان کے گرد وہیلی زمین تھی۔ کافی دور دور تک کوئی  
 پورا یا پانی کا قطرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بالکل وہیں اور بے  
 آب و گیہو ماحول تھا۔ جہاں ہر منہ ہوا ہر صورت چٹانوں کے  
 حوالہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان چٹانوں کا رنگ ہزار سال  
 کی گردنیں بل و نہار کے باعث گہرا سیاہ پڑ گیا تھا اور انہیں  
 دیکھ کر بیت ہاری ہوئی تھی۔ ہاں لگتا تھا۔ جیسے چٹانیں ان  
 کی پہلی کرکچہ کر تھیں۔  
 ہند سے پاکیشہ و دیگر بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔  
 چند منٹات پر گھرے گھرے کھنڈوں میں پورے کا پانی جھرا  
 ہوا تھا۔ لیکن اس میں سے کمالی برکت نہ آئی تھی۔ وہی  
 تھی اور ہاں اس میں دیت کی اتنی آہستہ آہستہ تھی کہ اگر خیر

تیرن پاس بھی لگ رہی ہو۔ تب بھی یہ پانی جیک تک نہیں  
 جاسکتا تھا۔  
 ہم سب نے کمر سے بندھی ہوئی رسیدیں سے خود  
 کو آزاد کر دیا۔ ان رسیدوں کے لپے ناکر کدے پر ڈال لئے۔  
 مجھے درمیان سے ٹکڑے کر کے۔ لپے بنائے گئے۔  
 کیونکہ ایک آدمی۔ ساری رسی سے کر نہیں چل سکتا تھا۔  
 نہ جانے آگے میں کس شکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ ہر طور  
 سمندر میں تیر کر یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اور کشتی سے پور چور  
 تھے۔ لیکن اس وقت سے جب سے طوفان نازل ہوا تھا۔ ہم  
 سب مسلسل جدوجہد میں مصروف تھے۔ چنانچہ فیکلن کے مشورے  
 پر سب سے پہلے سی فیصل کیا گیا کہ کوئی سطح جگہ دیکھ کر آرام  
 کی جگہ ملے۔ اور اس وقت تک سوتے رہیں۔ جب تک  
 تندرستی نہ ہو جائے۔ سب ہی نے اس بات سے اتفاق کیا  
 کیونکہ سب ہی کے بدن ٹھکنے سے چور تھے۔ ایسی جگہ تلاش  
 کرنے میں کوئی زیادہ وقت نہیں ہوا۔ بس ہم سمندر سے  
 کافی دور ہٹ گئے تھے۔ تاکہ بانی کا شدید شور ہماری  
 نیند میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ لیکن نیند میں تو اس وقت صوبہ  
 اسرائیل بھی کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ ہم سب گہری  
 نیند سو گئے۔  
 صبح ہم اس وقت جاگے جب سورج ڈوب چکا تھا  
 شام کے جودا کسلے سیاہی چٹانوں پر اتر آئے تھے۔ اور  
 چٹانیں ان میں رد و پیش جو کر رہ تھیں۔ اتنی گہری ہر کی پھاؤ  
 جاری تھی کہ چند لمحات کے بعد ہاتھ کر ہاتھ بھی نہ سمجھا  
 دے۔ ہمارے پاس روشنی کا انتظام تھا۔ لیکن اسے محفوظ  
 رکھا گیا۔ ضرورت نہ تھی۔ روشنی جلا کے کیڑے مکوڑے  
 گھریاں پہلے بھی نہیں نظر آئے تھے۔ اس لئے یہ خطرہ بھی نہیں  
 تھا کہ زمین پر کوئی ایسی چیز نظر آ جائے گی جس کی وجہ  
 سے ہمیں جان کا خطرہ لاحق ہو جائے۔  
 دی گزر گیا تھا۔ چنانچہ اب جھوک بھی لگ رہی تھی۔  
 قطب کے مشورے پر سب نے فیسے لپے کھنڈوں کے  
 تھیلے کھولے اور تھوڑی تھوڑی سی خشک غذا میں نکلان کر  
 میدے میں تار لیں۔ لیکن ان کی مقدار اسیت کم رکھی گئی  
 تھی۔ یہ غالباً اس وجہ سے کہ ہم ہاں دو چند رہیں۔  
 رات تو ہر سکون ہی گزار لی تھی۔ مگر دوسری صبح ہم  
 کچھ کر سکیں اور درحقیقت رات کی ہر سکون نیند نے دوسری  
 صبح میں پھر طرح چلنے و چہرہ کر دیا۔ سمندر کی کم ہواؤں

نے ہمارے بدن تم کر دیئے تھے۔ لیکن یہ بھی اس وقت بڑی  
 نہیں لگ رہی تھی۔  
 صبح کو جب ہم جاگے تو سورج بلند ہو چکا تھا اور  
 فضا میں دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ سیاہ چٹانیں بھی اس  
 دھوپ میں جھلک سی تھیں۔ دور بیت دور بیت کافی  
 دور ہیں کوئی سرخ سی نیلے نظر آئے۔ یہ نیلے ایک بلند جگہ  
 نظر آ رہی تھی۔ قطب اسے دیکھنے لگا۔ اور پھر تھوڑی دیر  
 تک دیکھنے رہے کے بعد اس نے مجھے منور کیا۔  
 "سرباب براہ کرم دیکھئے میرا خیال ہے یہاں انسانی وجود  
 موجود ہے۔" اس نے کہا کہ میں اس کے اشارے کی جانب  
 دیکھنے لگا۔ وہ سرخ نیلے مجھے بھی نظر آ گئی تھی۔ لیکن اندازہ  
 نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کیا ہے۔ میں نے قطب سے پوچھا۔ تو قطب  
 کہنے لگا۔  
 "یقیناً کوئی سرخ کپڑا ہے۔ جو فضا میں لہرا رہا ہے؟"  
 "اور۔" میرے ہونٹ کھل گئے۔  
 "کیوں؟"  
 "تم اس سرخ کپڑے کے بارے میں کیا اندازہ لگا سکتے  
 ہو قطب؟"  
 "میں نہیں کہہ سکتا لیکن جو خیال آپ کے ذہن میں آیا  
 ہے۔" سرباب۔ وہ میرے ذہن میں بھی آیا ہے۔"  
 "خف۔" میں نے سوال کیا۔  
 "یہ کپڑا کسی ایسے سیاح کا بھی ہو سکتا ہے جو یہاں  
 تک پہنچا ہو۔ لیکن یہاں ہمیں کر رہ گیا ہو۔"  
 "ہاں۔ یہی خیال میرے ذہن میں بھی تھا۔ اس نے  
 ممکن ہے امداد طلب کرنے کے لئے یہ کپڑا کسی بلند جگہ  
 باندھ دیا ہو۔"  
 "ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ تو پھر کیا خیال ہے؟" قطب  
 نے پوچھا۔  
 "کیا کہا جاسکتا ہے۔ اب تو کشتی بھی ہم سے چھین چکی  
 ہے۔"  
 "یقیناً لیکن زندگی کم از کم ابھی تک محفوظ ہے۔ یہاں  
 رہ کر ہم زندگی بچانے کی کوئی ترکیب بھی سوچ سکتے ہیں  
 اگر کشتی میں پڑے رہتے تو آپ یقیناً کچھ بہت جلد  
 جلدی زندگیوں کا خاتمہ ہو جاتا۔"  
 "میں متفق ہوں تم۔" اور جانتا ہوں کہ تم سمندی  
 زندگی سے بہت اچھی طرح واقف ہو۔" میں نے جواب

دیا۔  
 "بہر حال آؤ ہاں لوگوں سے بھی بات کر لیں اور امنیں  
 بھی یہ سرخ کپڑا دکھا دیں۔ ممکن ہے۔ ان میں سے اور  
 کوئی بھی صحیح راستہ دے سکے۔" قطب نے گردن ہلا دی۔  
 اور تھوڑی دیر بعد ہم نے ان سب کو وہیں جمع کر لیا۔ وہ سب  
 اس سرخ کپڑے کے بارے میں اپنی اپنی رائے دینے  
 لگے۔ لیکن ان سب کی رائے ایک دوسرے سے اختلاف  
 نہیں رکھتی تھی۔ سب کا یہی خیال تھا کہ کسی مصیبت زدہ انسان  
 نے اپنی امداد کے لئے یہ سرخ کپڑا باندھا ہے۔"  
 "تو پھر اس کی طرف بڑھا جائے۔" قطب نے پوچھا۔  
 "ظاہر ہے۔ یہاں ان چٹانوں میں زندگی تو نہیں گزارا جاسکتی  
 سکتی۔ اب لوہ کوئی سہارا تو رہ نہیں گیا۔" میں نے کہا اور  
 سب مجھ سے متفق ہو گئے۔ ابھی تک کسی نے کوئی شکایت  
 کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کہتا بھی کوئی کیا حادثات کہ اس طرح  
 تہمتی ہوئے تھے کہ اس سلسلے میں کسی کو ذمہ دار ٹھہرا نہیں  
 جاسکتا تھا۔ سمندی موجوں نے ہمارا رخ بدل دیا تھا۔ اور  
 ہم اس جہاز سے پر آ پڑے تھے۔ ویسے یہاں آنے کے سلسلے  
 میں سب ہی نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ کہ ہماری  
 زندگیوں خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔ اگر والدین آگے تو ایک  
 عالیشان خزانہ سے گزرائیں گے اور اگر زندگیاں ویران علاقے  
 میں ہی ختم ہونا ہیں۔ تو پھر جو جائیں اس کی پروا ابھی تک  
 کسی کو نہ تھی۔ چنانچہ آپس میں ہم سب میں ابھی تک مکمل  
 اتحاد و اتفاق تھا۔ اور یہ اتحاد و اتفاق ہی ہماری زندگیوں  
 کا ماسخ بن سکتا تھا۔  
 چنانچہ ہم ہر سکون کے ساتھ کہیں جھپٹان اور کہیں  
 کھردری چٹانوں پر سفر کر کے گئے۔ یہ چٹانیں کہیں کہیں سے  
 درمیان میں رخ نہ تھیں۔ جنہیں عبور کرنا مشکل نہ ہوا۔  
 اور لیوں ہم طویل سفر طے کر کے سمندر سے فاصلے دور ہو  
 گئے۔ اس کے بعد ہم چٹانوں کے سلسلے کے آخری حصے تک پہنچ  
 گئے۔ جہاں سے پھر تہلی زمین کا سفر شروع ہوا تھا۔ جو  
 کھردری اور کہیں کہیں چٹانوں سے جھری ہوئی تھی۔ لیکن چٹانوں  
 کے بالکل رامن میں ہم نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر ہم مشعر  
 رہ گئے۔  
 پہلے کئی ٹپٹھیلے کشتیاں بھری ہوئی تھیں۔ ان  
 کے نیچے آدھرا فخر بھریے ہوئے تھے۔ اور ان کشتیوں  
 کے درمیان کہیں کہیں انسانی جہاز بھی نظر آ رہے تھے۔ ہم

سب وہ ہشت ناک منظر دیکھ کر شہر درو گئے تھے طبی  
جیبت میں لگا ۳۰ سے اس منظر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس  
کے میرے کان میں سر کرشنک  
کہا گیا ہے۔ اس منظر کو دیکھ کر ہسٹیک اڑا جانے لگا۔

ازراہ ہے "ا"  
بہی مطلب ہے اس بات ہے۔ انہیں نے سواں کیا۔  
"چہ نہیں۔" بچہ کون سی ایسی جگہ ہے جو ہمارے لئے اورنگ  
بابت ہو تو یہ کون وہی جگہ ہے جو ہرگز نہ ہو سکتی ہو۔  
انسانی پنہ کہ کبھی نہیں آتا اور یہ کشتیاں و کشتیاں وہاں تک  
کہے نہیں۔ ہرگز نہ تو ان کا کوئی وہم و گہم نہیں تھا۔ یہاں تک  
کہ وہاں نہیں۔ نہ ہیڑہا تھا۔  
"لکن یہ کوئی سہولت نہیں ہے۔ انہوں نے ان کے اندر سے  
اگر یہاں تک آتا ہے۔" میں نے کہا۔

"بات ناقابل قبول ہے۔" طبی نے جواب دیا۔  
"کبھی میرے لہاں میں ہیں، ہشت زندہ نہیں ہونا چاہیے  
جو کہ کسی اور کو زندہ رہی کا فیصلہ ہو گا۔ آؤ لیجے چلتے ہیں۔" میں  
نے کہا۔ سلطان جگہ چلے ہی کھڑا ہوا تھا۔ وہ تھکے جڑ کر رہا۔  
مگر آپ رگ بچے ہاتھ سے چلتے تھے۔ وہ جیت نہ دی تو سب سے پہلے  
میں لے آتا ہوں اور اس دن نہ موت رہوں اور کوئی مشکل  
وہی نہ آئے تو پھر آپ رگ بچے کی تھلے۔

"ہیں کس۔" ہم میں سے کوئی بھی نہیں ڈرتا۔ طبی نے  
جواب دیا۔ نیکان لڑائی میں ہم سے شوق ہو گئے اور ہم سب  
بچے اڑ گئے۔ بھاری ہاتھی زمین پر سب سے پہلے گرنے لگے۔ وہی بڑی  
کھینچا کر دیکھا۔ وہ کہیں سال کا شکار نہیں ہو سکتا۔ وہی نہیں  
اور پھر انسانی جبروں کو دیکھ گئے۔ وہی وہ انسانی جبر سے  
بدلتے ہوئے تھے۔ ہتھوڑے ختم ہو گئے۔ ہاتھ پر کہیں کہیں خالی  
کو چڑیاں نظر آ رہی تھیں اور ان کے جگر ٹپٹپٹ تھے۔  
ہماری جگہ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کتنے رگ بچے اندر پہاں  
کس طرح موت کا کارہ ہو گئے۔

ابنہ اس منظر کی ہشت سب پر چھائی ہوئی سوائے صوفی کے  
وہ بچہ بچہ جان نہ بھلے کس طرح آتا ہے خوف اور ہر گز نہ  
کبھی تو نہیں آتا تھا۔ سلطان کی ہادی زندہ گری میری نگاہوں  
کے سامنے تھی۔ اب تک میں یہ دیکھ رہا تھا کہ وہی تہہ میں میری  
کہہ رہی تھی۔ "ہرگز نہیں۔" اس کی ہتھوڑے نظر تو آتا تھا۔ اس کے  
ہاتھ کوئی نہیں تھا۔ چھوٹی سے آٹا ہوا وہ اسے نہیں رہا۔

آپنا خود ڈرتا۔ طبی نے بولا

اس بولی کی دہشت ناک سے انکا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن  
ہمیں اس پر تو جوشیں دینی چاہیے۔ ہر حال میں آگے بڑھ کر نہ لگی  
خوش کرنی ہے۔

"تو جیک ہے آگے بڑھو۔" میں نے کہا اور ہم سب یہاں سے  
آگے چل پڑے۔ کھردری اور پھر ملی زمین پر تیز رفتاری سے سفر  
نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ہماری رفتار تھمت گئی۔ ہم سب نے  
اپنے اپنے ہتھیار ہتھوڑے سے ہتھوڑے پر نہ تھے۔ یہ کہہ کر اس وقت یہ  
ہمارا بہترین ہتھیار تھا۔ آگے ہمیش آئے دلے واقعات کے بارے  
میں کہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

جس جگہ ہم سفر کر رہے تھے چڑھائی تھی۔ جب ہم نے چڑھائی  
ہو کر کوئی تو ہمیں پہلے رگ بچے کی ہتھوڑوں کے جھنڈا نظر آئے۔ ایک لمبے کے  
لمبے ہم یہاں رگ بچے کی ہتھوڑوں میں داخل ہو گئے۔ گھاس تھی جو رگ  
تھی اور اس کے درمیان سے گزرنے میں کوئی وقت نہیں پیش آ رہی  
تھی لیکن ان سے گزرنے کے بعد پھر وہی کھردری زمین اور چٹانیں  
پہاں بہت چڑی جلی تھیں اور کہیں کہیں ان چٹانوں میں سوراخ  
بھی نظر آ رہے تھے۔ یہ سوراخ غول ناک ہو سکتے تھے۔ لیکن یہ ان میں  
کوئی پہاڑی جانور یا شہیدہ ہو۔ جو کھنے رہنے کے علاوہ اور کچھ کیا  
کھتے تھے۔ یہ سوراخ غول ناک ہو سکتے تھے۔ وہ سوراخ کچھ اب بھی کافی  
دور نظر آ رہا تھا اور اب مزید واضح ہو گیا تھا۔ ایک لمبے ان میں  
بندھی ہوئی کوئی نہیں تھی۔ اسے دیکھ کر ہمیں اندازہ ہو گیا کہ ہر حال  
کوئی انسان یہاں پہنچنا ضرور ہے۔

دھنسا سلطان نے کہا۔ "چھا جان۔ ایک بات میری بھوک نہیں  
آئی۔ اگر یہ سوراخ انسانوں یا سمنند کی جہازوں کو سوراخ کر کے گزرنے  
کا حلیہ ہے تو کیا اسے اس جگہ باندھنا تھا۔ اس کے لئے تو بہتر طریقہ  
ہے تھا کہ ساحل پر کسی بلند شان پر یہ فاس نصب کیا جاتا۔ یہاں اس  
کی موجودگی کو کبھی نہ دیکھتے۔ سلطان کی بات اس انداز پر تھی اور  
وزن دہن تھی کہ میں حیران رہ گیا۔ وہ حقیقت سوراخ کچھ اس قدر سے  
تو نظر نہیں آتا تھا۔ پھر اس کی یہاں موجودگی کیا حیثیت رکھتی ہے۔  
فطری فزنی اور نیکان بھی ہم سے اس قدر موجود تھے وہ بھی اس لئے  
ہم نے حذر کر لے تھے لیکن کسی کے ذہن میں یہ بات سات نہ ہوئی پھر  
میں نے شلنے چکاتے ہوئے کہا۔

"ہمیں کوئی شک نہیں کہ بات کس قدر جبریت انگیز ہے  
لیکن میں سمجھنے کے لئے زیادہ مزید نہیں ہونا چاہئے۔ جیک  
ہمیں سوزن پر جو کہ کسی پٹریں آؤ گا جھگڑا رہے گا۔"

دوسرے لوگوں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ہم آگے  
بڑھتے رہے اور بالآخر اس باغ کے قریب پہنچ گئے۔ صاف ظہار  
تھا کہ وہ باغ نہایت گہرا تھا۔ اندر وہ سوراخ کچھ کی تھیں ہی  
تھی لیکن تاحات کوئی سورتی دہائی نہیں ہوئی تھی۔ کوئی شخص نظر  
نہیں آ رہا تھا لیکن پن کر کے فاصلے پر ہی ایک اور انسانی ڈھانچہ  
نظر آیا جو بالکل بے سوسکا ہوا تھا اور خاصہ پرانا معلوم ہوتا تھا۔ ہمیں  
نے گراں ہو گیا۔

"بڑی ہولناک جگہ ہے۔" میں نے اشارے میں بولا۔ کسی نے  
میری بات کو کوئی جواب نہیں دیا۔ آنا سفر کرنے کے بعد ہم تھک  
گئے تھے۔ چنانچہ آرام کی طمانی۔ زمین پر بیٹھے تو ریں محسوس ہوا۔ چوبیس  
اب اٹھائی نہ ہائے گا۔ چنانچہ بانی وقت ہمیں اسی جگہ گزارنے کا  
فیصلہ کر لیا گیا۔ کوئی جلدی نہیں تھی۔ بس آہستہ آہستہ سفر کرنا تھا۔  
تقدیر یہاں تک لے جائے۔

شام ہو گئی جگہ جگہ آگ روشن کر لی تھی اور اس روشنی  
کے لئے ہم نے وہ ٹھیک گھاس استعمال کی تھی جو جگہ میں بہت  
ہی عمدہ تھی۔ یہی آہستہ آہستہ جلتی تھی اور جلدی تلک پکڑ لیتی  
تھی۔ آگ ہم نے فاصلے فاصلے پر روشن کی تھی۔ اس لئے اس کی  
تپش یہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

تمام سیاہ خام و زجوان بند و قیس نے ہمارے پہرہ سے  
رہے تھے۔ رات کو کسی حادثے سے بچنے کے لئے ہم نے ہی فیصلہ  
کیا تھا کہ وہ دروازہ دروازہ جاگ کر اپنی اپنی اجسام دریں گے۔ جانا کر کوئی  
حادثہ متوقع نہیں تھا۔ یہاں انسان نظر آتے تھے نہ جانور۔ دور  
دور تک پٹیلی میدان پھیلتے ہوئے تھے۔ اگر کوئی غلو تھا تو صرف  
ان چٹانوں میں بند ہوئے چھوٹے چھوٹے خاروں سے ملتی ہے۔

ان خاروں میں کچھ شہیدہ ہو۔  
کمانے پینے سے خائف ہو کر ہم ایک جگہ میں جھکے۔ کچھ لیب  
س باہری ڈھانچہ میں گھر کر رہی تھی۔ مگر صوفی تھا تو صرف سلطان اس  
کے چہرے کی ہانپا۔ کہہ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کی غول ناک  
ہم پر تل رہا ہے اور اسے واقعات کی کوئی تاثر نہیں ہے۔ وہ ہم سے  
کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا اور شاید کسی سوچ میں لکھ تھا۔ اس نے ہم سے  
اچھے اچھے دھیان مشرک کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اگر اس کا دل چاہتا  
تو خود ہی یہاں پہنچ جاتا۔

طبی نے بھی سلطان کی یہ کیفیت محسوس کر لی تھی۔ چنانچہ  
وہ کہنے لگا۔

"پچھے اس لوہان پرست جبریت ہوتی ہے۔ یہ حالات سے  
کس قدر بے پرواہ ہے۔ جیسے من واقعات پر اسے کوئی تشویش

نہ ہو۔" غیر تو نا ممکن ہے کہ ستر سمان کو ان واقعات کا کوئی  
اندازہ نہ ہو۔ لیکن وہ حد سے زیادہ بلند زحمان ہیں۔ انہوں نے  
اپنی رائے ظاہر کی۔

"اے۔ وہ ان حالات سے بالکل لاپرواہ نظر آتا ہے۔ شاید  
وہ ضرورت سے زیادہ دیر اور خود اعتماد ہے۔" فزنی نے بھی  
یوں نہانا۔ سب سمجھا رہی تھیں تو اس سے ان کی گفتگو سن رہا تھا تب  
طبی نے کہا۔

وہ یہ ہم اس حادثے کا شکار ہو کر اپنی منزل کھینچے ہیں۔  
سب نے جی بات تو یہ ہے کہ یہ نہیں ہیں سکا کہ یہ جزیرہ کتنا  
وسیع و عریض ہے۔ جزیرہ ہے ہی یا نہیں کسی سے کہہ سکتے ہیں۔  
ساحل پر کڑے ہو کر کبھی کسی سے کہہ کر اس کا کوئی اندازہ نہیں  
ہوتا اور زمین دور تک پھیل ہوئی ہے۔ اس بات کے انکشاف  
بھی ہمیں کچھ حیرانے اعظم اثرات کی ہیں۔ دال ہر جگہ ذرا۔"  
طبی نے کہا۔

"ہاں میں خود بھی اس موضوع پر سوچ چکا ہوں۔ اگر ہم  
حیرانے اعظم میں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں تک کا سفر  
نا کام نہیں رہا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" طبی بولا۔

"بہر طور کرنا چاہیے۔ اور اب ہم کتنی دور ہیں گے اور اب

تک یہ بے مقصد سفر کرتے رہیں گے۔" فزنی بولا۔  
"دیکھو۔" سلطان۔ اس سفر کو بے مقصد تو کہا نہیں  
جاسکتا۔ اگر وہاں ہمارا ساتھ دیتے تو ہم اس منزل تک پہنچ جاتے لیکن  
کسی بھی ہمیں اس قسم کے واقعات کو متوقع ہوتے ہی چلا پڑتے تھے۔  
کے فیصلوں کا انتظار کرنا چاہئے۔"

"وہ تو جیک ہے لیکن کیا اب اپنے نقشوں کے ذریعے اور اگر  
کے واسے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے۔" سلطان بولا۔  
فزنی نے جواب سے سوا کیا۔

"نہیں۔" اگر وہ اپنی منزل کی جانب بڑھے رواد ہوتے تو  
میں بتیں کر سکتا تھا کہ کتنی سی ستوں میں سفر کرنا ہے۔ لکھنے آپ  
کے سامنے موجود ہیں اگر آپ چاہیں تو ان پر غور کر سکتے ہیں۔ بہر حال  
ابھی تک کوئی ایسی حالت نہیں ملی ہے کہ ہم اس جگہ کا تین کر سکیں۔  
شہ نے جواب دیا۔ بات معقول تھی۔ انہیں نے کہا۔

"ہاں اس میں ہر بات چاہئے۔ تقدیر بھی کوئی حیثیت ملتی  
ہے۔ جو کچھ ہم نے ہمارے لئے متعین کیا ہے۔ وہ تو جو کہ ہے۔"  
"میں جی آپ سے متفق ہوں۔" سلطان۔ اور شاید سلطان







”اوہ۔ بڑی ہوناک کہاں ہے تمہاری خاص طور سے لہلہا تنہا! یعنی طوطی تنہا ان دیواروں میں زندگ گزارنا موت سے بھی بدتر ہوگا۔ لیکن تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش اور کوشش نہیں کی؟“

”میں نے کہا، میں اطراف میں ایک سمت سمجھ کر اور دوسری سمت جنگلوں کی ادھیری دلدلوں کی ہر طرف موت ہی موت ہے میں اس کا منظر تھا کہ اگر زندگی باقی ہے اور مذہب دنیا دیکھنا نصیب میں لکھا ہوا ہے تو ممکن ہے کوئی مجھ کو چھٹا جہاز اس طرف آجائے۔“

”یہ ہانس اور اس میں سرخ کپڑا تم ہی نے لٹکایا ہے؟“

”ان۔ یہ میری ہی کوشش تھی۔ پہلے یہ ہانس اور یہ کپڑا سمند کے کنارے لٹکا ہوا تھا۔ لیکن تیرے ہاں آئے کسی بار سمند میں تیرے جا چکی ہیں۔ چنانچہ میں نے اسے وہاں سے ہٹا کر یہاں اس جگہ لٹکایا ہے۔ کچھ امید نہیں تھی کہ کوئی بھی اس طرف آجائے گا۔ لیکن تم۔ تم یہ تلو کہ تم زندہ سلامت یہاں تک کچھ پہنچ گئے۔ یہ چٹانیں تو بہت ہوناک ہیں۔ بہت سی کشتیاں جو سمند کی ہماروں سے بچ کر

یہاں پہنچی۔ ان چٹانوں سے ٹکرا کر مارش پاس ہو گئیں سمند کی طوفان ان کشتیوں کو خائے کہاں کہاں لے جاتا ہے۔ اور اس میں سوار آدمی زندہ نہیں بچتے ہیں۔“

”ہم نے چند کشتیوں میں چٹانوں کے اس طرف دیکھی ہیں یہ آخر کس طرح؟“

”تم کیا سمجھتے ہو۔ سمند کا پانی مخصوص دلوں میں ان چٹانوں کو بسود کر رہا ہے۔ اور اس وسیلے زمین تک پہنچ جاتا ہے۔ کشتیاں یہ آسانی ان چٹانوں کے اوپر سے گزر کر یہاں تک آ جاتی ہیں۔“

”خدا کی چاہ۔ انہی بلندیوں؟“

”ہاں بہت دور دور تک سمندری بال ہوتا ہے۔ یہ جگہ جہاں تم اس وقت بیٹھے ہو۔ بعض اوقات بال سے بھر جاتی ہے۔ اس نے جواب دیا اور جہاز سے دو گٹھ کھڑے ہو گئے۔ سمند کی لہروں کا یہ خوفناک کارندہ جہاز سے لئے بہت نصیب خیر تھا۔ کیونکہ وہ چٹانیں بہت ہی بلند تھیں۔ بہر طور یہ سمند کی لہروں کا یہاں ہے۔ اس لئے جھوٹے لوں رہا ہوگا۔ یہیں اس سے کافی جلدی ہوئی۔ پھر قطبی نے کہا۔

بہر طور یہ سمند کی لہروں کا یہاں ہے۔ اس لئے جھوٹے لوں رہا ہوگا۔ یہیں اس سے کافی جلدی ہوئی۔ پھر قطبی نے کہا۔

”میرا خیال ہے مسٹر فرارزی۔ آپ کا لباس میں صاحب کے بدن پر آکھتا ہے۔ آپ انہیں کوئی لباس دے دیں؟“

”مگر وہ۔“ فرارزی نے جواب دیا اور لباس نکالنے کے لئے چل پڑا۔ پھر پہلے اس سے سوال کیا۔

”وہی آپ کا لٹھن کہاں سے ہے؟“

”پرنگال سے۔ میرا نام ڈیگاردو ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

”ہوں۔“ سلطان نے خیال انداز میں اسے دیکھ کر گردن ہلانے لگا۔ فرارزی نے اپنا ایک لباس اسے پیش کر دیا۔

”تم یہ لباس پہن لو۔“ فرارزی نے کہا۔ وہ لباس کر دیکھ کر ہنسنا اور ہنسنے لگا۔

”مجھے صرف اپنی بدن کے لئے کوئی کپڑا اور کلاس ہے۔“

”یعنی کرو لباس پہننے کی عادت ہی تم جو گئی ہے۔“

”تو یہ بتاؤں ہیں اور ادھی بدن پر ہنسنے اور فرارزی نے جواب دیا اور اس نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ بڑی بے تکلفی سے وہ سب کے ساتھ ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ صرف ٹانگ کے زخم کی وجہ سے تھوڑی سی مشکوٹ کا شکار تھا۔ ورنہ اس کے بدن میں اور کوئی کمزوری نظر نہیں آتی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے اس کی جو کیفیت تھی وہ اب دور ہو گئی تھی۔

”بتلوں کا پانچ اس کے زخم پر سے بٹا دیا گیا تھا۔ اس نے اپنے اعضاء کو متحرک کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے بتایا نہیں کہ تم لوگ پہلے تک کس طرح پہننے؟“

”وہی کہانی جلدی بھی ہے جو تمہاری ہے۔ جارا جہاز میں تیرا جو گیا تھا۔ ایک بڑی لایچ سے ہم سمندر میں سفر کرتے گئے۔ لیکن سمند کی طوفان نے ہمارے لایچ کو ان علاقوں میں لپیٹ لیا اور وہ بہر طور ان چٹانوں تک پہنچ گئی۔ ہم نے لایچ کا پی دور تھوڑی دیر اور تیرے گردن چٹانوں تک پہنچے ورنہ لایچ چٹانوں سے ٹکرا بھی سکتی تھی۔“

”سو فیصدی۔ اور اس کے بعد تمہارے اعضاء فضا میں بکھرے پڑے ہوئے۔ میں اپنی آنکھوں سے ایسے کچھ مناظر دیکھ چکا ہوں۔ ڈیگاردو نے بتایا۔

”سٹر ڈیگاردو کیا آپ ہیں ان جنگلوں تک لے جاسکتے ہیں۔ جہاں سے آگے گرنے کا راستہ ہے۔ دلدلوں کی

سوت تو آگے سفر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اب چھوٹے ہم کافی تعداد میں ہیں۔ اس لئے چھوٹے ہو کر ان جنگلوں سے گزر سکتے ہیں۔“ ڈیگاردو نے خیال نکالوں سے دیکھتا رہا۔

”میرا نام فرارزی ہے۔“

”ہاں تم لوگ کم از کم مسلح ہو اور کسی خطرے سے نمٹ سکتے ہو۔ لیکن۔ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جہاز کی بنیادی کے بعد فرارزی نے جو سنے ہیں تم اچھا خاصا ایونیشن سمجھ لے آئے ہو؟“ اس نے ایک پہتا سوال کیا۔

”وہ حقیقت اس سوال کا بارے میں کوئی موزوں جواب نہیں تھا۔ لیکن قطبی جلدی سے ہرلا۔

”ہم انسولڈ کے اندرونی علاقوں میں ہم کے لئے نکلے تھے۔ اور پوری طرح جان وچ بند تھے۔ ہمارا ہڈی بڑی تھا کہ ازلیہ کے کسی ساحل پر نکلیں اور پھر وہاں سے اندرونی علاقوں میں داخل ہوں۔ ہمارے پاس اس قاعد کے لئے ایونیشن موجود تھا جو ہم نے جان بھاتے ہوئے میں جان سے ناپید نہیں رکھا اور اسے لئے ہوئے ہی لایچ پر آخر تھے۔ ڈیگاردو عجیب سی نگاہوں سے ہمیں دیکھتا رہا۔ صاف ظاہر تھا کہ اسے ہماری بات پر یقین نہیں آیا۔ پھر اس نے ایک مشکوٹ سانس لے کر کہا۔

”ظاہر ہے کہ انفریج میں داخل ہونے کی وجہ یہاں کی روایات ہی ہیں گی۔ جسے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہاں اگر تم لوگ میرا بوجھ برداشت کرنا پسند کرو۔ تو میں تمہیں ان جنگلوں کی سمت لے جاؤں گا۔ اور اگر تم زندہ بچ کر نکل گئے تو شاید میری بھی جان بچ جائے۔ ورنہ میں تو بیان ان چٹانوں میں پہاڑوں میں موت کا انتظار کر رہا تھا۔“

”بالکل بے فکر رہو۔ ہم تمہارا ہوا اور خیال رکھیں گے۔“

”میں نے کہا اور وہ مطمئن نظر آئے لگا۔ پھر فرارزی۔

”تمہارا بہت بہت شکریہ۔ کتنے عرصے کے بعد میں نے اپنے سبھی انسانوں کو دیکھا ہے۔ کس عرصے کی ہے ورنہ یقین کرو۔ میں تو اپنی زبان میں مہولہ جارا ہوا تھا۔ جہاں اس کی کیفیت کا احساس تھا۔ بہر طور ہم نے اسے سونے کے لئے کہا اور پھر ہم خود بھی لیٹ گئے۔ اس شخص کے مل جانے سے وہ مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ جو ہمارے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔ لیکن اس کے بعد یہی معلوم ہوا تھا کہ یہاں سے فرارزی کے اندرونی علاقوں میں داخل بہت ہی مشکل ہے۔ ہم مشکلات سے نکلنے کے لئے ہی گوہر نے یہ سفر کیا تھا۔



میری گردی سے ایک ٹھنڈی چیز آگئی۔ میں نے دھشت زدہ انداز میں لپٹ کر دیکھا اور کچھ دیکھا اسے دیکھ کر متحیر رہ گیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں اس وقت بیٹا کھڑا نہیں تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے تاج پر کھڑا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی ٹانگ کا زخم اچانک ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے اچھے میں دلی ہوئی رائفل کی نال میری گردن پر لگی ہوئی تھی۔

میں نے ہوش و حواس قائم کرنے کی کوشش کی یہ منظر ناقابل یقین تھا۔ لیکن اطراف میں دوسرے ناقابل یقین منظر بھی بکھرے ہوئے تھے۔

وہ تفسیر یا پردہ تیرا ازلہ تھے جو ڈیڑھ گھنٹہ کی طرح بالکل تنہا تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں رائفلوں کی جالی تھیں۔ سب کے سب سوتے ہوئے لوگوں پر غفلت تالیے ہوئے تھے اور سونے والے خانا ان کی ٹھوکر سے آہستہ آہستہ جگ رہے تھے۔ وہ حقیقت یہ منظر خواب سا محسوس ہوتا تھا۔ یہاں ان لوگوں کی موجودگی کیسے ممکن تھی اس دیرانے میں تو ان کو دیکھ کر سو کوئی نہیں تھا۔ میں نے خود سے دیکھا تو وہ بے ڈیڑھ گھنٹہ کی نال کے آدمی معلوم ہوئے میرے حین سامنے جو شخص رائفل تالیے کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے میری ٹانگیں جھپک گئیں۔

یہ کوئی عورت تھی۔ لباس سے بے نیاز، اپنے آپ سے بے نیاز دھشت خیزی کا جتنا جاگن نمود۔ بڑے عجیب سے انداز میں وہ کھڑی ہوئی تھی۔ جیسے دیکھ کر وہیں پہنچتا ہوں یا خاصا مشکل ہو جائے۔ لیکن اسے اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ تو رائفل کی تالی سے لڑائی کے سننے کو کشمکش آ رہی تھی۔ فرازی بھی خوفزدہ سا ہو کر کھڑے ہو گیا۔

میں منہ سے بھی ان کی رائفلوں کا نشانہ بے جوئے تھے اور وہ دو دو چہرے دے رہے تھے۔ سبے ہوشی چمکے ہوئے تھے۔ یقیناً ان پر حملہ کر کے انہیں یا تو ہلاک یا پھر بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اور وہ چمک کی آواز ملنے سے ان کی جگہ سے کسی کی ہو۔ اور یہ رائفلیں، یہ جلد سے علاوہ کسی لوگ نہیں تھیں۔ ہمارے ہسٹول میں ان لوگوں نے اپنے جگہ میں کر لیں تھے۔ گویا وہ ہم سب پر قابو پا چکے تھے۔ لیکن کچھ۔ آخر کچھ۔ اس ناقابل یقین منظر پر کچھ یقین کا حاسن تھا۔ تنہا ڈیڑھ گھنٹہ اور پھر اس کی

کہانی اور اس کے بعد یہ سب کے سب۔

ہوش و حواس پوری طرح جاگ اٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان میں کافی تعداد عورتوں کی بھی تھی۔ تفسیر یا دس گیارہ مرد تھے اور سلت آٹھ عورتیں۔ مردوں چٹانوں کے چپے سے نکل کر آگے آگے تھے۔ لیکن اب بھی منظر پر یقینی کرنے کو جی نہیں جاتا تھا۔

کھڑے ہو جاؤ دوست۔ کھڑے ہو جاؤ۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی آواز ابھی اس نے میری گردن پر بندوق سے محسوس کا دیا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے اور کھڑا ہو گیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر شیطان مسکرا رہا تھا۔

یہ سب کیا ہے؟ اس کے بارے میں تمہیں تفصیل خود بخود معلوم ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کو علم دو کہ اگر زندگی کھو جائے تو کوئی جدوجہد کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میں غلگ جوڑوں پر زبان جیسے کر رہ گیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی بات سب ہی نے سنی تھی۔ اور مجھے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں تھی۔ سب ہی میری طرح حیرت کا شکار تھے۔ یہاں تک کہ اس وقت سلمان بھی متحیر نظر آ رہا تھا۔ ہر خند کے اس کے چہرے پر غور کا نشانہ لگ رہا تھا۔ لیکن حیثیت تو بہر حال اسے بھی تھی۔ جب ان لوگوں نے پوری طرح سے ہم پر قابو پا لیا تو انہوں نے دوسرا عمل کیا۔

یعنی رسیوں کے وہ ٹکڑے جو ہمارے پاس موجود تھے لے کر ہمارے ہاتھ بچت پر کھینچے گئے۔ ہاتھوں کی بندشیں اتنی سخت اور دھشت خیز سی تھیں کہ ہم جنبش بھی نہ کر سکے اور ہمیں ہاتھوں کی پکڑاؤں کو کھینچ کر ہاتھوں سے ٹکس ہاں کے پاس لے لیے پھرے تھے جن سے انہوں نے رسیوں کاٹ لیں اور اس طرح ہم سب کو قید کر دیا گیا۔ وہ ان دونوں مردوں کو بھی گھبٹ کر اس جگہ لے آئے تھے جو تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے پڑے ہوئے تھے۔ ان کے سر زخمی تھے۔ میں سے لڑاؤ ہو تا تھا کہ ان کے سروں کی پشت پر کوئی وزنی لٹنے لگا کر انہیں بے ہوش کیا گیا ہے۔ بہر حال ہم سب کسی آفت کا شکار ہو چکے تھے۔ اور یہ آفت پوری طرح سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس کا کوئی سرا جہن میں آتا ہی نہیں تھا۔

ڈیڑھ گھنٹہ کی کہانی تو پوری دلد و زخمی لیکن یہ اس کے ساتھ کہاں سے آئے۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ جھوٹ

بول رہا تھا۔ لیکن اس حلقے میں یہ منہ بے وحشی کہیں سے آگئے۔ تنگ و تنگ مرد اور تنگ و تنگ عورتوں کو دیکھ کر یقینی نہیں آتا تھا اگر ڈیڑھ گھنٹہ کے باقاعدہ انگریزی زبان میں گفتگو نہ کی جاتی تو مجھے یہ یقین نہ آتا کہ ان کا تعلق کسی طور منہ بے دنیا سے ہے۔ ممکن ہے اس کے دوسرے ساتھی بھی انگریزی زبان سے واقف ہوں لیکن یہ کوئی تھے آخر یہ کون تھے؟

میں سوچتا رہا۔ ان سب نے ہمیں ایک جگہ بٹھا دیا۔ اور ہمارے گرد رائفلیں لٹے جیسے پہرہ دیتے رہے۔ سلمان میرے قریب تھا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا اب اس کے چہرے پر حیثیت کے نقوش نہیں تھے۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

تم مسکرا رہے ہو سلمان؟ میں نے ہنر انداز میں کہا۔

اے اچھا جان۔ سلمان بدستور اطمینان جھریے لیے میں ہوا۔

کیوں آخر کیوں؟ میں نے منہ بے انداز میں پوچھا۔

میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے یہ شخص مشکوک نہ لگتا ہے۔ سلمان نے کہا۔

اے تم نے کہا تھا میں نے اعتراف کیا۔

بہتر یہ جان لیجئے یقینی نہیں آتا تھا۔ اس کی کہانیاں ہیں یا پھر آپ کو سمجھ میں ہے کہ وہ تو ہیں جو میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ مجھے اب وہ ہر شے یاد کر رہی تھیں کہ اس شخص سے ہر خیال رہا لیکن آپ سے اعتراف بھی نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں یہ بھی نہ کہہ سکا۔ کہ سلمان۔ عمر اس قسم کے شک و شبہات کا شکار تھا۔ تو وہ مجھ سے اس کا اظہار ہی نہ کرتا۔ بلکہ اس سلسلے میں کو عمل کر رہا تھا ممکن تھا کہ سلمان کے اس عمل کو ہم کوئی اعجاز اقدام سمجھ کر کرتے۔

رات زیادہ باقی نہ تھی۔ تھوڑی سی دیر کے بعد ان کی دھشت خیزی ختم ہو گئی۔ دھشت خیزی کی کرنیں نمودار ہوئیں تو ماحول ایک دم جاگ پڑا۔

دھشت خیزیوں کے بل لے لیے تھے۔ اور ان کی کمرنگ پہنچ رہے تھے باقی بین پر لباس نام کی ایک وجہ بھی نہیں تھی۔ ان کے جسم گرد آلود تھے۔ وہ اس طرح آزادانہ طور پر چلے جھبے ہی تھے۔ مجھے انہیں ماسس میں نہ ہو کہ وہ صورت ہی۔ ان کے چہروں پر بھی دھشت خیزی کی صورت

کی دھشت خیزی میں یہ چہرے کہ اور دھشت خیزیوں میں نے لگے تھے۔ جھڑپ کا دور رونے آگے بڑھ کر کہا۔

اٹھو۔ تمہیں لٹھوں کا سفر کرنا ہے۔

جو کچھ تم کہو گے ہم اس سے اعتراف نہیں کرتے ڈیڑھ گھنٹہ میں ہم نے ہمارے ساتھ بہتر سلوک کیا تھا کیا اس کے عین تم اپنے بارے میں یہی تفصیل بھی نہیں بتاؤ گے؟

بہتر یہ یقین ہو تفصیل جاننے کے لئے۔ تھوڑا سا سفر طے کرو اس کے بعد تمہیں تمام تفصیلات بتا دیں جائیں گی۔ ڈیڑھ گھنٹہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور رائفل سے ہمیں اشارہ کیا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ کہ ہم نیچے کی طرف سفر کریں۔ ان سب نے ہمارا سامان اٹھا لیا تھا۔

ہمیں ایک سی جگہ رکھ گیا تھا اور وہ سب ہمارے گرد کھڑے ڈالے چلے رہے تھے۔ یوں ہم ان ڈھلوانوں پر سفر کر رہے تھے۔ جن کے بارے میں ہم نے سوچا تھا کہ ان کی دھشت خیزی نہیں جھڑپ کریں گے۔ اور پھر جھگڑوں میں داخل ہوں گے۔

ڈھلوانوں کو صبر کرنے میں کوئی زیادہ وقت پیش نہیں آئی وہ اپنے جگہ ان پر قدم جما کر چڑھا سکتا تھا۔ اور ہم چلے رہے۔ یہاں تک کہ ہم ان کے افسانہ تک جا پہنچے۔

یہ ڈھلوان کہیں کہیں کٹاؤں کی شکل میں بھی تھے۔ ایسے ہی ایک کٹاؤں کے سامنے ہم نے ایک بہت بڑا سا چوڑا سودا خ دیکھا۔ جو یقیناً انسانی اعضاء سے تراشا گیا تھا۔

اس سودا خ کے سامنے ڈیڑھ گھنٹہ نے بھی رکے کا اشارہ کیا اور ہم رک گئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ مسکرا کر اندر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

یہ مارا پٹا گاہ ہے۔ اس سودا خ کے دوسری طرف ایک کٹاؤں کا رہے اور ہم لوگ اسی غار میں محفوظ رہنے ہیں۔ ہم لوگ بیٹھ جاؤ۔ چوڑے غار میں تمہارے لئے گھنٹا خیز نہیں نکل سکے گی۔ اس نے کہا اور ہمیں وہیں چھوٹی چھوٹی چائروں کے پاس بٹھا دیا۔ پھر ان میں سے کہہ کر دگ غار میں داخل ہوئے اور لے لیے کھانے نکال ڈالے۔ جو لوہے کے بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے پکھوئے زمین میں گاڑ دیے۔ ان لوگوں کے پاس اس قسم کا خاصا سارو سلمان معلوم ہوا تھا۔

کھانے کا ڈالنے کے بعد انہوں نے ہمارے اعضاء میں بندھی ہوئی رسیاں ان کھوڑوں سے باندھ دیں۔ گویا ہمارے ان کی طرح ہاتھ دھبے لگے تھے۔





کوئی ضرورت نہیں تھی، ہم حسد کے راستے فرار نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اس طرف حسد کی جہاز بھی نہیں آتے، ہم جھگڑوں کی سخت جان نہیں بن سکتے تھے کیونکہ اس طرف بھی جہاز راستہ نہیں ملتا۔ اور دلدل تو میری جہاز کی زندگی کا خواب ہی تھی بسبب ہم ایسی وحشیانہ زندگی بسر کرنے کے مجبور ہو گئے تھے تو پھر ہم انسانی اقدار کے پابند کیوں رہتے، ہمارے ہاں ہر عورت سب کی عورت ہے۔ ہر مرد ہر عورت کا مرد ہے۔ یہ عورتیں بچے جنمتی ہیں، بچے برسے ہو جیتے ملیں لیکن وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتے، ہاں وہ ضرور میں ہوں گی کی جلیں ہیں جو ان کے لئے، کوئی ہیں اور اس طرح ہم یہاں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خوراک کے سلسلے میں بہت زیادہ پریشانی تھی، چنانچہ جب ہم نے اپنے کاندھوں سے انسانی اقدار کا جھولا اتار کر سچا کچا توہم کچھ دوسری تہذیبیں بھی دیکھنے لپنے اندر پیدا کیں۔

خبر تم کو ہے تھی جو جنگوں میں آہل ہوتے ہیں اور جیسے زمین الود  
پر شکست دی جا سکتی ہے۔

اُنھیں لکھا اور آگے بڑھ کر اس فارسی داخل ہو گیا۔  
 میرزا بہ بکراں لکھا، اگر میرزا سے دو ہزار آٹھ سو تین لوگوں  
 کو شکستہ ہو جائے تو باقی تو لوگوں میں ہوا ہے، میرزا نے کچھ سنا کر راجا چوہدری  
 بھوسلے میں اس وقت تک نہ لکھا، بلکہ بہت دیر بعد کہ جب آٹھ سو تین لوگوں  
 کے ہوا ہے، اس وقت لکھا، قید وہ ان کے فیض میں تھوڑے اور زیادہ اور ان  
 کے لئے ان کے سیدوں اور آٹھ سو تین لکھے تھے، پھر ان کے لئے اس  
 حراج اور ان کے سیدوں کے نامات حاصل کر لی تھیں تو وہ تین سو تین لکھے  
 دی گئے۔ چنانچہ کئی ایسی جنگیں ہوئی ہیں جو ہمارے لئے کار آمد ہو  
 چکی۔ میرزا نے کچھ ایسے سیدوں کے چہرے پر ہم نے کئی تھیں اور اچانک سے ہر  
 میرزا نے تین سو تیس لکھے، حال انھوں نے۔

ایسے تباہ دہانے کی روشنی میں جو نہ ہونے کے برابر ہو پانی جوں جی نکلا ہوا ہے۔  
سکون کی جانب بہتہ بردہ کی تھا۔ دو تین بڑی کھیاں مٹا ان کو دیکھ کر کچھ  
چپکرائی ہوئی نظر آئی۔ جہاں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔  
ایسا سو۔ جہ کہ اس کی ضرورت تھی کہ اس کے منہ سے فضا نکلتی تھی۔ یہی وہاں





ہم متی واسکان پر کوشش کر رہے تھے کہ یہ سرسراہٹ  
بلند ہونے لگتی تھی۔  
سب سے پہلے سداونہ جیٹار کے اندر کودا خلد کر گئے  
وہ پہلے سرخڑا کرانے سے دیکھ چکا تھا، لیکن اس نے اس  
غیر متوقع جھانک پر توجہ نہیں دی تھی جس طرح لی گئی ہے اور  
اس کے ذہن کو زلزلہ ہوا۔ اس نے اپنے ہم سفر کو دیکھا  
اس کے اندر بھی اس کی تقلید کی۔

غیر متوقع اندھید تھا، لیکن سونے والوں کے خراٹے  
جلدی رہتانی کر رہے تھے، ہم ان کی سمت بڑھنے لگے۔ ملاح  
میرے ساتھ تھا، ہم تارکی میں آنکھیں جھاڑتے ہوئے آگے  
کی طرف بڑھ رہے تھے، ہم نے اپنے ساتھ ایک دو کے  
ہوئے تھے، چند لمحات کے بعد جلدی آنکھیں تارکی میں  
دیکھنے کے قابل ہو گئیں تو ہم نے ان جابروں وحشیوں کو دیکھ  
لیا، جو اندر سے سہلے پڑے ہوئے سو رہے تھے، ہم  
دبے تھوڑے من کے سروں پر پہنچ گئے، تو ہم پر ہلچل مچ گئی  
اس طرح ان پر حملہ کیا کہ ان کی آواز میں بھی ٹپکی مچ گئی، جہاں ایک  
انچ ان کے من پر جاتا تھا، لہذا دوسرا گردن بڑا اور ہم  
سب ان کی گردنوں پر اپنی توپیں صرف کر رہے تھے، بلاشبہ  
یہ گمان کام نہیں تھا، اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو شاید  
ہمارے نابالوں، کیونکہ انسانی گوشت اور اس وحشت ناک  
ماحول کی کھلی آبد و ہوائ ان کے حوٹوں میں بے پناہ قوت  
پیدا کر دی تھی، ان میں سے ایک نے تو فیکان کو اٹھا کر  
اٹھا اور اپنی جھینکا کر فیکان پر سے زور سے نیچے گرا، لیکن قہلی  
نے فیکان کی یہ سرپوری کر دی تھی، اس نے وحشی کو  
کھڑے ہونے کی ہمت نہیں دی اور کوئی ونڈی چیز اس  
کے سر پر سے لہری، جو اسے غار ہی میں کہیں سے مل گئی  
تھی۔

وحشی کی آواز اب بھی بلند نہیں مچی تھی، کیونکہ قہلی  
نے وہ ونڈی چیز اسے دے دی تھی اس کا منہ پوری قوت  
سے چھین لیا تھا۔

ان کی آن میں ہم نے ان چاروں کو موت کے منہ  
میں آکر دیا تھا، ان کے سر زور زور سے پڑا کر زمین سے  
مڑنے لگا اور اس طرح کہ ہم ان کے غل سے بیکر تریو  
گئی، اس کے بعد ہم کھل کسر نہیں چھوڑا، چاہتے تھے  
چنانچہ ہم ان کے سروں کو زور زور سے زمین پر پھینک  
دے، جب تک ان کے جسم نہ ٹک گئے، ہم نے

انہیں نہیں چھوڑا۔

خون بہت زیادہ بہہ رہا تھا، اور ہمیں خوشخبر ہو کر  
جارسے پاؤں اس خوف میں جھپٹنے نہ گئیں، اس نے  
نے یہاں بھی احتیاط رکھی، اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا،  
جو اس اسلحے کے پاس پہنچ گئے، اس نے اپنا ہاتھ اور  
ایک کونے میں ڈھیر کر دیا گیا تھا۔

یہ وحشی اس وحشت ناک ماحول میں شاید عقل و  
خرد سے بھی محروم ہو گئے تھے، کیونکہ اگر یہ اس اسلحے کو منتشر  
کر دیتے اور اپنے پاس احتیاط سے رکھتے تو شاید یہ جارسے  
ہاتھ اتنی آسانی سے نہ لگتا، لیکن وہ ہمیں باندھ کر اتنے مطمئن  
ہو گئے تھے کہ اس کے بعد انہیں کسی بات کی فکر نہیں رہی تھی  
تھوڑے دیر کے بعد سارا اسلحہ ہمارے قبضے میں آ گیا اور  
ہم اسے سنبھال کر اسی آتشکی سے باہر کی جانب رہ گئے تھے۔  
غار سے اوپر چڑھنے کے لئے ہمیں ذرا سی جدوجہد  
کرانی پڑی تھی، کیونکہ سوراخ کے بعد نیچے اچھی خاصی گہرائی  
تھی جو پانچ چھ فٹ سے کم نہیں تھی، لیکن ہر ضرورت میں  
سے کوئی بھی ہمت نہیں تھا، جسے اوپر چھپنے میں دقت پیش  
آئی۔

ہم اوپر نکلے، رائفلیں وغیرہ سنبھال کر غار کے  
دہانے کے پاس رکھی گئیں، اور ایک کر کے سب جی نیچے  
آ گئیں، اب انہیں ان سرزد و دروں تک پہنچانے کا مسئلہ تھا  
چنانچہ اس مسئلے میں بھی طری احتیاط سے کام لیا گیا اور ہر ایک ایک  
ایچ رہ گئے جوئے آگے بڑھ گئے، جب تک ہم لیے ساتھیوں  
تک نہ پہنچ جاتے اور رائفلیں انہیں تقسیم نہ کر دیتے، اب تک  
ہم خطرے سے دوچار تھے، چنانچہ جس قدر محنت ہو سکتی تھی  
ہم نے ک لہذا ہمارے ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے، ہمارے  
دل مسترد سے دھڑک رہے تھے، اور ہم خوشی سے بھرے  
نہ سارے تھے، زندہ کی جو موت کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی  
واپس لوٹ آئی، رائفلیں سرزد و دروں کو تقسیم کر دی گئیں اور  
ہم خوشی منہم نظر آنے لگے۔

اس کے بعد دوسرے اقدامات کا فیصلہ کیا گیا، ہم نے  
فیصلہ کیا کہ ہمس جگہ، لیکن مناسب نہیں ہے، خاص طور سے  
اس غار کو نشانہ بنانا ہے، کیونکہ اگر وحشی اس غار میں داخل  
ہوئے ہیں کامیاب ہو گئے تو پھر انہیں بڑے بڑے نشانہ بنائیں  
جو کلا اور ان میں سے کسی ایک کی زندگی بھی نہ صرف ہمارے  
لئے بلکہ ہم جیسے بے شمار لوگوں کے لئے خطرہ کہ ہو سکتی ہے۔

تم نے ایسی الجھری بولی چٹانوں کا انتخاب کیا، ان کے  
نیچے ہم سو رہے، بنا کہ وحشیوں پر غارتگر سکیں اور انہیں غار  
میں داخل ہونے سے بھی روک سکیں، ان کے پاس صرف چاقو تھے  
اور ان چاقوؤں کی مدد سے ہی وہ ہم پر تھوکر مارتے تھے، ہر چند  
کہ ان کے یہ چاقو بھی بہت کمزور تھے، شاید وہ انہیں پھینک کر اپنے  
کبھی باہر ہوں، لیکن یہ غلہ ان چاقوؤں سے وہ ہمارے کچھ نہیں  
بچا سکتے تھے، چنانچہ ہم میں نے ایک اتفاق کر لیا تھا۔

ہمیں علم نہیں تھا کہ وہ کہاں کہاں کون سے پڑے ہیں، اس  
سے ہم انتظار کر رہے تھے، جب وہ ہم تک پہنچیں تو ہم انہیں نشانہ  
بنائیں اور ان کے لئے ہم نے اپنی تھوڑی سی طاقت میں بھیج دی تھی۔  
رات آہستہ آہستہ ہوتی گئی، زیندہ جانوت کو کوئی شائبہ بھی  
نہیں تھا، ہم کی پوری توجہ کرتے رہے اور ہر سہیلہ ہر لمحہ طوط  
سے نو دیکھ رہے تھے، چاقو وحشی اس طرف آئے دکھائی دینے  
پہلے ہم کھڑے تھے، ہر دھڑکتے۔

وہ بڑھتا ہوا، ہمیں چلنے کو کہتے وہاں تک پہنچے پھر دونوں  
لہانے کی کھولنے دیکھے، ان کے غلوں سے بھیب آواز کی نکلیں، لیکن  
ان کو زبردستی گویوں کی آواز کی بھی خاص ہو گئیں۔

پہلا بڑا، دریا میں نازک کن، زوروں سے گونج، اچھی نہیں  
وہ ہمارے سامنے، اگر آہستہ آہستہ ہمیں سے کسی کا بھی نشانہ بنا لیں  
تھا، غاروں کی تو زنجیر بہت دوسرے وحشیوں کو جو نشانہ کئے گئے  
تھی، چنانچہ چند ہی لمحات کے بعد ہم نے پانچ چھ وحشیوں کو اس طرف  
دکھائے، وہ ان کو دیکھ کر ہلکے پھلکے پڑ گئے، ان کا ہاتھ سے نشانہ  
ملا گیا، نشانہ بازی کا مال ہوا، وہ سب بھیجیں جھیل کے گہرے اور  
زمین پر گرنے کے قریب تھے، اس کے بعد تو وحشیوں کا ہنگامہ ہو گئی۔

سب کی ہر ایک ہمت سے جھٹکتے تھے، اس کے صورت حال سے  
بے خبر، وہ بڑے بڑے، آہستہ آہستہ وہ ہمارے قریب کا نشانہ بن رہے  
تھے، ان میں سے کچھ نے غار کی طرف چھوٹ کر کھڑے کی کوشش  
کی لیکن ان میں میں ان کا کمانہ دیکھنا نہ ہو سکا، ان کے قریب پہنچ  
دانی، وہ انہیں کے ساتھ نہ جاتا تھا، ان کو کوئی چیز نہ ملنے  
پڑتی نہ جانتا تھا، وہ ان کے بعد وحشیوں میں جڑی ہوئی تھی، وہ کچھ  
تھے، یہ صورت حال ان کے شدید خوف کو بڑھاتی تھی، ان کے قریب  
موت کا شکار ہو گئے، ان میں سے وقت زخمی ہو گئے تھے، وہ متبادل  
جنگ کر رہے تھے، ان کے منہ میں بات کا تصور بھی نہیں تھا، ان  
میں سے کسی نے نہ کیا تھا، موت ہوتا تھا، انہوں نے نہ جانتے تھے کہ  
ہو رہے تھے، لیکن پھر ہمیں کچھ پتہ چلا، اس کے علاوہ ہم نے ان کے کوئی

کبھی اتنا شفیق القلب نہیں تھا کہ ان بچھلی کو بھی گولیوں کا نشانہ  
بنائے، انہیں ہر گز کہ وحشیوں کی یہ فعل پر مدین جزیرہ کی تھی اور یہ بچھلی  
بڑھتی ہوئی اپنے سر پر سونے کی تقلید کرتے، لیکن جو کچھ بھی تھا انہیں ہی  
کے خون میں بہلا کر مارا، ان کی بات نہیں تھی، ہمیں سے کسی نے بھی  
ان پر گولی نہیں چلائی اور وہ ہمارے دھرم و دھڑ سے رہے، بلکہ ان کی توجہ  
سے کچھ وحشی ان کو ہلانے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، جو انہیں اور  
سے باہر چاقو کی آواز میں پریشان کر سکتے تھے، وہ وحشی ہمارے  
ہاتھ نشانے پہنچے، انہیں اور دھرم و دھڑ سے تھے، وحشی شاید کچھ پتہ تھے  
کہ ہم بچھلی کو نشانہ نہیں بنارہے، ہمارے پاس کوئی زبردست ایسا نہیں  
تھا کہ وہ ہم سے اپنا انتقام لے۔

بڑھتی ہوئی وحشی پوری طرح پھیلی تو ہم نے وحشیوں کی باتیں  
تھیں، آخر کیا ہمیں وحشیوں کا بل بن چکے تھے، جن میں ترو و تریں  
تھیں اور سرور و باقی قرار ہو گئے تھے، اور اب ان کی دہلیز کی کوئی  
توجہ نہیں تھی، کیونکہ وہ کچھ پتہ تھے کہ ہمارے پاس وحشیوں کی توجہ  
موجود ہی ہونا، انہیں ان کی موجودگی میں ان کی ایک نہ پشیمانی تھی۔  
ان آدمیوں کو وحشیوں سے وحشیوں پر چھٹا لیا گیا تھا اور اب  
ان کے خوری مذہم کا کوئی غور نہ تھا، ہر چند کہ ان کی تعداد اب  
بھی توشیحہ تک تھی لیکن ہر طور پر ان سے محفوظ ہو گئے تھے اور  
اب ہمارے سامنے جھیل کی سمت کا راستہ تھا، دلدل کا منظر ہماری  
آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اور اب بھی وہ ہمارے سامنے تھا، بڑھ کر  
سے دھواں اٹھ رہا تھا، اور جب یہ دھواں غما میں منتشر ہوتا تو سڑی  
ہوئی دلدل کی ہموار اور ہموار نگاہوں سے عکاسی، ہمیں بھی گمراہی کی رو  
کی تیز تر ہوتی تھی۔

چنانچہ اس حالت کا رخ کرنا بھی موت کو قریب لانے کے مترادف  
تھا، بہت جلدی کشادہ تھے اور ہم نے اس حالت سے گریز کیا، فینک کر با  
ہمیں سے ایک سرزد و دروہیں ہمارے کار و بار کا پانچ آزاد غار کی طرف چل  
پڑے، تاکہ ہم سے اپنا سامان دوبارہ نکال کر اپنے قبضے میں لے  
لیجھنے، ہم پانچوں نے اپنا وہ سامان باہر کر ڈھیر کر دیا جسے  
وحشیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا، اس سامان کو ترتیب دے کر  
دوبارہ اپنے شانوں سے باندھا گیا اور اس کے بعد ہم نے اس کو نمک  
مٹاتے کھڑے، باوجود اور چھلوں کی طرف بڑھ گئے، جہاں پہلے کون کوئی  
توجہ نہیں پڑی تھی۔

وحشیوں کی وحشی میں دیکھا کہ انہیں بھی سرو، تھی چنانچہ  
اب یہ غور نہیں تھا کہ وہ خوری طور پر غلے ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان  
کا یہ وہی مار گیا تھا، ہم تیز رفتاری سے پھرتے ہوئے جھیل میں

داخل ہو گئے، وہ لڑکھڑکی سا ہنس کر کہنے لگا کہ مجھے کون سے خوں  
میں تھی اور میں نے اس کو دیکھا تھا کہ اس سے کئی جگہ  
دور ہو کر آکر وہاں آگیا جس پر سے تیرا تیرا ہوا  
نے سر کرتے ہوئے چاروں طرف سے اس کا ہر طرف دیکھا  
تکے سے وہی دہائی سمت رہا کر کے چل رہے تھے سو دہائی سمت  
وہ جھپٹ کر اس کو لے کر آگیا۔

پھر اس نے اپنی رفتار بہت زیادہ ترس میں لے کر کہ جھپٹ  
لاہیں کے بغیر اس کا دھڑکاؤ تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں وہی  
ہم جھپٹ کے صدمہ اس کا منہ پر کچکے تھے کہ وہ قوت بہت ہی  
صدمہ لگا تھا اور گریب وہ دھڑکی جیسا تھا کہ جی کرتے تو میں  
کافی دقت مر کر رہتا۔

تو وہی دور کے نوٹوں کی طرح کہنے لگا کہ ایک میں تم  
کا کہیں تھے نہیں کیونکہ جھپٹ کے بعد میں کوئی سہاگہ نہیں  
تھا۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا  
پتہ ہے۔ پھر یہ شام ہوئی تو میں نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں  
تھے اور وہی گھر میں نہ کسی جگہ دیکھ کر کہ وہاں سے کئی دہائی

اور اس کے قریب کی چاہی لیکن اس کا دل اس کا تھا کہ یہ جھپٹ  
وہاں سے خود نہیں ہے۔ اس کے خفا کے بعد میں رہے تھے  
پھر اس نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں کوئی سہاگہ نہیں  
تھا۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا

جگہ میں اس کے رہنے کے تمام ضروری اقوات کر کے لے گئے  
تھے۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا  
پتہ ہے۔ پھر یہ شام ہوئی تو میں نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں  
تھے اور وہی گھر میں نہ کسی جگہ دیکھ کر کہ وہاں سے کئی دہائی

اور اس کے قریب کی چاہی لیکن اس کا دل اس کا تھا کہ یہ جھپٹ  
وہاں سے خود نہیں ہے۔ اس کے خفا کے بعد میں رہے تھے  
پھر اس نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں کوئی سہاگہ نہیں  
تھا۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا

جگہ میں اس کے رہنے کے تمام ضروری اقوات کر کے لے گئے  
تھے۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا  
پتہ ہے۔ پھر یہ شام ہوئی تو میں نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں  
تھے اور وہی گھر میں نہ کسی جگہ دیکھ کر کہ وہاں سے کئی دہائی

سہانے نے نشانہ لگا اور منہ کے  
کچھ پھر... یہ دوسرے ہر کہ ہتھ پہر کہ میں اس کے ہر ہتھ پہر کہ  
یہ غیر بہت قریب تھا لیکن نظر نہیں آتا تھا۔ ہم پر کئے رہے  
رات جبر میں مشورہ کی اور فریاد کیا لیکن اس کے صدمہ میں دھن ہونے  
کی حالت نہیں کر سکا۔

اس طرح یہ ہر کہ راست گئی۔ کئی جگہ ایک فریادیں سوسکا  
تھا۔ وہی جگہ سب حالت غیر تھی۔ سوانہ سہانے کے۔ وہ ہتھ پہر کہ  
کر کے ہر کہ تھا اس سے قبل وہ اس حالت میں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔  
سفر کرتے ہوئے سوانہ اس سے یہ سوانہ کرتا۔

"سوانہ۔ میں تم میں جیت کر تیرا تیرا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"  
"کیسی تیرا تیرا ہوا ہے؟ اس نے سکر کر پوچھا۔

"تم میری قوت لڑائی کا مگر ہر کہ ہے جو۔ سوانہ چند  
لحظت تھکتے رہا پھر۔"

"پھر میں میں آپ کو پہلے ہی کچھ حقیقتیں بتاتا رہا۔ حقیقت  
یہ تھی کہ میں اپنی میلٹ نہیں لگی بلکہ میں شہید ہے جیسے جیسے

گیا ہے۔"

"کیا صدمہ؟" اس نے سوال کیا۔

"آپ سہانے کیسے چاہا جان کر۔ سب کچھ میری اندر دہائی توڑی  
لاکڑی نہیں ہے۔ اس وقت سے جب سے میں نے اس صدمہ کو  
کھانڈ کر لیا اور مجھے علم ہوا کہ میرے شاندار ایک ایسی ذمہ داری ہے  
جو میرے باپ کا ہوا تھا۔ اچھے چلے آئے ہیں اور اسے پر کر رہے ہیں تاکہ  
رہے ہیں۔ ایک مگر میرے اندر سے ابھر رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اس پر  
اور ہر کہ کہانی کا انجام بھی پڑے اور میں نے سوچا کہ اس پر  
خون اس کا کہانے کا شرف نہ ملتا۔"

پھر میں۔ میں نے اس وقت صرف ایک بات سوچی وہ یہ کہ  
وہ جو نام رہے ہیں لیکن ہے ان میں قوت لڑائی کی کمی رہی ہو۔ میں  
کسی بھی قیمت پر اس کو جان دوں گا۔ سارے چلنے کی صورتیں میں  
لے کر کوئی قیمت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ کسی بھی مشن کی تمام دہائی کے  
لے انسان کو اپنے جسم کا رتوں رتوں وقف کرنا پڑتا ہے۔ میں نے یہ  
حزم چلنے پہلے میں مگر میں کیا اور اس کے بعد جس کی صورتیں میں  
پیش آ سکتی ہیں میرے لئے بے اثر اور بے مقصد ہوں گی۔ کیونکہ

ہر مگر میں نے اپنے دوش پر سنبھلے ہوئے ہیں جو میرے لئے بھی  
اپنی جگہ نہ ملے۔ اور اس پر بہت سے سانی دہائی کی کمی رہی ہو۔ میں  
خاطر نہ دھندا ہوں۔ میرا کوئی قدم نہیں ہے۔ ہر مگر میں نے  
کہ بہت۔ دس دہائی میں اس کا شش صورتیں میں کچھ کیوں نہیں

ہم کا سبب دکھان رہے تھے۔ اس وقت کچھ نہیں کر سکتے تھے  
مگر میں نے کوئی شے ہے اور اس کو کھانڈ کے دے دیں کوئی رکاوٹ نہیں  
ہو سکتی۔ سہانے نے جواب دیا۔ میں نہیں رہا تھا۔ میں نے  
کھانڈے جھونکا سبب اور تقریباً تمام ہو گیا تھا اور اب غل غل ڈھٹ  
نظر آ رہے تھے۔ ہر کہ بہت ہی شاندار اور وسیع جگہیں ہمارے ساتھ  
تھیں۔ وہ وہی جگہیں تھیں کہ ہر کہ بہت ہی شے کو کھانڈے تھے  
مگر وہ وہی جگہیں تھیں کہ ہر کہ بہت ہی شے کو کھانڈے تھے  
مگر وہ وہی جگہیں تھیں کہ ہر کہ بہت ہی شے کو کھانڈے تھے

"کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔ "فریادیں ہیں۔ وہ  
"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔ "مگر وہ وہی جگہیں تھیں کہ ہر کہ بہت ہی شے کو کھانڈے تھے

"یہ پانی کی سوزنک پت کا نہیں ہے۔ بلکہ فریادیں گھنٹوں  
تھیں۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا  
پتہ ہے۔ پھر یہ شام ہوئی تو میں نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں  
تھے اور وہی گھر میں نہ کسی جگہ دیکھ کر کہ وہاں سے کئی دہائی

اور اس کے قریب کی چاہی لیکن اس کا دل اس کا تھا کہ یہ جھپٹ  
وہاں سے خود نہیں ہے۔ اس کے خفا کے بعد میں رہے تھے  
پھر اس نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں کوئی سہاگہ نہیں  
تھا۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا

جگہ میں اس کے رہنے کے تمام ضروری اقوات کر کے لے گئے  
تھے۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا  
پتہ ہے۔ پھر یہ شام ہوئی تو میں نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں  
تھے اور وہی گھر میں نہ کسی جگہ دیکھ کر کہ وہاں سے کئی دہائی

اور اس کے قریب کی چاہی لیکن اس کا دل اس کا تھا کہ یہ جھپٹ  
وہاں سے خود نہیں ہے۔ اس کے خفا کے بعد میں رہے تھے  
پھر اس نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں کوئی سہاگہ نہیں  
تھا۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا

جگہ میں اس کے رہنے کے تمام ضروری اقوات کر کے لے گئے  
تھے۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا  
پتہ ہے۔ پھر یہ شام ہوئی تو میں نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں  
تھے اور وہی گھر میں نہ کسی جگہ دیکھ کر کہ وہاں سے کئی دہائی

کوئی خطرہ نہ ہو؟" فریادیں تھیں۔  
"خطرہ تو ہر جگہ ہے۔ لیکن وہ ہم میں سے دو آدمی ہیں  
جہان میں اور اسے دیکھتے ہیں پانی وہاں رہتے ہیں تیار رہیں لیکن  
بے کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے۔"

"مگر اگر اسے دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟" نیکان  
نے کہا اور ہمارے چوتھوں پر سکر اسٹ پیس لگئی۔

"وہ کچھ صدمہ بہت ہی شاندار ہے۔ اس میں تو انہیں نظر انداز  
کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔" اس نے کہا۔  
"میں اس کے ساتھ آہستہ آہستہ چھپ چکی تھی۔ اس نے لے کر کر پانی  
میں پہنچنے کے بعد ہم نے تیرا شروع کر دیا اور کھوئی دیر کے بعد  
ہم اس کے ساتھ پہنچ گئے۔ جہاں وہ سبہ نام پڑا تھا۔ یہاں  
نام کا کھو دھڑکی عرصہ رہی تھی۔ اس پر سے جگہ سے گوشت  
غائب تھا۔ اس کے زخم سے خون رس رہا تھا۔ انتہائی قوی ہیکل  
جہاں کا ایک اور ایک عجیب سی شخصیت کا نور جہاں تھا۔ وہ شدید  
زخم تھا۔ اس کے جھپٹ لیکن اس کے پیچھے ہر کہ سب سے کھانڈے تھے  
میں رکھ کر اس کے سینہ سینہ دانت زہری ہو گئے۔ اس کے جھپٹ  
تھیں۔ اس کے جھپٹ کی کیفیت تقریباً ہی تھی۔ سہانے اور اس کے  
قریب میں تھے۔ اس کے سینہ سینہ دانت زہری ہو گئے۔ اس کے جھپٹ

اور اس کے قریب کی چاہی لیکن اس کا دل اس کا تھا کہ یہ جھپٹ  
وہاں سے خود نہیں ہے۔ اس کے خفا کے بعد میں رہے تھے  
پھر اس نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں کوئی سہاگہ نہیں  
تھا۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا

جگہ میں اس کے رہنے کے تمام ضروری اقوات کر کے لے گئے  
تھے۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا  
پتہ ہے۔ پھر یہ شام ہوئی تو میں نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں  
تھے اور وہی گھر میں نہ کسی جگہ دیکھ کر کہ وہاں سے کئی دہائی

اور اس کے قریب کی چاہی لیکن اس کا دل اس کا تھا کہ یہ جھپٹ  
وہاں سے خود نہیں ہے۔ اس کے خفا کے بعد میں رہے تھے  
پھر اس نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں کوئی سہاگہ نہیں  
تھا۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا

جگہ میں اس کے رہنے کے تمام ضروری اقوات کر کے لے گئے  
تھے۔ میں نے پتہ نہیں چلایا کہ کون سا کھانا اور کون سا  
پتہ ہے۔ پھر یہ شام ہوئی تو میں نے پتہ نہیں چلایا کہ جھپٹ کے بعد میں  
تھے اور وہی گھر میں نہ کسی جگہ دیکھ کر کہ وہاں سے کئی دہائی





لوگوں کے ہوشوں پر مسکراہٹ تھی۔  
 "اب کرنی خطر نہیں ہے؟" وہ پوچھا۔ "ہم نے انہیں صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ ہم خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے۔ ان کی آنکھیں وہ ٹکڑیوں کے بارے میں پہنچ چکی تھیں۔ پھر وہ اسٹریٹ پر گھر کے گرد جمع ہو گیا۔ ایک فوجی بیکل بڑھا شخص روٹا ہوا فوجیوں سے لپٹ گیا۔ وہ اسے بڑی طرح چوم رہا تھا۔  
 ان لوگوں کے ہجوم میں ہم لوگوں سے دور سو گئے۔ پھر محل پہاڑی کی گادوں پر لٹائے دیکھتے رہے۔ پھر فوجیوں کے اسٹریٹ پر کود رہے لوگوں نے سنبھل لیا اور برقی رفتار سے آگے بڑھنے لگے۔ البتہ وہ پوٹھا شخص جلد سے قریب آ گیا تھا۔  
 "مجھے علم ہے کہ تم لوگ جلد ہی جان جانتے ہو؟"  
 "ہاں۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔  
 "تم نے جو فکرا پراخان کیا ہے۔ جو فکرا میرا تھا ہے۔ میرا نام ماروٹکا ہے۔ میں اس قبیلے کا سردار ہوں۔" اس نے کہا۔  
 "ہمیں خوشی ہے سردار۔ یہ بچے کی جان بچ گئی؟"  
 "جی ہاں۔ یہ بچہ میرے لئے جلد سے جہان میں کر رہا ہے۔  
 اور احسان کرو مجھے؟"  
 "خوشی سے سردار۔" میں نے کہا اور پوٹھا اٹھا اٹھا کر اس طرح چلتے دنگا جس طرح جہان کا چمکا تھا۔ بہت سے افسر اور قریب آئے۔ اور ہم سے ہمارے سلمان ہمارے ہاتھوں سے لے کر سروں پر رکھ لیا۔ سردار کے اشارے پر ہم آگے بڑھ گئے۔  
 پہاڑیوں کے دوسری سمت ایک بستی آباد تھی۔ کس قدر تنہا یہ بستی تھی۔ وہ لوگ درخند کی چھا لیں سے بنے ہوئے تھے۔ اس پتہ پر تھے۔ کچھ کے لباس کھالوں سے بنے تھے۔ ایک مخصوص طرز کے چھوٹے بنائے ہوئے تھے۔ انہوں نے اور بھونٹے ہوئے بڑے پر قسم کے تھے۔ ایک بہت بڑے چھوٹے تھے۔ میں ہمارے قیام کا بندوبست کر گیا۔ ہمارے سلمانوں کو وہاں رکھ دیا گیا تھا۔ چھوٹے کے سامنے بہت وسیع احاطہ تھا۔ جہاں درخت آگے پورے اور درختوں کے نیچے چھوٹے بنے ہوئے تھے۔ جو بڑے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔  
 ہمارے پہلے نواسیہ گوشت اور دودھ سے کی گئی تھی۔

یہاں ہر سچ کر بے حد سکون ہوا۔  
 "کیسی خیال ہے چچا جان۔ آسانوں کا دور شرور و عیب میں۔" سلمان پوچھا۔  
 "وقت ہے صلہ میں نے کہا۔  
 "ہاں چچا جان۔ ہر حال میں یہ شکست کے بعد یہ سب کچھ ہوا ہے۔  
 "سننا۔" میں نے منع کر کہا۔  
 "آپ مجھ سے متفق نہیں ہیں سننا۔"  
 "نہیں میں بات بھی نہیں سمجھتا۔"  
 "اب دیکھئے نا۔ کتنی کی کیا ہے۔ یہ آدم خور دشمنوں سے علامات اس کے بعد پھر جھلک گیا۔ وہ شکست نہیں تھی؟"  
 "جینک تھیں۔"  
 "اور اس کے بعد آرام؟"  
 "وقت ہے سلمان۔"  
 "جینک ہے مگر ہے تو یہی؟" وہ پوچھا۔  
 "ہاں اس سے میں نے کب فکرا کر کہا۔"  
 "ان حالات میں سکھ کے جو حالت مل جائیں۔ وہ غنیمت ہیں۔"  
 "میں۔ لیکن ان اہلک کو مستقل تو نہیں کہا جاسکتا۔"  
 "بہر حال میں مطمئن ہوں۔"  
 "مما بھی مطمئن ہوں سلمان۔ سلمان لوگوں کا یہ ہے۔  
 "میں نے دوسروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 "ہاں۔ ان کے بارے میں۔ میں سمجھتا ہوں تو مجھے واقعی پریشان ہوتا ہے۔"  
 "مجھے خوف ہے سلمان کہیں ان کی قوت برداشت جواب نہ دے۔ وہ اور وہ بد دل نہ ہو جائیں۔"  
 "اپنا ہی نقصان کر رہا ہے۔"  
 "وہ کیوں؟"  
 "دیکھئے نا۔ یہ حالات ناگزیر تھے۔ ہم خود جھلک گئے۔  
 "میں۔ سب کچھ ہمارے بس میں نہیں تھا۔"  
 "سننا اس لئے یہ خاموشی ہیں۔"  
 "خاموشی ہی ان کے حق میں بہتر ہے اگر بد دل ہو گئے تو ہم انہیں دہشت کا موت دے دیں گے۔ بہر حال انہیں ملنا دہشت ہے جو ہم نے کر چکے ہیں۔ اور ان کے لئے وہ بھی پراپیسی ہے۔" میں نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

قبیلے والے جلدی بڑی خاطر کر رہے تھے۔ رات کو ہمارے لئے سالم کمرے چھوڑ کر لائے تھے۔ اور پہاڑی بکریوں کا یہ گوشت ہمیں بے حد لذت بخش ہوا۔ وہ خاموشی کو ہمارے ضروریات کے لئے مختص کر لیا گیا تھا۔  
 خوب رات گئے پوٹھا سردار ہمارے پاس آیا۔ اور اس نے بتایا کہ جہانکا اب تنہا ہے۔ اس نے بڑی احسان مندی کا اظہار کیا تھا۔ پھر اس نے اپنے بارے میں تفصیل بتانے ہوئے کہا۔  
 "میرے قبیلے کا نام ترونگا ہے۔ جو ہنگا ایک مشن پر قبیلہ پوٹکا سا گیا ہوا تھا۔ لیکن پوٹکا والوں نے بددیانتی کی اور تمام کو گرفتار کر کے ترونگا سے جنگ مول لے لی۔ اور اب پوٹکا سا ترونگا کے قہر سے نہ بچ سکے گا۔ اس جو ہنگا کے سمت مندرجہ ذیل کا انتظار ہے۔" سردار کوئی گھنٹہ پہلے پاس بیٹھا رہا۔ وہ اپنے قبیلے کے بارے میں بہت کچھ بتا رہا تھا۔ اور میں میری سیرت تھی۔ قطعی، فزونی اور فیکان بھی نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سلمان بائیں اس گھنگو کا ترجمہ کر کے سننا جا رہا تھا۔ پوٹھا سردار نے بتایا۔  
 "ترونگا اور پوٹکا سا کی دشمنی ازلی ہے۔ اور یہ دشمنی ایک جگہ جاری رہے گی۔ یہ جادو گردوں کی پیش گوئی ہے۔ کیونکہ اس دشمنی کی بنیادیں بہت گہری ہیں۔ یہ بنیادیں اس وقت بڑھیں۔ جبکہ دلدلوں کی دوسری جانب زمین کی گہرائیوں میں ایک شخص پیدا ہوا۔ گہرائیوں والوں سے پر سے آج بھی موجود ہیں۔ سردار کے بتا۔ اس شخص کے پاس ایک گائے تھی۔ اس سے اپنے بیابان کبھی کوئی لکائے پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس شخص کے بار دو بیٹے پیدا ہوئے، ایک کا نام ترونگا اور دوسرے کا پوٹکا سا تھا۔ یہ دونوں قبیلے اسی نسل سے ہیں۔ دلدل سے پیدا ہونے اس لیے آدمی کے پاس ایک گائے تھی۔ پھر اس گائے نے ایک بچہ پیدا دیا۔ اور اس شخص نے پٹکانے اور چھڑا اپنے دونوں بیٹوں کو دے دیا۔ وہ بچہ پڑا ترونگا کے بڑے بھائی پوٹکا سائے حسین بنا۔ چھوٹے بھائی کو اس پر سخت غصہ آیا اور اس نے اپنے باپ سے شکایت کر لی۔ باپ نے پوٹکا سا کو سمجھا کہ ترونگا کو اس کا بچہ ادا نہیں کر دے مگر پوٹکا سائے ان پر جوں تک نہ رہی۔ شک کر اس نے کہا۔  
 "بیٹے ترونگا۔ میں نے اس بچے کے پیچھے جہانکا۔"

قرآن مجید کے پڑھنے میں ثواب لکھ کر پڑھنے میں دی گئی ثواب ہوتا ہے۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے انسان کو با محاورہ اور زبان میں کلام پاک کا ترجمہ روشن چسپاں کلام لکھ کر دینا چاہیے اور خالق کائنات کے احکامات کو اپنی زبان میں سمجھ کر دین دنیا کی برکتیں سمیٹ لیجئے۔  
 ہر طرف صرف ۵ روپے۔ منگالے کے لئے کس روپے کا پیشگی منی آرڈر کریں۔



[illegible]

• سرور یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ان سچ کیا فائدہ حاصل کر  
جیں۔ لہذا یہی D.D.  
صرف ایک • ہم نے کہا۔  
• وہ کیا •

میرے خیال میں مسٹر لازمی ہیں چند روز بیس  
روز گزارنے کا بیٹھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو طویل اور  
تھکا دینے والی سہم کے درد ان پر پہلو متعلق ہے کہ سہم ایک  
معدنہ کو تمام غیر سہم سست نے اور آرام کرنے کے اس  
معدنہ کو اس سے کنواڈا مناسب نہیں کیونکہ اس کے بعد  
ہیں جو مسٹر اور گزارا مسٹر کے سفر میں چل چکا ہے۔

وعدہ بنیاد پر کیا جائے گا۔ اگرچہ اس میں ہر ایک کو اپنا حصہ ملے گا۔

۱۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۲۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۳۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۴۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۵۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۶۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۷۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۸۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۹۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"  
 ۱۰۔ "میں نے اپنے دل سے اس کی یاد دھو لی ہے۔"

نمبر ۲۰۰۰ء میں برائے نام اپنے دوستوں سے مل کر جادو سے  
 افسانہ نگار کا نام بھانپ لیا۔ جادو سے اپنے مخالف لایا  
 تھا اور یہ مخالف نہیں نہایت بھاری سونے کے سہارے  
 زوردار تھا۔ اسی لیے یہ مخالف ہم لوگوں میں تقسیم کر دیئے  
 اور تمام چہروں پر زندگی کی گلابی روڑی گھسی۔ ہنسنا، پتھر  
 لاکھوں روپے کی مالیت کے نیکے بدلے جو نئے واسطے  
 زندگی سے مسکود ہو گئے۔ چہروں پر خوشی کی علامت تھی  
 جیسے سکون، ہوا تھا۔ کہ از کم ان بے جاہلوں کے کہہ تو انکو  
 خلاف ہوئے۔

کھڑے ہو کر اور خون آشام نکل نکل کر آ رہے تھے۔ وہ ہمارے خیمہ بکھاڑے اور چمڑے کے کوسوں پر چمڑے میں بچ کر رہے تھے۔ ہر طرف شور و غوغا مچا ہوا تھا۔ بڑے بڑے گڑھاڑا غار بن چمڑے میں بچ کر رہ گئے اور ان میں مصلیٰ کی خراب جھونپٹی، شراب عام جھونپٹی، سب سے پہلا جام لوجھوں کے سلاخوں میں لپکا۔ ہر ایک ریلوے سٹیشن پر نام تھا۔ جس کے چلن پر چالوں کی کھوجیں سبھی پوئی تھیں۔ اس کے بعد مشعل عام چمڑے، ہر ایک کے لئے فتح کا جام پینا ضروری تھا۔

وہ اپنے ہم وطنوں کو یہ کہتا کہ میری مصروفیتوں کے  
فراموشی نہ کرنا کہ میری طرف سے اور بڑے شکر ہے۔ یہ مجھے وہ  
روشن فہم ہمارے ہم وطنوں کے غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ہے۔ ان کی  
موجودہ نفسی حالت اور اس کی طرف سے ہمارے ہمارے ہمارے  
خوبیوں کے بارے میں خاصا بڑا کام ہے۔ وہ شہر کے کمال ہیں  
جس کے خاتمہ اور اس کے ساتھ شہر کے کمال ہیں۔ اس کے  
سے وہ ہے۔ اس کے ساتھ ہے۔

سید احمد دہلوی نے کہ جس کے کوہ پیٹ سے کھڑکیاں اور  
عورتیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ ہم ان کیے کوہ پیٹوں کے  
مجھے کہہ گا۔ یہاں پہنچے۔ یہیں لیفٹیننٹ کے کمر ہمسار  
افسار کرو گئے اب جہاں اعزازت دو۔  
سید احمد نے یہیں پہنچنے سے دیکھا اور سچر جہاں  
اسی منظم الشان دیکھ کر دہلوی سے جانتے ہوئے دیکھا  
مسلمان نے نہیں کر کہا۔

• یہ کوئی سا اصول ہے، بہتر تو یہ ہے کہ ہم خاموشی سے بیان سے نکل جائیں، ہم نے اصول کے دوسرے نسخے پر غور نہیں کیا ہے، غرازی کو لا۔

دوسرے بھائی والے اس سہیل پر کڑواہٹ سے زکروں میں گئے۔  
اس وقت کے بارے میں سچا ہے تم نے ... طرازی  
بولا۔ بات معذرت تھی آج کے لئے ہمارے منہ  
صحت سے بیکار ہو گئے۔



ابیس بہر حال صوفیا اور علماء دونوں کے لیے باعث حیرت و تعجب بن گئی ہے۔ وہ ہر وقت موجود اور بے پناہ قدرت کا مالک ہے۔ سبھی کو آسانی سے ہر کام لیتا ہے۔ جتنا کہ جنت میں آدم اور حوا کو بھی ہر کام میں کامیاب ہو گیا۔ شاعرانہ اور فلسفویانہ مفردوں، مخدوؤں، صوفیوں، دانشوروں، عالمان، زانبدان اور فقیہوں کو اس نے جس طرح اپنے دامن تکبیر میں چھپایا ہے اس کی شکل زادوں حافظ اور الفیض ملازمہ ابن جوزی نے اپنی کتاب تکبیر ابیس میں لکھ دی ہے جو واقعی عالمانہ بھی ہے اور دلی چسپ بھی، لیکن زیادہ دل چسپ مفسرین کی وہ تحقیقات ہیں جو انھوں نے ابیس کے گہرے حقائق و حالات کے بارے میں کی ہیں۔ سورہ کاف کی آیت یسری اور انچاسویں آیات میں ابیس اور اولاد ابیس کا ذکر آیا ہے۔ وہ ان کی دوستی سے منع کیا گیا ہے کہ ان کی دوستی زبان و ذلت و عقوبت کی باعث ہے۔ اولاد کے ذکر پر مفسرین کو ابیس کی بیوی کا خیال آتا لازمی تھا۔ چنانچہ بعض نے کہا کہ ابیس کی اولاد اس کی بیوی کے بطن سے پیدا ہوئی ہے لیکن بعض دوسرے مفسرین نے اس طرح کا تولد اولاد تسلیم نہیں کیا۔ ان کی تحقیق کے مطابق ابیس کی بیوی مردوں کی طرح اٹھنے بی

ہے اور ابیس کے بچے انھی اندوں سے نکلتے ہیں۔ یہ خیال انھیں اس لیے آیا کہ ابیس اور اولاد ابیس شریعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے پر قادر ہے۔ پہاڑ اور دریا ان کے راستے کی گارنٹی نہیں دیتے اور ایسا پروں کے بغیر ممکن نہیں ہے لہذا وہ پرتسے قسم کی مخلوق ہیں۔  
تو لہذا زمین کے قافل مفسرین نے ابیس کے نو بیٹوں کے نام بھی معلوم کر لیے ہیں۔ پہلے لڑکے کا نام لافیس ہے، دوسرے کا والدان تیسرے کا خاف چوتھے کا مرو، پانچویں کا زلن، چھٹے کا ترس، ساتویں کا مور، آٹھویں کا مسطوس اور نویں کا داسم۔ ان نو لڑکوں نے اولاد آدم آپس میں تقسیم کر لی ہے اور ہر ایک اپنے اپنے طبقے کے امور کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔  
ابیس کی بیوی کا نام ابستہ کوئی معلوم نہ کر سکا۔ دوسرے مفسرین اولاد ابیس کی تعداد نو تک محدود نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں آدم کے ہر بیٹے پر ابیس کا ایک ایک بیٹا وجود ہے جو آدم کے بیٹے کے ساتھ زندگی بھر لگا رہتا ہے اور اسے مرنے تک چھوڑتا۔

۱۸۸

فراری نے جو کہہ کیا تھا اسکی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ان حالات میں ہم مصیبت میں پھنس سکتے تھے۔ جو اٹھنے نہیں جیتی تھانہ دیتے تھے۔ سیاہ خام لہو اور دل کے لیے تو یہ تحائف اس قدر قیمتی تھے کہ وہ ان کی حفاظت کے خیال سے راتوں کو سو بھی نہیں پاتے تھے۔ دوسرے لوگ بھی انہیں پا کر خوش تھے بے نیاز تھے تو اس اور سلطان کریم بن مجازوں سے چندان دلچسپی نہیں تھی۔  
”کیا خیال ہے فراری، میں کس طرف ہلنا چاہیے سلطان نے کہہ دیا کہ سوچو مجھے اس کے بعد سوال کیا  
”ابتدائی طور پر تو اس طرف گئے کہ گون گون کاؤں دوسری طرف ہے۔ اس طرف ان کے مذہب پر خطر نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ہم نقشہ کے مطابق اپنی منزل کا تعین کر رہے تھے۔ فراری نے جواب دیا۔  
”میں نے نہیں کی اور مجھ  
”تو آپ کا کیا خیال ہے سر لعلی؟  
”اصلی طور پر میں فراری سے قطع ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ان جگہوں کی بات نہ کر سکے کہ وہ ان کے آنے کے لیے ہلاکتی

خواہش ہے کہ ہم اپنی طلب میں کامیاب ہو کر جلد از جلد اپنی دنیا میں واپس چلے جائیں اس طرف اس قبیلے میں ان لوگوں کا انتظار کرنے سے کافائدہ۔  
”مگر سب کی یہی رائے ہے تو کیا ہے۔ یہاں عزت افزائی نہیں ہے۔ میں نے کہا اور اس کے بعد ان کو موضوع پر گفتگو کی گنجائش نہیں رہی۔ مگر ہم سب متفقہ طور پر اس بات پر تیار ہو گئے تھے کہ موقع ہاتھ آئے ہی یہاں سے نکل جائیں۔ اس فیصلے کے بعد میرے دل میں ایک ذرا سی غلش پیدا ہو گئی تھی، یہ لوگ کہ جنگی ہیں لیکن جو اٹھنا اور اس کے اپنے ہمارے ساتھ بہت کم تر ملکہ کیا تھا۔ وہ ہمیں اس امید پر مجبور کر گئے تھے کہ وہ ابھی میں ہیں یہاں بائیں گے لیکن یہاں کی اپنی سوجھ بوجھ، اپنی لوگوں کا کہنا بھی درست تھا مگر اس شکست پر ہائی اور اس کے بعد ان کے دشمن بن کا بھی کون سے ہونے پہلے پہلے تو یہاں سے چھٹنے کا قصد اس کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ جنگی ہیں بلکہ یہاں سے کیا ملکہ کر رہے۔ ہم نہیں مگدلیں شامل ہوتے ہر شکست خوردہ ہوتے ہیں۔ جن کے ساتھ جو بھی بہتر ملکہ نہ کرے وہ جگہ سے جگہ ہرگز ہٹا کر اور اس

کا باپ یہ کہہ کر چلے گئے کہ وہ ابھی میں وہ مردوں کے سر اور ٹانگوں سے کر آئیں گے۔ تو کیا یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ شکست کھا جائیں اور ان کے دشمن اس قبیلے کا رہا کریں تو پھر یہاں سے وہ سرحد کو چھوڑیں گے بائیں لہذا میں سولہ میں ہمارے سرحدی شامل ہو کر ملے گئے یہ کیا گیا کہ آٹھویں رات موقع پا کر پہلے سے اپنے دست دریائی دلدل علاقے کی جانب سفر کرتے ہوئے دلدل کا چارہا پہلے اتنی دور کہ یہ لوگ ہمارا پتہ نہ پاسکیں، اور اس کے بعد جب ہم حاصبا جگہ پہنچے جہاں تو یہاں سے راستہ غائب کر لیں۔

سرشام ہی آسمان بادلوں سے ڈھک گیا تھا، فضا میں نمی مٹی ہوئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ بارش کسی بھی وقت ہو سکتی ہے، لیکن ابھی تک بارش کا کوئی دھڑ نہیں تھا، رات کے تقریباً چار بج گئے اور آدھی گھوڑی ہوئی مٹی کی قبیلے کی طرف تشریف آوردہ لوگ جو پہلی غذا دست بردار ہو چکے تھے، تیس رات کا کھانا لے گئے تھے اس کے علاوہ ہمارے لیے آگ روشن کر دی گئی تھی تاکہ پھر وہ میز سے چھاؤں جو کچھ یہاں پھر بہت تھے اور کانی بڑے بڑے تھے آگ ہم نے دشمن رہنے دی، ایک بجے ہم سب تیار ہو گئے، بتی کے کچھ نو پوائن پر ستر رہا ہوتے اور بے سہارے لیے ہوئے بن بگول بدقیاسات تھے ہر باہر سے آنے والے راستوں کی سمت میں تھیں، لیکن ہم نے قطعی راستے کا انتخاب کیا تھا چنانچہ صبح وقت ہم سب تیار ہو کر اس راستے کی جانب چل پڑے۔ دلدل کی تھلاہٹیں ہم لوگ آگے بڑھتے تھے تاکہ کسی کو شہ نہ ہو سکے اور ہٹا، انداز بھی اس طرح کا تھا جیسے ہم پہل قدمی کر رہے ہوں، مگر رات کے اس پہر پہل قدمی کسی طور نہ سب جہیں تھی لیکن پہر طو اس کے علاوہ کوئی پہل کا بھی نہیں تھا، یہ اتفاق کی بات تھی کہ پھر بادلوں کی وجہ رات کا پہر کہ ہمیں کسی نے نہیں دیکھا اور ہم سب بات تو اس جگہ پہنچے ہو گئے جہاں سے ہمیں آگے کی جانب سفر کرنا تھا، تاریکی اتنی شدید تھی کہ ہمارے ہاتھ بھلائی نہ پاتا تھا، لیکن یہی موقع ہمارے لیے بہتر تھا، اس تاریکی سے فائدہ اٹھا کر ہم جتنی دور چل جاتے اس میں ہمارا فائدہ تھا، وہ نہ دن کی روشنی ہمارے خلاف کے لئے بہتر ثابت نہ ہوئی۔

ہم آگے بڑھتے رہے، اس گھوڑا ساری کی وجہ سے سفر کا فکر آتی تھی لیکن جتنی بھی پہلے تھی، جگہ جگہ ٹھکریں پڑ رہی تھیں اور ہمیں کہا جاتا تھا کہ ہمارا گھوڑا ہمیں کہاں سے ہٹا رہا ہے۔ ہوتے ہوئے نہ مل سکتا تھا، ہمارا گھوڑا چل رہی تھی، جگہ جگہ انھیں ہٹا رہا تھا کہ بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ دلدل کی سرخ تھی۔

اور شربت دار میں تھی، درختوں کا بھی خطرہ تھا لیکن ہر طور ان تمام خطروں کے ساتھ ہم آگے بڑھ رہے تھے اور ہماری یہی کوشش تھی کہ جس طور بھی ممکن ہو سکے، قبیلے سے دور چل جائیں۔

راستہ ہٹائی تھا اور شکر یہ تھا کہ ابھی جنگلوں کا راستہ نہیں شروع ہوا تھا، ویسے بھی اس بات کا یقین نہیں کیا جاسکتا تھا کہ جس راستے کی طرف ہم بڑھ رہے ہیں، وہاں آگے چل کر ہمیں کتنے غلطے پر چھٹیں ملیں گے۔ لیکن جو کچھ بھی تھا اب تو یہ سفر ختم کرنا ہی تھا۔ ہم اہمڑوں کی طرح سٹو کریں کھاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور یہی رات یہ سفر ہماری راہ شکر تھا کہ کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جو ہمارے لیے حلیف رہے ہوتا، پھر جب صبح کے اٹھنے پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ جنگل ہمارے بائیں سمت دو رنگ پھیل رہا ہے، گویا ہم جنگل کے کنارے کنارے سفر کرتے رہے تھے اور جنگل بہت پہلے آگیا تھا۔

جنگل کے اس حصے سے جنگلی درختوں کی ڈالیں بھی آ رہی تھیں، جنہاں ہم نے پہلے پہلے غور نہیں کیا تھا، ان آوازوں کو سن کر ہم کانپ کر رہ گئے۔

”سلمان میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، فراری اور ڈاکٹر فیکان نے جنگلوں کی طرف دیکھنے ہوئے کہا۔  
”خدا کی پناہ، اس کا مقصد ہے کہ جنگلوں کا سلسلہ بہت دور سے شروع ہو گیا تھا۔“

”ہاں، رات اتنی تاریک تھی کہ ہم جنگلوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہ لگاسکے۔“

”میرے خیال میں میرے انٹیم میں داخل ہونے کے بعد ہم نے اپنی زندگی کا سب سے خطرناک سفر کیا ہے۔ فیکان بولا۔ اور میں ہنسنے لگا۔

”کیا کہا جاسکتا ہے ڈاکٹر فیکان، ہم تو ہر لمحہ کسی کسی خطرے سے دوچار رہے ہیں۔“

”لیکن کیا اندازہ ہے، ہم کسی دور چل آئے، فراری نے سوال کیا۔“

”میرا خیال ہے کہ رات بھر کا یہ سفر ہمیں ان سے دس یا بارہ میل دور لے آیا ہوگا کیونکہ سفر کی قدر زیادہ تیز نہیں تھی۔ اس نے اس سے زیادہ فاصلے کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔  
”ہر طور پر یہی طرح ممکن ہو گئی ہے، کیا خیال ہے بھو ویر آرم کا چلنے۔“ ڈاکٹر فیکان نے کہا۔  
”نہیں ڈاکٹر فیکان، اس وقت تو ہم قطعی مناسب نہیں



پھر یہی ہوا پہلے ہم لوگوں نے منسل کیا اور مزدور جمہوریت  
نے قہراً و جبراً بدشاہدہانے ہمارے گھر سے رہے لیکن اتفاقاً کہ  
میں کہ کرتی ہوں نہیں پہچانے اس کی وجہ بھی ہر کسی سمجھتی کہ وہ منسل

کے اوپر کھڑے ہو کر میں نے ہاؤس طرف دیکھا، حیرتوں کا واقعہ  
فرہوہ گاہ میں کوئی نشین نہیں تھا، ورنہ شاید میرا تھا جس کا ایک  
بڑا حاکم خیال ہو رہے نہ یہی میری سرانیت کر گیا، میرے دیکھ کر میں نے حیرت  
کو نہیں نہ گئے۔؟ میں نے سوچا کہ شاید میرے پاس آ گیا۔ میرے  
پہرے والے انکے آڑ میں تھیں، بس کہ جب اس شخص نے

فرار کی ہوا۔  
 "ہنسنے کی بات ہی ہے۔ تم دیکھنا وہ ہم سب سے زیادہ  
 بھگدار بن گئے۔"  
 "مگر یہ کب مت گئے مریں، اور کہہ رہا میں تھے۔؟"  
 "سننے کی رت مریں گے؟ کب مت مریں کی پہچان تک نہیں کتنے  
 نیکان رات چسپس کر ہوا۔

”ہاں، اس چھوٹی سی ہاتھ مارا اس طرح سے بد دل نہیں ہوگا۔  
 پہلی سوسائٹی، ایسی تو ہوتے ملنے بہت سے مراعاتی :-  
 ”ہاں اس کو کوئی شک نہ نہیں ہے، لیکن ان کم کم ہوتے

81

ایسی چیز نہیں تھی۔  
 "سوائے ان باتوں سے کہ قلبی، تہمتی، معمولی معمولی باتوں کو  
 مدت سوم۔ تہار کی خیال ہے کیا وہ کسی چہرے کے بغیر دہی کا سڑ  
 کے کر کے لے گا۔"  
 "میرے خیال میں نا ممکن ہے۔ اس دن کم بہت کتوں کا  
 مرنا ہی بہتر ہوگا، اگر مجھے اس سے کوئی نظر آئے، اس دن  
 کسی ٹھیکے کا شکار ہو تو میں دو گریباں تو اس کے پیچھے ہی آتا ہوں  
 لگتا ہوں اس کی مدد نہیں کر سکتا۔"  
 "ٹھیک کہتے ہو قلبی، لیکن اب کیا کیا جائے، مجھ سے کہ  
 لوگ نے جانتے نہیں، اتنی ہلکی سی باتوں پر مجھے، مگر کھانسی  
 تک نہیں کرنا، ایسا تو نفاک واقعہ کی پیش نہیں آیا، تمہاری زندگی  
 کے قلمب دہانے ہیں کہ اس کے حالات اور طریقہ کو سمجھتے رہیں۔  
 اپنے سر قلبی، سر فرازی اور فیکان، اب ہم اپنے افراد کو لے  
 رہے ہیں اور یہاں بھی میں آپ کو ایک بار پھر حالات سے آگاہ کر  
 دینا مناسب سمجھتا ہوں، اچھی طرح سمجھنے کے بعد فیصلہ  
 کریں کہ آپ لوگ اپنے طور پر چلیں گے تو نہیں، بدل کر کوئی  
 چرچا کریں گے۔ سر میں اب شکوک کا آغاز ہلکا سا ہے، ہمیں دار  
 زندگی اور موت سے بھگدڑ کرنا پڑے گا، اس وقت آپ لوگ  
 بے دامن کو زندہ دار قرار دیں، وہ لگے کہ کوئی کامیابی اور  
 ناکامی نہیں ہو، ہر کام کے شے کوئی، اور میں نے ہمیشہ کوشش  
 آپ لوگوں کو کہہ رہا ہوں، وہ اس وقت میں بھگدڑ میں ہی برقرار ہے  
 اب آپ لوگ اس وقت میں ایسی پسند کریں تو ہاں سکتے ہیں، یہی  
 پیش کش آپ کے پاس ملتی ہے، اب آپ لوگ اس سے فائدہ  
 اٹھا سکتے ہیں۔"  
 "میں میرے دوست، ہم بہت سے خطرناک مراحل سے  
 گزرتے ہیں، اگر اس کے بعد، الفاظ اور سہلے مناسب نہیں  
 ہیں، وہ کہہ سکتے ہیں، ہمارے لئے، میں چاہتا ہوں الفاظ  
 کی تصدیق، یہ خدمت فیکان اور فرازی کی تھی یا تھا ہوں،  
 میں اس سے مطمئن ہوں کہ فیکان بہت فوری۔"  
 "میں سر قلبی، اگر کہہ دیا، اس سے بھی دہلیز فرور  
 کر دیتا ہے، لیکن ہم اس کو زندہ رکھنے کی خاطر قرار نہیں  
 دے سکتے، سائنس کے کہہ کر مزدوروں کا انتخاب میں غلطی  
 کی گئی۔"  
 "مزدوروں کا انتخاب میں نے کیا تھا، اس میں ہر شے ہونا  
 چاہیے، لیکن آدھ بھی ملے تو ہم دیکھیں گے کہ کیسی ان

کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں، لیکن ہر طور پر ہم سب انسان ہیں  
 اور کہیں کسی مرحلے پر کسی سے بھی کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ کیا آپ  
 لوگ اس بات سے متفق نہیں ہیں۔ قلبی نے نرم انداز میں کہا اور  
 اس کے بچے کی نرمی نے فرازی اور فیکان کو بخند کر دیا۔  
 "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، اس میں کوئی شک نہیں، انہوں  
 نے جانتا تھا۔ اس کے بعد بات ختم ہو گئی اور ہم نے آگے بڑھنا  
 کر دیا۔ لیکن اب طبیعت میں پہلی ہی نشاوت اور ہنجالی نہیں  
 رہی تھی، سارا دن سفر کیا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا، سڑ  
 اس کے حالات بدل جانے سے موسم کی تبدیلیاں رونما ہو رہی  
 تھیں۔ سرد ہوا کے جھوکے دن سے ٹھنڈے دن تھے اور ہوں لگتا  
 تھا کہ آگے موسم بدلتا رہے گا۔  
 قلبی نے اس بارے میں ہر قسم پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا  
 "میں لگتا ہے مجھے آگے کا علاقہ پر فانی ہو۔"  
 "اتنے مختصر سفر میں اتنا بدلاؤ موسم مل سکتا ہے۔ کیا یہ میرے  
 انجیز بات نہیں ہے۔ فرازی بولا۔  
 "سر زمین افریقہ، حیرتوں کی سرزمین ہے، یہاں کسی بات  
 پر صبر و صفاقت کے مترادف ہے۔ یہاں ہر شے کہتے کہتے حالات  
 سے واسطہ پڑے، قلبی نے جواب دیا، سفر جاری رہا، اندازہ  
 تھا، جن کو ہم جوتے جا رہے تھے اور وسیع میدان نظر آنے لگے تھے۔  
 پہلی پہلی پہلے نامزد گاہ بکھرے ہوئے تھے اور ان کے اقتدار پر  
 بدش چٹیاں نظر آ رہی تھیں، اس لیے سفر کی سانس رات ہم ایک  
 برفانی علاقہ میں گھس رہے تھے۔  
 "اگر فیکان سب سے زیادہ پریشان تھا، اس رات اس  
 کی طبیعت کے خراب بھی ایک جیسے تھے، اس میں ہم نے ٹاڈا لایا  
 ضرورت زندگی سے فارغ ہو کر سرجر کر بیٹھ گئے، قلبی نے کہا  
 "ابھی تک ہم اپنی منزل کی علامات نہیں پاسکے۔ یہ اندازہ  
 تو کیا ہوا ہے، ہم جس سمت سفر کر رہے ہیں یا منزل سے بیک  
 ہو چکے ہیں، جو اسے نظم منظم نہیں ہے کہ گمراہی یا اس بلکہ بہت  
 جائیں گے کہ یہی مطلوب ہے۔"  
 "ہم جسے راستہ نہیں، سامان نے سکون سے کہا، وہ ہے  
 اکتھار لایا تھا۔"  
 "تھوڑے سے بات کہہ کر رہے ہو۔ قلبی نے  
 سوال کیا لیکن یہاں اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ "میں  
 نے تم سے سوال کیا ہے سلمان۔"  
 "ہاں۔ سلمان چونک پڑا۔"

"تم اس دعوے سے بات کہہ کر رہے ہو۔"  
 "کوئی بات۔ سلمان حیرت سے بولا۔  
 "جی کہ ہم جسے راستہ نہیں ہیں۔"  
 "میں۔ میں نے کی ہے بات۔ اسلمن تجب سے  
 بڑی شکایتیں دیکھنے لگا، میں کہتا ہوں کہ اس کی کیفیت سے آگے  
 تھا، وہ ابھی گشت کر رہے تھے، لیکن دوسرے لوگ اس کیفیت  
 سے واقف نہیں تھے۔  
 "کیا تم نے بھی پہلے نہیں سمجھا۔"  
 "جیسے علم نہیں۔ وہ دھندلی سانس لے کر بولا۔  
 قلبی فرازی اور فیکان مجیب کی شکایتوں سے سلمان کو  
 دیکھنے لگے، پھر قلبی نے کہا۔  
 "اگر تم خفا کر رہے ہو، بیٹے تو میرا خیال ہے یہ وقت ذرا  
 کیلئے موزوں نہیں ہے، ہم لوگ اتنے عجیب و غریب حالات کا  
 شکار ہیں کہ کچھ کہہ نہیں سکتے، یہاں سے وہی کا تصور بھی بڑا  
 پریشان کن ہے۔ اگر ہم تینوں تو اب اساتھ ہو کر زانباں جا رہے  
 تو یہ ہمارے لئے ممکن نہیں، لیکن اگر وہ بت جاں بھی رہی اور ہم  
 اور حاضر کرتے رہے، تو پھر شاید ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں  
 کہ ہم اپنی منزل نہیں پاسکیں گے۔ قلبی نے کہا۔  
 "ہمیں سر قلبی بدلنے کے لیے ضرورت نہیں، یہاں آتے  
 کے بعد ہمیں اپنی تمام حالات سے دوچار ہونا تھا، ظاہر ہے سفر  
 اظہر کا سفر معمولی بات نہیں تھی۔  
 "وہ تو ٹھیک ہے، لیکن صورت حال اب ہمارے لئے کچھ  
 عجیب سی ہو گئی ہے، آپ لوگ میں خاموشی اور سکون کے ساتھ  
 سفر کر رہے ہیں، وہی میرے انجیز ہے، جبکہ منزل کا کوئی جوش نہیں  
 ہے۔"  
 "تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے، سر قلبی، میں نے کہا۔  
 "کہ نہیں، میں سب سے پہلے اس بات کا یقین چاہتا ہوں  
 کہ ہم جس راستے پر سفر کر رہے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں۔"  
 "میں نے کہا، ہم جسے راستوں کی سمت سفر کر رہے ہوں  
 سلمان پھر بول اٹھا، اور فیکان کو کہہ کر دے دیکھنے لگا۔  
 "ابھی تم نے اس بات کی تردید کی تھی۔  
 "لیکن اب یہ کہتا ہوں کہ بڑی سمت درست ہے سلمان۔  
 "نہ کہا۔  
 "میں نے اپنے کے مطابق تم اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو کہ ہماری  
 سمت درست ہے۔" قلبی نے وہ دھندلے سانسے بھرنے پر

پھیلے چند سالوں سے اردو زبان میں کھینک کھینک  
 کا قلم چلایا تھا، اگر کوئی کتاب ملتی تھی تو بہت پرانی  
 ٹھیک پر ہوتی تھی جو آج کے دور میں کسی کام نہیں آ سکتی  
 تھی، ہم اظہر حسین راہی کے بے مدد محنون و مشکور ہیں جنہوں  
 نے ہمارے حاضر پر موجودہ دور کی ضرورت کو پورا کرنے  
 والی ٹھیک کی کتابیں چھاپنے کا بیڑہ اٹھا دیا، ان کے فضل اور  
 کرم سے وہ اب تک ذیل کی کتابیں چھاپ چکے ہیں:  
 (۱) جدید الیکٹرونک گائیڈ (۲) جدید الیکٹرونک ڈائرینگ  
 (۳) جدید ریڈیو گائیڈ (۴) جدید موٹر وائیڈنگ (۵)  
 جدید الیکٹرونک و گیس ویلنگ (۶) کپیڈ ریڈیو گائیڈ (۷)  
 جدید صابن سازی (۸) پریکٹیکل ٹرانسفارمر گائیڈ (۹)  
 جدید گھڑی سازی (۱۰) پریکٹیکل ایسیلی ٹرانز گائیڈ (۱۱)  
 ڈیزل انجن گائیڈ (۱۲) پٹرول انجن گائیڈ (۱۳) T.V.  
 ریسیور گائیڈ (۱۴) T.V. گائیڈ (۱۵) مرم جی وکھلنے  
 بانا (۱۶) آئینہ سازی (۱۷) V.C.R. سروس گائیڈ  
 اور (۱۸) ٹیپ ریکارڈ گائیڈ۔  
 یہ تمام کتابیں قابل اور سند یافتہ مغرب نے بھی  
 ہیں ان کتابوں کی مدد سے T.V. کو درست کرنے والے  
 اور کم پڑھنے والے یہ روکھو جو ان پور ایبل فائدہ اٹھا سکتے  
 ہیں، ہر لحاظ سے مکمل، انتہائی آسانی سے سمجھائے گئے  
 طریقے، "ٹولو آفیسٹ پر چھاپی گئی ہیں۔ ہم ان  
 نوجوانوں سے اپیل کریں گے جو بے روزگار ہیں کہ اگر  
 آدھ وقت بزنس کرنے سے بہتر ہے کہ کتابوں کی مدد  
 سے کسی بھی بزنس کو اپنا کر روزی پیدا کریں۔



کہا جو ہم لوگوں نے ترتیب دیا تھا۔  
 ہاں ہم سید کی توجہ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے تھے۔  
 کہ یہ بڑا بڑا آدمی تھا جس کے دوسری طرف چلنے  
 کے راستے مقرر ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی اور آدمی  
 راستے سے گڑھے میں پڑی دیوار کے دوسری طرف جا سکیں  
 تھے اور اس طرف سے گزرتے ہوئے اس طرف سے گزرتے ہوئے۔  
 چلے خودی کے عالم میں کہ رات بھر اور میری حالت خواب تھی۔ وہ  
 رات اس سلسلے میں سوال کر سکتے تھے جس کا میرے پاس ان کے  
 پاس کوئی جواب نہ ہوتا۔  
 لیکن نقشے میں تو اس دیوار کی کوئی نشانہ ہی نہیں ہے۔  
 نہ ہمیں جو کہہ رہا ہوں۔ مسلمان نے کہا۔  
 تم اتنے وقت سے کیسے کہہ سکتے ہو یہ بات۔  
 میں جرم میں نے کہا اور جو آپ لوگوں نے سنا وہ سب  
 ہے۔ یہ کسی بد کسی سوال کی گنجائش نہیں مسلمان کے لیے  
 ایک عجیب سی سائنس تھی۔ قطعی حجازی اور یہاں اسے دیکھنے  
 لیکن ان کے چہروں کے تاثرات خوشگوار نہیں تھے۔  
 یہ مطلق انسانی ہم میں سے کسی کو بھی پسند نہیں آئے گی  
 قطعی نے کہا۔  
 دانتے دیکھے اس سے کوئی فرق نہیں مسلمان نے بڑا سار  
 بنا کر کہا اور ہر سے پاس سے ہٹ گیا۔  
 "بھول بار صاحب آپ کا ان کے اس رویے کے بارے میں  
 کیا کہتے ہیں۔ قطعی نے جواب دیا۔ میں نے دیکھا تھا کہ قطعی  
 کو خوش رہنے کے لیے کہا اور پھر دیکھے بچے میں ہلا۔  
 "لوگوں میں ہے اس بھلائی تو جرت ہو۔  
 "توجہ دینا ضروری ہے آپ خود کو چھوڑ کر باہر زندگی  
 اتنی سہلی چیز تو نہیں ہے۔ جسے منوعات پر قربان کر دیا جائے۔  
 "گر مسٹر قطعی ان تمام باتوں کے بارے میں تو آپ پہلے بھی  
 سوچ چکے تھے۔ یہ باتیں نئی نہیں ہیں۔ میں نے کسی قدر  
 سر دیکھے ہیں کہا۔  
 "ہاں مگر ہمیں ایسے حالات کا علم نہیں تھا۔  
 "ہمیں بھی نہیں تھا۔  
 "اگر مسلمان دیکھنے کے واسطے میں اتنے ہنگاموں میں تو  
 ہمیں مسلمان کرنے کے لیے بھی کہہ سکتے ہیں۔  
 "میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔  
 "یہ کہ ہم تمام ان کی بات ہوئی قطعی نے جوت ہنر سے

کر کے کہا۔  
 "نہیں ہے آپ کو ایسا محسوس ہو رہا ہو۔ لیکن حقیقت میں  
 یہ نہیں ہے۔ میری گزشتہ بات ہے کہ آپ پر کون سا آدمی۔  
 قطعی چند منٹ میری صدمت دیکھتا رہا پھر پرتی رائے سے گزرتا ہوا  
 ہو گیا۔ میں نے اس کے پیچھے پڑنے کی کوشش کی تھی۔  
 اس رات کے قیام میں میں نے اسے موقتہ پارک سٹاپ سے گھسٹو  
 کی۔ مجھے غمزدہ سے دیکھ کر غصہ میں آ گیا۔ اور اس نے ہنر سے  
 کر کے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔  
 "میں نہیں سمجھا تھا کہ جانتا۔  
 "حقیقت سے صرف میں اور تم واقف تھے جبکہ دوسرے  
 لوگوں کو ہم ایک جھوٹی کہانی بنا کر دے رہے ہیں۔  
 "ہاں۔ یہ درست ہے۔  
 "ان لوگوں کا ایمان بھی ضرور ہے۔  
 "جبکہ غرض کروں تو چاہتا ہوں آپ بڑا تو نہیں مانیں گے۔  
 "کبھی۔  
 "ان لوگوں کی موجودگی اب مجھے حیران گذر رہی ہے۔  
 "بہر حال ہم اپنی اس بات کا آغاز کریں اور طریقہ کیسے۔  
 "کیا مطلب؟  
 "مطلب یہ کہ ان لوگوں کا ساتھ صرف اس حد تک ہوتا کہ  
 یہ ہمیں مقبول ماحول سے کر یہاں پہنچا دیتے اور اس کے بعد ہمارا  
 ان سے کوئی واسطہ نہ رہتا۔ مجھے ان کے سوالات گراں گذرتے ہیں۔  
 "وہ تو تمہیں کبھی مسلمان، لیکن یہ ممکن نہ ہوتا۔ اس طرف  
 کوئی ہمارے ساتھ یہاں تک آتا۔  
 "ان لوگوں کو اور بڑے سادہ فکری پیش کش کر دی جاتی۔  
 "خیر اب یہ بعد از وقت کی باتیں ہیں۔ ویسے میں محسوس کرتا  
 ہوں کہ ان لوگوں کی موجودگی قیمت ہے۔  
 "ہاں اس شکل میں خواہ مخواہ کے سوالات کر کے ذہن کو  
 پریشان نہ کریں۔  
 "تم ایک ایسی بات کہتے ہو مسلمان جو تمہارے لئے عبارت  
 کا درجہ رکھتی ہے۔ تمہیں دماغ ٹھنڈا کر رکھا جو کہ ان لوگوں کو  
 یہاں تک لے آئے ہو کہ برداشت کرو کوئی ایسی بات مت کرو  
 جو ان کے لیے شبہ کا باعث ہو۔  
 "آپ یقین کریں میں جان بوجھ کر کوئی ایسی بات نہیں کرتا  
 اگر وہ کوئی ایسی بات کر دیتے ہیں جو صحیح نہیں ہوتی تو میری ذہنی  
 خود بخود بول پڑتی ہے مسلمان نے جواب دیا۔

"تمہارے خیال میں ہم صحیح راستہ پر ہیں۔  
 "وہ وقت سے کیسے کہہ رہے ہیں۔  
 "یہ بات کب جانتے ہیں چاہا جان۔ میری رائے ان کی جلدی  
 ہے۔ بہت سی نادیدہ باتیں میری ہنر ہیں۔ یہ میرے امیدوں  
 کی رو میں ہیں جن کی نگاہ مجھ پر ہے۔  
 "مطلوبہ۔ میں غامض ہو گیا۔ اس فلسفی حقیقت سے کم از کم  
 میں انحراف نہیں کر سکتا تھا۔  
 "مطلوبہ۔ سفر و سبب روز شروع ہو گیا۔ پہاڑ جھیل  
 وادیوں کے درمیان۔ ذہنی جنگی جالوں۔ اس وقت ہم نے ایک جگہ  
 قیام کیا۔ یہاں۔ یہ تھا کہ چنانچہ کچھ ہوتی تھیں۔ پتھر ایک چنڈا  
 دور تھا۔ ہمیں کہیں کہیں درخت آگے بڑھتے تھے۔  
 "رات ہو گئی تھی۔ ہر آرام کی غرض سے لیٹ گئے۔ قطعی  
 فریادی اور فیکان کا۔ وہ اب کچھ بدل گیا تھا۔ وہ بدول ہو گئے تھے  
 تینوں نے ہم سے اور آرام۔ یہ جگہ بنائی تھی۔  
 "دفعہ افزائی کے حلقے سے ایک آواز نکلی گئی۔ وہ۔ وہ۔  
 "کیا ہے۔ غصہ کونئی نہیں تھا۔ لیکن ہم سب اٹھ کر بیٹھ گئے۔  
 "بہت دور سے میں نے ایک جگہ ایک روشن دیکھی تھی۔ آگ کے  
 شعلے رات کی تاریکی میں چمک رہے تھے اور ان سے سیدھی دھواں  
 بلند ہو رہا تھا۔ قطعی فریادی اور فیکان نے اب بھی ہم سے اس سلسلے میں  
 کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میں اور مسلمان بھی کھڑے ہوئے آگ کو دیکھتے  
 رہے۔ جب میں نے میری سانس لے کر کہا۔  
 "نہیں ہے یہ مقامی لوگ۔ بول با پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں  
 کی کوئی باتیں۔ میری اس بات کا مسلمان نے کوئی جواب نہیں دیا۔  
 "قطعی فریادی نے فیکان میں کچھ گفتگو کر رہے تھے پھر قطعی نے  
 میری طرف رخ کر کے کہا۔  
 "کیا خیال ہے مسٹر بار۔ کیا وہاں ہل کے دیکھا جائے۔  
 "مناسب تو نہیں ہے اگر وہ مقامی لوگ ہوں تو ہم ان کے  
 بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں کہ کس قسم کے لوگ ہیں اور ہمارے ساتھ  
 کیا سلوک کریں۔  
 "اور اگر غیر مقامی ہوں تو۔؟ قطعی نے سوال کیا۔  
 "نہیں یہ نہیں کہہ جا سکتا کہ وہ لوگ کون ہیں اور ان کا رویہ  
 ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔  
 "ہم یہ خطرہ مول دینا چاہتے ہیں۔ قطعی بولا۔  
 "کیا مطلب؟  
 "مطلب یہ کہ ہم تینوں اس طرف جا رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں

وہ کون ہیں اور وہاں کیا کر رہے ہیں۔؟  
 "اصول طور پر یہ مناسب نہیں ہوگا۔ مسٹر قطعی۔  
 "میں کسی اصول کو نہیں مانتا۔ فیکان اور فریادی بھی اس سلسلے  
 میں میرے ساتھ ہیں۔ اصول کی بات آپ نے تو زور دی ہے مسٹر  
 بار۔ یوں سمجھئے کہ اب ہمارے درمیان وہ معاہدہ نہیں رہا  
 جو اب سے کچھ عرصے قبل تھی۔  
 "اس کی وجہ یہ ہیں کہ اب۔ مسٹر قطعی؟  
 "غیر ہے آپ سمجھا رہا ہیں جو کہ یہ بات کر رہے ہیں۔  
 "اگر ہمیں صرف سیاہ فام فلاحیوں کی حمایت دے دی جائے تو کیا  
 ہم میں سے کوئی اسے قبول کرے گا۔ قطعی بولا۔  
 "نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ آپ غلط فہمی کا شکار ہیں یہ سب  
 فلاحیوں کی حمایت کچھ اور ہے۔ آپ ہمارے دست و بازو ہیں۔  
 "نہیں مسٹر بار۔ مسلمان صاحب کا رویہ اس بات کا مظہر نہیں  
 ہے کہ وہ ہمیں اپنا ہم کہہ سکتے ہیں۔  
 "بہر حال میں آپ کا اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے  
 مناسب انداز نہیں مانتا۔ لیکن میری رائے ہے کہ کم از کم رات کی  
 تاریکی میں آپ حلقوں تک پہنچنے کی کوشش نہ کریں۔  
 "یہ صرف رائے ہے یا حکم۔ قطعی نے پوچھا۔  
 "میں نے کہا۔ صرف رائے۔ میں نے بھی کسی قدر خشک  
 روی سے جواب دیا۔ قطعی کے رویے میں سے خود بخود جھنجھٹا سا لگتا تھا۔  
 "تو تمہیں کہہ رہے ہوں مانتا یا نہ مانتا یہ میری مرضی پر منحصر  
 ہے۔ ہم تینوں باہر جا رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں کیا صورت حال ہے۔ آپ  
 اگر چلنے چاہیں تو ہمارے ساتھ چلیں ورنہ جیسا آپ پسند کریں۔  
 "جب آپ فیصلہ کریں پھر میں آپ کو ہمیں پکارتے ہوئے کہتا ہوں  
 رکھتا۔  
 "ہم یہ ہتھیار ساتھ لئے جا رہے ہیں ممکن ہے ہمیں ان کی  
 ضرورت پیش آجائے۔  
 "تمہیں کہہ۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ میں نے فریادی  
 سے کہا اور وہ تینوں اپنے ہتھیار لگا کر درخت کی طرف چل پڑے۔  
 "مسلمان خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا پھر اس نے سرگوشی کے  
 انداز میں کہا۔  
 "کوئی حرج نہیں ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے تو زور ہے۔  
 "میں نے تو تم کو مسلمان کی طرف دیکھا۔ وہ  
 "جیسے سولہ دھڑکے۔ مام میں بول رہا تھا۔ میں نے اس کے شانے  
 پر ہاتھ رکھا تو وہ ہونک پڑا۔







الحمد لله رب العالمين

ہر کوئی غلطی نہیں، صرف انسانی رشتوں کی بات کرواداسی  
انسانی رشتے کے تحت پروہیہا رازی میرے لیے بہت زیادہ اہمیت

تم اس کو جانیں یہ سال ہر سال ہے۔  
تشریف دے کر بھی، ان لوگوں نے ہیں اپنا نام بنایا ہے۔

نہیں ہیں۔  
 • لیکن اگر اس مسئلے میں کوئی نہ انقسم ہو تو ہر شریعتی



تو آپ کے علم میں ایک ہے۔ جب وہ لوگ تھاری تو خبر میں انہیں چوک کرنے میں کیا دلچسپی ہے؟  
 • اچھا اچھا خیک ہے، ہینڈلر کھان کر میں سمے۔ چہ تم یہ فیملر کر لو کہ میں کیا کر رہا ہے۔  
 • جب آپ انہیں نقل نہیں کرتے ہیں تو میں چاہوں تو پھر ایک ہی ترکیب اندہ بہ کہ تم اس کے تہیہ اپنے بیٹے میں ملنا اور وہاں سے نکل چلیں۔ میسرز کی کہنا تو میں اور پرومیس رائی کی گھنٹے کے باؤسے میں میسرز کی نے یہاں بتایا ہے۔  
 • ٹھیک ہے لیکن یہاں سے کتنے دور جاؤ گے۔ میرا مقصد ہے کہ وہاں لٹاؤں کہ میں تم کو یہاں سے بہت زیادہ باؤس فرمیں کر سکتے۔  
 • میرے دوکان میں ایک تجویز ہے۔ میسرز کی نے کہا۔  
 • وہ کیا؟ میں نے سوال کیا۔

مومنوں کی زندگی کا ایک اور جزو تھا اعتقادِ الٰہی بھی گہری زندگی کا جزو ہے۔  
 نبی کا حق: پیغمبر سے بولا۔  
 "اے میرے پیغمبر! میں نے تجھے یہی مقرر کیا ہے کہ تیرے ہاں سے  
 نکالنے کی کوشش کرنا تو جتنی ضرورت ہو جاگ بھاگے، چنانچہ اب اس  
 سلسلے میں کیا لائے ہو؟"  
 نبی کا جواب: نہیں ہے۔ پیغمبر کہنے دو۔ پیغمبروں سے نہ مقابلہ  
 نہیں کر سکتے۔ ویسے ہی اگر کوشش کریں گے تو وہ جانتے نزدیک: پہنچنے  
 پھینچیں۔  
 تو پھر کیا ہے میرے خیال میں اب پیغمبر کی مناسب نہیں۔  
 "اچھی بات ہے۔ پہلا قدم کریں کہ وہ آہستہ آہستہ رہتے ہوئے  
 اس زندگی سے نیچے اتریں۔ پھر ہم تیسرے میں سے ہر کس ایک پہنچ جائیں  
 گے جس کی نشان دہی تمہارے کی ہے۔"

مجھے۔ مثلاً حنا تک دودھ کا ایک ڈبہ توڑ دیا تھا اور دودھ کے ڈبے سے دودھ گر رہا ہے اور ہر لوگ اسی سمت گئے ہیں۔ جب دودھ کا پورا ڈبہ خالی ہو گیا تو ہم نے وہاں کا سفر ملتوی کر دیا۔ اور پھر اپنی ایشیا طرسے ایک لپٹا پنکڑی ٹاٹ کے سبز لٹے کے بتائے ہوئے راستے پر اسی جگہ پہنچ گئے۔ جہاں چٹان ابھری ہوئی تھی۔ ایک بہت بڑی چٹان کی آڑ میں سبز لٹے ایک غار کی جانب اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

”یہ غار اتفاق سے میرے نے دیکھا تھا۔ ان لوگوں کو جس کے بٹے میں یہ نہیں ہے میرے خیال میں ہر لوگوں کو اپنا تمام سامان اس میں منتقل کر دینا چاہیے۔ یہاں اور بھی چند غار ہیں۔“

”مگر ان لوگوں کے ساتھ سے تم تو۔“ نہیں ان غاروں کے بٹے میں کچھ نظر نہ گیا؟“

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے اور میں نے یہ سب کچھ سنا ہے  
اور میں نے یہ سب کچھ محسوس کیا ہے۔

نیکو: دینیت لگاتے۔ جہانمہ شیخہ مفتاح  
نے کھو تکیہ کی جتنی زمینیں ہیں۔ جو کھریں ہو گئے۔ انہوں نے  
جہانمہ شیخہ نے کیا۔ جو کھریں ایک جہانمہ شیخہ ہیں۔ جس نے  
کے قول میں ہیں کہ جس نے جس نے کھریں کھریں کھریں  
یا تو شیخہ کو کھریں کھریں کھریں کھریں کھریں  
کے قول میں کہ کھریں کھریں کھریں کھریں کھریں

تین مہر کوکے ساتھ تیرہ سو چار سو گز کے حملے کے وقت  
 تیرہ سو چار سو گز کے حملے کے وقت تیرہ سو چار سو گز کے حملے کے وقت  
 تیرہ سو چار سو گز کے حملے کے وقت تیرہ سو چار سو گز کے حملے کے وقت  
 تیرہ سو چار سو گز کے حملے کے وقت تیرہ سو چار سو گز کے حملے کے وقت

[illegible]

لاؤنی مقرر کیے گئے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔

96

”نہیں۔ مجھ کو کے دوسرے مسائل سے ہی خدمت نہیں ملے۔“

97



”خیر بعد دست بخود مال کر کہیں نہ لکیر دے گی؟“  
 میں نے خود مال کر دیا۔ اچھا نہ دھیرا دیکھنا اکتاف ہے؟  
 مہمان کے نہیں؟“  
 ”نہیں، دوسرا سب نہیں ہے۔ میں نے مسلمان کی طرف دیکھنے

ہو سکتا ہے۔  
 "دیجئے کہیں ہی؛ کہ منکم ہے وہ کہتا ہے ہی خدا سے  
 نصیحت کرو۔ خدا اپنے توکل پر ہی کی خدا ہی میں کرے۔"  
 ہم خیر ارادہ چاہیں بھی ہی ہر چیز ہمارے ہی کی نیکیت میں ہی۔  
 اور وہ ہی ہمارے ہی ہے۔

[illegible]

تم میری خواہش پہلی کر دو گے،  
 نبیؐ پر دُعا کروں، میں دُعا دے دوں گے یہاں سے مسلمان ہو کر اُطمان  
 پر دُعا کروں کہ اسے مجھے ملے۔  
 علیؑ مطلب ہے،

[illegible]

میرزا علی کا قصہ ہے کہ کوئٹہ فیض مال کرتا تھا ماشاء اللہ  
 ہے۔ اسی بات ہے میرزا نے تھکے کرتا ہوا کہ میرزا غلامی  
 سے تھک رہی مدد کرکون۔ ہمد میرزا ہی نے کہا  
 نام عدنیوں کو کہو گے ہمارے پڑوسیہ کیا فائدہ میں بخیر ہے۔  
 "تمہارا قصہ ہے میرزا ہی نے کہا کہ میرزا کا نام

و تو بناؤ و کر یہاں کئے غریب کام کرو سکتا ہے؟  
اس مسئلے میں میں کہ نہیں کہہ سکتا۔ ہمارے سفر تک ایسے غیر متین  
خام کسی نے جس کی کامیابی یا ناکامی کا کوئی تصور نہیں کیا ہوا سکتا۔  
میں کہہ سکتا ہوں کہ اسے جیسا کہ اعلیٰ العیوب ہے۔ لیکن تم سے ہر طرف

۱. *اینکه در این کتاب*  
 ۲. *نویسندگان و محققان*  
 ۳. *در این کتاب*  
 ۴. *در این کتاب*  
 ۵. *در این کتاب*  
 ۶. *در این کتاب*  
 ۷. *در این کتاب*  
 ۸. *در این کتاب*  
 ۹. *در این کتاب*  
 ۱۰. *در این کتاب*

[illegible]

ہوں۔  
 • جنہیں پر وزیر سرکار اداوت ہمارا مقصد نہیں ہے۔ میں نہیں ہے  
 پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔  
 • ہوں، اس کا مقصد ہے کہ تم ابھی تہذیب و نیاں داپس کا

کہلے مادہ نہیں رہتے لیکن ہم دوا فراد کیا کوئی ایسا سنگیہاں بہاں  
 جسے کہتے ہو، جو نہ کھا جو نہ  
 جسم کو کشش کر دے کہ  
 انجیر کو جسے کیا جاتے ہو، یہ بتاؤ، کیا میں قہار اساتذہ چھوڑ  
 دوں ؟

ابن ابی کثیرؒ نے فرمایا کہ اگر آپؐ جاہلین کو تہذیب کی تعلیم دے کر  
 پہلے سے نکل جائیں۔  
 ۱۰ اب یہ بھی ممکن نہیں رہا۔ اپنی عظمت کو کیا کر دوں، اب تو  
 میں اس پریشانی کا شکار ہو گیا ہوں کہ تم ایسی کوئی اعجازِ نباتِ سورج کر

ہو۔ جیسے اس کی پروا نہیں ہے۔ بدولتِ سرِ مسلمان سے تیرا بایا۔  
• علیک ہے عینِ نہیں تو کیا ہو لیکن ہے۔ تم حوائی آدمی  
ہو۔ لیکن یہ شریف النفس آدمی تو تمہارے ساتھ ہے۔ جس کے  
چہرے خاص بات کا اظہار کرتا ہے کہ نہ اچھے نہ برے لانا اور قول کا

ہم سے۔ حکیم کاشف میں تمہارے دو ہزار ایک رسالے حاصل کر سکا، کاشف  
میں تمہیں اپنے غلوں کا تین دو سکا۔ یہیں پاسکا کہ میں تمہارے شمس  
سے خوف نہیں ہوں گا، خواہ میرے جلتے کی بولے بولے کلاٹ جس بلے  
مسلمان نے گہری نگاہوں سے میری جانب دیکھا، میں بھی مسلمان ہی

روید ویر رہا۔ پردیسِ رازی کے ہاتھ ہیں۔ ہاتھ باندھتے ہیں۔  
 آجئے مٹی کی کڑم سے اپنی حقیقت سے آلاہ کر بیا جی، لیکن ہر سالانہ  
 نے اس کا بے لکڑ کر بیا وہ آگھیں بند کر کے تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر  
 آگھیں کھول کر پولا۔  
 نیچے اجاغت مل گئی۔ سحرِ رازِ فکر کہتیں اور ہاتھ رک رازِ نالوں۔

مطلب : ہر غیر مذکور شخص کو چاہے میں نے ایک مری  
 اس سے کر دیا تھا کہ نہ۔ یہ جانتا تھا کہ یہ بہت ساری  
 سے ہے۔  
 مطلب : ہر غیر مذکور شخص کو چاہے میں نے ایک مری

۱۔ خال خال وادو گری کی کتابیاں تم نما پکے جو۔ وہی حسین امپراطر صہبائی  
 ۲۔ زور زنی ہے۔ اور اس کی کس کس جانا پاتے ہیں۔  
 ۳۔ امیر! : پتہ نہ خیر نہ شقیب سے پوچھا۔  
 ۴۔ بان نہی جانوگر کنگر جو نزل اولیٰ سے نکلے تھے۔ میں اس

[illegible]

آئینہ شمس کی  
 ان سے قتل کرنے کے لیے، اور نہ ہی ہمت سے ترازو ملا کر  
 گزیرا شن کس قدر ناقابلِ بغض ہے۔ یہاں لوگوں کو کشتیِ قہر کے  
 وزینوں میں اپنے دشمن کی کھیل کرنے کے لیے تھما یا ہوں، صرف میرے

سرکارِ اعلیٰ کی طرف سے کامیاب ہو جائے، ہم کو اس کی مدد سے کامیابی حاصل ہوگی۔ لیکن ان کا اندازہ آپ کیا رہے گا؟ کیا آپ کو نہیں لگتا کہ یہ باتیں سب سے زیادہ اہم ہیں؟ کیا آپ کو نہیں لگتا کہ یہ باتیں سب سے زیادہ اہم ہیں؟ کیا آپ کو نہیں لگتا کہ یہ باتیں سب سے زیادہ اہم ہیں؟

مذکورہ بات کیوں مل کر ناپا جانے پر اور رسوا و تباہی کے مباح میں کیوں پہنچا؟

یہ داستان آپ کو میرے قلم پر چاٹنا یاد آئے؟ مسلمان نے کہا۔

ادب پر میری طرف سے کس کو کہہ دے۔ میں نے اباز شکل سپریم جابان کیے

مذکورہ بات کیوں مل کر ناپا جانے پر اور رسوا و تباہی کے مباح میں کیوں پہنچا؟

چنانکہ اگر آپ بہتر سمجھیں تو انہیں وہ کبابی سنا دیں۔ لیکن خیر وار :  
 لڑکی اسی سے مغز تبت۔ اسے صحیح صورت حال کھانا ازہ نہیں ہو گا چاہیے۔  
 کیونکہ وہ اس لڑکی کو مازر کر نہیں پاسے گی۔ مسلمان نے کہا۔  
 میں مجبوزی نگاہوں سے مسلمان کو دیکھ رہا تھا، ہر شے نے اس کے

انہ انہیں پروانہ دیا۔ ان کی کوکھ میں اور گردن میں چھپنے کے لئے مسلمانوں سے بولا۔  
 "نہیک ہے، میں ہندو نہیں رہا کی صورت حال سے اس لئے کہ اس کے گردن  
 میں جو قوم بیل کی کوکھ میں مسلمانوں نے گردن بٹائی تھی وہ ہتھیار سے اس سے بڑھ گیا۔  
 ہندو نہیں رہا کی صورت میں اس نے ہتھیار سے اس سے بڑھ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

در حقیقت صورت سے یہاں پر بارِ نظر آئے۔ اناسمیں انامیل کے  
لاجورزی ہیں، جس کی مثال جو پہنچیں آخراپسرواوشی کیوں بن گیا۔  
یہ نواسہ شمسے متعلق بھی نظر نہیں آتا۔ مہذب دنیا کا ایک مہذب  
دیوان انامیل کی طرف سے کہے کہ ایک جادوگر نے کہہ کر کھینچا ہے۔ آخر

یہ لوگ آخر کیوں نہیں چنڈ لکاتے؟ غاروں میں رہ کر ہر کسی کے گھر پر سناٹا ہے  
 رک گیا۔  
 - سیلا خان ہے یہ جو دھڑک کر آپ کا تعلق بھی دہلی سے ہے جہاں کا میں  
 شہرہ جہاں میرا تعلق بھی چنڈ و سناٹا ہے۔

۱۰ اوہ! — تو میرا خیال درست ہی تھا۔ واقعی مسٹر باربر بلبل رہا ہے  
 آپ کے غصہ سے بے پروا ہو کر ہوتا تھا۔ یوں گناہ کا جیسے آپ کو تعلق تھا ایشیا  
 سے ہوا۔ اہم بات ہے کہ مجھے بہت خوش ہوئی ہے کہ مکیں مسلمان؟  
 ۱۱ وہ دعویٰ تو ہے۔  
 ۱۲ ہمارے گھر کے تانے باندھے ہیں۔

اس کا تعلق فرعون کا نسل ہے اور وہ یوں پہلے اس کے غلام تھا  
 کہ اسے جلاد کر رکھ سے دشمنی پہل گئی تھی۔ یہ دشمنی پست و درشت متعلق  
 برقی گئی۔ اب اس پر اگر قتل کر مسلمان کو ذمہ داری ہے ؟  
 - خدا کی پناہ۔ ہوا تو یہ مذہب انتقام کے تحت نہ بلکہ اچھے پر نفیس

راز ہی کا انھیں پہلا کر بولا۔  
 - ذیل پر دیکھو :-  
 "نمیبیا ز عقل ہے۔ اس د و میں ایسی داستانیں قابلِ یقین ہو سکتی  
 ہیں جس کے پاس ایسی کون سی ثروت نہ آئے۔ وہ کیسے کامیاب ہو سکتا  
 ہے۔ بری کوئی نہیں آتا اور نہ۔ ہمارا ایمان تو غرو و اس کے ساتھ

پچھلے آئے کیا پرورش کی بات ہے؟  
جو کہ کوئی اور نو ذریعہ بیرونی جنگ کہا جاتا ہے جو اس واسطے سے منسلک  
ہو گئی ہے لیکن اس میں بھی اس سے اعتراف نہیں کر سکتا۔  
یہ ممکن نہیں ہے کہ اسے کبھی نوادہ والیس اور جان انسان سے دشمن

لی جاسکتا ہے۔ کسی کو ایسا ہی نصرت سے کہیں؟  
 "وہ کچھ نہ کی منزل سے نکل پڑا ہے۔"  
 "اور وہ خزانہ؟"  
 "صرف ایک مغزوہ تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "پند فیسرازی سوتی  
 میں گر کر جاگتا تھا۔ ہر دھڑکی سانس سے گر بول۔"

”نہا عجیب شخص ہے میں، میں جیسا ہوں کیا کہوں کیا نہ کہوں؟“ وہ ایسا ہنسی ل  
کی دہر سے متنبہ ہو کر اور ان پر غور کرتا ہوا پتا تھا کہ اسے کون ایک بہتر مستقبل  
میں سکون دے گا۔ اس کے بعد حالات کی گہری دلچسپی اور ماک انٹرنیٹ میں۔ اب تہیں  
بھی نہیں چھوڑ سکتا۔“ -

بیکر سمیٹا: سوسہ ہے پورے پیران پھولوں کے ٹکڑوں میں نہ پڑو  
 تم اپنے شوق کی تکمیل کرو۔ ہمارے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔ تقدیر بڑا انصاف  
 رکھے یہاں تک کہ تم جیسا لوگ آئندہ کسی بے سہمی کوئی اور ٹکڑا نہیں ہے۔  
 عجیب صوفیہ زندگی گھر لے گئے ہو۔  
 • لیکن یہ میرا ہی جو • میں نے کہا۔

ہم یہ یاد کرنا تھا۔ پہلا وہ کہ نصیحت وہ سفر وادی۔ ہم نیک ہیں کرنا  
خصلت ہیں نہیں کسی جو پریشان کن ہوئی۔

سحر کی ہنسی رات سالانہ کے کسی نہ کسی گزرنے کے۔ اور میں کہ  
جاننا۔ وہ کیاں ہو رہی تھی ہوتی ہیں۔

کیا حجب۔  
ہو لاکھ بڑی سر سے بے نصیحت وہ ہوتی ہیں۔

۱۰۰۰ کیا بات ہے؟  
میں آپ خود دیکھ رہی ہیں کیا بات آپ کو؟

۱۰۰۰ ہم نے اسے سمجھا نہیں۔  
مغفول بائیں کہنے میں ساری دنیا کی کساں ہوتی ہیں۔ دو جو

ہم سے صرف مشق کرنے لگی ہے۔ میرے صلیبی کی خواہش مند نہیں۔  
تبہم خاویج اختیار کرنا اس سے لگے ہو۔

لیکن ان لوگوں کو ساتھ رکھنا کیا ضروری ہے؟  
بھڑکی ہے سلام۔ یہ پاس سے ملنے لگے تھوڑے ہیں۔

تم سے ایک سوال کرتا چاہتا ہوں۔  
تجلیا جان۔

۱۰۰۰ وہ پراسر تو میں جو تیار ہی رہتا ہوں اب کیا کہتی ہیں؟ میرے  
اس سوال پر سلام کے چہرے پر طیب سے تاثرات پھیل گئے۔ پھر وہ ہماری

آواز میں بولا۔  
آپ کو انصاف ہو گا چاہتا ہوں۔

۱۰۰۰ کیوں ایسی کیا بات ہے؟  
ہم آپ کی سحر خیز زمین میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ اس کے بارے میں

ہے۔ یہاں سے وہ قریب میرا ساتھ چھلانے پر تیار ہیں۔  
کیا مطلب؟

۱۰۰۰ اپنا دل سے منہ دے کر ہے جو اسے اور کہہ رہے ہیں کہ میرے دل  
کی زمین خروشا ہو رہی ہے۔ لگے وہ میرا ساتھ نہیں لے سکیں گی۔

کوئی دہشت کی ہے نہیں؟  
۱۰۰۰ نہیں چاہتا ہوں لیکن میں ایک درخواست کرتا چاہتا ہوں۔

کبھی درخواست ہے؟  
اگر آپ برا محسوس کریں۔ اگر آپ میری اس بات کو سنبھال کر

موجوں تو میں اس درخواست میں حق بجانب ہوں۔ یہ وہ ہیں اپنی دنیا میں  
جائے ہے۔ کبھی کے ساتھ دلیپ چلے جائیں۔ میرا ایشیائی ہے میں نہیں

جانتا کہ وہ میرے لیے کوئی سہارے نہیں کرتی ہے۔ جہاں تک آپ  
میں سے میرا دل دیا ہے میں اپنی منزل سے متوجہ رہ کر آپ کو آپ کو یاد

لگے میرے دل پر چڑھ رہی۔  
تک بات تم کو کان کو ان کو سن رہا ہوں۔ جب تک نہ ملے گا

تک بات تم کو کان کو ان کو سن رہا ہوں۔ جب تک نہ ملے گا

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

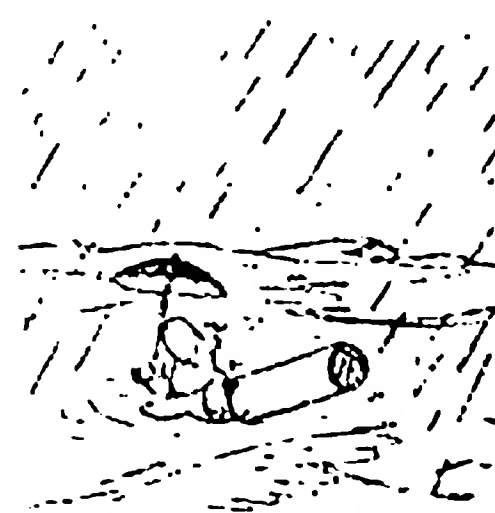
۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

۱۰۰۰ یہ ممکن کی بات ہے؟  
۱۰۰۰ سفر وادی میں سالانہ چھٹے چھٹے۔

وہ کہہ کر دیکھا کہ حق ہے۔ یہ لوگوں کو تو اپنی غرور بابت ہی  
 صرف نہیں پہنچا رہا تھا۔ اس کے علاوہ ایسے غافل بھی نہیں بچتے  
 کہ بوجہ ایجنٹوں کی آمد سے دھم دینا۔ نہانے کی کامیابی ہے۔ ہرگز ایسا  
 آؤ۔ ان کے زور اور اپنے پلے میں، دیکھتے ہیں۔ رانی نے کہا اور ہر ایک  
 نے سنے یہ یہی کہہ کر خیال کے پہلے مکالمہ کے طعنہ پہنچ گئے۔ یہیں  
 پہنچ کر رانی نے مقامی زبان میں کہا زکھائی۔  
 ہوئی ہے، کوئی ہے اور اس نے کہے۔ غلاموں کو جواب دیا۔  
 ہم غلاموں سے جبراً کوئی لہو اور دھرتی نہیں ہے ہر رانی نے  
 جھپٹا کر اس کے دامن سے قریب پہنچ کر اسے کہو اور اس کے  
 اندر جھانکے۔

نہایت بڑے آواز پر کہتے ہیں: کیوں کہ غریبوں کو

• میں نے انہیں سے ملنا کہنے والا حاضر ہوں اور گمانگاریں  
 قلم کے لیے آیا ہوں۔ یہ سب میرے سامنے ہیں۔ ہم سب تباہ  
 لیے پیام سرخیز گالی گئے ہیں جس میں کوئی نقصان نہیں پہنچا، چاہتے  
 • جھوٹا برحق ہوا۔ حق ہمیں لکھ کر رکھا ہے جو ابد فیصلہ کی  
 سن چلنے کے لیے ہو سکتا ہے یا نہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے  
 ختم ہو گیا ہے جس میں نہیں ہے۔ یہ الفاظ سب سے گریں بازی،  
 سلمان اور ہزار ہا دہ گئے۔ ماری ایک قدم لگے بڑھ کر بولا۔  
 • فیصلہ کی عظیم صفت، میں نے ایک بار پہلے ہی تم سے کہا تھا اور  
 اب بھی کہہ رہا ہوں کہ غلط فہمی کا شکار ہو کر گولا ایسا اندام ذکر ہو گیا۔  
 جس پر بعد میں تمہیں افسوس ہو۔ جب سے فیصلہ کے نزدیک ہیں۔ مجھے  
 کسی وقت سے ملاؤ۔ میں اسے اپنی بات سمجھانے کی کوشش کروں گا۔  
 تیرے کار باقی مت کرو۔ پہلے یہ ثابت کرو کہ جو کچھ تم نے  
 کہا ہے وہ سچ ہے۔



102

[illegible]

۱۔ ہم جس مسئلے کی تمام زبانوں سے واقف ہو نزل: "مسلے ہو چھا۔"  
 ۲۔ ہاں غلط ہے مرنے انہیں کے سر پہان زندہ کی گزاری ہے: "۔"  
 ۳۔ جیسا کہ قبیلے میں تو کبھی نہیں آئی جو اس سر پر ادا کرانہ سے ہے: "۔"  
 ۴۔ ایں وید میں نہیں آئی، لیکن میں اس کے: "سے میں اس کو نکلتا"  
 ۵۔ رکتھ میں، بنیاد پر، اہل سر کے زیرِ حکمت آگاہ: "اور یہاں میں اس کی"  
 حکومت ہے: "۔"

ہول: اگر مہربان سمجھو تو اس ہڑے باسے میں مجھ کو اور فیصل تیار:

۰ فقط ؟  
 کیا تم نے اسے دیکھا ہے ؟  
 ۰ ہاں دیکھا ہے۔ اسی وقت عجیب پر بغیر زاری نے اسے دیکھا  
 ۰ وہ اتنی مین، اتنی فرحوریت اور اتنی جوش ہے کہ اس کے آنکھوں سے  
 اتنی طاقتور مانند پڑ جاتی ہے۔ وہ سکلانہ جھوٹا کھیل ہے مگر نہ ہی۔  
 ۰ جیسے اسے ہے۔ ایک ایسے ! وہ مجھ کے سحر کھانے کو لے کر دور رات  
 ۰ نہیں ہو سکتا۔  
 ۰ نظروں سے کیسی ہے ؟  
 ۰ فہم جلاوراد تند فہم اپنے مخالف کو کچھ مخالف نہیں کرتا۔  
 ۰ یہاں اس کے مخالف ہیں ؟  
 ۰ بہت زیادہ۔ شمالی ساحلوں سے تو اس کی ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔  
 ۰ ان کے ساتھ تو میں بہت اچھے ہیں اور اپنی کو ان کی خطرہ ہے تو بتیر  
 سے ہے۔

بہت ہی حیرت انگیز بہت ہی متعجب چیز۔ ایک ایسی خیر یا بری  
 کہ تم لوگ کہہ کر ششدر رہ جاؤ گے۔ اس کو تو علم ہی نہ تھا کہ جاسے یہ  
 سے نکلے یہ صاف تہمت تہماتیں نہ دنا ہو گی۔ ایسی تہماتیاں جو ہزاروں  
 سال سے مل میں نہیں آئیں؟ ہر فیروز نے کہا ہم بے شکیانی سمجھتے تھے  
 سے ہر فیروز کو دیکھتے تھے۔





[illegible]

ہم جس سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے سولی سے کہا اور وہ گردن جھکا کر مل دی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سب تانہ آگئی۔ اس کی آنکھوں میں نری کے آنسو تھے۔ وہ بدلیسر کے سامنے آئی۔ جبکہ گزریں سے نئی طائفہ اور اسے اتنے سے دکھایا۔ حوالے سیر کی بہت بڑی پریشانی ہو کر دی سار: سیرا جزاب بالکل ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن تیرا من تیرے قبیلہ میں ہم کا شکار ہو گیا سہو:۔۔۔ کیا۔ کیا ہوا۔ کیا بات ہے؟ سہو: جبکہ کر بولی۔ اس کی میری آنکھیں ہم سب کا ہاتھ لے رہی تھیں۔ ہم دھچک کر بولی: آہ: تم میں سے ایک کہہ رہے۔ کہاں ہے وہ؟۔۔۔ ہر دھچک بینی۔ اس سامنے کی نئی رات کو اس سے حسین لی گئی ہے۔۔۔ میں نے کہا۔

میں اس کا پتہ نمازوں کو نہیں دے اور ہر املا کی کیا ہے۔ میں اس کو صبر و بردباری سے نہیں دیکھتا جیسو کہ جب تک میں نہیں بڑھی، چنانچہ اس کے پاس سے بڑی ہی لمبی سوجھاٹ مہم سے یہ عطر لے کر نہ آئے اور یہ ہم کرنے والا ہے۔

حیدر علی اور سلطان کر پر و فیروز رازی سے بیعت ہو رہی تھی۔ خاصہ دلیل غریب کرنا پڑا لکھنوی غفر کے دور میں جہنشاہ بستی کو بھی دین دیا۔ پوری بستی حالت جنگ میں تھی۔ جنگ جگر بنواریاؤں کے ذریعے ہوئے تھے۔ گو یہ بہت حد سے بے تحاشہ طرز کے تھے مرنے والے جو کھانہ دیں۔ تلواریں اور نیزوں پر پر مشتمل تھے۔ لکھنوی جہنم سے ان تباہیوں سے بڑھتا تھا کہ اگر قبیلہ دھرم کو شکست ہو جائے۔ دشمن اس طرف متلازم ہو جائے۔ یہ ضرور تباہی و تاراج ہو جائے گا۔

اور میں کے درمیان ہوگی۔ نہ نہیں کسی جہاز کی کھڑکی تھی۔  
 پرانی بکری کی نیکی بنو رہی تھی سے اندازہ ہوتا تھا کہ تادہ تریوں  
 کی کھڑکی نہیں رہی کسی اور جہاز کی۔ وہ بندروں کی کھڑکیوں  
 تھیں۔ ان کھڑکیوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی بکریاں بھی تھیں  
 ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سا جال بچھا ہوا تھا۔ ان کھڑکیوں  
 اور بکریوں کا سہوتا دوڑا ہوا ہو کر بیٹھ گئی۔  
 تو جانتی ہے سو تھا۔ ہر اہم جانتا ہے کہ ہم کس لیے آئے  
 ہیں یاد رہی۔ بات بڑے وقت کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ  
 مجھے علم ہے کہ وہ تو نے میرے ساتھ آئے دنوں کی صبح تعداد  
 بتائی تھی۔ سو تھانے پہلی بار ہم تریوں کو دیکھا۔ اور پھر ہوتا کی  
 طرف دیکھ کر مسکرائے تھی۔  
 ہاں، مجھے ہی کی آمد کا علم تھا۔ میں جانتی تھی کہ اجنبی  
 ہمارے قبیلے میں آئے ہیں۔  
 ۱۲ دیکھتے ہی معلوم ہو گیا سو تھا کہ یہ تین نہیں چار تھے۔  
 نہیں مجھے یہ معلوم نہ تھا، سو تھانے جواب فرما۔  
 تو میں سو تھا یہ چار تھے۔ میں ہر اور ایک عورت۔  
 لیکن عورت کی کے درمیان سے غائب کر دی گئی۔ رات کو  
 کوئی ایسے اٹھائے گیا۔ سہوتا نے بتایا اور بڑی عورت کے  
 چہرے پر غور و فکر کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کھڑکیوں  
 اند بکریوں کی جگہ میں تبدیلی شروع کر دی۔  
 عجیب ایک کھڑکی اٹھا کر اس کی جگہ بدل رہی تھی اور  
 بکریاں اس کے درمیان رکھتی جا رہی تھی۔ پھر وہ پہلی پہلی بکریوں  
 سے تین کھڑکیوں کو بھرتے تھی۔ مختلف آوازیں ابھر رہی تھیں۔  
 کہیں جھڈی کی کھٹک، دھڑ، دھڑ کھڑکیوں کے رینگنے  
 تبدیلیاں کرتی تھیں اور کئی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھالی۔  
 "اوہ: اوہ: ایک کیا وہ بھرتے کی کمال میں ملے ہوئے تھا؟"  
 اس نے پروفیسر رازی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ یہ بات بھی اس  
 کے علم کو ظاہر کرتی تھی کہ وہ جانتی تھی کہ پروفیسر رازی ہی اسے  
 صحیح بات بتا سکتا ہے۔  
 "ہاں، وہ کسی کمال ہی میں تھا۔ تاریکی کی وجہ سے میں  
 اس کا اندازہ نہیں لگا سکا کہ وہ کون سے علاقہ کی کمال ہے۔"  
 کیا اس کے سر پر دو بیگ ابھرے ہوئے تھے؟  
 "ہاں، ہاں۔ نیز اہم درست کہتا ہے سو تھا۔"  
 تو پھر میں ہی پریشانی کی کیا بات ہے؟  
 "کیا مطلب؟"

جو آدمی تری جہاز کو لے گیا۔ وہ بڑا آدمی نہیں ہے جانتا  
 ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟  
 "میں نام ہے سو تھا۔" سہوتا نے پوچھا۔  
 "ماکا زو تھا۔ اس ہفتے کا سب سے بڑا جہاز اور پھر  
 کے مقابل آنے والا اس کا دشمن۔" سو تھانے بتایا اور ہم سب  
 کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ سہوتا بھی برکھلا ہٹ کے  
 عالم میں دو دنہ کیے پھٹ گئی۔  
 "ماکا زو تھا۔ لیکن۔ لیکن وہ۔ لیکن وہ۔"  
 یہ وہی ہندسے کا۔ اس نے اپنے گرد جو خول چڑھا دیا  
 ہے۔ اس کے بار دیکھنا ناممکن ہے۔ کیسے اس کے دل میں  
 یہ وہی جانتے۔ ہاں یہ وہی جانتے۔ ہاں یہ وہی جانتے۔  
 بڑی گردن کرنے تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ تب  
 سہوتا نے چاری طرف دیکھا اور گردن ہٹانے لگی۔  
 یہ حقیقت سب کو ماکا زو کا بڑا آدمی نہیں ہے۔  
 وہ دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کا دشمن صرف اپنا  
 کے لیے ہے۔ جہانے کیوں اس نے یہ حرکت کی۔  
 "لیکن۔ لیکن ہمارے ساتھ یہ سب کی تھانے قبیلے  
 میں ہر اسے سہوتا۔ میں اپنی جہاز کو مائل کرنا چاہتا ہوں۔ تو  
 اپنی بات نہیں کہ وہ ہم میں سے کسی کو اٹھا کر لے گیا۔ چار  
 اس سے کیا ملتی ہے؟"  
 "اس میں کوئی مصلحت ہوگی۔ یقیناً اس میں کوئی مصلحت  
 ہوگی، کیوں سو تھا؟ کیا تو بتا سکتی ہے کہ ماکا زو جگہ سے لے  
 کر کہاں گیا ہے؟"  
 یہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سفید جھیل اس کا  
 مسکن ہے۔ اور ان دلاں وہ وہیں مقیم ہے تو اگر چاہو تو  
 اسے وہاں تلاش کر سکتے ہو۔ میں میری بات ختم۔" سو تھانے  
 کہا اور آنکھیں بند کر دیں۔ اس کی گردن ایک طرف ٹھٹھک  
 گئی تھی۔ سہوتا نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
 "اب سہوتا کہہ رہا ہے کہ اسے بتانا تھا بانی کی؟ ہم  
 سب سہوتا کے ساتھ باہر نکل آئے سب ہی کے چہروں سے پریشانی  
 جھٹکتی تھی۔ پھر میں نے پوچھا۔  
 "سفید جھیل کہاں ہے سہوتا؟"  
 "میں سے سب کی سمت پہلے جاؤ تو ہمارے راستوں اور  
 چوڑی دروں سے گزرنے کے بعد تمہیں ایک نخلستان ملے گا۔  
 یہ نخلستان سفید جھیل ہی کا ہے۔ اور ماکا زو وہاں اس کے آس پاس

ہی نظر آتا ہے۔ اگر تم اس کے علاقے میں پہنچ جاؤ گے تو وہ یقیناً  
 تم سے ملاقات کرنے کی کوشش کرے گا لیکن مجھے تعجب ہے  
 مجھے حیرت ہے۔ میں سہوتا و فیروز رازی کی طرف دیکھا اور رازی  
 جلدی سے بھاگا۔  
 "میں جاؤں گا۔ میں جاؤں گا۔ میں تم دونوں کو پریشان  
 نہیں کروں گا۔ ایک بار ہمیں تم سے کہتا ہوں کہ میری الجھنوں میں  
 میں یہ سمجھتا تھا۔ اب مسئلہ اٹھ گیا ہے۔ میں اپنی بیٹی کو تلاش کر لوں  
 گا۔ میں ان جھگڑوں کی خاک چھڑاؤں گا۔ کہیں بھی نکل جانے کی  
 کوشش کروں گا۔ لیکن۔ لیکن میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ وہی  
 تو میری زندگی ہے۔"  
 "نہیں پروفیسر ہم سب آپ کے ساتھ ہیں ہم سب  
 آپ کے ساتھ ملیں گے۔" میں نے سیان کی بات کی تردید نہیں  
 کی تھی۔ پروفیسر خاموش ہو گیا۔ سہوتا کہنے لگی۔  
 "مجھے اندیشہ ہے کہ یہاں تھانے ساتھ یہ سب کچھ ہوا ہے؟  
 تم نے ہم پر احسان کیا ہے۔ بتاؤ ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں؟"  
 "نہیں نہیں میں تمہارا شکر۔"  
 "پھر مجھے یہ خیال ہے کہ یہاں سے کھلنے پہنچنے کی چیزیں  
 جاؤ۔ ان ہتھیاروں میں سے جو چاہو لے لو۔ ایسے تھانے ہاں  
 آتشیں ہتھیار ہیں۔ ان کی بہ نسبت زیادہ بہتر اور موثر۔"  
 "نہیں سہوتا۔ بہت بہت شکر ہے۔" رازی نے کہا۔  
 اور اس کے بعد ہم وہاں بیٹھ سکے۔ سہوتا نے جیسا کہ اس کی سرحد  
 تک چھڑا تھا اور اس کے بعد ہم وہاں سے آگے نکل گئے۔  
 صحرانے منظر کا ایک اور ویران منظر ہمارے سامنے تھا۔  
 ہوا تو خیال تھا کہ اس بستی میں کچھ عرصہ رک کر موات کا جائزہ  
 میں گئے اور اندازہ لگائیں گے کہ اب یہیں کیا دم اٹھا کر جا رہے  
 لیکن یہ حق انکار پڑی تھی اور پروفیسر رازی کا ردِ لبشتا بھی حق  
 بجانب تھا۔ اس نے درحقیقت اپنی زندگی لڑکی کے لیے ختم  
 کر لی تھی۔ چنانچہ وہ اسے کیسے چھوڑ سکتا تھا؟ سز جباری رہا صبح  
 سے شام ہو گئی اور پھر رات کو ہم نے ایک جگہ پر ڈال ڈال دیا۔ ہم  
 ابھی تک اپنی سمت سے نہیں جھٹکتے۔  
 دوسرے دن جیسا ہی ہم نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا تھا  
 اور جب دوپہر ہوئی تو ناہموار دروں اور کھائیوں کا سلسلہ  
 ایک نخلستان پر ختم ہو گیا۔ نخلستان کے اطراف میں چھوٹے  
 چھوٹے پیاز کی بیٹے بھی پھیلے ہوئے تھے۔ اور بیٹے عجیب سی

سفیدی اختیار کیے ہوئے تھے۔ درختوں کے تنوں میں بھی عجیب  
 طرح کی سفیدی نظر آرہی تھی اور شاید یہ سفیدی اس ٹھاس کی  
 تھی۔ اس رنگ کی ٹھاس میں ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔  
 پھر طرراں کی ٹھاس کے درمیان ایک جھیل بھی موجود تھی لیکن وہیں  
 کوئی رہائش گاہ نہیں تھی۔ پھر طرراں جھیل کے نزدیک  
 پہنچ گئے۔ شام کے تقریباً چار بجے تھے۔ اطراف میں منظر تھا اور  
 خاموشی چھائی ہوئی تھی۔  
 درختوں پر پرندے بھی خاموش تھے کبھی کبھی ان کے  
 اڑنے سے پرندوں کی چڑچڑاہٹ سنائی دیتی اور ہم جو جگہ  
 کرادھر ادھر دیکھنے لگے۔  
 "یہاں تو کسی کا وجود نہیں ہے۔ پروفیسر رازی کی  
 غماں آواز ابھری۔  
 "نہیں۔ تمہارا خیال غلط ہے۔" ایک آواز ابھری۔ یہ  
 آواز ایک بہت بڑے درخت کے سگ سے آئی تھی۔  
 اور پھر درخت کے کھوکھلے تن سے ایک آدمی باہر نکل آیا۔ یہ  
 عجیب الکلفت آدمی تھا۔ بڑے جسم پر جائزہ کی کمال منڈی  
 ہوئی تھی۔ سر پر ایک کتوپ سہا ہوا تھا جس میں جائزہ کے  
 سیگ ابھرے ہوئے تھے۔ لیکن اس کتوپ کے نیچے جو بیونٹ  
 آ رہا تھا۔ وہ ہاں بیٹے تعجب خیز تھا۔ یقیناً یہ کسی یورپی نسل کا  
 ہی باشندہ تھا۔ گہری بنتر آنکھیں دس ہوا ہوا چہرہ۔ جو ان امر تھا  
 پتے پتے ہونٹ جیسے ہونٹ تھے اور ایک عجیب سی تانہ پھر  
 پر چھائی ہوئی تھی۔ درخت قاصد تھا اور رحمت و مہاک نظر  
 تھا۔ بدی نہایت مدول تھا۔ اگر وہ یہ بھلی قسم کا لباس نہ  
 دیتا تو بڑا اسارت اور غرور تھا۔ جو ان نظر آتا۔ پروفیسر کے  
 حق سے بے اختیار آواز نکل گئی۔  
 "یہی تھا۔ آؤ یہی تھا۔ یقیناً یہی تھا۔" اس نے دماغ کے  
 ہر تریوں پر سکواہٹ کی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہمارے نزدیک  
 پہنچ گیا۔  
 "ہاں۔ میں ہی تھا وہ ہی تھا۔" اس نے آہستہ سے  
 کہا۔ میں کڑی حلقوں سے اسے گھور رہا تھا۔ پھر میں نے جباری  
 آواز میں پوچھا۔  
 "تم بیزل کو ڈھالنے پر؟"  
 "ہاں۔"



میرا نام ملاز دنگ ہے۔ میں اس لڑکی کو ایک خاص مقصد کے تحت شکار کر رہا ہوں۔ تم جیسی لڑکی کے لئے اس کی از حد ضرورت تھی۔ اب تم یہاں آجی گئے ہو تو وہ ستوں کی طرح گھٹن کر دے ایسے جیسے دیکھو جو ہمارے لئے تباہی درمیان فرستے کا باعث بنی۔

• لیکن تم نے ہمارے ساتھ زندگی کی ہے۔

• میں نے کہا کہ میں اس کے لیے مجبور تھا۔

• کیا مجبور ہی تھی؟

• اوہ۔ اتنی جلدی۔ سب کچھ نہیں معلوم نہیں ہو سکتا۔

• از میں تہا ہے قیام کا بندوبست کر دوں۔ یہاں تہا ہے لیے کچھ دیر بھرنا ضروری ہے۔ ان کے کہنا کہ میرا سلام کی طرف فریختے تھے۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی اس کے بدن کو جھکا سا لگا اور وہ دو قدم آگے بڑھ گیا اور مسلمان کے باطن سے خدائی سی آواز اُبھری۔

• نہیں۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا اس سے کیا تعلق ہے۔ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟

• کس سے؟

• مسلمان کے بجائے میں نے اس سے سوال کیا لیکن ملاز دنگ نے میری بات کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے ملنے سے خدائی آواز میں نکل رہا تھا جو وہ دوا تو جیو گیا اور اس کی گردن مسلمان کے تہوں میں جا پڑی۔

• مجھے صاف کر دے۔ شہنشاہوں کے شہنشاہ، ارباب کے دست دست مجھے صاف کر دے، مجھے صاف کر دے۔ صبح کے نماز و اجے صاف کر دے۔ لہجے سے غلطی ہوئی، لہجے سے غلطی ہوئی۔ اب جلدی میراں ہونے کی باری تھی۔ ملاز دنگ نے مسلمان کو عجیب سے انداز میں پکارا۔ ہمارے مسلمان کو کیا ہوا وہ جھکا اور اس نے اپنا ہاتھ ملاز دنگ کے سر پر رکھ دیا۔

• کھڑا ہو جا۔ کھڑا ہو جا۔ میں تجھ سے گھٹن کرنا چاہتا ہوں۔ مسلمان کے لیے میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ ملاز دنگ نے گردن اٹھائی اور ہر طرف انداز میں گھرا اور دو قدم پیچے پیٹ گیا۔

• مجھے افسوس ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ مجھے تو تیرا انتظار تھا۔ تو ہی تو ہے جو ان فطرتوں کی تقدیر بد سے لگا۔ تو ہی تو ہے جو مسلمان ثابت ہو گا۔ ان ہم دونوں کا شکیب

ہی ہے۔ ہم دونوں کا شکیب ایک ہی ہے۔ میں اور رازی۔

جب فخر گلوں سے ملاز دنگ کو دیکھ رہے تھے۔ تب مسلمان نے پوچھا۔

• لڑکی کہاں ہے؟

• اندر موجود ہے آقا۔ اندر موجود ہے۔ میں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ کوئی مضر نہیں پہنچایا میں نے اسے وہ سکون سے ہے۔

• لیکن تم اسے یہاں کیوں اٹھا لے ہو؟

• تو جانتے ہو آقا یہ کہاں کوئی اور نہیں جانتا لیکن تو جانتے ہو۔ دیکھو میری آنکھوں میں دیکھو۔ میرے چہرے پر دیکھو اور اندازہ لگا کر میں اسے یہاں کیوں اٹھا لایا ہوں؟ مسلمان اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں اور چہرے پر دھواں دھواں سا ہورہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

• اوہ! تو یہ بات ہے۔

• کیا بات ہے مسلمان؟ میں نے مسلمان کے شانے پر ہاتھ کر رکھا۔ اور وہ چونک بولا۔ اس نے عجیب سی آنکھوں سے مجھے دیکھا جیسے پہاڑ کے کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر ہٹا لیا۔

• نہیں۔ یہاں جہاں نہیں۔ اس کا اندام ضروری تھا درست تھا۔ اس کی بنا کے لیے ضروری تھا۔ بلاشبہ یہ ضروری تھا۔

• کیا کراس کر سہے ہر تم لوگ میری لڑکی کو اٹھا لے ہو اور اپنی اپنی کھانسی ہو۔ میں کہتا ہوں فوراً میری لڑکی مجھے واپس کر دو۔ بد و فیس رازی نے اسے بڑھ کر ملاز دنگ کا ہاس پکڑ لیا اور اس نے گردن جھکا دی۔

• میں کچھ نہ کہوں گا تم لوگ اب میرے لیے بہت غم نہ ہو گئے ہو۔ میں ایک لفظ بھی نہیں بولوں گا۔ میرا زمانہ میرا آقا ہے۔ میرا ملک میرا زمانہ ہے۔ اس نے کہا اور مسلمان پریشان لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

• کیا بات ہے مسلمان؟ میں نے سرگوشی میں اس سے کہا۔

• چچا بھائی! چچا بھائی! یہاں تفصیل میں بتاؤں گا کسی طرح اس مسئلے کو سمجھ لے۔ یہ ضروری تھا کہ ملاز دنگ بیزل کو اٹھا لے۔ یہ بہت ضروری تھا۔ چچا بھائی! میں آپ کو ساری تفصیل بتا دوں گا۔

• وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہم بد و فیس رازی کو اس کے لیے کس طرح تیار کر سکتے ہیں؟

میں گھٹن کر سہے ہر تم لوگ مجھے بھی بتاؤ۔ یہ تو جڑی عجیب بات ہو گئی۔ تم تو میرے ساتھی تھے۔ یہ کیا ہو گیا؟ یہ آدمی۔ اس نے میری بیزل کی لٹو کا کیا ہے؟

• ملاز دنگ! بیزل کو بچاؤ۔ میں نے کہا اور اس نے ایک بار پھر گردن جھکا دی پھر وہ درخت کے اسی گھوٹے سے کی طرف نکل کے گئے۔

• سو با! سو با! باہر آؤ۔

• ہم نے اس سے نام پر چونک کر درخت کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد بیزل درخت کے گھوٹے سے براہمد ہوئی۔ وہ انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی جس میں جگہ جگہ باریک پتھر لپٹے ہوئے تھے۔ سر پر ایک عجیب سا تلوار پہنے ہوئی تھی۔ جس میں میرے جگہ لپٹے تھے۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور چہرے پر ایک عجیب سی گھٹن تھی۔ وہ بڑے کھنڈر سے ملتی ہوئی باہر آ گئی۔ رازی دو قدم پیچے پیٹ گیا۔

• نہیں۔ نہیں ناگھن۔ ناگھن۔ یہ اتنی مٹھنی ہے، کیسے آخر کیسے؟

• وہ سحرانہ انداز میں بڑبڑاتا ہوا بولا۔ بیزل اسی بد و تار انداز میں ملتی ہوئی بد و فیس رازی کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی پرسکون مسکراہٹ تھی۔

• بیزل۔ بیزل۔ تو ٹھیک ہے۔ تو ٹھیک ہے بیٹی۔ میری بیٹی تو ٹھیک ہے نا؟

• ہاں بابا! میں بالکل ٹھیک ہوں۔

• لیکن۔ لیکن کسا تو۔ کیا تو اس شخص کو جانتی ہے؟

• جانتی نہیں تھی لیکن اب جانتی ہوں۔

• کیسے کیسے؟ میرا مطلب ہے تو۔ تو یہاں خوش ہے؟

• رازی بے چین انداز میں اپنا سوال دہرا رہا تھا۔ بیزل نے ملاز دنگ کی جانب دیکھا۔ ملاز دنگ نے گردن جھکا دی۔

• سو با! اگر تو میرے ساتھ مٹھنی ہے اگر تو میرے مقصد سے مشتاق ہے تو ان لوگوں کو اٹھانے کا تیرا کام ہے۔ لیکن پھر۔

• میرا خیال ہے کہ یہاں اس کھلی جگہ کے رہنا مناسب نہیں ہے۔ آؤ میرے سحرانہ مہازوں، میرے ساتھ آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔

• ملاز دنگ نے کہا اور رازی کیسے ہٹ گیا۔

• نہیں۔ تو جادو کر رہے تو نے اس پر بھی جادو کر دیا ہے۔

• ہم تیرے ساتھ کہیں بھی نہیں جانیں گے۔ بس میں بیزل کو لے جا رہا ہوں۔ میں بیزل کو لے جا رہا ہوں۔

• سنو! سحرانہ زندگی، تم ضرور اسے جاسکتے ہو لیکن

اب تہا ہے بے مذہب بن جاتے گی۔ یہ میرے عزیز ایک لڑکی زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ میری ہے۔ مجھے چاہی ہے۔ لہجے سے غصہ کرتی ہے۔

• نہیں۔ نہیں یہ صرف تیرا جادو ہے جس نے اسے سحر کر دیا ہے۔

• اگر یہ جی ہے تو پھر تم یہ کھو لو کہ تم اسے دنیا کے کسی نکلے میں بھی لے جاؤ گے لیکن یہ میری ہی جانب جھا گئی۔ تم اسے کھنڈر سے لے کر گئے لیکن مجھے کھنڈر کی شہ گئی۔ اس کوشش میں اس کی جان بھی جاسکتی ہے۔

• نہیں۔ نہیں۔ رازی مذہب الیہ میں ہیں بولا۔ میں نے رازی کے کانڈھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

• بد و فیس! اگر بیزل خوش ہے تو پھر نہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے ماس کی زندگی کے لیے یوں لگتا ہے یہی سب کچھ ضروری ہے۔

• کیا ہو گیا۔ کیا ہو گیا؟ اس کا مقصد ہے کہ بیزل اپنی پہاڑوں میں جھٹکتی ہے گی اور اسی طرح اس کی زندگی ختم ہو جائے گی؟

• نہیں۔ میرا علم کہتا ہے ایسا نہیں ہو گا۔ تم آؤ تو نہیں۔

• ملاز دنگ نے کہا اور ہم سب درخت کے اسی گھوٹے سے کی جانب بڑھ گئے تھاننا وسیع بھی نہیں تھا کہ ہم سب اس میں سما جاتے۔ بقیہ کی بات ہے کہ یہیں کہاں جا رہا ہے؟ لیکن تھے ہی داخل ہوتے ہی ہیں ایک اور حیرت سے دور پار ہونا پڑا۔ تھے کے سرواٹھ کے بعد بیڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ ہم ان سے اترتے ہوئے بالآخر ایک بہت ہی کشادہ جگہ میں پہنچ گئے۔ ایک بہت بڑے مال کی شکل کی ہر کوڑ مال تھا۔ دیرا میں پتھر ٹپتھیں اور یہ یقیناً انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھا۔ اس کمرے میں دنیا جہاں کی آوازیں تھیں۔ عمدہ قسم کے بال کے دھیر گھٹانے کے برتن لگے ہوئے تھے۔ جیسے کے لیے پتروں کو تراشا تھا اور ان پر جانوروں کی کھال منڈھادی گئی تھی۔ مجھے تو تیرا یہ ایک ایسی جگہ تھی جس کا اس دیرانہ دلالتے میں تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ملاز دنگ نے ہمیں جیسے کے لیے کہا اور ہم سب بیٹھ گئے۔ تب وہ مسلمان کی طرف رخ کر کے بولے۔

• میرے آقا! یہ ہے مالک! آپ ہی میرے مقصد کی تشریح کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ آپ کے سر پرست ہیں آپ

کرمیوں نے کر اسے جس میں بے ہوشی سے جس قدر بھی قابل احترام ہوں کم ہے۔ لیکن اپنے اہل وطن آپسکے بھائیوں کے سامنے ہے۔ آپ ہی انہیں مطمئن کیجئے۔ یہ مسلمان ہماری طرف رخ کر کے بولے۔

ماکانہ ملازمین محبت ہی تعلق رکھتا ہے۔ رانیں اور رانیں کے خاص غلاموں میں اس کا خاندان شمار کیا جاتا تھا۔ اس وقت جبکہ ہمارے اجداد کی کہانی شروع ہوئی۔ ماکانہ ملازمین کے ساتھ ہی ہمارے اہل وطن میں آیا۔ یہاں کچھ ایسے ہوتے تھے کہ انہیں تکرار کیا گیا۔ آسائشوں سے اس کے لیے کیا گیا کہ محض اسے اہل وطن ہی میں سے لیا اور اس پر بھروسہ کیا گیا۔ سو یہی ہوا کہ اب وہ جہاں آباد ہو گیا لیکن اسے قائم رہنے کے لیے کچھ اور لوازمات بھی درکار تھے۔ اپنی نسل نہیں بڑھا سکتا تھا۔ اس کے لیے اسے محض اسے اہل وطن سے باہر کی عورت سے شادی کی۔

شادی کی ——— ضرورت تھی۔ سو یوں ہوا کہ ایک ایسی عورت کو اس جانب سے گزرا جس نے اہل وطن میں بھرتی ہوا اس جگہ میں جہاں ماکانہ ملازمین کا قیام تھا۔ یہاں حالات نے اتنی عجیبی شکل اختیار کی کہ اس نے اپنی بیٹی ماکانہ ملازمین کے حوالے کر دی اور ماکانہ ملازمین نے اس سے شادی کر لی اس کے بعد اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو ماکانہ ملازمین کا جانشین تھا۔ ہاں یہ ابدیت نہیں رکھتے۔ ان کی زندگی ایک مخصوص مدت تک ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد ایک عام آدمی کی طرح اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک خاص علم بیٹے کے سینے میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور وہ اپنے طور پر دوسری سب کچھ محسوس کرتا ہے اور بن جاتا ہے۔ جو اس کا باپ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ قدیم ماکانہ ملازمین کی نسل کا نواں آدمی ہے۔ اور انہی تک

یہ اپنا سامی منتخب نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسے بیرونی دنیا ہی سے آنا تھا۔ ہیزل اس شخص کو نظر آئی اور اس نے اپنی زندگی کا مقصد پایا۔

لیکن۔ لیکن اسے کیا حق پہنچتا ہے کسی کی مرضی کے بغیر اس کی بیٹی پر قبضہ کر لے۔ ماری نے کہا۔

محترم! اول تو ہیزل آپ کی بیٹی ہیں سب۔ دوسری بات یہ کہ ہیزل کا مقصد تھا۔ تقدیر اسے اس سمت اسی لیے والی تھی

ہیزل سے پوچھئے۔ اس نے تو حقیقت پائی

ہے۔ اور اسے اب اس بات سے قطعی انکار نہ ہو گا کہ ماکانہ ملازمین کی کوئی کہلائے۔ آپ یہ سوال ہیزل سے کر سکتے ہیں۔

ہاں ہاں! ماکانہ ملازمین کے بغیر میری زندگی ناممکن ہو گی۔ آپ کا جہاں دل چاہے چلے جائیے۔ آپ کی دنیا آپ کو مبارک۔ میں نے اپنی منزل پائی ہے۔ ہیزل نے جواب دیا۔ اور پروفیسر رازی اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ بظاہر کسی کمرے کے زیر اثر نہیں تھی۔ یہ بھی سب سے اختیار کر سکا اور ایک نکر رات ہی کو مسلمان ہو کر اس پریشانی کا اظہار کر چکا تھا کہ ہیزل اس پر شفقت ہے ماس طرح مسلمان کی جان بھی چھوٹ گئی تھی۔ لیکن پروفیسر رازی تذبذب کے عالم میں تھا۔ وہ بار بار ہیزل کی شکل دیکھنے لگتا تھا ماکانہ ملازمین کے کہنا۔

سو بالاپنے عزیزوں کا بغیر مقدم کر دو۔ ان کی خاطر مدارات کا بندوبست کر دو۔ یہاں سے یہاں رہیں گے۔ بہت تھوڑا وقت ہے۔ جب یہ میرا مقصد تک نہیں گئے اور جو سے قیادوں کریں گے۔ ہیزل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے اٹھی اور اس شخص کی طرف چلی گئی۔ جہاں کھانے پینے کی چیزوں کے انبار رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ان میں سے چند چیزوں کا انتخاب کیا۔ اور انہیں ہمارے سلسلے سمجھا دیا تمام چیزیں تروتازہ تھیں۔ عمدہ تمام کھانے۔ خشک میوے اور ایسی دیکھ بھری اور بغیر کسی ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ہیزل نے ماکانہ ملازمین سے یہ سب کہاں سے ہب کیا تھا۔ میرا اہل وطن کے اسی غلے میں ان تمام چیزوں کا وجود خوب فخر تھا کیونکہ یہ تو خود ماکانہ ملازمین کی اپنی ذات ہی تھی۔ شکل و صورت سے پوری نظر آئے والے شخص بڑے غصے سے بے ہوش گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے پروفیسر رازی کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ ان چیزوں میں سے کچھ کھائے

بہت عرصے بعد میں ایسے لوازمات مہیا ہوئے تھے۔ میرے کچھ شے سے پروفیسر رازی بھی کھانے میں شریک ہو گیا۔ ماکانہ ملازمین کی وجہ سے بہت تاثر نظر آ رہا تھا۔ ایسے میرے لیے بڑی حیرت انگیز بات تھی میں نے بھی سوچ۔ ہاتھ کا قدرت سے جو کچھ کیا بہتر کیا۔

لیجئے اور مسلمان کو تو ہیزل سے بھی قدر دہیسی تھی کہ وہ پروفیسر رازی کے ساتھ تھی اور۔ چچا تھا مال ہوتا تھی۔ پروفیسر رازی کا مسئلہ بھی کس حد تک جواز تھا۔ اس نے

باؤنڈریز کو اپنی بیٹی کی حیثیت سے پرورش کیا تھا اور اس کے مستقبل کے لیے اس نے میرا اہل وطن میں اپنی طویل زندگی وقف کر دی تھی اور بڑے آرام سے ایک قبیلے میں ایک معزز آدمی کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔ مری اس کی زندگی گزر جاتی۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو ہیزل کے لیے مہذب دنیا میں لے جانے کے لیے آمادہ کیا تھا۔

اب اگر اس کے سامنے یہ بات آئی تھی کہ اس وحشی دنیا کا ہی ایک فرد ہیزل پر اپنا تسلط بھالے سے یہی تصور رکھتا تھا جسے تو اس کا بے چین ہونا قدرتی بات تھی۔ لیکن موجودہ صورت حال کو کیا کیا جانا۔

یہاں کی پراسرار دنیا کی پراسرار کہانیاں ہماری بکھرنے پر تھیں لیکن یہ طور ان کی ایک حقیقت تھی۔ خاص طور سے اس مسلمان کے مسئلے میں ایک بار پھر تیز ہو گیا تھا۔

ماکانہ ملازمین جیسا جادوگر مسلمان کو اپنا آقا کہہ رہا تھا۔ اور مسلمان نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ بڑی حیرت انگیز بات تھی۔ پتہ نہیں مسلمان کا یہ جادو کہاں تک طویل اختیار کرے۔ بہر طور میں تو اس میں طوٹ تھا ہی۔ خود میری اپنی زندگی کا اٹھنا اپنی تمام سمالات میں طوٹ ہو کر رہ گیا تھا۔ میرا اپنا تمام مسئلہ بھی نظر بننا ہو رہا تھا۔ اور جس طرح پروفیسر رازی کو ہیزل سے دلچسپی تھی۔ اسی طرح مجھے مسلمان سے شفقت تھی۔ میں مسلمان کو اپنی اولاد کی طرف بھٹتا تھا۔ اس کے علاوہ میری زندگی میں غمازی کہاں

بہر طور اس عجیب غریب کہیں گاہ میں رات ہو گئی۔ ہیزل نے صوبہ ہموں ہلنے کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ بوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہیزل اس غار کے تمام رازوں سے بخوبی آگاہ ہو۔ اور یہ ایک حیرت انگیز بات تھی۔ یہ شخص جو پروفیسر رازی کی شکل رکھتا تھا بے حد پراسرار معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں کی بڑبڑک بات کی تار کیوں میں اتنی گہری ہو گئی کہ ہم اس سے نکلیں نہ سکا پائے۔ ہیزل البتہ بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اور میں لگتا تھا جیسے وہ یہاں آکر بے حد خوش اور مطمئن ہو۔

رات کے گہرے ہونے کے ساتھ ساتھ ماکانہ ملازمین حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوتی گئیں۔ وہ ہمارے ساتھ آگیا۔

معزز دو مسلمان اس آگے کے ساتھ تعاون پر تیار

کاشکرا دیکھتا ہوں۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سوا لایجے آپ ہی کے ذریعے ملی۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ میری زندگی میں کیا اہمیت رکھتی ہے۔

میں ہے آپ لوگ اس طویل کہانی سے واقف ہوں۔ اگر نہیں ہیں تب بھی میری یہ جرات نہیں کریں کہ یہ کہانی آپ لوگوں کو سننے کی کوشش کروں۔ کیونکہ میرا آقا سب جانتا ہے۔ میرے غلیظ آقا نے میرے پشت کی میری نسل کو شاید یہ اعزاز بخشا تھا کہ وہ اس کے خلاف اپنے آقا کی مدد کرے لیکن پروفیسر رازی پشت کے اتنی ہی نسل کے شخص کو کاروان عطا نہ کر سکی۔ وہ علم میرے سینے میں منتقل ہو گیا۔ جس کے تحت مجھے کام کرنا تھا۔ میں نے اپنے آقا اجداد کی کادشوں کا جواز دیا۔ اور ایک فیصلہ کیا۔ میں نے سوچا کہ اس کے خلاف براہ راست کوششیں اب تک نامکمل ہوتی رہی ہیں۔ تھوڑے وقت کی وہ دہری بے پناہ پراسرار قوتوں کی مالک ہے۔ اس کا جادو عظیم ہے۔ بلاشبہ وہ سب کچھ کر سکتی ہے اور میرا اہل وطن اس کے مقابل کوئی جادوگر ہی موجود نہیں ہے۔ چونکہ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور شاید ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اس لیے اس کے تجربات بے حد وسیع ہیں۔ اور اس کی نسبت ہم لوگ بے حد کم تجربہ کے حامل ہیں۔ براہ راست کوششوں سے وہ واقف ہو جاتی ہے۔ اور اپنا بندوبست کر لیتی ہے۔ میرے علم نے مجھے میرے آگے کے بارے میں بتایا اور کہا کہ بہت جلد شاید میری زندگی میں ہی وہ مجھ تک پہنچے والا ہے۔ چنانچہ طویل عرصے سے میں نے اس کے خلاف صف آرائی شروع کر دی تھی۔ لیکن قریب و جوار کے قبیلوں میں چھپتی پیدا کی زبان کا انتخاب کیا۔ اور ایسے لوگوں کو منتخب کی جو اس بے چینی کے نتیجے میں اس کے خلاف صف آرا ہو سکتے تھے۔ ایسے اہل قبیلے میرے ہمارے ہونے واسطوں پر چل پڑے۔ اور یہ ایک حیرت انگیز اتفاق ہی نہیں بلکہ میرے لیے ایک خوش فہمی ہے کہ اگر وہ میں ان قبیلوں کا بڑھک کیا جب میرا آقا مجھ تک پہنچا۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں آقا کو وقت کتنا بھی لگ جائے۔ لیکن اس کا اختتام بالآخر میرے آگے ہی ہاتھوں پر لگا جو اسے موت کی اس منزل میں۔

پہنچا ہے کہ جسے وہ بھول چکی ہے اور میں کے پاس سے میرے  
 پیچھے ہے کہ وہ کسی نہیں آئے گی۔ اہ! میرا علم کہتا ہے  
 کہ صدیوں پرانی انعام کی اس کہانی کو انعام پر آتا ہی ہے  
 ہوا۔ ماکازو دنگا وید کے عالم میں بول رہا تھا۔ اور سلمان کی  
 آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند تھیں۔  
 ان آنکھوں میں خون کی شرعی ہزار ہی تھی اور اس کے  
 چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔  
 سلمان نے کہہ سے کہا تھا کہ وہ پراسرار قوتیں اس کا ساتھ  
 چھوڑ چکی ہیں جو جہاں تک اس کی پہچان کرنی۔ یہی تھیں۔  
 اس کی بات میں کہ کسی مدد تک پہنچا رہا تھا۔  
 کر سلمان کو ملنے والی مدد ختم ہو چکی ہے اور اب وہ کہیں  
 شکست کا شکار نہ ہو جائے گا۔  
 لیکن ماکازو دنگا جیسے آدمی کو دیکھ کر مجھے کسی قدر دلینا  
 ہو گیا تھا۔ یہ عجیب و غریب انسان تھے۔ پناہ ملا جیوں کا ایک  
 ہے۔ یہی سلمان کا بہترین دوست راست ثابت ہو سکتا ہے۔  
 پھر ماکازو دنگا نے کہا۔  
 وہ آٹھ فیصد، جو میری وجہ سے اس کے شدید غم  
 ہو گیا۔ جنگ کرنے کے نکل کر سے ہوئے ہیں۔ اور اس کے  
 قانون کے قریب و جوار میں پہلے ہوئے قابل پر ہر باری  
 دیکھا ہے۔ یہی نتیجہ کیا ہو گا؟ میں اس کا علم نہیں رکھتا، لیکن  
 یہ تمام چیزیں فیصلہ کی اور اس کے لئے دے دے جنگجوؤں کی  
 مدد جیوں پر مشتمل ہیں۔ لیکن آقا میں نے پھر کر شدیدی اپنی مشد  
 کا شکار کر دیا ہے۔ اس نے آج تک یہی حال پسید یا ہوا تھا  
 کہ اپنی مادہ کی قوتوں کو بڑھنے کا۔ کہہ کر قابل کو مراعات بخش  
 دی تھیں۔ مادہ کو اس نے پہاڑوں سے دیا تھا۔ جن قابل کو  
 اس نے مراعات بخش دی تھیں۔ وہ پہاڑ وہ قبیلہ پر مادی  
 تھے اور پہاڑ وہ قبیلہ ان کے ظلم و ستم کے جو بوجھ تلے سسک  
 رہے تھے۔  
 میں نے ان پہاڑ وہ قبیلہ کو اچھا اور انہیں ہوشیوں  
 کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کر دیا ہے۔ اب یہ جنگ دوم  
 دور تک چلی ہوئی ہے۔ اس سے میرا پہلو کی وہ فخری قوتیں  
 توڑا جاتا تھا۔ جن کی وجہ سے آج تک کوئی کامیابی نصیب  
 نہیں ہوئی۔  
 ہاں! کیا اپنی طاقت۔ تو اس کی بہت بڑی طاقت  
 اس کے لئے ہر طرف ہے۔ اور اب وقت ہے کہ ہم اس تک

پہنچ سکیں۔  
 سلمان نے اختیار کر لیا۔ میں اس تک پہنچا جاتا ہوں  
 ہوں ماکازو دنگا: وہاں تک میری پہنچائی کر۔  
 آقا! میں نے تیرے لیے ایک دوسرا حل تیار کر لیا ہے۔  
 اور وہ وقت دور نہیں۔ شب میں تجھے اس کے پاس۔ وا:  
 کر دوں گا۔  
 میں اور پروفیسر رازی ان دونوں کے درمیان بہت  
 دانی گفتگو کر کے تھے۔ ماکازو دنگا نے کہا۔  
 اس کا ظلم محدود ہے۔ وہ یقیناً اپنے ظلم کی قوتوں سے  
 یہ پتہ چلے گا کہ تو کون ہے اور اس کے بعد وہ تیرے خلاف  
 صفت آ رہی گی۔ لیکن آقا اس کی فکر نہ کرنا۔ صدیوں سے عظیم  
 قوتیں تیری حفاظت ہیں۔ اور وہ یہاں لیے تیار ہو رہی ہیں۔  
 ماکازو دنگا کا ظلم تیرے ساتھ ہے۔ یہ ہے ایک ایسی چیز جو  
 جس سے تیرا دل کے قابل میں ہے۔ یہ ہے ایک اور پراسرار  
 بھی تیرے قریبی قوتیں کر رہی ہیں۔ وہ یہ چیزیں پہلے  
 لیے استعمال نہیں کر سکتا تھا آقا! کیونکہ مجھے اس کی اجازت نہ  
 تھی۔ نہ وہ تیری ملکیت ہے اور تیرے لیے محفوظ رکھی گئی۔  
 راستہ کو جب سب لوگ سو گئے۔ تو رازی نے میرے  
 کان میں ہر گشتی کر کے جوئے کہا۔  
 "مجھے تو یہ آدمی غلط معلوم ہوتا ہے۔"  
 "میکوں رازی؟" میں نے پوچھا۔  
 "میں اس کی حرکتیں بہ مشتبہ نظر آتی ہیں۔ سلمان جوں ہے  
 اور اس کے ذہن و دل میں اختتام کا سودا ساما ہوا ہے۔ کوئی  
 بھی با ظلم شخص اپنی قوتوں سے کام لے کر کسی بھی شخص کے  
 پاس سے اس کو سزا دے گا۔ جس طرح سو تھانے ہائے بلے میں  
 معلوم کر دیا تھا۔ ماکازو دنگا جو کہ خود بھی اس سے دشمنی رکھتا  
 ہے۔ اس لیے اگر مادی کے دور سے اس نے سلمان کا مقصد  
 معلوم کر لیا تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہوگی۔ ایسی سوت  
 میں تم سوچ لو کہ کہیں تمہارا یہ ساتھی جو ان کسی نصیب کا شکار  
 نہ ہو جائے۔  
 "نہیں! اب میں تمہارا ہی مقام میرے ذہن میں  
 ہے۔ لیکن میں چاہوں کہ میں اس کی سب سے بڑی منزل تک  
 تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے کسی بار خوابوں میں ایک شخص  
 کو دیکھا ہے۔ ہاں! میں نے اسے عجیب انداز میں دیکھا ہے۔  
 میں کہہ نہیں سکتی تھی کہ میں اسے جانتی ہوں یا وہ صوفی  
 خواجہ ہے۔ لیکن میں اسے دیکھتی رہی ہوں۔ مجھے اس کے

نہیہ دوتوں کی باتیں مست کر دے۔ مجھے بار بار کہہ کر دفتر  
 نہ دوتوں میں زندگی سب سے اپنی نہیں ہے۔ میں نے اپنی ایک  
 ایک سال کو بیکار کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور صرف اس کی  
 بہتر کیس کے لیے میں مذہب تو کیا کا سفر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں  
 جوت میں گئی۔ اب میں کیا کروں گا؟ کسی طرح جیوں کا۔ مذہب  
 دنیا میں ہر گز کیا کروں گا؟ میں تر شاہی واپس نہیں جاسکتا۔ نیز کیا  
 اپنے جہاز کو چھوڑ دوں۔ پروفیسر رازی نے اسے کہہ دیا۔  
 "تو پھر؟"  
 "میری تو کوئی بھی توجہ نہیں آتی۔ جس کے لیے جتن پناہ  
 ہلا دی ہو۔ لیکن وہ بڑی ہے۔ اب کیا کروں گا؟ یہ بات  
 ہر روز نشتر ہے۔"  
 "حالات ہم لوگوں کو جس سمت لیے جارہے ہیں پروفیسر  
 میری دلی خواہش ہے کہ تم بھی اپنی اس ساتھ دو۔ میں نے کہہ  
 دیا۔ ایک سہ ماہی: میں اس کے علاوہ کیا کر سکتا ہوں؟  
 پروفیسر رازی بولا۔  
 دوسری صبح حسب معمول یہ دفتر شگوار تھی۔ ماکازو دنگا  
 اور بیزل پہاڑے ساتھ فارم میں نہیں تھے۔ وہ کہیں باہر  
 نکل گئے تھے۔ پروفیسر رازی عجیب جاگا۔ تب ہی اسے معلوم ہوا  
 کہ بیزل فارم میں نہیں ہے۔  
 وہ بے چین ہو کر کھڑا ہو گیا اور پھر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر  
 کے بعد وہ بیزل کے ساتھ واپس آیا تھا۔ بیزل سکلتی ہوئی آ  
 رہی تھی اور پروفیسر رازی کسی قدر مطمئن تھا۔ اس نے بدلے ہوئے  
 انداز میں کہہ دیا۔  
 "یہ لڑکی۔ یہ لڑکی تو بہت کمزور گئی ہے سڑا ہر  
 داؤخان!"  
 "میکوں کیا ہوا؟" میں نے سکاڑے ہوئے پوچھا۔  
 "سوچو تو سہی! اب وہ ماکازو دنگا کا دم بھرتی ہے۔  
 جب کہ اس سے قبل اس کی نگاہ میں میرے ملاہ اور کوئی  
 نہیں تھا۔"  
 "نہیں! اب میں تمہارا ہی مقام میرے ذہن میں  
 ہے۔ لیکن میں چاہوں کہ میں اس کی سب سے بڑی منزل تک  
 تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے کسی بار خوابوں میں ایک شخص  
 کو دیکھا ہے۔ ہاں! میں نے اسے عجیب انداز میں دیکھا ہے۔  
 میں کہہ نہیں سکتی تھی کہ میں اسے جانتی ہوں یا وہ صوفی  
 خواجہ ہے۔ لیکن میں اسے دیکھتی رہی ہوں۔ مجھے اس کے

ساتھ ساتھ بڑے جہازوں کی سیر کی ہے۔ میں نے اس کے ساتھ  
 وہ دنیا دیکھی ہے۔ یہ جہازیں دنیا سے اونچے اس کے پاس  
 میں بڑی بڑی عجیب باتیں معلوم ہوئی ہیں۔  
 تو کیا؟" پروفیسر رازی نے پوچھا۔  
 "ہاں! وہ دنیا میرے لیے بڑی اونچی ہوگی۔ میں جانتی  
 ہوں، میں اسے شہر نہیں کر سکتی گی اور مجھے اتنی عجیب دیکھ  
 کر شاید میں پاگم بنی ہو جاؤں۔ لیکن بہر طور مجھے اس دنیا کے دیکھنے  
 کا شوق تھا اور اگر وہ دنیا مجھے دیکھنے کو مل جائے تو میں اپنے  
 آپ کو بے حد خوش نصیب سمجھوں گی۔ تم میرے لیے ہر مذہب  
 ہوا! اب میں سمجھتی ہوں کہ مجھے سب سے بڑی مل گئی ہے اور یہی  
 میرے لیے صحیح ہے۔"  
 "اور اگر تو اتنی خوش ہے تو پھر بھلا بولتے ہو پروفیسر کو  
 اس دنیا کو افسوس ہو سکتا ہے۔ میں تو خدا کے حکم پر شاکر ہوں۔  
 لیکن بہر طور میری بچی مجھے دوستی جداست کرنا۔ یعنی میری  
 عمر وہ گئی ہے وہ میرے ساتھ گوارا نہ چاہتا ہوں۔"  
 "ہاں! ہم اس زندگی میں جدا نہیں ہوں گے۔ تم بے فکر  
 رہو۔ بیزل نے جواب دیا۔  
 پروفیسر رازی اب اچھا سا بدلا بدلا سا نظر آ رہا تھا۔  
 ماکازو دنگا کوئی اس نے عزت کی دکھاوت دیکھا جب کہ اس  
 سے قبل ہمیشہ اسے عقارت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔  
 آج کا دن کل کی بر نسبت خوش گوار رہا۔ شام کو حسب  
 معمول کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ماکازو دنگا نے  
 اپنی اسکیمر کا دوسرا حصہ میں بتایا۔  
 "کل صبح پھر ان سلمان اور عظیم بزرگ تمہاری رازوں  
 کی جانب واہ ہو جاؤ گے۔ میں نہیں اس کے پاس میں جو کچھ  
 بتاؤں گا اسے ذہن نشین کر لینا۔ جن واہیوں اور راستوں سے  
 گزر کر تم جاؤ گے وہ پتہ چلے گا اور دشمن گزرا رہی۔ لیکن تمہاری  
 رہنمائی قدم قدم پر ہوگی اور پراسرار قوتیں ہمیشہ تمہارا تحفظ کریں  
 رہیں گی۔ چنانچہ کسی بھی مرحلے پر جگہ ان کی ضرورت نہیں ہوگی۔  
 پہلی کسے گا۔ وہ حالات کے تحت ہوگا۔  
 میں عظیم آقا۔ انگوٹھی نہیں دیتا ہوں۔ بندہ کے نشانی  
 والی۔ انگوٹھی جیسے اباؤ اجداد کی امانت ہے۔ جو کچھ  
 پہنچی تھی۔ اس کے ذہن میں تم بہت سے راز ہائے دنیا  
 مخفی ہو جائیں گے۔ اس کے ذہن میں جس بہت مدد  
 ماکازو دنگا نے ایک انگوٹھی نکال کر اسے ملادی۔



مسیحی شہر کی گلی یا ایسی ہی کسی گلی پر سے تراشی ہوئی عورت  
میں اس کا گھر اور اس پر بنا ہوا سرائیکی کے ایک ہی کمرے  
سے ترشالی تھا اور اس کو بصورت اور باریک کام سے منقش تھا  
کو دیکھنے والے کو بہت ہنسی تھی  
ایک گھارہ دیکھنے سے اس پر اسرار محو کی حیثیت معلوم  
ہو جاتی تھی۔ مسلمان نے اسے بڑے احترام سے لے کر اپنے گھر  
لے آئے اور اس کی نظریں میں بہن یا اور سا کا زونگا مسکراتے  
ہوئے بولے۔  
"تم کل صبح روانہ تھی کہ لیے تیار رہنا۔ میں، ہنرل یا  
ہنرل کے معلم پر وینس رازی تمہارے ساتھ نہیں جاسکیں گے  
اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر تم غور کرنے کو۔ ملاقات  
بھی یہی کہتے ہیں اور زور دیتے ہیں اسی بات کی ہے۔"  
"ٹھیک ہے ہم خود بھی اپنے شہر پر تیار ہی تھے۔  
مالکانہ نظر، چند افراد ہم نے ساتھ لیے تھے اور انہیں دھوکا دے  
کر یہاں لے آئے تھے۔ مگر انہیں ان کی کادشوں کا  
مناسب معاوضہ دیا تھا لیکن بہر طور وہ بے ایمان تھے۔  
انہوں نے ہماری ملاقات سازشیں شروع کر دیں جس کی وجہ  
سے ہم نے انہیں چھوڑ دیا لیکن بہر طور ہم یہ بات اچھی طرح  
جانتے تھے کہ ہمیں آخری منزل تیار ہی لے کرنا ہوگی۔ اور اس  
کے لیے میں مکمل طور سے تیار ہوں۔ مسلمان نے جواب دیا۔  
"تم فکر نہ کرو میرے آگے تھپانے ساتھ ایک نوجوان ہوگی  
وقت اور طاقت کی ایک طرح جو بہر طور نہیں نقصان نہ  
پہنچنے دے گی۔ اب تم آرام کرو تاکہ کل صبح سفر کی تیاریوں  
کے لیے جانی دوج بند ہو۔" مالکانہ نظر دیکھ کر کہا اور حسب  
مولیٰ ہنرل کو لے کر باہر چلا گیا۔  
ہندو تیسرا رازی دیر تک اس سے بات چیت کرتا رہا مسلمان  
اپنی ساری باتیں کہتا رہا۔ پھر اس نے کئی سوالیہ جملے کہا پھر جب  
اس نے مسرور کیا تو وہ سوچا تھا۔  
بہر طور پر وینس رازی کو اس نے بہت سے دھوکے دیے  
اور کہا۔  
"ہندو تیسرا رازی تو منزل ہی پہنچ گئی۔ اگر وہ مسرور  
کے کہہ کر ہم لوگ اسے چاہے کسی اور کی زندگی میں بے گھر  
ہو جاتی ہے۔ تو وہ اپنے گھر کو لے آئے گا اس لیے ہمیں ہراسہ نہ  
ہوگا۔" مسلمان نے کہا۔  
ہندو تیسرا رازی غماص آگے بڑھا کہ اس سے کچھ دیکھتا ہوں اپنی

آرام گاہ میں واپس چلا گیا تھا۔  
مسیحی صبح ہم لوگ جاگے تو رازی، ہنرل اور سا کا زونگا  
میں جاگ چکے تھے۔ انہوں نے ہاتھ دے رخت سفر میں باہر  
دیا اور گراہم درانتی کے لیے بالکل تیار تھے۔ نقشے کی تمام  
ستیں اس نے مجھے اور مسلمان کو کھادی تھیں۔ اور بالآخر ہم  
اس عجیب و غریب فارسیہ جبل کی شمالی سیدھی چل پڑے۔  
گویا اب ہمارا سفر پسران کی وادی کی جانب تھا۔  
مسلمان بہت تھکن تھا اور ہرگز نہ کہ یہاں کہ ہم بہت  
چاق و چوبند ہو گئے تھے۔ اور ہمارے پاس خوراک کا بہترین  
ذخیرہ موجود تھا اس لیے ہمیں کوئی فکر نہیں تھی۔  
دو آدمیوں کا یہ قافلہ گھنٹہ بھر میں اس پہاڑی علاقے  
سے باہر نکلا اور دوسری پہاڑی بلندیوں تک پہنچ گیا۔ تقریباً  
نویس میل آگے دلدل کی جھیل نظر آئی تھی جس پر سورج کی  
روشنی پڑ رہی تھی۔ اور اس کی شام میں دلدل کو چاند کی کرن  
جگمگاتی تھیں۔ اس کے گرد دیووں تک سبزہ چھلکا ہوا تھا۔  
دو پہر کر ہم دلدل کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں کھانا کھایا  
اور پھر اس دلدل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ خوراک کی  
تک تو یہ راستہ بہت خوبصورت نظر آتا رہا لیکن آگے بڑھ کر  
اس میں کچھ دشواریاں پیدا ہوئیں۔ گویا دشواریاں بہت زیادہ  
پریشان کن تھیں۔ مثلاً بعض جگہوں پر دلدل نرم تھی اور اس  
پر سفر کرنا ذرا مشکل تھا لیکن ہم نے احتیاط برتی۔ ہر قدم پر ہونک  
ہونک کر دیکھا اور ہم آگے بڑھتے رہے۔  
لیکن ابھی تک مجھے یہ سفر سخت لانا خوشگوار نہیں لگتا  
ہوا تھا۔ میرے ہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ یا تو یہی دلدل تھی  
یا پھر بڑے بڑے مینڈک اچھلتے ہوئے نظر آتے تھے یا پھر  
وہ چڑیاں جیسی کسی اثراتی ہوئی نظر آتی تھیں بلکہ ایک طرح  
سے کہا جاسکے کہ یہ چڑیاں پتلی دلدل کی رہنما تھیں تو غلط  
نہ ہوگا۔  
کبھی کبھی سبز پتلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن کنگے چل  
کر ہر پریشان کن چیز ہمیں ملی وہ دلدل سے اٹھنے والے پر پتے  
انگاریات تھے جو غصے پر بار ڈال رہے تھے۔ خدا خدا کہ  
شام کے قریب ایک سطح زمین ملی۔ اس علاقے میں کافی کڑی  
تھی۔ چھوٹی اور مینڈکوں کی وجہ سے ہم اسے آرام دہ جگہ  
نہیں کہہ سکتے تھے۔ لیکن دلدل کے پریشان کن سفر کے بعد  
قدرتی فرشتے ہیں بہت غنیمت محسوس ہوا۔ یہاں پہنچنے

رات کا کھانا کھایا۔  
مسلمان حسب معمول غنیمت غنیمت رات کو اسے سڑی  
ملی اور ہمارے ہونے۔  
میں نے جانوروں کی کھالیں جو سا کا زونگا نے ہمارے  
پر کر دی تھیں۔ مسلمان پر ڈال دیں۔ اس کے چہرے پر نرمی  
پیدا ہو گئی تھی۔  
بہر طور رات کو میں نے اس کی تیار وادی کی۔ پر وینس  
رازی نے میں کچھ پوچھا بھی دی تھیں۔ جن کے بارے میں  
اس نے کہا تھا کہ یہ برکت ضرورت کام آئیں گی۔ انہی میں  
تھے ایک بڑی اس نے بنانا کہ بھی دی تھی۔ میں نے یہی بولنا  
ایمان کو استمال کرادی۔  
آسمان پر ستارے جگمگاتے تھے اور زمین پر خاموش  
شناہا مسلط تھے۔ مسلمان سو گیا تھا۔ میں بہت دیر سا دلوں  
سے آنکھیں پڑا رہا۔  
دلدل زیادہ دور نہیں تھی۔ اور بڑے اجڑات  
اٹھ اٹھ کر سامنے کو دور تھے تھے۔ خدا خدا کہ کے نیند آئی  
اور ان پریشان خیالات کا خاتمہ ہوا۔  
صبح کو آنکھ کھلی۔ سورج نکل آیا تھا۔ میری نگاہ  
پہنچا مسلمان کی طرف اٹھ گئی۔ مسلمان بیٹھا ہوا قریب چار  
کے ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ اور شکل سے کافی غنیمت نظر آ  
رہا تھا۔ گویا تیسرا رازی نے جو وادی تھی وہ بڑی کارگر ثابت  
ہوئی۔ میں نے اس کی خیریت پوچھی تو اس نے مسکرا کر گردن  
ہلا دی۔  
"میں ٹھیک ہوں۔ لیکن عجیب ہمارا تھا۔ ذرا سی دیر  
میں زبردست کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔"  
"بہتر یہ ہے کہ ہم یہاں سے غوراً سامان لے کر چلیں اور  
کوئی ایسی جگہ تلاش کریں۔ جہاں ہم مکمل طور پر آرام کر سکیں۔ سفر  
ایک آدمی دن میں شروع ہو جائے گا۔"  
"نہیں چچا جان! یہ مناسب نہیں ہے۔ میں اتنا کمزور  
بھی نہیں ہوں کہ اس موٹی سے ہمارے تھک کر بیٹھ جاؤں۔"  
"لیکن مسلمان! میں یہ نہیں چاہتا کہ تمیں زبردست ہمارے۔"  
"ملاؤ دیکھو یہ کچھ ناخوشگوار ہے۔"  
"نہیں چچا جان! ہم سفر کریں گے جس جگہ از جلد اپنی  
منزل تک پہنچ جائیں گے۔"  
مسلمان نے مجھے مجبور کر دیا۔ بہر طور ہم آگے چلے گئے

نہیں گھنٹے تک کوئی غیر معمولی بات نہ ہوئی اور ہم اس دلدل  
ملا تے سے دور نکل آئے۔ گویا اب اس دلدل سے چھاپا ہوا  
چلا تھا۔  
اب ہمارے پھر کسی قدر خوش گوار ہوتا جا رہا تھا۔ دو پہر  
سے پہلے ہم ایک انتہائی پُر غنا مقام پر پہنچ گئے۔ کوسوں تک  
سبزہ زار پھیلا ہوا تھا۔ جس میں جا بجا چھوٹے پتھر سے چھوٹے  
تھے۔ ایسے صحنوں اور ایسے دلکش کوسوں کا نگاہ نہایت۔ چھوٹوں  
کے تھے اس طرح نظر آ رہے تھے۔ جیسے انسانی ہاتھوں کا کارخانہ  
ہوں۔  
سامنے کی سمت ایک پہاڑ تھا۔ جس میں سبزہ زاروں سے  
لدا کھرا ہوا تھا۔ اس پر چھوٹے چھوٹے درخت مہول سہے  
تھے۔ شاید کوئی پندرہ سو فٹ کی بلندی پر تھے کسی فیصل  
نظر آتی تھی۔ جو اندازاً بارہ تیرہ سو فٹ بلند ہوگی لیکن بعد  
میں یہ جانا کہ یہ فیصل نہیں تھی۔ بلکہ شہر کی چٹانیں تھیں جنہوں  
نے مل کر ایک دیوار قائم کر دی تھی۔  
بے پناہ حسین خطہ تھا۔ یہاں آکر طبیعت پر ایک خوشگوار  
سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ہم پہاڑ کی جانب چل پڑے۔  
سامنے ہی ایک سرگرم نظر آ رہی تھی جو سیدھی پہاڑ پر  
جاتی تھی۔ لیکن اس سڑک کے دونوں پہلوؤں پر کھائے  
بنے ہوئے تھے۔ جو جگہ جگہ سے لٹکتے تھے۔  
اس سڑک کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ اگر یہ انسانی  
ہاتھوں کا کارخانہ ہے تو یہ ان پہاڑوں کو توڑنے کا ذریعہ  
کیا ہوا ہوگا۔ زمانہ قدیم میں ڈانٹا سیٹ وغیرہ کا بھی وجود  
نہیں تھا۔ اور اس کے بڑے پہاڑوں کو اس طرح کاٹ کر ہمار  
کو دینا نا قابل یقین سی بات تھی۔ لیکن یہ منظر ہمارے سامنے  
تھا۔ قریب و جوار میں وہی سبزہ زار حسین ترن نظر آ رہے تھے  
کر رہا تھا۔ دل ان نظاروں کو دیکھ کر جھوم جھوم جاتا تھا۔  
کبھی کبھی سبز چمن کے درخت اور کبھی بے لکھڑوں  
کے درخت تھے۔ جو سو فٹ سے کم اونچے نہ ہوتے تھے۔ ان  
میں سے ہر ایک درخت پر شہید کی مکھیوں کے چمٹے لگے پتے  
تھے۔  
خوشگوار، بارہ سگے اور ہر ان اس طرح نظر آ رہے تھے۔  
جیسے یہ علاقہ بلا شرکت غیر سے ان کی ملکیت ہے۔ اس لیے  
گھومتے پھرتے تھے کہ وہ کچھ حیرت ہوتی تھی۔ اننا شکار کچھ  
کر ہم دونوں کے منہ پانی بھر آیا۔

خجک ہے۔ میں آپ سے شفیق ہوں چو جاندا ہوا سامان

نے کہا  
میں غم سے ہی اپنے ہونے لوگوں نے نبیؐ کا حکم  
جاگ گئے ہیں نون کا گھبراہٹ ہوئے رکھا پھر دو آدمی تھے  
ملنے آگئے۔  
وہ دیکھ کر اسے اندازہ میں میرے اور سلمان کے ملنے  
جھک گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

یہاں لوگوں کی عظیم فکر، ناقابل ترمیم سوچ کی بیٹی، آسمان  
سے ہدایت حاصل کر سنبھالی نہیں اپنی سرحد میں خوش آمدید کہتی  
ہے۔ اور جاننا چاہتی ہے کہ تم کون ہو اور کس غرض سے آئے  
ہو، کہاں سے آئے ہو؟ یوں لگتا ہے کہ تمہارا تعلق افریقہ  
کی سیاہ وادیوں سے نہیں۔ بلکہ تم اس دور سہری دیکھ کر لوگ  
ہر جہاں کے ہونے والے اپنے جادوئی کمال حاصل کر چکے ہیں۔  
اور ایسی ناقابل یقین زندگی گزار رہے ہو۔ میں کے پاس سے  
میں کی حرکت ہوئی ہے۔ کیا درست ہے؟

سلمان نے سری حرف دیکھی۔ گویا اندازہ لگنا چاہتا تھا  
کس قسم کی گفتگو ان سے کرنا مناسب ہوگی۔ میں اس دوران  
دل میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس وقت ان لوگوں کے مطلب  
کی گفتگو کرنا مناسب ہوگی۔ کیونکہ ان بے شمار نونہند لوگوں  
سے مقابلہ ناممکن تھا چنانچہ میں نے جلدی سے کہا۔

تمہارا خیال درست ہے۔ ہم اس دنیا کے باشندے  
ہیں اور یہاں امت کی غرض سے اس گھر میں آئے ہیں۔ ہم  
نہیں جانتے کہ کون سی سرحد کس کی ہے۔ اگر ہم تمہاری ملک  
کی سرحد میں آکر کسی جرم کے مرتکب ہوئے ہیں تو ہمیں اس  
کا انکسوس ہے۔

”عظیم المرتبت کی ہدایت سے اگر آئے والے نیک  
طبع اور تعاون کرنے والے ہوں تو انہیں باعزت و احترام  
اسی کے حضور میں۔ لایا جائے۔ اگر وہ خود بر اور برکشتی پر  
اور کسی کا احترام کرنے والوں میں سے نہ ہوں تو نہ انہیں  
ختم کر دیا جائے۔“

فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے جیسے پسند کرو تمہیں نے  
سکاتے ہوئے کہا۔

ہم فکر کے حکم سے انکار نہیں کر سکتے۔ یوں بھی تو لوگ  
شعل و موت سے بھی اور گفتگو سے بھی اپنے انسان معلوم ہوئے

سلمان فرمائش کرنے کے لیے تیار ہو گیا اس نے  
گول چلائی۔ نشانہ ایک بارہ شیشے کا تھا۔ گول بارہ شیشے  
ہاکنڈ خورنی ہوئی نعل گئی۔ اور ہم دونوں اس طرف دوڑ  
پڑے۔ بارہ شیشے کو نہ بچ گیا۔ اس کو دیکھتے ہی جلدوت میں  
جھک جولاں سی آنکھیں مٹی۔ اور ہم لوگ بے خوش تھے۔ بارہ  
شیشے کا گوشت جھرنے میں کافی دقت لگ گیا۔ اور اس  
کے بعد زے سے لے کر ہم نے یہ لذیذ گوشت کھایا اور  
اس کے بعد ہم نے سفر کا آغاز کر دیا۔

غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے ہم اس پہاڑ کے اس  
میں پہنچ گئے۔ کچھ اور آگے بڑھے کہ شام کی سیاہی نے ہاتھ  
پھیل کر اس احوال کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس وقت  
ہم ایک لمبے لمبے راستے میں تھے جو ایک پہاڑ کو درمیان  
سے کاٹ کر بنایا گیا تھا۔

بہر طور ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ہمارے پر امل  
توڑوں کا اندازہ ہو رہا تھا۔ ہم یقیناً اس کی سرحد پر پہنچ گئے  
تھے۔

اس کا اندازہ ہمیں دوسری صبح ہو چکا جب جیسے تو سوج  
ہم سروں پر دنگ ہو رہا تھا۔ لیکن سوج کی روشنی میں ہم نے جی  
لوگوں کو دیکھا، انہیں دیکھ کر ہم پر ہلکا سا دھچکا لگے۔ ہمارے  
ہاتھ بے اختیار اپنے جتھاروں کی جانب بڑھے لیکن پھر  
دوسرے نے ہم مایوسی سے ہنٹ سکوا کر رہ گئے۔ ہمارے  
تمام جتھاروں کو لوگوں کے قبضے میں تھے۔

نظر آنے والے تقریباً پچاس افراد تھے جو مختلف جتھروں  
میں کھڑے چمکدہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں  
دنگ ہوں سے دیکھو تھے۔ ان کے ہاتھوں پر مخصوص  
قسم کے لباس تھے۔ غالباً جتھروں کی کھالوں کے پٹا پٹا رنگ  
جو دیکھنے میں کافی خوبصورت نظر آتے تھے۔ سروں پر بھی انہی  
کھالوں کا بنا ہوا خود ساختہ پہنا ہوا تھا، ان سب نے۔  
میں نے اور سلمان نے اپنے دماغ کے دھڑکنے کی شکل دیکھی اور  
سلمان آہستہ سے بولا۔

”یہ تو اچھا نہیں ہوا۔ گویا ہم ہمارے قیدی بن گئے۔“  
”کیا کیا جاسکتا ہے؟ بہر طور میرا خیال ہے۔“  
لوگوں سے بچنا اچھا نہیں ہوگا۔ اب جب کہ ہمارے ہاتھوں  
میں یہی گئے ہیں۔ تو پھر بہتر یہی ہے کہ خود کو ان کے حوالے  
کر دیں۔ لیکن یہ وہ اہم اس کے لیے جائیں۔“

ہو اس لیے ہماری پیشکش ہے جس سے ساتھ چلو۔  
”ہم اس پیشکش کو۔ دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتے۔“  
”تم موت دو۔“

”ہاں۔ صرف دو۔“ میں نے جواب دیا۔ اور اس شخص  
نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے دو گھوڑے طلب کیے۔  
ہمارے لیے دو گھوڑے فرما آگئے تھے۔

میں اور سلمان ان پر سوار ہو کر ان عجیب و غریب لوگوں  
کے درمیان چل پڑے۔ گھوڑے قد آور اور سدھے ہوئے  
تھے۔ در اندر سناٹے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی۔  
اس شخص کو رقبہ بہت بہتر تھا۔ جو ہمارا رہنما تھا۔

سلمان نے جو کچھ اندازہ کر لیا تھا کہ میں ان لوگوں کے  
ساتھ کتنا تعاون کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس لیے وہ پر سکون  
تھا اور گھوڑے۔ نہ نر نہں گھما کر قرب و جوار میں پھیلے  
ہوئے تھیں۔ مناظر کا نظارہ روبرو تھا۔ بالآخر ہم اس دنگ  
کے آخری حصے تک پہنچ گئے۔ بالکل ہی سائے ایک عجیب  
سی جگہ پر آئی تھی۔ غالباً پہاڑ کی گہرائیوں میں کوئی ندی بہتی  
تھی۔ اس کی گلابی سی سے گہرا کر میں آگے بڑھنا تھا۔

ندی کے کنارے پہنچ کر چند لمبات کے لیے وہ لوگ بکے۔  
اور انہوں نے گھوڑے کی زینوں میں ازسی ہوئی مشعلیں  
نکال لیں۔ حالانکہ باہر کافی روشنی تھی۔ لیکن یقیناً اس جگہ  
میں شاید طویل سفر کرنا تھا۔ اور اس وجہ سے یہ مشعلیں روشن کی  
جا رہی تھیں۔

روشنی کر دی گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ شخص  
ہمارے قریب پہنچا اور اس نے زرد چٹیاں نکال کر ہمیں  
دیکھ پھر وہ بولا۔

”حکمران کے اصولوں کے مطابق ان کے تصور رنگ  
پہنچنے والوں کو ان راستوں سے ناواقف رکھا جاتا ہے۔ اس  
لیے تمہیں یہ چٹیاں اپنی آنکھوں پر باندھنی ہوں گی۔“

”اور ہمارے گھوڑے۔“ ہم انہیں سمجھ راستوں پر  
کیسے چلا سکیں گے؟“ میں نے پوچھا۔

”اس کی ذمہ داری تم پر چھوڑ دو۔“ اس نے کہا اور  
میں نے گردی ہلا دی۔

”میں اب ان سے تعاون کا فیصلہ کر ہی چکا تھا۔ اس لیے  
اب ان کے کسی مسئلے میں ہاتھ اڑانا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔  
چٹیاں ہم نے خود ہی اپنی آنکھوں پر باندھ لیں۔ وہ لوگوں

نے غائب نہیں دیکھ کر حیران کا اظہار کیا تھا۔ پھر ان میں سے کسی  
نے ہمارے گھوڑوں کی دنگ میں پکڑ لیں اور ہم اس عجیب و غریب  
روی میں سفر کرنے لگے۔

گھوڑوں کے پیروں سے ندی میں چپا کے پیدا ہوئے  
تھے۔ اور وہ سست روی سے سفر کر رہے تھے۔ میں کوشش کے  
باوجود اس گھماؤ پھراؤ کو کوئی اندازہ نہیں کر سکا تھا۔ یوں لگ  
رہا تھا جیسے ندی بہتی ہوئی کئی گھنٹوں میں داخل ہوئی ہو۔  
اور وہاں سے آگے جو بھی ہو۔ عجیب و غریب چیز تھی۔ ہر گزری پر  
کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اگر میں اس راستے سے واپس آنا چاہوں  
تو صحیح سمت اختیار نہیں کر سکتا۔ یقیناً چٹیاں باندھنے کا مقصد  
کچھ نہ کچھ تو مزور ہو گا۔

تو زری دیکھ کے بعد ہم دوسری طرف نکل آئے۔ روشنی کا  
احساس بند آنکھوں سے ہی ہو گیا تھا۔ بہر طور ہمیں چٹیاں  
کھول کر ملنے کی اجازت مل گئی۔

میں نے دیکھا کہ ہم پہاڑ کے دوسرے پہلو میں ہیں۔ اتنے  
بڑے پہاڑ کو اس قدر جلد سے گزرنے کے بعد مجھے برا تعجب  
ہوا تھا۔ اور پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس جگہ کو ہم بہت اوجھڑا  
محسوس کر رہے تھے۔ وہ بہت ہی قریب تھی۔ شاید دو سو فٹ  
اوپر رہی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس طرف کی زمین اس  
طرف کی زمین سے بہت اونچی ہے۔ اب نامعلوم اس کو ضرور  
ادبچا کر ناپنا تھا یا وہ قدرتی اونچی تھی۔

بہر حال اس وقت ہم نے خود کو ایک بڑی پہاڑی پر پایا  
جو بالکل — ایک پراسے کی وضع قطع کی تھی۔ عجیب نہیں  
کہ یہ پہاڑ کسی زمانے میں آتش فشاں ہوا ہو۔ گرد و مٹی کے  
تمام میدانوں میں کھیتیاں لہرا رہی تھیں اور ہر بکر یا بڑی  
آزادی سے کھیلنے لگی تھیں۔

اس کے بعد کچھ کنڈر نظر آئے۔ لیکن ہم ان تمام مناظر  
کو بے پروا دیکھ سکے۔ ہم نے ان لوگوں کو آتے دیکھا جو گھوڑوں  
پر سوار تھے۔ اور ان لوگوں سے کسی قدر مختلف لباسوں  
میں تھے۔ جو ہم لوگوں کو یہاں تک لائے تھے۔

آئے والے ہمارے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک  
نے آگے بڑھ کر کہنے پر ہاتھ رکھ کر گویا سلام کیا اور ہمارے  
کمان ان کے پیروں کی تھی۔ وہ لوگ جو ہمیں یہاں تک  
لائے تھے۔ ہمیں ان کے حوالے کر کے آگے بڑھ گئے۔ گویا  
اب ہم ان سے لوگوں کے ہر ذکر سے گئے تھے۔





یہ کہہ بھی خاصا وسیع دکشا رہ تھا، یہاں بھی وہ بارہ  
 غرضی صورتوں میں بھی ہوئی تھیں۔ وہ خاموشی سے چاری  
 جانب دیکھ رہی تھیں، البتہ میں نے محسوس کیا کہ سماں کو دیکھ  
 کر ان کی کیفیت عجیب ہو جاتی تھی۔

پھر ان میں سے ایک عورت اعلیٰ اور اس نے ایک ادا  
 کے ساتھ اپنے نازک ہاتھوں سے سلسلے والا پردہ ہٹا دیا۔  
 اس کہنے سے گزر کر ایک اور کمرے میں پہنچا ہوا، ہم تو تنگ  
 آگئے تھے۔ اس تہذیب تہذیب کروں کے سفر سے۔ آخر ہم ایک ایسے  
 دھڑلے والے مکان کو پہنچ گئے۔

اس کمرے کا طول دھڑلے سے حد وسیع تھا۔ پر سے لے  
 صحن سے گزرتے دیکھتے رہتے۔ البتہ یہاں کوئی بہرہ بردار مرد  
 یا عورت موجود نہیں تھا۔

ہم نے ساتھ آنے والے سب پیچھے رک گئے تھے اور  
 اب ہم دونوں اس وسیع کمرے میں تنہا تھے۔ کوئی اور دروازہ  
 نظر نہیں آتا تھا۔ اگلے مقصد تھا کہ یہ کمرہ وہ آخری جگہ ہے۔  
 جہاں ہمیں لکھ سکے وہ وہاں پہنچ جاتا ہے۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا پھر داخلی دروازے  
 کے کمرے کو حرکت ہوئی اور ہم دونوں تجسس لگا ہوں سے  
 دروازے کی سمت دیکھنے لگے۔

ایک نہایت ہی خوبصورت گورے ہاتھ کی انگلیوں نے  
 پردہ ہٹایا، اعلیٰ کے ساتھ ہی ایک انتہائی دلکش آواز  
 سنائی دی۔

تہذیب کی دنیا سے آنے والے اجنبی لوگوں کو ہم کون  
 ہر اور جہاں اور دیر سے علم سے پریشان کیوں ہے۔ کون سی  
 ایسی شے ہے تہذیب و تمدن جو ہمیں ملوف کیسے  
 ہوئے ہے؟

پردہ ہٹانے والی ہمارے سامنے نہیں آئی تھی لیکن  
 اس کی آواز کا ہمارے ذہن و دماغ پر عادی ہوتا جا رہا تھا۔  
 ایسی مین آواز کہ گناہا بہت سے جلتے رنگ بیک وقت  
 بجی اٹھتے ہوں۔

ہماری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ اندر داخل  
 ہو گئی، ہلکے سے ہلکے ہاتھوں میں ہر کمرے کے پائلٹ کی  
 ہوئی ایک عجیب و غریب تہذیب ہمارے نظروں کے سامنے  
 کھڑی ہوئی تھی جس کی آنکھوں کی — جگہ صرف  
 دو سو لاکھ تھے، انتہائی حسین طرز کے اس برقعہ نما لباس میں

میں نے ان میں سے ان کا انتخاب کیا جنہیں یہاں سے واپس  
 جانا پڑا۔ اور جہاں سے جاتے کے قابل نہ ہوں انہیں میں  
 محفوظ کر لیتی ہوں۔

اس انتخاب کی نوعیت کیا ہوتی ہے ملکہ عالیہ؟  
 جو کچھ بھی ہو تمہیں بتانی رہ نہیں جا سکتی۔ میں صرف یہ  
 چاہتی ہوں کہ تمہاری اپنی شخصیت کیلئے ہے۔ کیا تم مادی دگر  
 سے واقف ہو؟ کیا تم اپنے آپ کو عام نگاہوں سے بھی پوشیدہ  
 رکھ سکتے ہو؟

ہم نہیں کہہ سکتے ملکہ عالیہ! کہہ دیا کیوں ہوا۔ ہم عام  
 قسم کے تیغ ہیں اور آپ کا یہ خیال درست ہے کہ ہم چمکدار  
 پتھروں کی تلاش میں آگئے ہیں۔

اور یہ نوجوان شخص کیا بول رہا ہے جو حسن و جمال میں  
 بے مثال ہے اور جسے دیکھ کر ہمارا ذہن جھٹکتے جھٹکتے  
 نے سلمان کی جانب اشارہ کیسے کہا۔

میں اسی کا ترجمان ہوں۔ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ مختصر  
 الفاظ ہوں گے لیکن میرے ہی جذبات کی ترجمانی کیسے کہہ  
 سکتا ہوں؟ گو تاہم ان کے ترجمان ہو۔ میں ملکہ عالیہ کی  
 ہماری نگاہوں سے داخل ہوا لیکن اس کی ایک ایک جھلک  
 اظہار کرتی تھی کہ اگر یہ سفید پردہ اس کے چہرے سے ہٹ جائے  
 تو شاید ہم اس کے جمال کی تاب نہ لاسکیں۔ بڑی شان سے  
 اپنے تئیں اور مترنم جیسے میں کہا۔

ہاں۔ کیونکہ میرا سامنی بہت لگ رہا ہے اس لیے میں اس  
 کا بھی ترجمان ہوں۔

لیکن جو لوگ ہماری قلم رو میں آجاتے ہیں اور ہمارے  
 لیے اجنبی ہوتے ہیں۔ انہیں سزا دی جاتی ہے کسی کو اس  
 کی اجازت نہیں ہے کہ ہماری اجازت کے بغیر یہاں داخل  
 ہو اور تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو۔ ملکہ نے کہا۔

اگر یہ ملکہ عالیہ کا قانون ہے تو کیا ہے۔ ہم دو آدمی  
 دو کمرہ انسان جیسا اس عظیم ملک کے قانون کو کس طرح توڑ  
 سکتے ہیں؟ ہلکے سے جرجری ہوا تو زبردستی ہم اسے قبول کرنے  
 کو تیار ہیں۔ میرے ان الفاظ پر آنکھیں سکڑا لیں، ہونٹوں  
 کی مسکراہٹ کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خید  
 پردہ میں چھپے ہوئے تھے۔

ملکہ نے ایک ہاتھ اٹھایا اور پھر اور سلمان کو ایک  
 طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ قرینہ سے ایک ہاتھ بچھا ہوا

تھا۔ سامنے ہی میز پر کوئی اجنبی جیسی چیز رکھی ہوئی تھی۔ چنگ  
 کے باغی سنگ پر ہر کے ایک بہت ہی خوشگوار پیلے میں ہانی  
 ہوا ہوا تھا جس کے اطراف میں تین چراغ جلیں رہے تھے۔  
 تمام کمرہ خوشبو سے مہک رہا تھا۔ خدا جانتے وہ خوشبو ملک  
 کے بالوں اور کپڑوں سے نکل رہی تھی۔ یا کہیں پھول لگے  
 ہوئے تھے۔ لیکن یہ نہیں چلی سکدا غرض ہم اس کے شاکے  
 پر ہنس رہے تھے۔

ہوں، ہر چند کہ ہمارا قانون یہی ہے کہ ہم اجنبی لوگوں  
 کو ختم کر دیں۔ لیکن تم تعادلی کرنے والے ہو، میٹری بیانی  
 ہوا اور پھر یہ شخص، ہمارے کیوں یہ ذہنی کے واسطے اثر کر  
 دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے۔ میں تم لوگوں کو زندہ  
 رکھنا چاہتی ہوں لیکن شرط یہی ہوگی کہ میری مصلوات  
 میں اضافہ کرو۔

ملکہ عالیہ، ہم تیرے ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لیے  
 تیار ہیں۔

تمہاری دنیا، جسے تم تہذیب کی دنیا کہتے ہو۔  
 کیسی ہے؟

بہت عمدہ، بہت دلکش، بہت حسین جدید  
 ترین طرز زندگی سے آراستہ۔

سنسے والی زندگی بہت تیز ہو گئی ہے۔ ان  
 نے سانس کے نام پر ایسا جادو ایجاد کر لیا ہے جو قدیم جادو  
 سے قدسے مختلف ہیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں ملکہ عالیہ! یہ سب ہنر کا  
 جادو ہے طاسی نغفوں سے حالات کو دسریں میں نہیں  
 لیا جاسکا۔ بلکہ علم کے ہاتھ پاؤں اس جادو کو حاصل کرنے  
 میں مدد مل رہے ہیں۔

خوب بہت خوب۔ گویا اب جادو اتنا عام ہو گیا  
 ہے کہ ہر شخص اسے حاصل کر سکتا ہے۔

ہاں۔ ہماری دنیا میں جو ہر دور ہے وہ یہی ہے۔ ہم  
 ہنر سیکھتے ہیں۔ اس ہنر سے ہم سمندر کی گہرائیوں میں سفر کر  
 سکتے ہیں۔ ہواؤں کے دوش پر اڑ سکتے ہیں۔ اپنی آواز  
 جیوں دور پہنچا سکتے ہیں اور دوسرے کی سن سکتے ہیں۔  
 غرض ضروریات زندگی کی تمام سہولتیں اور آسائشیں اس  
 جادو سے ہی ہوتا کر دی ہیں۔ اور اسی ہنر کو ہم نئی تہذیب  
 کا جادو کہتے ہیں۔

لیکن یہ ہر شخص کے لیے تو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔  
ایک انسان تمام ہنر میں طاق ہو سکتا ہے۔  
" نہیں ہر شخص ایک الگ ہنر کا حامل ہوتا ہے اور وہ  
جو کچھ جانتا ہے وہی کرتا ہے۔ دوسرا جادوگر دوسرے ہنر سے  
کام لیتا ہے۔ اس طرح ہر ہنر کے جادوگر مشترک طور پر اپنا وقت  
گزار رہے ہیں۔

" فیصلے یہ بات مجھے پسند آئی۔ بنجانے کیوں بار بار میرے  
دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی کہ میں تہذیب کی نئی دنیا دیکھوں  
لیکن کیا کروں۔ یہاں اپنے ماحول میں اپنے حالات میں اس طرح  
بکھری ہوئی ہوں کہ یہاں سے نکلنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ " حکم  
نے کہا۔

" تہذیب کی دنیا کا ہنر بہت عظیم ہے مگر اگر آپ سے  
دیکھیں گی تو آپ کا دل باغ باغ ہو جائے گا۔ "

" مگر کیسے؟ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ آدہ! یہ  
میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں ان چاندروں کی تعمیر انہوں  
لیکن اگر تم یقین کرو تو شاید میں یہ کہنا حتیٰ بحال کھیتی  
ہوں کہ میں ان چاندروں کی قیدی ہوں۔ میں یہاں اس طرح  
سے محصور ہوں کہ یہاں سے نکلنے کے تمام راستے بند ہو چکے  
ہیں۔ حالانکہ میں آزاد ہوں اگر میں چاہوں تو یہ سب کچھ جوڑ  
کے جا سکتی ہوں لیکن یہ بھی میرے لیے ناممکن ہے۔ "

حکمرانی آواز میں ایک لمبی سی اداسی پیدا ہو گئی تھی۔ میں اور  
مسلمان مسمیٰ خیر نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔  
بنجانے مسلمان کو کیا سوچی، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چند  
قدم بڑھے اور اس کے در پیچ گئے۔ لکڑی آنکھوں میں ایک  
عجیب سی کیفیت لہرائی گئی تھی۔ وہ مسلمان کو بری پاش نگاہوں  
سے دیکھ رہی تھی۔ اور پھر شاید ان کی آنکھوں میں مسکراہٹ  
پھیل گئی۔

" کیا بات ہے جوان! تم کھلے کیوں ہو گئے؟  
" میں نہیں پیش کش کرتا چاہتا ہوں، اگک مالیدہ! تم اگر  
چاہو تو میرے ساتھ میری دنیا کا سیر کرو میں وہاں نہیں اپنے  
سزہ جہان کی حیثیت سے خوش آمدید کہوں گا۔ " حکم کے  
ہنٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

" صدیوں کے بڑے بڑے مجھے یہ بتایا ہے کہ کبھی کسی  
انسان پر جبر و سرکنا دنیا کی سب سے بڑی عاقبت ہے۔ مجھے  
کیا معلوم کہ تو کون ہے؟ یہاں کیسے آیا؟ ہر چند کہ تیرا ہنر

یہ بتاتا ہے کہ تو دل کا وسیع اور بات کا دھنی ہے لیکن ہر طور  
میں اپنی اسی دنیا میں زیادہ مضبوط اور مطمئن ہوں۔ اور پھر  
میری زندگی میری طویل ترین زندگی کے لیے کچھ ایسی چیزوں کی  
موجودت ہے جو یہاں کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتیں یا مل  
سکتی ہیں تو انہیں قید کر کے میں بہت ہی وقت درکار ہو گا۔  
پھر جھگڑا یہ دنیا میں کیسے چھوڑ سکتی ہوں؟ "

" میرے قانون پر جبر و سرکنا جس چیز کی بھی تمہیں ضرورت  
ہوگی۔ وہ تمہیں یہاں کی بجائے گی۔ مسلمان نے کہا اور میرے  
ہنٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مسلمان اپنی منزل تک پہنچ چکا تھا۔  
لیکن وہ مذہبی نہیں ہوا تھا اور اپنے غافلانہ انتقام کر لینے کے  
لیے بے چین نہیں ہوا تھا۔ اگر وہ ایک مذہبی نوجوان ہوتا یا  
مقلد و غرض سے ماری ہوتا تو خوشی لکڑی کہنے ہی اس پر لوٹ  
پڑتا۔ اور حکم کے تہ کا شکار ہوتا لیکن مسلمان چاہا کہ اس سے کام  
لے رہا تھا۔ وہ اپنے چہرے پر بھی ایسے آثار پیدا کر رہا تھا جیسے  
وہ حکم کے لیے دروازہ ہو گیا ہو۔ اور شاید حکم جس بات کو  
خوشی کو ہی سمجھتا تھا اس نے سنا اسے ہونے کہا۔

" بے شک، تیری یہ پیش کش غلط فہمی سے اور اس کا جواب  
دینا ناممکن ہے لیکن تو نہیں جانتا کہ میرے لیے مسائل کیا  
ہیں؟ میں تجھے بتاؤں گی۔ " اس نے کہا اور  
دفعتاً وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر وہ اس پلے کے پاس جا کھڑی  
ہوئی پھر پانی سے بھرا ہوا جتا۔ اس نے اپنے ہاتھ کا سارہ اس  
پانی پر ڈالا اور ایک بال پر ایک سیاری سی درگئی پھر وہ  
صاف ہو گیا۔ ہم دوری سے دیکھ سکتے تھے کہ اس پانی میں مٹی کی  
تصویری نظر آ رہی تھی۔ پھر لہکا لہکا شہر اُس نے لگا اور ہادی  
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ میدان کا دروازہ تھا۔ وحشی  
قبیلے ایک دوسرے سے جنگ آڑے تھے۔ بیتابانہ جلی رہی تھیں۔  
آگ کے شعلے آسمان سے بائیں کر رہے تھے۔ جنگ و پیکار ابھر  
رہی تھی۔ اور عجیب شور شرابا ہو رہا تھا۔ جنگ کے اس منظر  
کو ہم دم بخود دیکھ رہے تھے۔

" یہ کیسا ہے؟ مسلمان نے سوال کیا۔ لکڑی آنکھوں میں  
تفکر کی لہری نظر آ رہی تھیں۔ وہ غور سے اس جنگ کو دیکھتی  
رہی پھر بولی۔

" وہ عاقبت اندیشی جو ہمیشہ میری تباہی کا خواب دیکھنے  
سے ہے۔ اب انہوں نے میرے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں۔  
اور میں ان لوگوں کو جھوٹ سے بچ رہی ہوں میں جانتی ہوں نیلے

جنگ کریں گے تباہ ہو جائیں گے۔ ان میں سے چند بچیں گے تو میں  
انہیں آسانی سے قید کر لوں گی۔ اور ایک بار پھر وہ میرے ہی  
مبادرت گزار ہوں گے۔ موت آتی ہے ان سب کی۔ اپنی قوت  
کم کر رہے ہیں تو اس سے کہہ کر کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ میں تو یہی کہتی رہی  
رہوں گی اور یوں ہی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔

" آدہ! یہ سب تمہارے لیے جنگ کر رہے ہیں۔  
" ہاں، کچھ میرے لیے اور کچھ میرے خلاف یہ چند ایسے  
عاقبت اندیشوں کی کارروائی ہے جو صرف ان قبائل کو تباہ  
کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ میرے جادو کے سامنے وہ  
نہیں دیکھ سکتے اور بالآخر انہیں موت کا شکار ہونا پڑے گا۔  
مسلمان چند لمحات سوچا رہا۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولہ۔  
" لیکن انہوں نے یہ نہیں جانتے کہ اس تہذیب دنیا میں نہ جا سکیں  
تو پھر ہم کچھ وہاں نہیں جائیں گے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم اپنی فلم  
اپنی اس عظیم دنیا میں نہیں بھی مٹوڑی سی جگہ سے دو۔ " حکم  
سکرا دی۔ اس نے آہستہ سے آگے بڑھ کر مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور  
دھیمے لہجے میں بولی۔

" کیا کرے گا تو یہاں رہ کر، تو انہیں یہ کہہ کر دیکھ کر  
پیارا آجائے۔ ہم اگر اپنی منزل سے ہٹک گئے تو یہاں سے  
بے تکلیف نہ ہو سکتا ہے۔ "

" نہیں۔ میں اپنے دل کی بات ازراہ احترام تم سے نہیں  
کہہ سکتا۔ لیکن میری آرزو وہ ہے کہ میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھوں۔  
تجھے اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ دم کے دم میں تو بچل  
جائے گا اور اس کے بعد اگر میرے اور تیرے درمیان فوری  
رشتے بڑھ گئے تو پھر میں پریشان رہوں گی۔ میں نہیں چاہتی  
کہ۔ کہ خود پریشان رہوں۔ یا تمہیں پریشان کروں۔ " حکم  
کے ہاتھ میں عجیب سا اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ مسلمان اسے  
دیکھتا رہا پھر وہ مایوسی کے عالم میں بولہ۔

" یہ میری آرزو تھی۔ میرے دل میں یہ خواہش بیدار  
ہوئی تھی۔ اگر یہ پوری نہ ہو سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں  
ہے۔ ظاہر ہے میری حیثیت یہاں سرتز جہان کی سی نہیں  
ہے۔ مسلمان کے الفاظ سن کر حکم کے ہنٹوں پر مسکراہٹ  
پھیل گئی۔ وہ آہستہ سے بولی۔

" نہیں۔ تیرے حسن و جمال نے تجھے ایک سرتز جہان کی  
حیثیت بخش دی ہے۔ ہم تجھے اپنی فلم درمیں خوش آمدید کہتے  
ہیں۔ لیکن میں ہم ایک بات سے پریشان ہیں۔ "

کیا؟ مسلمان نے سوال کیا۔

" تمہارا جادو میں ہر آنے والے پہلے کے ہاتھ میں بتا دیا  
کر رہا ہے۔ ہم دور سے انہیں دیکھ لیتے ہیں جس کے ہاتھ میں  
جانتا چاہتے ہیں لیکن جب بھی ہم نے چہرے ہاتھ میں اپنے پاس  
جاؤ گے آواز دی اس میں کچھ نہیں ہوتا۔ آؤ ہم تمہیں پاس کا  
عملی مظاہرہ کر کے بتائیں کہ مسلمان کو پانی کے اس پانی  
کے پاس بلایا اور پھر وہ اس پر طعن طعن کے مناظر مسلمان کو  
دکھائی دے رہی پھر بولی۔

" یہ وہ خیالات ہیں جو ہائے ذہن میں رہتے ہیں اور ہمارا  
علم اس کا جواب اس تصویر کی شکل میں اس پانی میں پیش کر دیتا  
ہے لیکن ہم تیرے ہاتھ میں سمجھتے ہیں تو کون ہے؟ کہاں سے  
آیا ہے؟ اور دیکھ اس پلے میں کوئی تحریک پیدا نہیں  
ہوتی۔ تیرے اندر کون سا فلسفہ ہے؟ جو ہائے علم کو ساکت  
کر دیتا ہے۔ ہم تجھے اس میں تلاش نہیں کر پائے اور یہی  
احساس ہائے ذہن میں ہے۔ "

" میں خود تیرے حضور موجود ہوں حکم! میرے ہاتھ  
میں جو سوال کر رہا ہے مجھ سے کہ میں نہیں جانتا کہ تیرا علم میرے  
ہاتھ میں خاموشی کیوں ہے لیکن میری زبان تو تیرے سینے  
خاموشی نہیں ہے۔ "

مسلمان کے الفاظ پر حکم پھر سکرا دی۔ اس نے ایک گہری  
سانس لی اور ہاتھ کیچے کر کے اپنے سر کا بڑھن کھولا اور  
دم کے دم میں نقاب یا وہ پر اترنے لگے آگیا۔ کبلی سی ہلک  
گئی تھی۔ چلیں جب تک کبھی نہیں من و جمال کا ایسا پیکر جو قصور  
بھی کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ وہ اس زمین کی سب سے حسین تر  
خلق تھی۔ عورت کے حسن کا تصور جہاں تک انسانی ذہن کی  
کائنات میں پوشیدہ ہو سکتا ہے وہ سب محترم تھا۔ عضو عضو  
کے ملنے سے نہیں ڈھلا ہوا حسن و جمال کے اس پیکر کا کوئی نقش ایسا  
نہ تھا جو اپنی جگہ سے مثال نہ ہو۔

مسلمان بہت ہو گئے تھے اور میں جو حکم کی اس منزل میں  
پہنچ چکا تھا جہاں اب پیکر سوزائیت مجھے شکست نہیں دے  
سکتے تھے۔ ساکت و بامد کہہ اسے دیکھو۔ " حکم۔ کہیں نہیں  
آ رہا تھا کہ اس کے حسن و جمال کی شرافت کی بجائے باخاموشی  
اعتنائی جائے۔

مسلمان بے خودی کے عالم میں دو نرم آگے بڑھے اور  
اس کے در و در پہنچ گئے۔ حسین لکڑی آنکھوں میں مسکراہٹ  
125

میں نے کہا خاک و تر لوگ میرے میں وصال کی تاب نہ  
لا سکتے تھے تاہم خود کو سمجھاؤ۔ سب کچھ میں نے تمہاری فرمائش  
اور تمہاری خواہش پر ہی کر لیا کسی کے سامنے نہیں  
کرتی میں جانتی ہوں کہ چشم انسانی میرے میں وصال کی تاب  
لانے سے قاصر ہے۔

اور تیرا جس ہزار ہا برس سے قافلہ ہے؟ مسلمان نے  
سوال کیا۔

ہاں۔ میں سوچ چکی ہوں۔ سورج سے براہ راست  
زندگی حاصل کرتی ہوں۔ اور زندگی حاصل کرنے کا یہ نسخہ  
مجھے میرے علم نے دیا۔ تم لوگ خود کائنات پر غور کرو چاند  
ستارے ہوائیں، ابل، پانی، سورج یہ سب کچھ ہر انسان کی  
شکل و صورت اختیار کر گئے ہیں۔ حیات و موت کا سلسلہ انہیں  
سے منسلک ہے۔ اگر ہم انسانی بدن کو زندہ اول سے ان  
تمام چیزوں کے حصول کا عادی بنائیں تو ہم انسانی جسم و خد  
ہو جائے۔ ہر چیز کے یہ دستور و نیکوئی تمام قوسوں کے لیے باطل ہے۔  
لیکن چونکہ اس کا تجربہ کبھی کوئی نہ کر سکا اور تجربہ نہ ہے  
غیر کا وہ پہلا دن چاہیے جب انسان نے اس دنیا میں قدم  
رکھا۔ سب کچھ اس طرح ان تمام چیزوں کا عادی بن گیا اور  
کس دن سب سے بے کیا تو کیا گیا۔ یہ ایک طویل کہانی ہے اور  
اس کا تعلق تم لوگوں سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہیں اس  
سے کوئی دلچسپی ہوگی لیکن یہ سب ہوا اور میں یہ بھی گئی۔  
اور اب بھی جب مجھے کوئی کمی کوئی خامی اپنے بدن میں  
محسوس ہونے لگتی ہے تو ایک اہم تک میں یہ علم دہرائی ہوں  
اور پھر ایک طویل زندگی میری ہر کام ہو جاتی ہے۔  
اسی دوران آپ کی زندگی کو ناگوں واقعات سے  
دور چاہا۔ ہوتی رہی ہوگی۔

نہ ہوتی تو شاید مجھے زندگی کی اس طوالت میں دلچسپی  
و محسوس ہوتی۔ بلکہ ہوسے حالات ہی تو انسان تک زندگی  
کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور یہ ترک اسے زندگی عطا کرتی ہے۔  
میں نے یہ سب کچھ نہیں بتا دیا لیکن مجھے اس سے کوئی خطرہ  
نہیں ہے۔ میری زندگی اور موت میری اپنی تھی ہی نہیں۔  
میں جب تک چاہوں زندہ رہ سکتی ہوں اور جب میں موت  
کو اپنا چاہوں تو مجھے میرے لیے مثل نہ ہوگی۔ گویا یہ کہا جاتا  
تو غلط ہے کہ کہیں نے زندگی اور موت دونوں پر قابو  
پایا ہے۔ سلیمان کے یہ خطبہ بہترین اور سب سے سچا ہے۔

تو اباب وہ اس کے سحر سے نکل گیا تھا اور اپنے اس شمع کے  
باسے میں سورج روٹھا ہوا کسی کی زندگی کا سب سے اہم شمع تھا۔  
اسی شمع کے لیے تو اس نے آباؤ اجداد اسے پروردگار سے  
لیے تھے اور انہوں نے اس کی بڑائی تک رہنمائی کی تھی۔ تب تک  
نے کہا۔

بہر طور سحر زہا ہواؤں: تمہاری آمد سے مجھے سرت ہوتی  
میں چاہتی ہوں کہ تمہیں اس وسیع کائنات کا ایک چمک چمکواؤں  
میں بناؤں کہ میں نے اپنی زندگی کو یہ طول دینے کے لیے کیا کیا ذرائع  
اختیار کیے ہیں۔ کیا تم یہ دیکھنا پسند کرو گے؟  
دل و جان سے۔ یہی تمہاری اس دنیا میں آکر ایک  
عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔ لگتا ہی نہیں کہ اس دنیا کا تعلق  
ہماری دنیا سے ہے۔ مسلمان نے سنبھل کر کہا اور ہلکے مسکراتے  
لگی ہر دلی۔

میں نے جواب میں نے بھی اپنی زندگی میں بہت کچھ لوگوں  
کو پایا ہے۔ میں نے خود کو خواہشات کی ان ناپاک ریتوں سے  
آزاد رکھا ہے۔ ہر انسانی بدن کو جکڑ دیتی ہیں اور پھر وہ کھٹک  
کا شکار ہو جاتا ہے لیکن ایسا نہیں کر میرے دل میں آرزو رہی  
میں پیدا ہوتی ہو۔ صدیاں پہلے میرے دل میں — کوئی آواز  
بیٹھا تھا لیکن اس کی کیفیت ایسی تھی کہ میں اسے اپنا نہیں مانتا  
تھی اور میں نے اس کے بدن کو فنا کر دیا۔ اس فنا کے بعد سے  
آج تک میں دکھوں کا شکار ہوں۔ وہ مجھے کتنی یاد آ رہا ہے۔  
لیکن جہیز بچنے کے بعد میرے دل کو ایک احساس ہو رہا ہے۔  
کہ شاید یہی پوری ہو سکے۔ مسلمان نے گردن جھکا لی محض چمک  
کر بولی۔

اب میں تمہارے کرام کا انتظام کر دوں۔ میں تمہیں اپنی  
کائنات کی میر کے لیے بے جاؤں گی سکون سے رہو اور یہ سمجھو  
کہ تم چھ چیزوں کے دریاہوں میں نہ نہیں پسند کر لیتے۔  
میں تمہاری تقدیر کو خرابی کے لیے متناہی کافی ہے۔ وہ اپنی  
جگہ سے اٹھی۔ اس نے ایک آئی کی بانی۔ مالی بکلیت سے قبل  
اس نے وہ برتر اپنے بدن پر پہن بیا تھا۔ اور پھر چند خدا مائیں  
حاضر ہو گئیں اور ملکر نے انہیں چند ہدایات دیں اور انہوں نے  
مردوں کو روکی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک خوبصورت اور  
بڑے سکون پیش گاہ میں مستقل کر دیا۔ جہاں زندگی کی آسائشیں  
گو ناگوں ہماری ہوتی تھیں۔ ایک بہت ہی وسیع و عریض غار  
تھا۔ جس کی دنیا کی زمین تری چیزوں سے بجا آگیا تھا۔ ان چیزوں

میں جس کی طلب دنیا والے نورانیہ کے عالم میں کر سکتے ہیں۔  
اور انہیں پائ نہیں سکتے۔

تھم تر و زیات سے غار رخ ہو کر میں اور مسلمان سر جوڑ کر  
بیٹھ گئے۔ مسلمان نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

چچا جان! کیا دیکھا؟ کیا سوچا اور کیا محسوس کیا؟  
کہا بیٹوں کی آغوش میں ابیت ہو رہی ہیں یہاں: اس سے  
قبل اپنی دنیا میں، اپنے وطن میں، اپنے کہیں میں اور پھر موت  
و حراس کے عالم میں بھی میں نے ایسی کائناتیں سنی تھیں اور  
انہیں اپنے بچوں کو سنبھلنے کا سامان سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔  
غافل رہا۔ بیٹے ہی ایسی ہی بھلے کہانیوں سے لطف اندوز  
ہو سکتے ہیں۔ ویسی عمر ہونے کے بعد ان تمام چیزوں کا تصور  
ذہن سے نکل جاتا ہے۔ لیکن آج یہ محسوس ہوا کہ کون چیز  
کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور ہر چیز کا وزن ہوتا  
ہے۔ سو میں نے کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

وہ تو عجیب ہے چچا جان! لیکن میں اس لیے دشمن  
کے سامنے پہنچ چکا ہوں اور میرے سامنے کوئی لا ٹھکر مل  
نہیں ہے۔

میں تو خوف زدہ تھا تمہاری طرف سے مسلمان؛  
کیوں چچا جان؟ مسلمان نے پوچھا۔

صاف کرنا مسلمان: میرے میں حفاظ کو اپنی توہین نہ  
محسوس کرنا۔ جوانی کی یہ عمر تمام جذباتی بندھنوں سے آزاد  
ہوتی ہے۔ ایک نثری شخص کو ماری زندگی میرا میں ہنسنا  
سکتی ہے۔ ایک فکر مند کے لیے زندگی کا آخری پیمانہ  
لے آتی ہے۔ جس میں ایسی ہی چیز ہے۔ ایسی ہی بے مثال  
شے ہے۔ یہ تمام انسان کو بھٹکا دیتا ہے۔ مجھے خوف تھا  
کہ جب کہیں اس جگہ کی باتوں میں آکر ہلک نہ جاؤں۔



اس میں کوئی شک نہیں ہے چچا جان: کہ وہ کسی  
جہاں میں کیٹا ہے اور اگر وہ یہ سب کچھ نہ ہوتی تو میں شاید  
اس کی آرزو میں زندگی کا آخری سانس صرف کو دیتا۔ لیکن میں  
اس بات کو نہیں بھول سکتا کہ میرے آباؤ اجداد کی رو میں ایک گھر پر  
میری منتظر تھے۔ وہ میری کارروائیوں کا انتظار کر رہی تھی۔  
اور میں جو اس سے ہوں اور جو مجھ سے ہیں اور جنہوں  
نے میری تخلیق میں ہر طرح کا ملکہ رکھا۔ وہ میرے لیے زیادہ نرم

ہی میری اپنی خواہشات سے میری خواہشات تو یہی کہتی  
ہیں کہ میں دنیا کی ہر شے بھول کر اس کے قدموں میں زندگی کے  
آخری سانس تک گزار دوں۔ لیکن یہ آخر میں کہتا ہے کہ وہ  
ان کی دشمنی ہے جو میرے اپنے تھے اور جس کے ذریعے انہیں  
شدید اذیت و تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اور زندگی سے ہمت  
دھڑا پڑا۔ بلکہ ان کا انتقام لینا ہے۔ چنانچہ چچا جان: میں نے  
نیصلا کیا کہ میں اس سے انتقام لوں گا۔ اب جب کہ تقدیر نے  
مجھے اس تک پہنچا ہی دیا ہے تو پھر کیا تھا میرے کہ ہم اس کو فنا  
کر کے یہاں سے چلیں۔

گویا تم اپنے ارادے میں مضبوط ہو؟  
چنانچہ میں نے زیادہ دیر کے تزلزل کرنے کے لیے بس

وہ چند لمحات کافی تھے۔ جب میں نے پہلی بار اس کی شکل دیکھی  
تھی۔ لیکن اب جب کہ میں ان لمحات سے گزر چکا ہوں اور  
اپنے فیصلے پر اٹھ چکا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب دنیا کی کوئی طاقت  
مجھے میرے اس فیصلے سے نہیں ہٹا سکتی۔

زندہ باد مسلمان: زندہ باد۔ میں نے غلط فیصلہ نہیں  
کیا تھا۔ ہاں اگر تم اس کے سنو جہاں کا شکار ہو کر اپنا سانس بھولنا  
جانتے تو یقیناً کہہ دو کہ مجھے یہاں تک کہنے اور اپنی زندگی ضائع  
ہونے کا شدید درجن ہوتا۔ مسلمان مسکراتے ہوئے چلے گئے۔

سوال یہ ہے چچا جان: کہ اب میں کیا؟ اچھا ہے؟  
وہ تم سے بہت متاثر ہو گئی ہے۔ وہ تمہیں اپنا سانس  
کو بھٹا جاتا ہے۔ اسے یہی راستہ دکھاتے رہو اور خود کو  
اس کے بے نوم کو روکو۔ پھر جس وقت وہ تمہیں یہاں سے لے  
لے گا تو اسے کہہ دو کہ میں نے جہاں وہ زندگی پائی ہے  
وہ تمہیں ہی اپنے ساتھ لے گا۔ اس بات کی خواہش اس سے  
ظاہر کرنا کہ مجھے تمہارے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ وہاں پہل  
کر ہم وہ تمام چیزیں دیکھیں گے اور پھر اپنی میں سے اپنے  
لیے کوئی صحیح راستہ منتخب کر لیں گے۔ میں نے کہا اور  
مسلمان نے گردن جھکا دی۔

اس وقت کو آئے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ میں  
غاروں میں ہماری خاطر و مدارات میں کوئی فرد گمراہ  
نہ تھا کہ جس کی موت ہو گئی تھی۔ ہر طرح کی آسائیاں ہمیں فراہم کر دی تھیں۔  
اپنے اس دورانیہ میں سے دوبار ملاقات کی تھی۔ ہم ہر  
بہت ہر بات میں اپنی ادنیٰ خاص طور پر صلاح پر۔ وہ جب بھی  
اس کی جانب دیکھتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں محبت کے آثار ابھرتے



کہتے تھے اور سلمان بھی اس کی محبت کو جواب محبت سے  
 دے رہے تھے۔ یہی جانتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ سادہ سادہ  
 برت رہا ہے۔ لیکن یہ صورت یہ ضروری تھا کہ سلمان نے اپنے  
 سفر و حضر میں بکریاں، بکراؤں ایک سچا پرانے لٹکا لٹکا  
 کر آج وہ بھی اس میں لگاؤ کی جانب متوجہ کرنے والی ہے جہاں  
 سے وہ زندگی پاتی ہے۔ سلمان کو وہ اپنی اس میں لگاؤ میں سے  
 جاکر بھانپنے لگا دیتا چاہتی تھی۔ یہ وہی وہی کے لیے اس نے سلمان  
 سے ہمیشہ کی محبت کی تھی جسے جانتے جانتے ہوئے بعد میں سلمان  
 نے بھرتے کیا۔

پچھلے بھی بڑی بڑی محبت کے کورٹ حال ہوتے تھے یہ  
 بہتر ہوتی جاتی ہے۔ مگر عاقلانہ طور پر یہ حد مہربان ہی کو زیادہ  
 لیے گی۔ بہت بڑھ چکا ہے یہی کہ زندگی بھر کے لیے وہ لگے اپنا  
 سامتی بنا لیں۔

آہ! سلمان! یہ سب کچھ تو ہے لیکن تنہا بڑی بڑی زندگی  
 سے کام لیتا رہا۔ کہیں زندگی بھر کو جس مقصد کے لیے آئے  
 تھے وہ تو بچے رہ جاتے اور ایک دوسرا مقصد جاری زندگی میں  
 شروع ہو جاتا ہے۔

• تنہا بچا جان: میرا خیال ہے اس کا کوئی امکان نہیں  
 ہے۔ آپ خدا کی رحمت سے مطمئن رہیں۔ یہی حرف اپنا مقصد پورا  
 کر کے لیے یہ سب کچھ کہہ رہے ہیں۔ ورنہ مجھے جیسے یہ لوگ  
 کہا کرتا ہے کہ وہی عورت ہے جس سے مجھے انتقام لینا  
 ہے۔ • سلمان! •

• اور اس میں اس کی اپنے ذہن پر تمام اساسات سے برتر  
 رکھنا۔ اسی عہد کا ہی بھارت ہے۔ • میں نے کہا۔

اپسرا جلتے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ اس کی وہ غلامیوں  
 نے ہی اطلاع دی کہ سب سب تیار ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس  
 سفر کا آغاز کر دیا۔ حسین ملکہ ہمارے ساتھ تھی۔ ہم ایک ٹھکانہ  
 سے گزر کر آگے بڑھ گئے۔ میں اور سلمان اس کے لیے چلے گئے تھے۔  
 اور وہ بھی وہاں کا پکرا سی باس میں ملے ہوئے آگے آگے  
 چل رہی تھی۔ لیکن میں اسٹاپوں سے وہ گزر رہی تھی۔ وہاں سے  
 شاید کسی دوسرے کے گزرنے کا امکان نہیں تھا۔ کیونکہ اس نے  
 اپنا چہرہ کھولا ہوا تھا۔

بلانے سے مل کر کتاب لیا تھا۔ ہم اس کے ساتھ ساتھ پاؤں پر لٹائی  
 پر چڑھ رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ اس کا ایک اندام میرے کوس پاؤں  
 پر چڑھنے میں خاصی وقت لے گی لیکن بے توجہ ہو کر وہی سب  
 سے لگے آگے نہایت آسانی کے ساتھ چڑھ کر جا رہی تھی۔

گنتا تھا جیسے بڑی اس کا کہہ کر ہی ہوں اور اس کے  
 سفر میں نہایت آسانی فراہم کر رہی ہوں۔ سب کو اس خوفناک  
 پہاڑی کو دیکھ کر ہنس بڑی دھت ہو رہی تھی۔ کام سفر کے وسط  
 اس بہت کھانڈاڑہ ہوا کہ اتنی دشواری گزار نہیں تھی جس میں میں  
 فراہمی نظم و انکسار کو ذرا سا بچھلنے سے آدمی کی زبان دھڑکنے  
 سے بھی نہیں۔ کرن پہاڑی سا طرفہ کی زندگی پہنچنے کے بعد  
 ہیں ایک ہیساوڑہ سو ہو کانی تنگ تنگ جیسے جیسے ہم آگے  
 بڑھتے جاتے تھے وہ کٹاوت اور مصلوب ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک  
 کہ آگے پہنچ کر وہ بہت کم رہ گیا۔ چرخاں کا ایک گھوڑا  
 ملا جس سے میں بالکل ہی چھٹا لیا۔ اس کے بعد راستہ ہم اقل  
 اور ایک دھندلے دھندلے سرگرم ہوا تھا جو اس دھندلے  
 راستے کی طرح قدرتی تھی۔

میرے نزدیک کسی زمانے میں آتش فشاں نے یہاں کی  
 چٹانوں کو یہ رنگ بنائی ہوئی۔ اسی رنگ کا یہ ترتیب راستہ ہی  
 اس کے قدرتی ہونے کا شاہد تھا۔ دوسری طرف گہری تاریکی  
 ہوئی تھی لیکن اس پرانے زمانے کے انتظام کیے ہوئے تھے۔ اس نے  
 وہ مشعلیں نکالیں جو اس غار کے پاس ہی کہیں موجود تھیں۔ اور  
 ہر مقام پر سناٹوں میں روشن کر دیا۔ اس نے وہ مشعلیں جلتے  
 آستروں میں تھام دیں۔ اور ایک خودی۔ اور آگے آگے رنگ  
 میں داخل ہو گئی۔ اندر راستہ بہت اونچا تھا۔ اس لیے ہمیں  
 بڑی احتیاط سے چلنا پڑا۔ اور شاید آگے چلتے چلتے ہم نے بعض  
 چند فرنگ کا کاغذ ملے کیا۔

تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے۔ اسی وقت ہر ایک کے ایک  
 تیر جو گھنگنے ہائے آستروں میں تھی جو بن مشعلوں کو لگا کر دیا۔  
 تاریکی ایسی خوفناک تھی کہ ہوش اٹھنے جانتے تھے۔ اسی وقت  
 اس پرانی آواز سنائی دی۔ وہ چڑھ کر آگے نکل گئی تھی۔ اس لیے  
 ہم اپنے پاس بٹلہ رہی تھی۔ ہم ٹھہرے ہوئے اس ایک پہاڑی  
 اس نے تنہائی سے آگے بھاڑی اور شکل تمام مشعلیں چمک رہی  
 تھیں۔ پھر چار ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ ہمیں ایک اور خوفناک  
 چیز نظر آئی۔ مسلم ہوتا تھا کہ آتش فشاں نے اپنے زور  
 پر ایک اور کھلا اس طرح سے بنا اترا کہ ایک طرف پہاڑی بٹلنے  
 کسی طرح ایک چٹانہ الگ کر رہی تھی اور اس کے اطراف خالی تھے۔  
 اطراف کی گہرائی اس قدر تھیں کہ نہایت کم ہی پہنچ سکتی تھی۔  
 اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اس کھنڈ کا انتظام کھانے کیسے ہوا  
 ہو سکتا ہے۔

میں شدید خوف سے لڑکھڑکھ گیا تھا۔ یہ سب کچھ اگر

یہاں نہ ہوتی تو آگے جلتے کو مانتے قطع تھا لیکن اس کا ہر  
 ہتھ کے نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اس کی ہر طرف کیسے  
 نکس رہا ہے۔ زمان سے وہ بچے چل جاتی اسی وقت اس پر  
 کی آواز سنائی دی۔

• ایک ایک قدم احتیاط سے آنا ہوا بھی تڑپ رہا۔ ایسا  
 ہو کر برا کا تیز جھوٹا قدم سے کسی کو سے جاتے۔ دوسرا آگے  
 اور اس پر برا تڑپ رہا۔ اسی جہاز سے آگے۔ میں گہرائی کی کرنی  
 تھا نہیں سہ۔ اول تو راستہ ہی کون سا صاف اور سیدھا تھا۔  
 اس پر اس کے ان الفاظ نے یہ اثر کیا کہ دور کے سامنے بدن بد  
 غیر تھری لائی ہو گئی۔ میں نے تو دونوں ہاتھ پیروں سے چپنا  
 شروع کر دیا تھا۔

ابن سلمان وزن سبھاں کر چلے۔ ہاتھ اور وہ شلہ جوال  
 بہت سے آگے تھی۔ ہر ایک کوئی جھونکے آگے دیکھتی تو ذرا سا جھک  
 جاتی۔ ورنہ خوف و شہرہ نہ تانے لڑی چلی جا رہی تھی۔  
 ہم اس کی گردن تک بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اس لیے میرا اس  
 کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رک کر ہاتھ لانا تھا۔ کرنا پڑا تھا۔  
 ہم تھوڑی ہی دور آگے بڑھے ہوں گے کہ ایک جھونکا آیا۔

میں تو رہیں زمین پر لیٹ گیا۔ اور سلمان بھی۔ ابھی اس پر اٹھ کر ہی دیکھ  
 اور بہت ہی احتیاط سے ساتھ اپنے آپ کو ہاس کے جھونکے  
 بچا لیا۔ یہ طور خدا خدا کر کے اس خوفناک چٹان کا غار ہوا اور  
 ایک نئی عہدیت ملنے آگئی۔ چٹان کے سر پر ایک خوفناک خار  
 سے بھرا ہوا تھا۔ جہاں تک میرا قیام کام کرنا تھا اس غار  
 کی گہرائی کا کوئی اندازہ ہی نہ تھا۔ اندھیرے میں کہ معلوم نہ ہو  
 سکا کہ کیا کتنا لمبا چڑھا ہے اور اس کے اطراف میں کیسے بہت  
 دیکھتے تھے کسی چیز کا وجود تو معلوم ہوتا تھا مگر نہ معلوم کیا تھا۔  
 ہر حال اس پر اسے شکار ایک سوراخ میں نصب کر دی اور سکوٹنے  
 ہوئے ہاری مشعلیں بجھنے لگی۔

• اب تو اسے یہاں سنا تو تھوڑی دیر بعد روشنی ہو جانے  
 کی۔ ہم لوگوں کی کچھ میں نہیں آیا کہ اس بہر طلبات میں روشنی  
 کہاں سے آئے گی! یہی ابھی ہی سوچ رہی تھی کہ نہایت تیز  
 دھڑکنے اس جگہ کو روشنی کر دیا۔ ہاں! آنکھیں میرے  
 پھیل گئیں۔ دھوپ کہاں سے آگئی؟

میرا حال ہی فیصلہ کیا جاسکتا تھا کہ کتنی ہے اس پہاڑی کوئی  
 شکار ہوا اور اس کی روشنی یہاں داخل ہونے کا کوئی انتظام  
 ہو۔ ورنہ وہ اس اعتماد سے روشنی ہونے کے بلکہ میں نہ جانتی۔  
 ہمارے بلنے تو بڑی باتیں سامنے تھیں گزرا غار تھا جسے ہر

کہے گا کہ اس نے مل نہیں تھا۔ اس کی گہرائیاں بھی معلوم نہیں۔ ہم  
 نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

اسی وقت پہلے ایک ننھے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 • ننھے! کو کام نہ لگا۔ اور ہر طرف کے بڑھ گئی۔

• یہ ننھے! • یہ سب ملنے سے گھٹی گھٹی آواز ابھی اور سلمان  
 کے غصے سے بڑھ چلا گیا۔

سلمان کے ننھے کی آواز ان کو ابھرا پلٹے پلٹے رک گئی۔ اس  
 نے ٹپٹ کر دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

• نیسے لوگ میری چیزیں پسند ہوتے ہیں۔ جو خوفناک ترین  
 حالات میں بھی ہتھیار نہ لگ سکتے ہیں۔ شاید تم خوف زدہ ہو۔ اس  
 بار اس کا مخاطب مجھ سے تھا۔

میں نے اس سوال کا اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں  
 سوچ رہا تھا کہ اس تھوڑے سے دور کے کھلے کرنا کتنا مشکل  
 کام ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ زندگی کا آخری سفر ثابت  
 ہو۔ اس احساس کے ساتھ ہی دل میں ایک اور جذبہ ابھرا۔ زور  
 کا آخری سفر تو کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ ان غاروں میں کہ کسی مالیشان  
 جھلکے کے عالی شان بیڈروم میں یا پھر کہیں بھی۔ اس سے کیا فرق  
 پڑتا ہے۔

• بہر صورت میرے اپنے ہاتھ سے وہ تکرار درست کیا اور  
 اور اس پر چڑھ کر اپنے وزن کو ٹوٹنے لگی۔ پھر بولی۔

• معلوم ہوتا کہ کسی ننھے نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔ پہلے  
 جب میں یہاں آئی تھی تو یہ صورت نہیں تھی۔ مجھے غلط ہے کہ کہیں  
 یہ چٹان پہلے جو مجھ سے نیچے نہ گر پڑے۔ پہلے مجھے پتہ چلے جاتے  
 دو۔ میں اندازہ لگا لوں گی۔

• ہم نے کوئی قہر نہیں دیکھا اور نہ تھکے پر چڑھ کر دوسری طرف  
 بڑھ گئی۔

• تاریکی کافی تھی۔ روشنی معدوم ہو چکی تھی جس نے تھوڑی  
 دیر کے لیے اس غار کو روشنی کیا تھا۔

• اس پر اس کے بعد سلمان اس ننھے پر چڑھ گیا اور میں نے آنکھیں  
 بند کر لیں۔

میرا وزن کافی زیادہ تھا۔ جہاں میرے بدن سے مجھے بہت  
 نفرت تھی۔ خاص طور سے اس وقت جب یہ موقع آگیا تھا۔  
 ہماری بدن مجھے بہت سی گراں گزر رہا تھا۔ بالآخر میں نے  
 مجھ سے پر چڑھنا شروع کیا اور میری جان بچنے لگی۔

• ننھے! •

• اور جہاں میرا ہوا اس کے لیے ذرا مشکل تھا۔ وقتاً میں نے



اگر کسی کو شک و شبہ ہو کہ اس کا دل میں نہ ہو گول رہی تھی  
پھر وہ بولے  
تو یہ تو خدا کا فضل ہے۔ اس پر سے حسین اور جبریل  
دوست تو اس آئینے کے سامنے آئے۔ اس نے کہا اور  
سلمان چہ چوں و چرا آئینہ خاند کے سامنے آکر ابرار  
پر ہی درپردہ ملکابی سلمان کی اصلیت دیکھ رہی تھی  
اور بے خوف تھا کہ اب یہ آئینہ وہ سلمان کی طرف سے داخل  
ہو جائے گی مگر جب اس نے آئینے میں دیکھا تو بے ایک  
عجب عجب شے نظر آئی۔ ایک عجیب و غریب شے اچھری  
ہوئی تھی۔ یہ تو کسی وہ انگوٹھی تھی جس پر ایک بندہ لکھ  
بنا ہوا تھا۔ یہ انگوٹھی سلمان کی انگوٹھی پر مشابہ تھی لیکن  
آئینے میں اس کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔  
اگر کسی کو شک ہو کہ یہ شے کونسی ہے۔  
اس انگوٹھی کو دیکھتے ہی۔ پھر چمک کر بولے۔  
یہ۔ یہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ کیا  
ہے آخر؟ وہ چمک کر سلمان کی طرف لڑی۔  
جب بے چارے کو میرے دوست کو بتایا مانتی کسی  
شکل میں ملنے آیا ہے؟  
جو کہ ہے تم خود دیکھ سکتی ہو۔ اہل۔ سلمان نے  
جواب دیا۔  
آہ بھئی کہ نظر نہیں کرنا۔ میرا۔ میرا دل ڈوب رہا  
ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک گول ہے۔ کیا میرا علم کامل  
رہے۔ کیا میرا مدیون کا جادو و شکاری اصلیت واضح کرنے  
میں ناکار رہے۔ بندہ کی یہ انگوٹھی جو پر جادو کیوں ہے؟  
کہ بے باور ایسے بناؤ اس کے بارے میں؟ یہ سب کیا ہے؟  
یہ سب کیا ہے؟  
نکسنے کہا اس کا فیصلہ تم خود کر سکتی ہو۔ یہ  
حکم کہ بتا رہا ہے۔ میرا نہیں۔  
نہیں۔ اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ یہ میرا بندہ کا  
ہر آہ۔ آہ۔ یہ ناگھن ہے۔ ناگھن ہے۔ یہ۔ کہ تو  
ماکانہ دنگ نہیں ہو سکتا۔ تو ماکانہ دنگ نہیں ہے۔ تیری  
توجہ تھی بندہ کو جس کی تو یہ شکل متیقا کہ کے کچھ کچھ  
پتے۔ ناگھن۔ ناگھن ہے۔ یہ وہ خوف و دہشت  
سے پھرتی ہوئی ایک طرف جاتی۔  
ماکانہ دنگ کل چکا تھا۔ ماکانہ دنگ کی انگوٹھی نے پتہ  
سلمان کے قصہ کو چھپا یا تھا لیکن وہ سلمان کو ہی ماکانہ

سکھ چکی تھی۔  
وہ ایک شیشے کے تانبے جاکڑی ہوئی۔ تو کیا کھنڈ  
ہے؟ تو کیا کھنڈ ہے؟ یہ سب دھن۔ یہاں یہ ہے۔ ان لکھ  
کہ اس میں داخل ہونے کی بات تو کھنڈ کے آخروں تو سن  
کس طرح یہاں تک پہنچنے کے لیے غما ساز کار کرنی؟ ناگھن  
ناگھن۔ عام آدمی یہاں نہیں آ سکتے۔ تو ایسے جادو میں غرق  
ہو کر یہاں تک پہنچنا۔ عجیب۔ دکھانا۔ یہی غما ساز ہے  
یہ غما ساز بدوشت کیا تھا۔ اس کا قصہ ہے کہ تو ماکانہ  
نہیں ہے۔ لیکن تیرے ہاتھ کی۔ انگوٹھی۔ یہ انگوٹھی۔ جیٹنا  
تیرے ہاتھ میں موجود ہے اور یہ ماکانہ دنگ کی کسبہ سازی  
کائنات میں صرف اس کے پاس ہے یہ جادو وارد۔ اور تو  
ماکانہ دنگ نہیں۔ اس کا کوئی پرکار ہے۔  
نہیں کہ تو کہتا تھا۔ کیا۔ کیا میں تم سے ظالم نہیں  
کیا میں تیری حسین شکل و صورت کے قریب میں آکر اپنا سارا  
علم فراہم کر دیتی۔ ناگھن۔ ناگھن۔ مزہ چکھو۔ دیکھو۔  
میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ دیکھو۔ دیکھو تو سن  
جہاں داخل ہو کر تیار ہوا تھا کیا ہے؟  
وہ ایک شیشے کے تانبے پر چمک رہی تھی۔ اور اس نے کسی خاص  
نک کو دیکھا اور ایک شیشہ گول دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے غما  
جہنم بن گیا۔ سوچ کی تیرے سامنے ایک نام کے طوطے  
احول میں داخل ہو گئی تھیں۔ میرے اور سلمان کے منہ سے حیرت  
کی گھنٹیاں بھٹی گئیں۔ دنگا سلمان نے کہا۔  
چچا جان۔ چچا جان۔ برا کرم جلدی سے میرے پاس  
آجیئے۔ میرے پاس۔  
میں عجیب کسی کے نزدیک پہنچ گیا میں نے سلمان کا  
ہاتھ پکڑ لیا تھا۔  
خار کی وہ حیرت جو۔ جس پر بتا تھا۔ میرے چند ہی لمحات  
میں مل کر ہیں راکھ کر رہے تھے۔ ایک دم کم ہو گئی۔ سلمان نے انگوٹھی  
پر سے جلد سے کس کر لیا تھا۔ اور پھر عجیب و غریب انداز میں  
چمکے لگا رہی تھی۔  
ناگھن ہے۔ ناگھن ہے۔ تم نہیں پتہ کتنے۔ ماکانہ دنگ  
کا جادو کچھ نہیں مل سکتا۔ میرا علم وسیع ہے۔ میرا علم وسیع ہے۔  
وہ بے اختیار ایک طرف بھاگی اور اس کے شیشے کا ایک  
وہ ڈانہ پڑا دیا۔  
بہوشا کچھ بڑھک کر رہی تھی۔

میں نے ایک شیشے کے تانبے کے ساتھ جو کھنڈے ہوئے  
برہنہ کے لڑکھے تھے اور پھر ایک چٹان سے روک کر رکھا۔  
پتہ نہ ہو کہ وہ جادو تھا اور میرے کسی ذہن نے بھی  
ذہنی پوسٹ سے نہ پاس کیا۔ میں ایک چٹان کی سے بکائی تھا اور سلمان  
میرے لوہے کا اور سلمان کے اوپر ایک اور انسانی وجود جو  
یقیناً اسی کا تھا۔ میں نے اسے وہاں سے پھر کر دیکھا اور  
ایک بے اختیار توجہ میرے سامنے سے غلی گئی۔  
سلمان کی خود کو ستر پر سے دیکھا تھا۔ میرا  
اس وقت بہت ہی عجیب و غریب شکل میں نظر آ رہی تھی۔  
اس کے چہرے پر عجیب و غریب شکل تھی۔ ہاتھ پاؤں  
مڑے تھے۔ انگوٹھی میں ملنے۔ ہاتھ خفید ہوئے تھے۔  
دانت بڑوں سے باہر ملے ہوئے تھے۔ یہ وہی حسین صورت  
تھی جس کا وہ جادو تھا۔ لیکن اب اس وقت میں ایک  
خونخاک پر دی نظر آ رہی تھی۔  
آہ۔ تو نے بے پروا کر دیا۔ کہنے۔ زلیخا۔ تو نے میری  
بزار پرسل کی گت بڑا کر دی تھی۔ آہ۔ سب کچھ تھک چکا ہے  
کہ تھک چکا ہے۔ وہ مدد سے ہر کچھ ہی تھی۔ آواز دہی  
تھی۔ لیکن وہ سب۔ وہ سین چہرے جسے دیکھ کر انسان بہت  
ہو جائے۔ اس کی ایک چٹا تھا۔ سلمان کے تھک چکا ہے کہ اس سے  
ایک قوت پھرتی۔ وہ اٹھ کر بھاگا۔ اس کے چہرے پر سراسیمہ  
چلنے لگی تھی۔  
تو ہے جس نے میرے غما ساز کی ایک صورت کو قتل کیا  
تھا اور میری ہیشت کے ایک کمرہ کی تھی۔ یہ کمرہ ایک  
دستوں نے پر کر دیا تھا۔ میں نے اس کے سے اپنا تمام پتہ  
مکھو ہے۔ کہ ہے۔ تو نے پہلے لکھے نہیں  
بتا تھا۔ مجھے بتا رہا ہے تو۔  
راہیں کی کوئی شکل کا فرد۔ کچھ ترس اب مجھے تیری  
ہو گیا ہو گا کہ میں کون ہوں؟  
آہ۔ آہ۔ یہ ترسنا۔ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ  
ماکانہ دنگ۔ لیکن کیا تو کہتا ہے۔ میں۔ میں ناخالی نہیں  
ہوں۔ سب کچھ دیتی ہے۔ یہ سب کچھ تھک چکا ہے کہ کچھ  
میں یہ بتا رہی ایک نئی دنیا کو کھول کر رکھتی۔ دیکھتے ہیں زلیخا  
بگڑے گا۔ میں مدد ہوں۔ زلیخا ہوں گی۔ کہا۔  
اس نے ایک طرف لپکیوں میں جھونک دکھائی تھی جس  
اور سلمان ایک کے تو مانتے تھے۔ دنگا تھکے سلمان کو  
کس کی اس نے ایک بڑا سا چمک لایا۔ وہ سلمان کی طرف

میں نے ایک شیشے کے تانبے کے ساتھ جو کھنڈے ہوئے  
برہنہ کے لڑکھے تھے اور پھر ایک چٹان سے روک کر رکھا۔  
پتہ نہ ہو کہ وہ جادو تھا اور میرے کسی ذہن نے بھی  
ذہنی پوسٹ سے نہ پاس کیا۔ میں ایک چٹان کی سے بکائی تھا اور سلمان  
میرے لوہے کا اور سلمان کے اوپر ایک اور انسانی وجود جو  
یقیناً اسی کا تھا۔ میں نے اسے وہاں سے پھر کر دیکھا اور  
ایک بے اختیار توجہ میرے سامنے سے غلی گئی۔  
سلمان کی خود کو ستر پر سے دیکھا تھا۔ میرا  
اس وقت بہت ہی عجیب و غریب شکل میں نظر آ رہی تھی۔  
اس کے چہرے پر عجیب و غریب شکل تھی۔ ہاتھ پاؤں  
مڑے تھے۔ انگوٹھی میں ملنے۔ ہاتھ خفید ہوئے تھے۔  
دانت بڑوں سے باہر ملے ہوئے تھے۔ یہ وہی حسین صورت  
تھی جس کا وہ جادو تھا۔ لیکن اب اس وقت میں ایک  
خونخاک پر دی نظر آ رہی تھی۔  
آہ۔ تو نے بے پروا کر دیا۔ کہنے۔ زلیخا۔ تو نے میری  
بزار پرسل کی گت بڑا کر دی تھی۔ آہ۔ سب کچھ تھک چکا ہے  
کہ تھک چکا ہے۔ وہ مدد سے ہر کچھ ہی تھی۔ آواز دہی  
تھی۔ لیکن وہ سب۔ وہ سین چہرے جسے دیکھ کر انسان بہت  
ہو جائے۔ اس کی ایک چٹا تھا۔ سلمان کے تھک چکا ہے کہ اس سے  
ایک قوت پھرتی۔ وہ اٹھ کر بھاگا۔ اس کے چہرے پر سراسیمہ  
چلنے لگی تھی۔  
تو ہے جس نے میرے غما ساز کی ایک صورت کو قتل کیا  
تھا اور میری ہیشت کے ایک کمرہ کی تھی۔ یہ کمرہ ایک  
دستوں نے پر کر دیا تھا۔ میں نے اس کے سے اپنا تمام پتہ  
مکھو ہے۔ کہ ہے۔ تو نے پہلے لکھے نہیں  
بتا تھا۔ مجھے بتا رہا ہے تو۔  
راہیں کی کوئی شکل کا فرد۔ کچھ ترس اب مجھے تیری  
ہو گیا ہو گا کہ میں کون ہوں؟  
آہ۔ آہ۔ یہ ترسنا۔ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ  
ماکانہ دنگ۔ لیکن کیا تو کہتا ہے۔ میں۔ میں ناخالی نہیں  
ہوں۔ سب کچھ دیتی ہے۔ یہ سب کچھ تھک چکا ہے کہ کچھ  
میں یہ بتا رہی ایک نئی دنیا کو کھول کر رکھتی۔ دیکھتے ہیں زلیخا  
بگڑے گا۔ میں مدد ہوں۔ زلیخا ہوں گی۔ کہا۔  
اس نے ایک طرف لپکیوں میں جھونک دکھائی تھی جس  
اور سلمان ایک کے تو مانتے تھے۔ دنگا تھکے سلمان کو  
کس کی اس نے ایک بڑا سا چمک لایا۔ وہ سلمان کی طرف



لاکھا دیا۔  
پھر ہوتا کی طرح کے ساتھ نیچے جا رہا تھا لیکن ہیرا کی  
رفارم کے لئے کی رفتار سے زیادہ تیز تھی۔ وہاں کراڑیوں  
پر بھی اسی جہاز دوڑی جا رہی تھی جیسے سطح زمین پر۔  
تیسرے جہاز میں: اس جہازوں کا نہیں۔ مسلمان نے  
کہا اور ہیرا آٹھ پڑا کر لے کر تھکے۔  
"وہ تو مسلمان! اگر تو روک جاؤ۔ ہم نیچے کے پاسے میں۔  
پر نہیں کہہ سکتے۔ بخانہ کسی جگہ پر۔"

"آئیے جہاز: میری زندگی کا اہم ترین لمحہ ہے اگر  
میں کہنے کے امکانات پر سے تو پھر ہمارے کوشش اور  
وقت سب داغیں جلائے گی۔" مسلمان نے کہا۔ چار و ہجاء  
میں بھی اس کے ساتھ دوڑنے لگا۔

جیسے غریب کپڑائیں تھیں جن کا کوئی تھکا نہیں تھی۔  
جہانے جس کہاں لے جائیں۔ لیکن مسلمان کی خند کے سلسلے میں  
بہرہ برکت تھا۔ اندر سے انسانی کے ساتھ دوڑنے لگا تھا۔  
اب نیچے کا منظر نظر نہیں آرہا تھا۔ ہیرا کا ہزار ہوا لہر لہر  
دور پر جا رہا تھا۔ وہ انسان تھی کہ قیامت، اس کی طرف سے  
دوڑ رہی تھی کہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن بات گہم ہیرا  
دل میں تھی کہ وہ جاوے گی ہے۔ یہ شہر طبعی قوتوں کی مانند  
ہر جہز کہیں اس کا جسم کہ تباہ ہو گیا تھا لیکن ہیرا سورت وہ  
اب بھی پھانسی اندر سے نہ تو تھیں کہ تھیں تھی۔ ہم دوڑتے ہوئے۔  
ہیرا کا ہیرا اب آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ لیکن ہمیں ہیرا  
تھی کہ اب ہم سطح زمین پر دوڑ رہے تھے۔ مسلمان ختم ہو چکے تھے۔  
اور دیکھتے تو ہمیں آنا کہ ہمہ رخ خاک و مٹی کے کہنے میں۔  
ہیرا کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ البتہ وہ بگڑ جاتی تھی اس کی غصے پر  
نہی تھی ہیرا نے موت سے مسلمان کو دیکھا کیونکہ وہ  
درخت میں سے کھوکھلے تھے میں مالا زونگا ہیرا اور رازی  
کے جیسے سلسلے ہی تھا۔

ابھی ہم ہی سوچ رہے تھے کہ درخت کے کھوکھلے تن سے  
مالا زونگا ہیرا کی کھوکھلی پر لڑا اور ہیرا رازی کی گئی تھی۔  
وہ اس طرح اب آئے جیسے انہیں ہادی آدمی اٹھا کر لے گئی ہو۔  
"آؤ ہمیں آؤ۔ عزت و دست آؤ۔ دل چاہو رہے کہ  
تبدیل کا عمل کر لیں۔ آؤ ہمیں سے خارج اہل علم  
تم نے صدیوں کے بعد وہ جسم توڑا ہے جس نے اہل ہمالیہ  
کو بچا رکھا تھا۔ ہیرا رازی نے اسے بڑھ کر پیرا باز و تمام  
یا تھا۔ ہم خاموشی سے ان لوگوں کے ساتھ خاموشی داخل ہر

گئے۔ یہاں ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ یہی  
پایوں میں ایک گرم سیال تھیں کیا گیا۔  
"اسے پیو میرے آقا اور آقا کے دوست تمہارے  
بدن سے ساری خشکی بڑھ جائے گی۔ تم سکون کی گہری نیند سو  
جاؤ۔ مگر اور جب بھر گئے تو تمہارے ذہن سے وہ بوجھ ہم پر  
پڑے گا۔ جو اس وقت حاد رہا ہے۔" مالا زونگا نے کہا اور  
اور ہم نے وہ ہلے لے لیے، خشک میوے کھائے اور  
ہزاروں میں موجود گرم سیال کے چمکے چمکے گھونٹے پیے  
ہوئے پڑے۔  
"بڑوں جتنے بھی تم لوگ ہمارے امداد کے منتظر رہے۔  
جیسے نہیں یقین تھا کہ جس ہم لوگ چند ہی لمحات میں پہنچنے والے  
ہوں؟"

"یہ درست ہے۔" ہیرا رازی نے میرے سوال کا  
جواب دیتے ہوئے کہا۔  
"لیکن کیسے؟"

"یہ ہر اسرار شخص جس کا نام مالا زونگا ہے وہی عجیب  
قوتوں کا مالک ہے۔ میں نہیں سمجھتی اس کی تفصیل بتانا  
چاہتا ہوں۔" ہیرا رازی نے کہا۔ مالا زونگا دھمکیاں سن کر  
رہا تھا۔

"کیسی تفصیل؟" میں نے سوال کیا۔  
"سنو! اس بات کا صحیح صحیح جواب دو کہ جو کہ میں کہہ  
رہا ہوں وہ درست ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔  
"تمہارے جہانے کے بعد اس شخص نے زائچہ بنایا کیونکہ  
کانچہ کو اس نے من کے درمیان دیکھتے ہوئے مسلسل جیون ہم  
عاد سے آگاہ رکھا۔ اس نے بتایا کہ اب تم دوڑیں غلامانہ

پہنچ چکے ہو۔ تم ایسے جہانے سے گزر رہے ہو ہیرا اس نے بتایا کہ اب  
تھیں ہیرا کے ہر کاروں نے اپنی عمر میں سے لیا ہے ہیرا اس  
نے بتایا کہ اب تھیں ہیرا کے حضور پیش کیا گیا ہے۔ اس کے  
بعد یہ کہنے لگا کہ ہیرا مسلمان کی جانب راغب ہے۔ اس کی  
حسی موت کا شکار ہو گئی ہے۔ پہلے تو ہم کے پاسے میں تذبذب  
کا شکار رہی۔ جو کہ اس ناگہانی کی وجہ سے ان کی طبیعت بہت  
سے طبعی غلاموں میں جا چکا ہے۔ وہ نہیں مسلم کر سکی کہ وہ کون  
ہے لیکن مسلمان کی خشک نے اس کی کوئی صورت نہ اسے سحر کر  
یا اور وہ اس کے پاسے میں قیامت جیسے انداز میں سوچنے لگی۔  
اس نے سوچا کہ اب اسے زندگی کا سامنا کرنا ہے گی۔ اور ابدیت

نے کہتے پہلے ساتھ لگے گی۔ ہیرا اس کے لیے اس نے طویل  
سفر کیا۔ ناریوں اور سرنگوں کا یہ سفر بہت دشوار گزار تھا۔  
تم لوگوں کو ایسی ایسی سرنگوں سے گزرنا پڑا۔ ہیرا رازی  
نے سرنگوں کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہیرا اس نے بتایا کہ اب ہیرا تھیں لے کر طلسم کو سے  
میں داخل ہو گئی ہے۔ اس نے کہا کہ طلسم کو سے میں تباہا باز  
نکل گیا ہے اور اب ہیرا کے دل میں اتنا کم کی آگ بھڑک  
اٹھی ہے اور وہ نہیں سمجھ کر دینا چاہتی ہے۔ ہیرا اس نے  
عادیت سے غرور وہ ہوسے ہوئے کہا۔ کہ تم اس وقت نہایت  
خونخاک عادت کا شکار ہو رہے ہو۔ اس نے اس سے گزر رہے ہو  
جڑتھاری جہان جسے کہتے ہیں۔ ہیرا اس نے اپنے طور پر انہوں  
کی کچھ ترس بھیجی کہ ہے۔ کیا؟ تمہیں ہے کہ ایک جگہ پہنچے۔ جیسے  
زمین پر ایک چمکے سے جسے ہیرا بتا کہ وہ جگہ ہے۔  
ہیرا اس نے کہے تھے کہ تم ہر قوتوں سے اس حویل راستے کے  
بجائے ایک ایسی جگہ آگے ہو جہاں سے اگر تم سمجھتی ہو  
تحت کر لو تو اس درخت کے تنے تک پہنچ سکتے ہو۔ یہ راستہ  
اسی سے جاتا تھا۔ ہیرا اس نے اس کے بعد ہر کار والی ہوئی تھی۔  
وہ یہ تھی۔ اور اس کے بعد اس نے کہا کہ تم اس کے پیدا کردہ  
راستوں پر چل پڑو۔ ہیرا رازی اور کے بعد اپنی منزل تک  
پہنچنے والے ہو۔ وہ تھکے تھے کہ ابھی نہیں کرتا رہا ہیرا اس نے  
ہم سب کو دعوت دی کہ باہر آئیں اور تمہارے آنے کا منتظر رہیں  
بتا کر باہر داخان کیا ہے؟"

میں حیران تھا جہاں سے مالا زونگا کو دیکھ رہا تھا۔ مسلمان  
کے چہرے پر بھی حیرت کے خوش نمایاں تھے۔ میں نے گردن  
ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہ سچ ہے۔ مسلمان کے منہ سے کوئی غلط  
نقل نہ تھا۔"

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ باطل شخص یا شرابی  
بڑی پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ لیکن ہیرا ہیرا کی گئی ہے۔  
"اس کا جواب میں ہی دوں گا سزا آقا۔ وہ زندہ ہے۔  
لیکن اس کا صدیوں کا طلسم خازن ٹوٹ چکا ہے۔ وہ اب اس  
طلسم خزانے میں جا کر اب ابدیت حاصل نہیں کر سکتی۔ اسے  
گہری ہیرا اور خیر دھوب دو کر ہے۔ ورنہ اس  
کا بدن جھٹکا چلا جائے گا۔ اور باقی تو ایک دن وہ راکھ کا  
ڈھیر بن کر رہ جائے گی۔ وہ سزا کر رہی ہے۔ بے اختیار راز سفر  
کر رہی ہے۔ اس کی کوئی منزل نہیں ہے۔ جس نے ان ملاحز

سے دور چل جانا چاہتی ہے۔ قیدیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔  
وہ لڑنے میں اور لڑنے میں تھے۔ یہاں تک اس میں کہ  
کوئی ہوگی اور کسی کو شکست ہوگی۔ اور اس کے بعد جب  
وہ ہیرا کو شکست کریں گے تو وہ انہیں نہیں لے گی اور ہاتھ  
وہ ہیرا کو ہر جائیں گے۔ کہ اگر کم ہیرا کا جادو اب ختم ہو  
گیا ہے۔ ان غلاموں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لیکن ہیرا  
سکون ابھی ہیرا نہیں ہوا آقا! ہیرا اس نے ہیرا نہیں ہوا۔ وہ  
جب تک زندہ ہے ہم ہمارے سینوں پر نامور رہنے لگے گی۔  
"تم درست کہتے ہو۔ مسلمان نے کہا۔ ہم اسے  
خاکس کر دیں گے۔ جب تک ہم ہی کی موت کا منتظر ہیں آنکھوں  
سے نہ کوئی ہیرا کھائے لے جائیں گے۔"

"وہ بھی کی بات نہ کری آقا۔ میں تو اس کا خالق نہیں کرتا  
ہے۔ دیکھنا ہے کہ اب وہ کس سمت کا رخ کر لے گا۔  
"سزا کیا؟ کیا اس کی جادوئی قوتیں باطل ختم ہو جائیں گی؟  
میں نے پوچھا۔

"نہیں آقا! اس کے اندر تو ابی بہت کچھ ہے۔ وہ  
جہانے کی کیا کچھ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے۔ اگر مالا  
ہیرا تو مالا زونگا سے شریک ہو چکا ہو تا لیکن وہ شیطان کی  
دعویٰ ہے۔ شیطان سے برا و راست تعلق رکھتی ہے تم لوگ  
ایک گہری نیند لے لو تو اس کے بعد اس کا قاتل تباہ کریں گے؟  
"لیکن سمت کہاں؟ مسلمان نے کہا۔

"اس کا فیصلہ آپ کو ہر چور دیں آقا! اس نے کہا۔  
اد مسلمان خاموش ہو گیا۔

ہیلوں کا سیال اثر دکھا رہا تھا۔ سمجھتی وہ اس کے بعد  
ہم گہری نیند کو گئے پھر جب جگہ کے قوت ہو گئی تھی۔ راست  
گزار ہی اد اس کے بعد دوسری صبح مالا زونگا نے کو مسلمان  
باندھا اور ہمارے ساتھ چل پڑا۔ ہم اس کی رہنمائی میں آگے  
بڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنا وہ مخصوص لباس اتار دیا تھا۔  
گودہ اب بھی کھال کے لباس میں تھا۔ لیکن پہلے سے کسی تذ  
جذبہ نکھار رہا تھا۔

وہ اہل ہیراوں تک پہنچ چکا تھا۔ جس سے گزر کر ہم  
یہاں آئے تھے۔ وہاں سے اس نے زمین کو سونگھنا شروع  
کر دی۔ وہ تھکی تھکی جھک جھک کر زمین کو سونگھ رہا تھا۔  
اد کے بڑھ رہا تھا۔ تقریباً ایک میل مانے کے بعد وہ  
رکا اور اس نے سمت کا تعین کر سنے ہوئے کہا۔  
"آقا! وہ اسی درختوں کی بیدو میں گئی ہے۔ کتنا سفر

۳۔ ہرگز نہ چکے نہ کھڑا نہ بندھی دیکھ سکتا ہوں اور نہ

اس سلسلے میں خوفِ ماکہ و زمکہ اسی پر تنکے کیا جاسکتا تھا  
 اور ایسا رہنا کہ خجاء دوسری طرف میں سے سونے کے ان میں  
 ہو چکی۔

رات کو ہم نے جیسی سے کہی وہ لوگ میرا ہاتھ میں قیام کرنا  
تھا مگر ازیدنگار اس رات بہت مشغول نظر آیا تھا اس نے آگ لگایا کہ  
جبرائیل کی دعوت کو لیا تھا اور اس کے درمیان اس نے غیبی احکام  
کو لے کر گول چرخ میں دینے کے ارادہ پھریں کیا اور اس نے آگ لگائی  
کی کوئی دھڑکی نہ گئی جو کسی بہت ہی چھوٹے جاتو کی سی اس  
کو تری لگتی تھی محض اس ملک جو اس کے پاس تھا غائب اور رہے

فلو خود گنگن نکال کر ہم سے ہائے غم کے متعلق پوچھو  
اس کا جواب بھی ملا تو نکالنا غم فلتی زبان میں ہی پورا چننا تو یہ  
ایں میں ہم سب ترک کے پچھلے غم جوڑ دے۔  
ترک کے پچھلے غم میں پہلے غم زبان لہی ہوئی تھیں،

بہنیں جہاں تھوڑی سی فینٹو کسی کو بھی نہیں آتی۔

”ہاں ہاں میں کوئی شک نہیں۔“

کے مٹھو دی ہو کبچہ چانچاں تھام نزل کشوں کے بعد ہم جہاز کسب چنے

ہاں! کہہ جاؤ، یہ سب کچھ سن کر وہ بھی ہنس پڑا۔  
 کہ جس کی دقت ہماری احساس کا شکار تھی۔  
 اس کا ہمارے عزیز و سخیں بل نہ تھیں اس کے مجھے سے



”ہاں۔ یقیناً ایسا کسی کے مسلمان۔ لیکن کس وقت جبکہ  
خداوند تعالیٰ نے انہیں مہمانی ہو سکا ہو گا؟“  
”خدا کرے میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں؟“  
مسلمان نے تہی سانس لے کر کہا پھر ہوا۔

مائی! میری چھڑی۔ میری چھڑی پیڑ۔ میری کبیریں  
 ہاں۔ ہاں۔ لیکن آپ۔ آپ۔ کیا آپ آنکھوں سے دیکھ  
 سکتیں؟

سودی۔ چیری سودی ایسا نہائی افسوس ہے۔ آپ بکری  
 جلدی میں ہے  
 "اگرچہ۔ حاصل انشاء میں میرے کہ سنا سنا سب ہی مجھ  
 جس۔ نزلت میں کلائے مجھ کو برے، تنک کچھ دلا، ہاں اگر ان سے ملوں

خدا اور مجھ اپنا ہی ہم وطن مسمیٰ کر رہا تھا جتنا کہ وہ مرد میرے نزدیک بہت بڑا اور اچھا انسان تھا۔

”معاذ کیجئے گا اگر آپ غلط ہیں تو پھر اس سلام کے الفاظ بدل دیئے اور ارسلان میں تو تمہیں شک نہ ہو رہا۔“

جنہیں میں سلطان ہوں میرا نام بابر اور خاں ہے۔  
 - بڑی سرت پوٹی آپ سے مل کر مجھے احمدیہ نہتے ہیں اور  
 یہ بڑی بڑی ارشیدہ ہیں یہ لوگوں نے مسکرتے ہوئے کہے کہ چہ عیا۔  
 - میں نے کہہ دیا کہ تمہارا آپ کا تعلق ہی میرے ہی طبقے سے ہے  
 اور اگر کوئی وطن سے دور اپنے وطن کا آدمی مل جائے تو بڑی سرت  
 پوٹی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟  
 "یقیناً۔ یقیناً۔"

نہیں۔ احمد ولس ہی ہیں۔ انہوں نے یہ کیا خاصہ؟۔ نہ سب سے پہلے نہ کوئی جواب نہیں دیا۔ لیوان نے کہیں کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہاں کہہ دوں تمنا سائے سامان کے ذوق کے چلے یہاں پر ایک مختصر سامان دیکھا تھا میں نے لیکن اب یہاں کئی رنگین حوث کیسی نظر آ رہے جو بہت خوبصورت اور نرسے بستہ ہو گئی تھیں۔ نو بصورت کی تھیں۔ او انہیں تھی جس پر میں نے بوڑھی سوزنا کی کیا تھا۔ میری آنکھیں قبضے میں آ گئیں۔ کچھ دیر میں انہیں آدھا ہوا ماما کیانہ ہوا کہ سلیم میری پرانی پریران تھا اس نے دوسرے رنگہاں سے محمد کیجئے ہوئے کہا۔

سے جسے ائمہ ملاح اور الہس چلیا تو حیرت کی انتہا پر نہایت ہی ہلکا ہو گیا۔  
 راجہ نے یہ سب سنا اور ملاحوں کو بتا کر اس حیرت انگیز واقعے کا ذکر کیا  
 اور کسی کو کوئی احساس نہ ہوا۔ لیکن ملاحوں کا بڑی طریت چمک  
 رہا تھا۔

اگر کہیں نوجوان، وہیں نیا دوست نہ ملے جاتا تو میں کبھی جس بارے میں دیکھا ہی نہیں۔ تم خود سچو بھلا اس معمولی بات کا تذکرہ کرنا کیا مافی رکھتا تھا؟





رکعت تھی۔ میری کہانی سن کر سید نے ان سب لوگوں کے جیروں کو نیخوڑ دیا اب دل میں ان تمام لوگوں کا احساس جمنا تھا سن کر ریزی نہیں، تو میرا کاروبار۔

یہ کہ جس کی شکل دیکھنے کے باوجود اس میں  
 سے ایک قسم کی نظر نہیں آیا اور اس کی شکل  
 اور رنگ کی مثالیں اس طرح کی ہیں یا نہیں جہاں کو  
 سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا تمام لوگ سکون کی نیند سو رہے تھے

کو یہ خداوند آفرینی تھی۔ روزِ قضاوت دیکھو کہ ان لوگوں میں سے کون کون  
 جہنم کے لوگ ہیں، یہ چند مسافر تھے جن میں سے ایک مسافر نے  
 ہوں تو یقیناً یہ لوگ میری تکیہ بولائی ہیں کہ وہ ہر گز نہ چاہتے تھے  
 خدا کو یہ سب کجی تھی، البتہ اگر جادوئی قوتوں کا ہونا چاہتے تھے  
 اعظم میں، اگر وہ جیسا کہ حالت دیکھو چہ خراب ہے، اس کی  
 شیطانی قوتوں کے ساتھ عمل پیرا تھے، انہیں اس کے بعد وہ خداوند  
 کی کوششوں سے ناکام ہو گئی تھی۔ اس ناکامی کے بعد وہ اپنی جڑ سے  
 صرفہ ناپاری و رستے ہزاروں زندہ گیلوں کے کہنے لگا، میں نے کون سا  
 اور اس وقت یہ ختم ہو سکہ لوگ ہمارے ہی آپس کی چٹانوں کو کھڑے  
 تھے لیکن ان میں سے کسی کو یہ معلوم نہیں تھا، اس وقت ان سب  
 کے دلوں میں ہمدردی تھی کہ میں تنہا رہ گیا تھا، اپنے ساتھیوں کے ہٹنا  
 ہوا تھا۔



۱۰۔ یہ نہیں وہ اب تک زندہ ہی ہیں یا انجیلیوں کے پیشدر  
پیشرو تھے ہیں۔ میرے ملق سے ایک خدائی کو منکل گئی اس وقت  
جس نے بپاؤ کے گلا کے دوا اور کو دکھا ان میں سے ایک شریک  
نفس تھا اور دوسرا مذہبی بے رحمہ بدن کے مالک تھے یہ لوگ سیکھتے  
انجیل ایک سہرت پر فٹ نہا جو ان تمام اس کے فکروں پر جمی تھی  
جیسا کہ واری تھی ملرز اور انہیں تھی۔ وری میں وہ بھی بہت جی  
خوبصورت نظر آ رہا تھا اور وہ ہم لوگوں کی بہت اس کے جیسے پر  
خوش کے آثار وہیں تھے اس طرح خدا کی بھی ایک کشت جیسے وہا  
اور چھٹی چھٹی آنکھوں والا تھا۔ مٹا جس کا وہ کسی بیگمائی کے ملک  
کی طرح کھڑی تھا اور وہ غلامیوں کی ودی میں لمبوں تھا۔ یہ دونوں  
افراد کشتی کے کونے پر ہاتھ رہے ہوئے اور پھر سیکھتے تھے مسافر ان کا  
جاترے کے کونے سے نکال کر سب کا بائیں طرف متوجہ کر دیا۔ پھر اس نے  
اوقات اور غنا وار میں کہا۔

تو تمام لوگ جواہر کی فائز کٹ میں پناہ لے چکے ہیں۔ میرے  
احکامات غریبے نہیں۔ میری دولت و رانی یہ ہے کہ میں اس کشمی میں  
کوئی کمزور نہ ہونے دوں اور میں آپ سے بھی دشمنی نہ کروں گا کہ  
جب تک کہ میں کسی طرف سے مدد نہیں ملتی آپ لوگ ایک طرف سے  
سے تمنا وں نہ کریں اور حق الامکان کسی کو تکلیف نہ ہونے دیکر یہ  
وقت بھائی چارہ کا ہے۔ ہمارے پاس پانی اور خوراک کی بہت  
موجودگی کی مقدار موجود ہے ہم اسے مسخ طریقہ سے استعمال کریں گے  
خدا ہم پر رحم کرے۔ میں آپ لوگوں کی حفاظت اور تحفظ کے لئے  
یہ ذمہ داری سنبھال رہا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ  
آپ مجھ سے مکمل تمنا وں نہ کریں خشک دور و حال پانی کا ایک قطرہ بھی  
اور ایک چمچہ شام کو تقسیم ہو کر رہے گا۔ اور بس اس کے علاوہ ہمارے  
پاس گوشت کے چند ڈبے بھی موجود ہیں۔ برڈز میں بارہ اونٹن  
گوشت موجود ہے حساب کے مطابق ہر ڈبہ بارہ اونٹوں میں تقسیم  
کیا جائے گا تمام لوگ خوشی سے بھیجی سچی انگوٹھوں سے اس کے  
انگوٹھوں سے پہنے جہاز کے حادثہ اور اپنے دوستوں اور مالی بچوں  
سے کھیر ملے۔ یہ سب خوں سے حرج و مرج ہے۔

جہرِ مالِ خاندانِ کشی اور تشنہٴ لبی کا ایک حبیب و شروع ہو چکا تھا کشی میں سوار افراد میں سے شیرِ زخمی بھی تھے کسی کے سر پر زخم تھا تو کسی کے سینے میں چند لگوں کے بازوؤں اور چہرہ لبر لکی خراشوں کے نشان تھے مگر ان کے بے کیس آرام کرنے کی جڑ تھی سورہ کی حدت سے غمِ نظر نہ لگا تو ذریعہٴ نرس تھا، پیچھے کو نہ بلتی تھا اور نہ کھلنے کو خوراک ان سب پر جانگزی کی کیفیت تھی بہت سوں کے آنسو بہہ رہے تھے۔



دو پہرے کے وقت جب ہمارا کشتی سمندر کی پھری ہوئی اور  
کے پیچھے کھائی کسی معلوم منزل کی طرف بڑھ رہی تھی ایک  
اور آدی ہمیں سمندر کی ہر دوں پر تر رہا ہوا نظر آیا۔ وہ باجستہ میں  
سہانے کبے کشتی کا تعاقب کر رہا تھا۔ سپر طور کے کشتی پر کبیٹ  
پر گیا۔ اس نے کشتی پر پتہ لینے کے بعد بلا ہی کہا فی سنا۔  
خوش قسمتی سے ہمارے ساتھ ایک مباحثہ تلک گیا میں نے  
اس پر پناہ لی۔ میرے قریب ہی ایک عورت سمندریس تو بچیاں  
سے ملی تھی۔ میں نے ہنسن تمام اسے نکالا اور مجھے ہر سوار کر رہا چند  
جب پچھلے وقت تک ایک ٹانگہ بھی اس مملو میں خلع  
ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت سرخ خنجر دھونے لگی وہ میرے ساتھ  
اسی تختہ برداری اور اس بچہ خشی کے علم میں اس کی حرکت غیب بند  
ہو گئی۔ میرے ارد گرد سمندریس بے شمار عورتیں مرد اور بچے کہان

کمار بچہ بہت کی لڑائی ترو ہی تھیں اور خود میرا بھی مذہبی  
توازن بگڑ چکا تھا۔ رات بھر میں ہر دوں کی طرف سے یہ ستارے  
بجھتا معلوم تھا کہ ایک دوسرا کس حد تک کسی کو کچا کر رہے ہیں۔  
صبح سویرے جب میرے حواس کہہ کہ کھان بھرے تو میں نے

سیکند آفیسر نے خود اپنا بھی لباس آٹا مارا اور سر پر ڈیڑھ

جس تمام آخریں جو بسک نکلا کر خود لوگ سمنہ رکھا پالی تھیں تھے وہ یکے بعد  
 دوسرے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے اور لعلیہوں کی خردراگ بننے لگی  
 سمنہ میں چھینک لگنے لگی۔ بہت سے فوٹوں کا ذہن کا توازن بگڑ  
 گیا تھا اور انسانے راج جوا بندے تھے۔ غم۔ یہ دیروانے پانچ کا شکار  
 تھے۔ بسک کی حالت میں دو عجیب و غریب خراب دیکھ کر ایک  
 دوسرے اپنے اپنے خراب بیان کر سنہ لگتے تھے۔

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اسی طرح اچھلنے سے دو کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ پھر اس کی جھپٹیک آواز ابھری اور اس نے رعبا بھر اپنی جے جانو کر میری آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ دنتا قہ سے سیکند انیس کی آواز سنائی دی۔







تم سے ملنے رہی تھی۔  
 "نہیں بنناؤں گے اپنا۔"  
 "نہیں۔ تم پر پہننے کی کوشش ہی نہ کرو۔ یہ تمہارے حق میں بیحد ہرگز۔"  
 "لیکن میری سسٹم میں اپنی عمر کے بارے میں کچھ ترجیحاتنا چاہتا ہوں۔"  
 "نہیں یہی جان لو کہ میں ایک انسانی وجود میں تھا۔ سے سامنے موجود ہوں۔"  
 "ماوریں بھی نہیں بتاؤں گا کہ ہرگز گشت کہاں سے آیا؟" "کہیں سے بھی آیا ہو تمہاری ضرورت تو بروری کرنے کا باعث بنا ہے۔"  
 "ہاں، اس کا کوئی شک نہیں ہے اگر تم واقعی وہی شخصیت ہو جو مجھے خدا تعالیٰ ہی پر تو میں کہنے میں کوئی دینے محسوس نہیں کروں گا کہ تم نے مجھے زندہ رکھا ہے۔"  
 "اس زندہ رکھنے کا ایک خاص مقصد بھی ہے۔"  
 "مقصد؟ میں نے تیرے تیرے لیے ہی پوچھا۔"  
 "ہاں۔"  
 "کیا مقصد ہے مجھے بتاؤ؟ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔" "تمہارے لیے۔"  
 "میں نے تم سے ایک بات کہی۔ وہ مقصد یہ ہے کہ تمہاری ہرگز میں نہیں بتاؤں گا۔"  
 "اے میرے ذہن میں بے شمار سوالات ہیں ایک طویل عرصے کے بعد جب میں انسانی شکلیں بھول گیا تھا۔ میں نے ایک انسانی لہجہ کو دیکھا ہے اور یہ میری اتنا شین ہے کہ کل بچپن میں بلا جانتے لیکن تم نے اپنے اور پڑا سرایت کے بارے میں آؤں گے مجھے۔ مجھے بتاؤ تم کو کون ہو؟ میں تمہارے لیے کبھی بھی ضرورت نہیں چوں کہ میں۔" "جو اب میں چروہی ہوں۔" "انسانی وہی اور ہر مزدور ہے میں کیا گیا۔"  
 "مجھے کوئی حیرت نہیں پہنچا سکا۔ مجھے۔ میں نے ایک نازیب دعا دیا ہے۔ مجھے ایک نئی دنیا میں آئی ہوں اور اس نئی دنیا کے لیے تیار کیا کہ ہر ہوں۔ یہ تمہاری دنیا ہے۔ اس دنیا میں مجھے رہبر کی ضرورت پڑے گی جو میرا ساتھ دے سکے جو مجھے اس دنیا سے روشناس کر سکے اور وہ رہبر میں نے نہیں منتخب کیا ہے۔ ہر چند کہ میں جانتی ہوں کہ تم کو کون ہو؟ اور کہ تم کو اس ساتھ دے رہے ہو؟ لیکن میں اس کے باوجود میں نے نہیں اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔ اور اب میں وہی سب کچھ کرنا چاہتا ہوں جو میری چاہ میں گی۔ جو کہ تم

کہا کرتے رہے بروہ میرا ملحق تھا۔ تمہارے لیے اور اب تم مجھ سے عزت نہیں کر سکتے۔ اگر اکرات کر دیتے تو نہیں ایک ایسا احساس ہو گا کہ تم موت کی آواز دہکنے لگو گے اور اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو میری دوستی اور محبت پاؤ گے اور اپنی دنیا میں وہ سب کچھ حاصل کر لو گے جو نہیں کسی نہیں مل سکتا تھا۔"  
 "میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔"  
 "پوری رات مجھے نیند نہیں آئی تھی۔ یہ کون کی؟ کون کی؟ مجھے اس کی شخصیت سے احساس ہو گیا تھا کہ کوئی اور انی قوت ہے۔ کوئی ایسی قوت جو اس جزیرے پر شکل ہی ہوگی چاہے۔ میں اس سے قبل اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔ میں تو۔ میں تو یہاں انسانی شکل کو توڑ گیا تھا اور وہ۔ وہ مجھ سے اس قدر قریب ہو کر ہوئی تھی۔ اس نے مجھ کو کہا تھا کہ میں اس پر عمل کرے گی یا نہیں۔ یہ بات سے واپسی کا تصور میرے لیے بڑا ہی دلکش اور بڑا ہی سحرانگیز تھا۔ کیا میں یہاں سے واپس جا سکوں گا؟ کیا وہ مجھ کو کبھی پہچنے ہے وہ رست ثابت ہو گا؟ رات بھر اپنی خیالات میں غلطیوں دوچال رہا۔"  
 "دوسری صبح میں نے دیواروں پر اسے کاٹ کر ناخن دیا۔"  
 "جزیرے کا ایک ایک جزیرہ جہاں مارا۔ لیکن کسی انسانی وجود کا پتہ نہیں تھا۔ مجھے نے سوچا کہ ممکن ہے وہ پتلا ہوں کے نیچے کسی غار میں رہتی ہو۔ چنانچہ ہماری پٹا چوں اور غاروں کو جہاں مارا۔ لیکن اس کا کوئی پتہ نہ ملا۔ اور جب میں واپس اپنے غار میں پہنچا تو میں نے اسے وہی پایا۔"  
 "آج موسم صاف تھا۔ تین دو گے دھندلے دھندلے منڈا ہی نظر نہ آتی تھی۔ مجھے یہ محسوس ہوا تھا جیسے وہ کسی شے کے نیچے کھڑی ہو۔ شے کی بہت موٹی چلائے کے نیچے جہاں انسانی جسم ہوتا ہوگا نظر آ رہا تھا۔"  
 "وہ میری نگاہوں میں واضح نہیں تھی اور یہ بھی اس کی کوئی خاصی قوت تھی۔ جس نے مجھے سو کر دیا تھا۔"  
 "میں اسے دیکھتا رہا۔ اس کے قدم خالی اب بھی نظر نہیں آتے تھے۔ جب سے بروہی با ایک ہی نقاب بند کی ہوئی تھی اور میں نے آنکھیں اس نقاب کے عقب سے جھانک رہی تھیں۔"  
 "ان آنکھوں میں سکرابٹ تھی اور مجھے میں آنکھوں کی بجائے پورا چہرہ سکھایا ہوا نظر آ رہا تھا۔"  
 "کیسے ہو؟" "پوچھا گیا۔"  
 "تم کسے ہو؟" "میں نے جواب دیا۔ ہر ہر۔ ایک بات کا یقین کروں گی۔"

اور جان، تمہاری آواز ان کا یقین کر لیں گی یا بروہا دھنکا۔  
 "تم کب تو آئی۔"  
 "اس نے بڑبڑا کر کہا۔ انداز میں ڈرامی سرد مہری نہیں تھی۔ میں ساری رات نہیں سو سکا۔ تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہا۔"  
 "کیا سوچتے تھے؟"  
 "تم۔ میں۔ میں کچھ نہ بول سکا۔"  
 "ہاں جی کبھی۔ کیا میں دشمن کی باتیں سرتے تھے؟"  
 "اس نے بے باکی سے کہا۔"  
 "نہیں نہیں۔ میں تمہاری بڑی خوش قسمت کے لئے میں غور کرتا۔"  
 "ہاں۔ لیکن تمہارے لیے بہتر ہے۔ میرے لیے کوئی غلط نظریہ مست قائم کرنا۔ اس نے جواب دیا۔ اور میں کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔"  
 "نہیں۔ مگر میرے لیے افسوسناک بات یہ ہے کہ میں، نہیں کس نام سے پکاروں؟"  
 "نئی اہل اس سے باز ہو۔ ایک مناسب وقت کے کامیاب میں اپنے بارے میں نہیں تفصیل بنا۔ وں گی۔ لیکن میں ابھی دیر ہے گی۔ نہیں میرے لیے اپنی مہذب دنیا میں کچھ کروہ سب کچھ کرنا ہو گا جو میں قوت نہیں اور اگر مجھے حق ہے پہنچو گی کہ تمہارے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔"  
 "وہ حکایاں تھے کہ بروہی تم سے وعدہ کر چکا ہوں آخر تم نے بھی تو میرے اور اہل اسات کے لیے میں۔"  
 "ان اسات کو جانے دو۔ تم لوگ بہت ہی احمق ہیں۔ ہر سب کچھ کو کرنے پر آئے ہو تو کسی کے احساس کو نہیں مانتے۔ تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا میں تمہاری نعمت سے ناواقف ہوں؟"  
 "مگر تم، انسانوں کی ذات کر رہی ہو تو تم کب سے میں نے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ میرے اس جواب پر وہ سستہ سستہ انداز میں نہیں پڑی تھی۔"  
 "پھر تو جی بابت ہے۔ تم اپنے لوگوں میں سے نہیں ہو۔ مجھے خوشی ہوئی۔ لیکن اب اس بات اپنی طرف سے ہو۔"  
 "وہ کیا؟"  
 "اب تمہاری نگاہ محبت، تمام انسانیت اور ملایا دنیا میں میرے لیے واقع ہیں۔ کسی اور کے ہنسنے میں ہنر تم نے سوچا تو میں آؤں انہی آؤں گے۔ تبیں اس کے کوئی

۱۰ بیت سے لوگ کڑھ کر سنے کے مجھے دیکھ رہے تھے۔ جینا

نہ نہ نہیں یہ لوگوں میرے ساتھ کیا سلوک کہتے :-  
 کیا تم بھی اسنے جیسے میں بتاؤ اسند کر لگے :-

یہ جیسے ملزم کو دی گئی تھی۔  
یہ لباس پہنی کر جیسے کس قدر سرت ہو رہی تھی۔ میں بتا

جیسے کسی بھی سرے پر پیشان ہوئے کی حرکت کریں  
 ہے۔ یہاں قلم اسے بے کوفہ مشکل و درپیش نہیں ہوگی۔ قلم جہاز ہے

۱۹۷



نکل کر اپنی مہذب دنیا میں جانے کے لئے میں سوچ رہا تھا۔  
 جہاز کے کپتان نے مجھے اس مسئلے میں بہت سے وعدے کیے  
 ہیں۔ میں تمام چیزوں کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنے  
 ساتھ لے جاؤں گی اور باہر چھوڑ دوں گی۔ نہیں کوئی مشکل نہیں  
 نہیں کہنے کی۔ لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو۔  
 ”دعا کیا؟“  
 ”تمہیں ہر حالت میں میرے امکانات پر عمل کرنا ہر گاہ میں  
 نے تمہاری زندگی خوف اس لیے پائی ہے کہ تم میرے ساتھ تعاون  
 کرو۔ اگر کسی تعاون نہ کرنے کی سوجھ بوجھ میرے ساتھ تعاون کی  
 کوشش کی تو ایسی چیز تک سزا پائو گے جس کا تصور تم نے کبھی  
 خواب میں بھی دیکھا ہوگا۔ جو کہ تمہاری جان پر آکھیں بند  
 کر کے عمل کرنا۔“  
 ”مگر تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہو؟ اگر یہ بات  
 ہے تو سن تم سارا کچھ بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“  
 ”ہاں ہاں ضرور کرنا۔ ابھی میں تمہیں خوف پر تھانے آئی  
 تھی کہ تم پریشان نہ ہوؤ اور میں تمہیں باہر لے چلوں۔“  
 ”الہی۔ اور کس حکم۔“  
 ”دیکھو کہ تم سے کس کس نے کی ضرورت نہیں۔ میرا ہاتھ پکڑ  
 لو پکڑا دو میرے لئے اپنا ہاتھ لگاؤ۔ اب مجھے کسی غم  
 ہوا تھا جیسے میرا ہاتھ روٹی کے نرم نرم لالے میں جا رہا ہو۔ میں  
 اس کے ساتھ لگے رہنے لگا۔  
 میرے قدموں میں لرزش تھی۔  
 ہمارے گھر سے سلمان اتر آیا جا رہا تھا۔ اس کی ہنسی کی لہر  
 مجھے اپنے کانوں میں سنائی دی۔ اسی وقت کرن ایک بہت بڑی  
 سی ہلکی آواز رہی تھی۔ اس نے مجھے اچانک کے اچانک پریشان کیا۔  
 میرے حواس جواب دینے لگے تھے جیسی آہستہ آہستہ اور  
 اظہر تر تھی۔ پھر وہ اپنی ادھر اظہر گئی کہ اگر میں یہاں سے  
 گر پڑا تو میری جیساں پسلیاں چڑھ کر رہ جائیں گی۔  
 مجھے خوف تھا کہ دوسرے لوگ کہنے لگے دیکھا ہوگا اور  
 بھلے کی طرح کہتے ہوں گے کہ میرے لئے میں کہیں آہستہ  
 آہستہ اپنی جگہ گھوم رہی تھی اور پھر وہ گدی کے نزدیک پہنچ گئی۔  
 پہلی پھیلاڑی اور میں اچھل کر زمین پر آ گیا۔ خراب و جوار میں  
 بہت سے زرد رہسوارانہ راہ دوسرے لوگ گھڑے چڑھنے  
 تھے۔ ان میں بھی لڑکے، بیویوں کی لیکن کسی نے مجھ پر توجہ نہیں  
 دی۔ میں جیلاں کشیدہ وہاں کھڑا ہوا اور سچا ہر دیکھ لوگ  
 کہہ رہے تھے کہ نہیں گئے۔ لیکن دفعتاً وہی رنگ مجھے اپنے ہاتھ پر گھس

کر کہ کسی نام سے حاصل کروں؟“

”بابر داؤد خاں کے نام سے۔“  
 ”لیکن میں۔ میں۔ میں کی اور اپنی کہاں سے کروں گا؟“  
 میں نے پوچھا اور جواب میں مجھے وہی کھٹکناہٹ سنائی دی۔  
 ”میں کی اور اپنی کہاں سے کروں گا؟“  
 بڑھاپا اور بڑھاپا میں کر رہا تھا۔  
 میں بھاری قدموں سے بول کی عمارت میں داخل ہو کر لاؤنڈر  
 کے پاس پہنچ گیا۔ لاؤنڈر لوگ نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔  
 ”کرہ جانیے؟“ میں نے کہا۔ اور اس نے میرے سر سے ملنے  
 دیکھا۔  
 ”اس میں اپنا نام اور پتہ لکھ دیجئے۔“  
 میں نے اپنا نام پتہ اس کی ہدایت کے مطابق اصلی ہی  
 لکھا تھا۔ لاؤنڈر لوگ نے جانی میری طرف بڑھا دی۔  
 ”پانچ سو روپے اور کسے کیسے بناب؟“ وہی پیسے بھڑی  
 دے دیکھے۔  
 ”بب۔ پانچ سو روپے۔“ میں نے بڑھاپے سے جوتے انداز  
 میں جیب میں پھر زوروں کی سرسبز کھسکی  
 ہوتی تھی۔ میں نے جیب سے ہاتھ نکالا، میرے ہاتھ میں پڑے  
 پانچ سو روپے تھے۔ میں نے گردن جھکی اور نوٹ کاؤنٹر لاکھنے  
 حواس کر دیے۔  
 لاؤنڈر لوگ نے نور پور ٹرک پر لہرایا اور۔ مجھے میرے کہے  
 ”کس پتہ پر لے گئے؟“ میں نے کہنے میں آگیا۔  
 آرام رہا اور کشادہ کرہ تھا۔ بہتر پتہ کریم پریشانی سے  
 پریشانی سنے ملا۔ جو کہ پور تھا، میری بکھر اور توجہ کے باطل  
 خلاف تھا۔  
 جہاز میں، میں نے شیوہ وغیرہ درست کر لیا تھا۔ ایک بار  
 نے میرے بال دھیرہ کی لاکھ میٹھے تھے اور میں انسانی تجربہ ہی  
 تھا لیکن یہ سب کچھ تھا اب میری کھڑکی میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ  
 زندگی اب کن راستوں پر سفر کرے گی؟  
 آئندہ زندگی میں مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ یہ سوال ناگھل تھا۔ اب  
 اس کو جواب کاغذ کرنا ناگھل ہی تھا۔ ان کا تو نام و نشان ہی مٹ چکا  
 تھا جن لوگوں کے ساتھ میں زندگی گزار رہا تھا۔ اس عجیب عجیب  
 زندگی کا کوئی اور نمونہ میری کمر میں نہیں آ رہا تھا۔ سلامتی بیچارہ،  
 باقوت و سوت کا شکار ہو گیا تھا۔ اسی طرح جس طرح اس کے اہل و  
 چہرہ کو جاک کر گئے تھے۔ اس کا ایک لمحہ بھی وہی ہوا  
 تھا کہ اس کے ہاتھ لگا ہوا تھا۔ جانشین اس نے چہرہ

نہ سلمان مزدور پہنچا دیا تھا۔ اسے اپنی صدیوں پرانی ملکیت کو چھوڑ  
 کر بیٹھنا پڑا تھا۔ لیکن ہر صورت اس کے بعد اس نے سلمان کو بھی  
 نکالنے سے انکار کیا تھا۔  
 مجھے وہ بڑی اچھی طرح یاد تھی جس کی وجہ سے جہاز میں ہمارا  
 ہوا تھا اور جہاز تباہ ہو گیا تھا۔ یقیناً وہ جادوئی قوتوں کا غارت  
 تھا۔ جس نے بے شمار انسانوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ سب سامان  
 کی وجہ سے ہوا تھا۔  
 بہر طور میں کیا کر سکتا تھا؟ جو کہ بہت جلد ہی وہ تربیت ہی  
 تھی۔ مجھے اپنی عقل و صورت مل گئی تھی اور میں کسی قسم کی  
 میں پھنس گیا تھا۔ وہ بڑھاپا جو میرے لیے اس بڑھاپے  
 سے لگتی تھی۔ اب باطل قریب ہی تھی۔ اور نہ جانے کیا کرنا  
 رہا تھی؟ بھلے نے وہ کیا چاہتی ہے؟  
 میں بیٹھنا سوچتا رہا۔ دفعتاً مجھے اپنے عقب سے ایک ہوا  
 سنائی دی اور میں چونک پڑا۔  
 مکھن کی پکڑ پریشانیوں میں آگے رہو، یہ پریشانیوں تباہی  
 اپنی پیدا کر رہی ہیں۔ ہر اس میں کوئی تصور نہیں ہے۔ تم مجھے بڑھ  
 کھو۔ ایک اور۔ ہر صورت میں تباہی سے ہمارے جان کھٹکی ہوں۔  
 تم کیا کہتے ہو، تباہی ذات میرے لیے کوئی معمولی چیز نہیں ہے؟  
 ہرگز نہیں بابر داؤد خاں، شاید تمہیں اس کا احساس ہی نہ ہو کہ میں کسی  
 انسانی وجود میں سمند پار نہیں کر سکتی تھی۔ اگر میں ایسا کر سکتی تو اس  
 جو میرے ساتھ رہتا میرے بڑی آجاتی۔ لیکن بے پناہ مشکلات نہیں مجھے۔  
 میں تباہی ہی بدن ہو ایک معمولی کی حیثیت اختیار کر کے جہاز کھٹک  
 اپنی حاکم ایک لمحہ کے لیے تھنے لگے خطے میں ڈال دیا تھا۔  
 ”کیا مطلب؟“ میں نہیں سمجھا۔ ”میں نے کہا اور پھر وہی غلطی  
 جتنی میرے کانوں میں گونجتی۔ اب مجھے کوئی بیچارہ وغیرہ نظر نہیں آ رہا  
 تھا۔ البتہ یہ کہیں کہ جہاز کھٹک میں میں تھا نہیں ہوں۔ تب اس  
 نے کہا۔  
 ”میں تھلے سر میں ایک تھا سا کچھ ان کر رہی تھی۔  
 شاید تم اس کھٹکے کو جوں کہتے ہو۔ میں اسی طریقے سے یہاں تک آسکتی  
 تھی۔ تھلے سر اور دھڑکی کے بال بڑھے مجھے تھے اس لیے میں  
 نے میں میں تھلے حاصل کی۔ اور اسی وقت میں پریشان ہو گئی تھی جب  
 اہل و عیال بال لاکھ تھا۔ مجھے کھڑکی سے گرنے لگی تھی۔ وہ  
 میری طرف کی کہانی ایک ایسے معمولی انسان کے ہاتھوں تم ہو جاتی جس  
 کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔“  
 ”اوہ، پھر اس کے بعد کیا ہوا؟“  
 ”اس کے بعد کچھ نہیں۔ پھر مجھے تباہی محسوس کی۔“



نشانہ بازی کی بزم پر پہنچا۔ یہاں مجھ پر ہزار ہا کے عین و انور ملے۔  
 مورد و ہل سے مجھے ہندو ہزار و سب سے مل گئے۔ گرم آج کی کالی اکیس  
 بزم تھی۔ میں ایک دوسرے پر فخری نہیں کر لیتا۔ بتاؤ، لیکن ہر انت  
 بری خوشی کی آفتاب نہیں تھی۔ میں اپنی ہویہ کھسکی دوسرے اکیس  
 ہزار روپے کا ایک بن گیا تھا۔ اب اگر صورت حال یہی رہی تو وہ  
 وقت زیادہ دور نہیں تھا۔ جب میں پیش میں نمایاں شخصیت کا  
 حامل بن گیا۔

پہلوؤں کا وہ کچھن : اٹھائوں، ایسی زندگیاں تو بہت ہی کم عمریوں کو ملتی ہیں۔

پھر آہستہ سے مہنس پڑی۔

ناوہ محسن کے فضل میرے پاس لاکھوں روپیہ موجود تھا۔ چنانچہ



ہمارا رانا مسودے، اچھے، واحد کو تم اپنے نگر کا پڑھو  
 بنا دو۔ دو تم سے کتنے تو تم بہ انکشاف کو دے گا اور حقیقت  
 تم رانا مسودہ جو ایک بہت بڑے بیو پارڈین لہو کو رانا مسودہ کی کچی  
 ہے۔ وہ رانا مسودہ کے اچھے، ایک کبیل کھینچا جاتا ہے۔ تم اس کے  
 ساتھ بھر پور غلام کو دے۔ جس میں غزوات وابت ونبی بلکہ بلوں گے۔

۱۰ اب تک کہ تم مجھے پہچان سکتے ہو تو میں اعلان نہیں کر سکتا۔  
۱۱۔ یعنی میں تم کو کیا کر سکتا ہوں؟

میرے ہمارے کہتا ہے اس خیال نے بڑی دھڑل سے دی اور میں نے کون  
جو کہا۔

کبھی یہ جاننے لگا کہ خوش نہیں کی کہنا اعلیٰ سر کی گز رہی ہے، وہ  
 بڑے محبت و عشرت سے اپنی زندگی کی جانب نگاہ نہ تھے کہ اچانک  
 بڑی بیکم صاحبہ یار ہوئی ادا کی جیسے کے اندر اندر حل ایس ہو گیا  
 بڑے رانا صاحبہ اب آزاد ہو گئے تھے، جو کہ اگر ان پر کوئی نامزدی  
 پابندی تھی تو بڑی بیکم ہی کی تھی خود تو سلسلہ زندگی میں و عشرت  
 میں گزار دی، کبھی کہہ کر کہہ دیا، رانا صاحبہ گیسے جو دولت کافی، کبھی  
 اسے اپنی ملکیت نہیں سمجھا اور بڑے رانا صاحب کو بیشہ بڑے بھائی  
 کی حیثیت دی، ان کی بیشہ کفالت کی ان کے جائز و ناجائز اسراف  
 برداشت کرتے رہے، کبھی ان تک نہیں کی مڑ مڑا بڑے ہی اچھے انسان  
 تھے۔ ۱۰۔



وہاں پہلے اسے سجانے کی کوشش کی مگر اس کا کوئی  
نتیجہ نہیں نکلا۔ مت صاحب کا اپنی سرگرمی میں بھی غصہ و حسرتیں  
کیونکہ وہ بوجھ کی وجہ سے ہتھ بے بس تھے۔ ات دنوں  
کے درمیان بنگلہ دار کا ایک ملن سندھ سے فرما جو جب کہ  
دلت تھی بھارت کا۔ کہی میں اس شخص سے بڑا طریقے سے جو  
اور نہ بجا رہے خود کو رہا آخر کے میں جیتے میں فساد کر دیا۔ انہوں  
نے اس سے ملنے بیٹھے نہ کر دیا تھا۔

چیت کو لگا کر میں نے پھولے ہوئے ..... سانس کے ساتھ چل رہا تھا۔

168

بیرم سنسز

کام ملک اور دولت ہے۔  
 راجا مسعود بن سب میں جو بڑا متدیکس اس کی کہانی نہایت  
 عجیب ہے۔ راجا مسعود ایک رڑکی کو جاتا تھا جس کا نام گھر خٹھا۔  
 گھر خٹھا خاندان کی رڑکی تھی۔ ایک ایسے گھرانے کی جیسٹم دھبہ راغ  
 جو کہتا تھا کہ گھرانہ رانا فیلی سے شطرنج ضرور تھا لیکن رانا  
 فیلی کی شطرنج کے زمانے میں بھی اس کی ساکھ بہت زبردست  
 تھی اور گھرانے کے گھرانے کی رڑکیوں اپنے خاندان سے گھرانوں میں سے  
 بیاباں شطرنج۔

اور خاموشی سے کہیں چلا گیا۔ اس کے بعد رانا مسعود نے رانا اعلیٰ کا رخ نہیں کیا۔ بہت عرصے تک اسے تلاش کیا گیا، لیکن اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔

نہ کسی اور سے، بس زیادہ تر زیرِ آفتاب ملک و ممالک کا ہی ہے۔ رہا تھا جو  
نئے بانیہ اور کے حسابات و فیروزہ سمجھا رہا تھا۔ اسے ہر لمحے زمینوں  
نئے مسائل اور دوسری چیزیں ہی جانی تھیں۔ میں جب وہ نئے تمام الجھی ہوئی  
اور تکرار رہا تھا حالانکہ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

”سورہ ہے میں۔ کیوں کوئی خاص بات؟“  
”میں نہیں۔ ہماری تحویلیں ملے دستہ دو۔“ سنہ غم عالم  
نے کہا۔



نہ کہ ہر کوئی کے در و درت نہ کہ ہر کوئی کے گل و زرخ کے  
چہرے پر خوف کے آئینہ نمودار ہو گئے تھے۔ جس اور ستارہ عالم  
وہی رنگ گئے تھے گل و زرخ پہلے جہندہم کے غافلے پر ایک  
زور نگاہ کر سی بھلا جو تھی۔ وہ صورت جسے سسر کے نام سے  
پکارا گیا تھا وہ سلیم کے پاس بیٹھ گئی تھی شاہ عالم تھوڑی دیر  
تک کوسے کے اطراف نگاہیں دوڑاتا رہا۔ اور جب اس نے  
جامد مل طرف المینان پایا تو وہ زور کھول کر بہرنگا گیا جس نے  
اٹھ کر اس کے ساتھ بہر جانے کی کوشش کی تو اس نے بے  
پہی رسیدک دیا اور کہنے لگا۔  
آپ یہاں کا خیال رکھیں میں زیادہ دور نہیں جوں کر سے  
شخصہ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ اس نے دوسری صورت کو  
آواز دی اور وہ صورت شاہی پر ایک مثال ڈال کر کہے سے  
بازرنگ گئی اب کرسے میں صرف گل و زرخ اور میں رہ گئے تھے با  
مہر وہ بوجہ جو گہری نیند میں تھا۔ سات سال کا ایک خوبصورت  
ساجد جسے دیکھ کر باخبروں میں بھرپور کھل چاہے۔ ایسے میں بچہ  
بہت ہی کم ہوتے ہیں جس نے بخت بھری نکاحوں سے اسے دیکھا  
تو زرخ بچے تک نہ تھی۔ مہر سیر اس سے نکاح میں نہیں تو اس  
نے آنکھیں جھپکیں اور آہستہ سے بول۔  
کیسے ہو سوسو؟  
چیک ہوں۔  
ہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس نے شکایت آمیز  
ہیسے میں کہ میں خاکشیں رہا۔ اول تو زہنی طور پر میری کس  
منزل میں تھا۔ جب مدائی ٹھنکو کرنے میں خاصی وقت پیش  
آتی ہے میں تو ان مراحل سے کبھی گزر چکا تھا لیکن میری عجیب و  
غریب غصہ نے یہ کہ از کم زندگی کے باقی سال کم کر دیئے تھے  
نیکل و صورت چہرہ و جہالت سے میں اب شاہیں اٹھا نہیں  
سال کا کوئی نوچوں نظر آنے لگا تھا۔  
لے اپنی نظرت میں ہی نمایاں تبدیلی محسوس ہونے لگی تھیں  
اور یہ سب کچھ اسی کا سلیقہ تھا۔ ماسہ حالات میں میری ان باتوں پر  
کوئی بھی نہیں کرتا لیکن جو کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ تو میری  
نگاہوں کے سامنے تھا۔  
مہر سے ملت میں نہیں کرو گے مسودہ میرا کیا قصور تھا؟  
بتائی تم جس طرح مجھے چھوڑ کر گئے تھے اس کے بعد میں کس کے  
سمارے ہو چکا کرتی کوئی علم تھا مجھے تبار سے بار سے میں  
کہہ کر گئے تھے تم مجھ سے؟ اس نے سوال کیا اور میں گہری

ماضی سے کراتہ دیکھنے لگا۔  
اب میں باتوں کی یہ ضرورت نہیں کہ میں اب اس  
ایک مقدس ستون کو جس میں تبار سے بار سے میں اب اس  
غلط انداز میں نہیں سوچ سکتا۔  
ان تم سب سے بار سے میں کسی خط انداز میں نہیں سکتے  
لیکن میری زندگی کو جو زخم گئے ہیں ان میں کوئی بھرتہ نہیں  
ہوں آگئے آخر۔ تم جانتے تھے سوسو کہ میں نہ نہ کی میں صرف  
نہیں کو جا رہے تھے میری پہلی اور آخری چاہت تھی۔ میرے  
سامنے نہ آتے تھے وہاں ہائی ننگ سکون سے گزار دینی نہیں نہ  
یہاں آگئے تھے میرے بے سکون کردیات ایک بخت ہو گیا وہاں  
آئے ہوئے کچھ سے ملنے کی کوششیں کی کہ کہیں کہاں نہ  
دیکھا۔ دنیا کا خیال بھی تھا در خود میں لاش کرتی بولی تم  
تک پہنچ جاتی۔  
کھل رشتہ۔ اب ان باتوں کی ضرورت نہیں خیال رکھو کہ راہ  
مل کی حقیقت پر رشتہ سہارے زبان سے نکلا جو کوئی بھی  
لفظ نہیں رسوائی کے گڑھوں میں دھکیل دے گا۔ اور بارے  
وہ دشمن جو سلیم کی جان لینا چاہتے ہیں مودہ پکڑ جائے ان  
باتوں سے ناغہ نہ بنائیں گے۔  
مسودہ میں مانتی ہوں کہ میں ایسی بائیں کر رہی ہوں۔  
جو مجھے نہیں کرنا چاہیں لیکن مجھے میری زندگی کے بن مادہ  
وسال کا حساب تو دے دو جو میں نے اس میں ڈوب کر کائے  
میں۔ رشتہ ہمارے مروجہ بہت اچھے انسان تھے انہوں نے میرے  
میرے دل کوئی کچھ نہیں کس تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیا۔  
لیکن انہیں یہ بات نہیں معلوم تھی کہ میرے اور تبار سے بائیں  
کوئی ایسا سلسلہ چل رہا ہے وہ نہ مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی جائے  
دیہان نہ آئے۔  
چیک ہے گل و زرخ۔ لیکن تصور یہ نہیں ہے۔  
تبار سے غلاموں کی مالک کردہ شہ طیس اس قدر سخت تھیں اس  
دھول میں رہ کر رانا ناچا گہر کی دولت کے بل بوتے پر جس  
نہیں حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی  
مدد نہیں کر سکتی تھیں کیا تم اس وقت جرات سے کام  
لے کر یہ نہیں کہہ سکتی تھیں کہ تم رانا ناچا گہر سے نہیں۔ رانا  
مسودہ سے شاد کی کرنے کی خواہش مند ہو۔  
میں نے کہا تھا۔ میں نے ایک ایک سے پیچہ چیر کر کہا تھا  
لیکن کچھ سے میری پسنی۔

تو اس میں یہ تصور کیا ہے۔ مجھے جواب دو۔  
تم چاہتے ہو مجھے یہ ہے۔  
میں نہیں سمجھتا کہ میرے جانے کی وجہ کیا تھی۔ اگر  
میرے یہ سوازیں ثابت ہیں تو ان کو کیا جانا۔ تو مجھے جانے کی ضرورت  
نہ تھی اور وہ اپنے میں نہیں ایک حق انسان نہ نہ کی  
نواہیں۔ یہ تھا لیکن خود برنامہ انہوں نے تعلق نہیں کی۔  
اب میں یہی تھا۔ یہاں تھا۔ کل رات کی سہیلی کہ  
میں کو بچے نہیں چھوڑے۔  
ارے۔ وہ تو ان کی سہیلی تھیں۔  
اگر ان۔ مثلاً عالم اور شمسہ۔  
اب۔  
شمسہ کون ہے؟  
مثلاً عالم کی بیوی۔ بے چاری میرے پاس ہی رہتی ہے  
سلیم کی زندگی کی حفاظت کے لئے اس نے بھی خود کو وقف  
کر دیا ہے۔ وہ تو بڑے ہی معادن رہے ہیں۔ میرے سواگر۔  
نہ ہوتے تو جانتے مجھے کتنی حالات کا شکار ہونا پڑتا۔  
سلیم پر اس سے قبل ملے ہو چکے ہیں۔  
یہ شکار۔ کچھ لوگ اس معصوم کی جان لینے کے خواہاں  
ہیں ایک بار جب میں اس کے ساتھ باغ میں تھی خدا جانتے  
کہ میں سے سلیب نکال آیا وہ تو خیریت تھی کہ میں نے سانب کو  
دیکھ لیا اور اس وقت مال نے اپنی جان بھر دیے ہیں ڈال کر  
سانپ کو مار ڈالا۔ سانپ بے انتہا ہرلا تھا اس کی تعذیب  
بعد میں ہو گئی اس کے بعد ایک روز میں سلیم کو سیر و فطرح کرنے  
پہلے جاری تھی کہ کھلا چاک ٹری طرح بجلی کے ایک بجے  
سے ٹکرائی۔ ہمارے چوہ میں آئی تھیں لیکن زخم معمولی نوعیت کے  
تھے اور پھر ایک شام سلیم کے اوپر ایک ذریعہ آگرا۔ ایک لمحہ  
دو عوارہ صر جاتا تو اس کا بدن کچلی کر ختم ہو جاتا۔ اس کے  
سلاخ بھی کئی بار سلیم پر اسی طرح کے حملے ہو چکے ہیں جو بظاہر  
اتفاق سے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی نوعیت ایسی ہی ہوتی ہے کہ  
سلیم کی جان چلی جائے۔ قاتلی کھل کر اس پر حملہ نہیں کرنا چاہتے  
لیکن اس طرح کی کوششیں کر رہے ہیں کہ وہ معصوم جان سے  
اتھو دھو جائے۔  
نہیں۔ میں سے کوئی ہمد و نہیں ہے۔  
کیا کہہ رہے ہو مسودہ۔ وہ میری لڑا ہے میرا چہرہ لیکن  
دل کی ایک بات میں نہیں ضرور بتا دینا چاہتی ہوں۔

ان۔ ان کہو۔ میں نے اچھا۔  
اس دولت اس کو تو اس میں سے مجھے کوئی دلچسپی  
نہیں ہے میری زندگی میں میرا وہ کچھ ملے چکا ہے جو میری طلب  
میں ہی آتا ہے۔ اس کے بعد تو یہ زندگی صرف تھیں کہ نہیں ہے  
کاں کوئی سلیم کو اپنی غلوں میں نہ اپنا اور خود تہا تو انوار آزاد  
ہے اور آزادوں سے زندگی بھر کتنی ہے جس کو گوتے کو اپنا لین  
اور اپنی زندگی میں نکون سے گزار دینی اچھا کرو مجھے اب اس  
دنیا کی طلب نہیں۔ میں اپنے لئے اب کچھ نہیں حاصل کرنا نہیں  
چاہتی۔  
شک ہے گل و زرخ۔ لیکن تبار بیلانہ نہیں اس کی زندگی  
کے لئے سب کچھ کرنا چاہتا۔  
میں جانتی ہوں لیکن میں بذات خود مردہ کیفیت میں ہوں،  
رانا مسودہ میں مردہ ہوں۔ کھل زرخ کی سسکیاں ایک بار پھر  
اُبھرنے لگیں۔ میرے کسمیرے میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے؟  
ایک بتا چاہتی ہے کچھ سے۔  
بہر طور میں نے مجھے کی کوششیں بھی نہ کی تھیں وہ دیر کے بعد  
مثلاً عالم اندر آ گیا۔  
اب حالات بہتر ہیں میں نے چار آدمیوں کو اس کی کرسے کے  
کر و لیاٹ کر لیا ہے میرے خاص آدمی ہیں اور وہ جاگ کر یہاں  
کی حفاظت کریں گے۔ آؤ۔ میں مثلاً عالم کے ساتھ باہر نکل آ رہا  
مثلاً عالم آہستہ آہستہ اپنا ہا میری خواب گاہ کی طرف چل رہا تھا۔  
یہ صورت بلاوجہ نہیں ہے میں بڑے عوز و خوس سے اس  
کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اکثر کبھی کبھی راتوں کو کوسٹیں کی  
آوازیں اُبھرتی ہیں اور کسٹیں پوٹش کو جہاں دیکھا جاتا ہے۔ ملازمین  
ڈر کر اپنے اپنے کمرے میں لوٹ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ کچھ  
بھی اس صورت سے خون نہ رہے۔  
کیا اس نے کوئی ایسی کا دعائی کا جس سے کسی لازم کو کوئی  
نقصین پہنچا ہو۔  
ان۔ ایک مرتبہ دو ملازموں نے اسے گرفتار کرنے کی کوشش  
کی۔ لیکن وہ اس کے بدن سے گزرنے ہوئے چلے گئے۔ اس  
وقت سے یہ روایت بہت زیادہ ہونے لگی ہے اور اب  
کوئی غلام اس کے راستے میں آئے کی کوشش نہیں کرنا۔  
تبار کیا خیال ہے مثلاً عالم۔ یہ صورت کیا چیز ہو سکتی  
ہے؟  
سو فیصدی۔ کوئی قراڑ۔ کوئی ایسی معنوی چیز جسے کسی

خاص ذریعے سے مل ہی گھمایا جاتا ہے، لیکن میں جانتا ہوں۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ ان لوگوں کا ایک سلاخ ہے۔ عیب دوم اپنے اس طرح کے حملوں میں ناکام رہے فرانسیز نے مجھ کو لای کھیل شروع کر دیا ہے اگر کسی خاص موقع پر سلیم کو کوئی حادثہ پیش آجئے گا تو اس کا ذمہ دار اس مجھ کو قرار دیا جائے۔ مجھ کو مجھوت کی کارکرنگی پر کون کیا کر سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہی قسم کی کئی سلاخ ہے۔

”تم نے خود کبھی اس کے سلاخ فتنے کا کوئی شے نہیں کی ہے“

”مجھ میں فوکلڈی فتنے نہیں ہوں میں بھی محلات سے کسی مذہک متاثر رہتا ہوں، اہم، جب مجھ کو مجھے محکمہ تھی کا آؤر سٹائی وینج ہے میں سلیم کو انجی شریلی میں لے لیا ہوں، اس سے پہلے شہس اس پر وجہ کی سہنا ہے ہوتے تھے اور فیروز ساقی بھی لیکن اب میں عیسائی کرنا ہوں کہ تمہارے مضبوط اور جڑا سہارا نہیں تھے۔“

”میںوہ شاہ عالم ایک ہاتھ کھیل کر بتاؤ؟“

نہیں رات صاحب۔ یہ بھی میرے لبس کی بات  
میں آپ کو اشارہ بھی نہیں دے سکتا۔ اس نے جواب  
میں کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ وہ بڑے دلکش اور  
شخصیت جو سکتی ہے جس کے احترام میں شان و شوکت  
ہے آخر کوئی نہ کوئی تو ایسا ہو گا جس پر شان و شوکت  
وہ نہیں آدمی ہے صرف کچھ معلوم دیکھ کر تصور بناس کر کے  
ذہن میں نہ ہو گا بلکہ اس نے کسی پوزیشن پر غور بھی کیا ہو گا۔  
سر پہنے سوچتے وقتا میرے ذہن میں ایک شکستہ سی چیز  
راتا جا رہا تھا۔ کیا شاہ عالم کو رات جبار پر شبہ تھا اور وہ بغیر  
اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے جس کا شان و شوکت کو احترام کرنا  
پڑتا ہو لیکن۔ راتا نیلہ کیا تھے بے ہمتی سے وہ کھنڈا چلبیسے  
وہ کو کوششیں کیوں کر گیا ہے۔ ایسی کوئی بات ہے نہ  
نئے سوچا۔  
خاتون رات گئے تک ہم دونوں جاگتے رہے اس کے بعد  
کوئی آواز سنائی نہ دی مجھے نیند اس کی نہیں چٹا پیہ میں نے  
سننا و حال ہے کہا۔

۱۔ یہ سبھی زور و لہریں خود سفیل ہیں۔ یہ جلا فرشتہ بنا ہے کہ  
 وہ بھی گھر کے بیٹے کو اس وقت تک محفوظ دےں جب تک وہ جوان  
 ہو کر خود یہ تمام وار سفیل کے کالی ہو جائے۔  
 ۲۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس بچے کو مستقبل شدید  
 خطرہ ہی ہے۔

۱۰۔ اس مددک جاہلی رہے گا کہ اسے اپنا عہدہ کرنی  
 دگر ہی نہیں مل سکے گی لیکن اس کی ضرورت بھی نہیں ہے اس  
 کے پاس اتنی جائیدادیں ہیں کہ وہ ساری زندگی میں دُشہرت  
 میں گزار سکتا ہے اس کے علاوہ محلِ مُرخ، بکیم لے جو تعلیم دے رہی  
 ہیں وہ بھی خواہت مناسب ہے میں خود کہ ایسے استاد کے چکر  
 میں بھی تھا۔ جو اسے گھر پر تعلیم دے سکے لیکن پھر وہی خیال  
 آجاتا ہے کہ کہیں استاد اس کے دشمنوں سے لڑ جائے اس  
 طرح اسے آسانی ملا کہ کیا جا سکتا ہے۔  
 - تم کب تک اس طرح اس کی حفاظت کرتے رہو گے۔

شاہ عالم چاہے

سے پہلی کوشش کر دی کریں گے کعبہ ہلاک کر دیں اور اب تو  
 آپ جیسی آگئے ہیں، اوہ: و نفا شاہ عالم جو کچھ پڑا۔  
 - کیوں کیا ہوتا ہے؟  
 - رانا صاحب ایک بات کہوں؟  
 - ہاں کہو۔

• ممکن نہیں ہے ویسے آپ کو شش کر دیں۔  
• کیا کچھ لوگوں کو اس سلسلے میں متحرک کیا گیا ہے کہ وہ رانا  
جبار کی رہائش گاہ پر سیر نہ کریں۔  
• ہاں دو ملازم رہتے ہیں اور رانا جبار نے انہیں ہدایت  
کی ہے کہ وہ اس طرف کو نہ آنے دیں۔  
• کیا مجھے سن اس سلسلے میں روکا جائے گا۔  
• میرا خیال ہے نہیں کہہ سکتا کہ آپ ان کے بھائی ہیں آپ سے  
زیادہ قریبی آدمی اور کوئی ایسا آج تک اس میں نہیں آیا جو رانا  
جبار کے ہمدردیت رکھتا ہو مگر یہ لازم آپ کو روکنے کی  
کوشش نہ کریں۔  
• ٹھیک ہے میں آج رانا جبار سے ملاقات کی کوشش کروں  
گا۔ یہ ممکن ہے کہانہ۔  
• دن کو نفسیاتی سٹے سے گیارہ بجے میں تیار ہو کر چل پڑاؤں





لیکن میں نے دولت خاں یاں بھی دیکھا تھا۔ میں نے کئی دفعہ جو کچھ  
 ہو گیا اس کو اب وہیں تو نہیں لایا جاسکتا۔ انہیں اپنی اولاد کے  
 لئے خود کو فیر کر دیا جائے۔  
 کبھی سامانی سے بات کر رہے ہوں تو خود کوئی نرسوئی نہیں  
 دے سکتے۔

مجھے ہے کہ ترائی لینا چاہتی ہو۔ میں نے سوال کیا۔ اور  
 کئی دفعہ جیب سے نکال کر دیکھنے لگی اس وقت شاہ عالم  
 چار سے پاس پہنچ گیا تھا۔  
 کوئی ضرورت ہے جو ملے گی۔ اس نے سوال کیا۔  
 نہیں، میں یونہی سیر کرنے نکلی ہوں، سلیم گھبرا رہے تھے۔

گل رخ نے کیا۔  
 سلیم ملتا ہے آپ اپنے نکال سے تول لے لیں گے،  
 نکال آپ کو جیتا ہے۔ کبھی کبھی سنا ہے کہ آپ کو بیت سی  
 جینری دی گئی۔  
 سلیم نے اپنے معمول سے نکال سے لے لیا اور مجھے اس  
 بچے پر یہ اختیار پڑا گیا۔ میں نے اسے گود میں اٹھایا تھا۔  
 ہندو شاہ ہے جو کچھ لگے گا، ہم دیکھیں گے، بتاؤ بیٹا نہیں  
 کیا چاہیے۔

نکال مجھے کھلوئے چاہیں، خوب صورت خوب صورت،  
 رنگین رنگین۔  
 نکال ہے جی تم نے پہلے ہی نہیں کہا، شاہ عالم سلیم کے  
 لئے جسے بھی کھلوئے ہزار مل سکتے ہوں، خرید لاؤ۔  
 میں ایسی بات کئے دیتا ہوں۔

اور سلیم ملیں۔  
 اور وہاں بھی مجھے اچھی لگتی ہیں۔ سلیم نے جواب دیا۔  
 شاہ عالم ہنساں بھی لائی ہیں۔  
 جی بہتر سلیم ملیں جو ملک میں کے دو حاضر ہو جائے گا۔  
 نکال آپ چار سے ساتھ نکال لیں سکتے ہیں؟  
 ان سے کچھ نہیں، نکال بل کھلیں گے ہم۔ میں نے کہا۔  
 شاہ عالم نے جیب سے نکال لیا۔ دیکھنے لگا تھا۔ میں  
 نے اس سے کہا کہ نکال بل لیتا ہے اور خود کوئی دیر کے بعد  
 نکال لیا کر دیتی تھی۔

میں سلیم کے ساتھ نکال لے گئی تھی۔ میں نے ایک مین  
 جھوٹے کی بھی جہاں سے چاروں طرف نگاہ رکھ جانے۔  
 شاہ عالم بھی یہ چھوڑا تھا۔ خود لاشی لڑی جیب سے نکال دی

تھی، سلیم کی ہر لمحہ موت کی آغوش میں کوئی دیر تک وہ  
 میرے ساتھ کھینچا رہا۔ بیت خوش نظر آ رہا تھا، معلوم ہوتا  
 میرے پاس سے جو تیری پارسی پارسی باتیں کیں، گل رخ خاموشی  
 سے ایک جگہ بیٹھی رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد وہ سلیم کو لے  
 کر اٹھ گیا۔

شاہ عالم نے سکون کی گہری سانس لی تھی، پھر وہ ہر  
 تھوڑے سے سیر کیا۔  
 آپ نے بڑا خطوط مل رہا تھا، نا مسودہ اس نے کہا۔  
 یہ خطوط مول لینا ہی پڑے گا، میں ان حالات کو مزید  
 آگے بڑھانا چاہتا ہوں، میں بھی تو دیکھوں سلیم پر ہمارے  
 واسے کون ہیں، ہم لوں کر یہ سے لے لیتوں بیٹا کر دو۔

بیتوں میں آپ کو پیش کر دوں گا، بقدر اس وقت بھی  
 میرے پاس ایک چھوٹی آٹو میٹک موجود ہے، یہ آپ رکھ لیں۔  
 اس نے اپنی بیب سے ایک بیتوں نکال کر بیٹ سے حواس کر دیا۔  
 شیک ہے۔ سلیم کو اب آہستہ آہستہ اپنا لائیں گا۔  
 میں اس خوف و ہراس کی غفلت سے نکلتا جا رہے۔ دیکھیں تو  
 سبھی وہاں دیر و دیر کون ہیں؟  
 شاہ عالم نے کوئی جواب نہیں دیا، جیسے اس نے مجھ سے

کہا۔  
 سلیم ہاں کے لئے کھلنے دینے دینے دینے کا بندوبست  
 کر دیا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔  
 میں خود ضرور، جو کچھ اس نے کہا ہے وہ اس کے  
 لئے مہیا کر دو۔ بے جا رہا۔ آپ کی ذہنیت سے یہی مراد ہے۔  
 اور۔۔۔ اور۔۔۔

اور کیا۔ شاہ عالم نے کہا۔ میں نے جلدی سے خود کو  
 سنبھال اور کھینچ لیا۔  
 میرا مطلب ہے زندگی کی اٹھانوں سے بھی۔  
 اس نے اس بے جا رہنے کی باتیں سن کر۔ شاہ عالم نے  
 کہا اور چلا گیا۔ میں نے خود کو سنبھال لیا تھا، وہ میں نے کھینچ  
 دیا تھا کہ وہ ماں کی محبت سے یہی غور رہے، ان کے لئے اسے  
 وہ پانچویں دیا تھا جو ایک ماں اپنی اولاد کو دیتی ہے، بچانے  
 کے لئے وہ ماں کی مٹا سے غم نہ تھی، اس کی ایک ہی وجہ ہو  
 تھی کہ وہ تھی اور وہ شاید یہ کہ اس نے لانا پانچویں دیا تھا  
 قبول نہیں کیا تھا، دل سے بھی اور ذہن سے بھی، جس طرح  
 وہ کہہ رہی تھی، اس سے تو یہی انداز ہوا تھا، لیکن اس

میں بے جا رہے سلیم کا کیا قصور تھا۔ وہ تو جو میرے درمیان کی غزلیوں کا  
 شکار ہو رہا تھا، میں اس سے غم نہ کر رہی تھی، میں نے دیکھا ہی کیا تھا، مجھے  
 اس سے کچھ بے پناہ تھی، آشاہ عالم نے سلیم کے طلب کرنا فائدہ کھلوئے  
 دینا تو میرے سامنے ڈھیر کر دیں، اور میں نے سب سے کر سلیم کے پاس  
 پہنچ گیا۔ اتنا خوش ہوا تھا وہ بچہ، ان تمام چیزوں کو دیکھ کر جیسے اسے  
 کائنات کی تمام دولت مل گئی ہو، رنج مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ  
 رہی تھی، میں نے اس سے نگاہیں ملائی تو وہ نہیں پڑی۔

میں نے اس میں جیسی کی کیا بات ہے۔  
 میں دیکھتی ہوں کہ وہی والی شے آتی ہے کہ بن مانگے موتی لیں  
 مانگے شے ہو چکے۔

کیا مطلب ہوا اس بات کا۔  
 کہہ کر لوگوں کی خوشیاں کسی کو کسی قدر عزیز ہوتی ہیں، اور کچھ  
 لوگ ساری زندگی اس سببوں میں دوپہہ رہتے ہیں۔  
 یہ تھیں ایسی باتیں نہیں کہ چاہیں کسی رنج تم میرے طور پر  
 بھائی کی جی ہو۔

ہوں نہیں تھی، سارا وہ بھی اپنی مرضی سے نہیں بنائی گئی ہے۔  
 شادی مسئلہ تھی تھی۔  
 لیکن اب تو وہ سب کچھ ہو چکا ہے جو ہونا تھا اب ان۔  
 باتوں سے کیا حاصل۔

شیک بچہ گل لٹا ہے بے رخی سے کہا میں وہاں سے باہر نکل  
 آیا سمجھ گیا نہیں آیا تھا کہ اب لے کر تات وقت پہلے گر کر پڑنا چاہیے  
 اپنے کمرے میں اگر ایک بار پھر میں نے اپنی نادیدہ فتنہ کو پکارا اور  
 اس بار اس کی آواز مجھے اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔

کیا بات ہے، کچھ اچھے بولے نظر آتے ہو؟  
 حالات سے تم واقف ہو۔ مجھے کب تک یہاں اس ہوگوار  
 ماحول میں زندگی بسر کرنا ہوگی؟

ایک مخصوص وقت تک جیت تک میں چاہوں۔  
 لیکن تمہارا یہاں سے کیا خادوا ہے؟  
 میں۔ وقت آنے پر نہیں بتا دوں گی تم خواہ خواہ اچھوں  
 کیوں چھنے ہوئے ہو یہاں سب کچھ موجود ہے لوگ تمہاری عزت  
 کرتے ہیں، تمہارا اقبال کرتے ہیں، جتنی تم اگر چاہو تو یہ سب کچھ جو  
 یہاں موجود ہے اس کے ایک بھی بن سکتے ہو اور دنیا ملک۔  
 وہ کیسے تو میں نے سنبھالنا انداز میں ہی چھا۔

دیکھو بار دادا خن، زندگی لیش کرنے کی میرے لئے خواہ  
 فوہ اپنے آپ پر بڑھا پا لاری کر رہا ہے آئینہ دیکھو میں نے نہیں  
 جو کچھ وہیں کیا ہے اس سے لطف اندوز کیوں نہیں ہوتے تم۔

دولت کے شائق تو نظر آتے ہو لیکن دولت کے ساتھ جو اور  
 لوازمات ہوتے ہیں ان سے منہ کیوں موڑتے ہو۔؟

اور لوازمات سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟  
 عیش و عشرت، حسن و جمال، دھن و موسیقی یہ سب کچھ  
 انسان کی زندگی میں اس طرح شامل ہیں کہ ان سے الگ نہیں رہا  
 جاسکتا، جوانی ایسی ہی چیز ہے اور وہ جوانی جو کھو کر واپس آجائے پہلے  
 سے زیادہ قیمتی محسوس ہوتی ہے۔

لیکن میں اس قسم کا آدمی نہیں ہوں۔  
 نہیں ہوں تو ہوں۔ ورنہ اس کے لطف کی زندگی گزارتے ایک  
 بار پھر لوٹے ہو جاؤ گے۔ جوانی لطف پر نہ سہی ذہنی طور پر، جوانی  
 طور پر تو میں نے نہیں دو سب کچھ دے دیا ہے جس کا تم یا کوئی  
 بھی نہیں سمجھتا، میں نہیں کر سکتا تھا کسی سے پوچھو۔ کسی ایسے شخص  
 سے پوچھو جو اپنی جوانی کھو چکا ہو اور اپنی جوانی میں اپنی آرزو لیں  
 پوری نہ کر پایا ہو اگر اسے پھر سے جوانی مل جائے تو وہ کس طرح اس  
 جوانی کو استعمال کرے گا کبھی تم نے اس مسئلے میں بھی سوچا۔

بار بار دماغ۔  
 کیا کروں۔ ذہن اس طے شدہ رعب نہیں ہوتا۔ دل نہیں لٹتا۔  
 لیکن نہیں مانتا دل، آخر مجھے بتاؤ تو سن، کیا تکلیف ہے

تمہیں۔  
 کاش تم میرے حالات زندگی جتن سکتیں۔  
 جانتی ہوں۔ ایک ایک بات جانتی ہوں تمہارے بارے  
 میں مجھ سے کیا چاہتا ہے۔؟  
 اور۔۔۔ تو میرے میسر بن چاروں کو بھی جانتی ہو گئی، میں کی

لے آؤ وہ ہے۔  
 میں نے کہا سب کچھ جانتی ہوں لیکن ابھی اس مسئلے  
 میں کوئی بات نہ کرنا وقت آنے پر تمہیں بہت کچھ بتاؤں گی۔

پہنہ نہیں وہ وقت کب آئے گا۔  
 جب بھی آئے لیکن اس وقت تک نہیں میرے امکانات  
 پر چنا ہو گا اور سزا اگر تم نے میرے امکانات سے انحراف کیا تو  
 نقصان ہی اٹھائے گے۔ میں کسی کو کچھ نہیں دیتی، لیکن اگر دیتی  
 ہوں تو پھر یہ چاہتی ہوں کہ وہ میرے پاس دینے کا احترام کرنے تم  
 جو کچھ چاہو بار دادا خاں، جس انداز میں تم اس ملک میں داخل ہوئے  
 ہو وہ یہاں کے قانون کے لیے بھی قابل احترام ہے، میں اگر چاہوں تو تم  
 تو کوئی بھی تمہیں زنداں میں بھیج سکتا ہے، میں اگر چاہوں تو تم  
 باج ہو سکتے ہو، میں اگر چاہوں تو تمہارا بھلا داپس آسکتا ہے لیکن  
 میں یہ سب نہیں چاہتی، میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے جسے اپنا سکا۔

نہیں مگر کسی کسی زمین کا شکر بوجھ کر نہیں دے رہے ہیں۔  
 اس کے علاوہ بعض اوقات میرٹھ کی زمین پر  
 آتے ہیں مگر اس ان پر مل کر نے کوئی چیز نہیں  
 بلکہ صرف ایک بات ناگوار گذرتی ہے کہ وہ زمین  
 سے انحراف کر دے جو کچھ میں کہوں وہ ضرور کرنے پر آمادہ  
 ہوں مگر تم نے کہہ کیا تو پھر تکلیف پاؤ گے اس کے علاوہ  
 جو کہ آئے وہ کرنے پر آمادہ ہوں مگر ان کے ذکر کے لئے  
 نے گہری سانس لے کر گردن بڑا دی تھی یہ انداز میرٹھ سے  
 اہمیت کے حامل تھے۔ اس سے زیادہ دیکھو اور کیا  
 اس سے راز کھنڈ اور کیا مل سکتا تھا تو میرٹھ کے  
 کوئی دھندہ باقی نہیں رہا ہے۔ یہ بہت بڑی بات تھی  
 اور اس کا ملکی ثبوت بھی مل گیا۔ شاید عالم کبھی  
 تھا اس نے ملنے ہوئے جہ سے درخواست کی تھی کہ میں  
 خیال رکھوں اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔

ایک صاحب نے ماہر نفسیات سے اپنا مسئلہ بیان  
 کیا۔ میں چنگ پریشنا ہوں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ  
 چنگ کے نیچے کوئی ہے۔ میں تنگ اگر نیچے جا بیٹھا  
 ہوں مگر وہاں یہ خیال سنا ہے کہ کوئی نور ہے جس  
 نے کشش میں ساری رات زندہ نہیں آتی۔  
 ”مسٹر سمیرے“ نفسیات دان بولا۔ ”عقل میں دو  
 سینے اور چار ہزار روپے لگیں گے۔“  
 وہ صاحب گھر چلے گئے۔ پھر لوٹ کر نہیں آئے چند  
 دنوں بعد ماہر نفسیات نے انھیں ایک بل میں بلادی  
 کر کے دیکھا اس نے پوچھا آپ علاج کے لیے نہیں  
 آئے؟ انھوں نے جواب دیا یہ علاج میں نے کر  
 لیا ہے۔  
 ”کیسے؟“ نفسیات دان نے جانا چاہا۔  
 ”میں نے ایک ٹرھی کو بٹاکے کے دس منٹ اور چار  
 روپے میں چنگ کے چاروں پائے کٹا دیے۔“

سلیم اب بہت بیت بہت غصہ کر رہا تھا اس میں کتنے برس  
 ساتھ تھا۔ انکس میں نے کہا۔  
 ”تم کو یہ کیا بات ہے؟“  
 ”انکل آپ باہر جاتے ہیں؟“  
 ”کیوں؟“  
 ”اس کو کتنی سے؟“  
 ”میں نہیں جانتی۔“  
 ”میرا دل بھی باہر جاتا ہے بہت چاہتا ہے تو اب میری  
 یاد نہیں۔“  
 ”اور تم کب سے یہ نہیں آتے؟“  
 ”بہت دن ہو گئے انکل اب یہ راجی نہیں ہے۔“  
 ”تم کب سے یہ نہیں آتے؟“  
 ”میں نہیں جانتی۔“  
 ”میرا دل بھی باہر جاتا ہے بہت چاہتا ہے تو اب میری  
 یاد نہیں۔“  
 ”اور تم کب سے یہ نہیں آتے؟“  
 ”بہت دن ہو گئے انکل اب یہ راجی نہیں ہے۔“  
 ”تم کب سے یہ نہیں آتے؟“  
 ”میں نہیں جانتی۔“

نہیں کیا سوچیں گے؟  
 ”انکس کی باتیں بند نہیں کر سکتے تم۔“  
 ”اس کو جس پر تم سے بعد میں بات کروں گا اس وقت  
 اجازت دو۔“  
 ”اس نے کہا اور سلیم کو ساتھ لے کر باہر نکلی گیا۔  
 کل رات سلیم نے اپنی آنکھوں سے لہجے دیکھی تھی کہ میں اس  
 سے بات میں عجیب انداز میں سوچ رہا تھا کسی بے عورت سلیم  
 سے۔ اپنے اکھوتے بیٹے سے اسے کوئی خاص رغبت نہیں محسوس  
 ہوتی تھی۔ وہ دیکھتی جس نے سلیم کی زندگی کے بارے میں کبھی  
 کوئی کلمہ نہیں کیا تھا بلکہ اسے سب سے زیادہ نگہ بانی  
 چاہیے تھی۔ اس پر انور عورت سے میں دائی گھبراتے لگا تھا۔  
 عجیب ہے کہ میں بلکہ انکل آیا۔ سلیم کی خوشیوں کی انتہا نہیں تھی  
 وہ اس دنیا کا بالکل ایسی دنیا ہوئے دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں  
 پہلی بار۔  
 ”میں نے نہ سمجھا ہمارا ہم تعلقات پر لے جاؤ۔“  
 ”اس موجود تھا میں ضرورت سے زیادہ لایا ابھی نہیں تھا اس وقت  
 قبیلے میں نے سلیم کو کافی شام تک کرائی تھی اور پھر اسے  
 جیسا میرے باغ میں لے گیا۔ سلیم نے خوب ہر سناٹے کیے اور کسی  
 شے سے نہ کسی طرح دور کا پورا۔ پھر کئی گھنٹے کے بعد میں نے  
 دایہ کی تہلکا کیا۔ سلیم کا دل ابھی دایہ کے لیے نہیں چاہتا تھا  
 لیکن میں نے اسے دلا دیتے ہوئے کہا۔  
 ”تم فکر مت کرو سلیم۔ اب میں اکثر تمہیں میرا کرانے یا کرنا  
 دھندہ بنال۔“  
 وہ دھندہ بنی بٹا دھندہ۔ میں نے کہہ دیا اسے عجیب میں  
 بیٹھ گیا میں پھر۔ عجیب ایک سنسنی مڑکے کے جڑی تھی  
 کہ ایک اس پر دونوں فٹ سے گولیوں کی بوجھل ہو گئی۔ گولیاں  
 بیٹھ کر سلیم کے بالکل قریب سے گزرتی تھیں کہیں گولی نہ لگتی  
 کی بنا میں اور ایک ٹھٹھری لگی تھی۔  
 ”جتنی تعداد میں گولیاں چھوٹی تھیں ان سے بن جانا  
 حیرت کی بات تھی۔“  
 ”مذاق اس کے ساتھ ہی میں نے سلیم کی گردن پر ہاتھ رکھ  
 کر اپنے لیے جھکا دیا کچھ توڑی تھیں ہم سے گزر گئیں۔ لیکن اس  
 بلدی میں اور ایک ٹھٹھری لگی تھی۔  
 ”جتنی تعداد میں گولیاں چھوٹی تھیں ان سے بن جانا  
 حیرت کی بات تھی۔“  
 ”مذاق اس کے ساتھ ہی میں نے سلیم کی گردن پر ہاتھ رکھ  
 کر اپنے لیے جھکا دیا کچھ توڑی تھیں ہم سے گزر گئیں۔ لیکن اس  
 بلدی میں اور ایک ٹھٹھری لگی تھی۔“

پتوں پہنچنے پر ہر نکل آئے۔ یہ سب کچھ لوگ لگا کر چھپ گئے۔

لیکن ابھی وہ چھپ کے قریب پہنچے ہی تھے کہ دفتر بڑی گلی پر پھٹل ان کے ہاتھوں سے نکل کر انھیں ملتی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ کر ہنس پڑے۔ لیکن پھٹل انھیں گھر میں لے کر رہے تھے۔ جو ابھی کسی کا ہاتھ پستول کے قریب پہنچا پستول آگے بڑھ گیا اور چند ہی لمحات کے بعد یوں ٹوٹ گیا جیسے وہ ڈال پل پھٹل رہے ہوں۔ ہر طرف بھڑک بھڑک چلائی۔ مگر کئی سی۔ سارے کے سارے قہقہے پوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ پستول جڑتے پھر رہے تھے۔ پھر میں نے پستول سے پھٹل لیا۔ اب میں قہقہے سے لک لک کر ہنس رہا تھا۔

تھوڑے لمحوں میں سرگوشی مچ گئی۔ کیا قاتلہ یہ سب کرانے کے تھوڑے؟

یہ آواز میری نادیدہ کند کی تھی۔ میرا ہاتھ لرز گیا۔ کون ہیں یہ سب میسٹر نے سے بے اختیار نکل گیا۔ لیکن اس بات کا کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

ہر جوں کوئی غمزدی ویرنگ تو پستول بکھڑنے کے پھر گیا اور سر سے ڈھکے رہے اور جب انہیں صورت حال کا احساس ہوا تو وہ میری طرف خوف زدہ ہو گئے۔ پھر میں سے کوئی نہیں لگا تھا۔ چند لمحات کے بعد پھر صاف ہو گیا۔

ستم اب بھی سہا ہوا تھا۔ میرا نے اسے سہلا دے گا اور اٹھاپے گا۔ لیکن میں بتانا چاہتا تھا کہ یہ سیدھے ہو کر اس نے یہی بولی آواز میں کہا۔

یہ سیدھا برا اٹکل ہے۔

کچھ نہیں دیتے۔ جیب کا مارٹر پکڑ کر چلا گیا تھا۔

اور وہ گولیاں۔

کوئی گولیاں۔

بھوت ہر گولیاں پر سارے تھے۔

اسے۔ کون سے بھوت دیکھو میں نے بھوت نہیں تھے۔

گولیاں تو برس رہی تھیں۔ اس نے ہاتھوں میں دھریں دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں غلط فہمی ہوئی۔ یہ تو مارٹر تبدیل کر لیں۔ میں نے

کہا۔ اسے سہلا دے کر نیچے آکر لیا۔ پھر میں نے جیب کا

مارٹر تبدیل کیا اور اسے اسٹارٹ کر کے چلا دیا۔ میری گولیاں

نے بڑی تیزی سے مدد کی تھی۔ مگر وہ مدد نہ کرتی تو اس وقت تک

بڑا ہی مانتے میں یہ سب نے مصروفیت سے کہہ۔

بہا نہیں ناہنسا اٹکل۔ ایک بھوت میسٹر کچھ لگا رہا ہے۔

تم سے کہنے کا۔

میں نے خود دیکھا ہے۔

اور۔ وہم ہو گا سہارا۔ بھوت خود انسانوں سے ڈرتے ہیں۔

وہ انسانوں کو دیکھتے ہی بھگ جاتے ہیں اور پھر تم تو خود ایک ہندو

لکے ہو۔ بھوت سہارا کچھ نہیں لگا سکتے۔

وہاں پہنچتے تو سب انفراد کر رہے تھے۔ خاص طور پر وہ

میں دیکھ کر مکمل اٹھا۔

خوب میرا نے بوسے۔ میں بہت پریشان تھا۔

کیون۔ میں نے سوال کیا۔

تو ایک طرف سے وہاں میں بیٹھا ہوا ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے

میں نے شاہ عالم کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

سلیم کو اس کی بولی سے کئی تو میں نے اس سے کہا۔

تم لوگوں نے سلیم کو بہت خوفزدہ کر دیا ہے یہ خوف میں

کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔

اور۔ لیکن یہ ضروری تھا نا اسادب۔

کیوں۔

بہتر ہے اس کے اپنے غم ہی میں اس کی زندگی کو خطرہ نہ

میں کیا کرنا وہ میرے خوفزدہ کر کے بے ہوش کرنا تھا۔ باہر کھینے کی کوشش

کرنا تھا۔ پھر اسے روکنے کے لیے اسے بتایا پھر اس کی زندگی بچنے

میں ہے۔

اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آئندہ اس سے ایسی کوئی

بات نہ کی جائے۔

ابھی میں لکھتا ہوں جیسے سلیم کے دشمن آپ کی آمد سے خوفزدہ

ہو چکے ہیں اس مسئلے کا کوئی حل نکالنا چاہیے ورنہ مسودہ کب تک اس

طرح اس کی حفاظت کریں گے؟

بہت جلد حل نکلیں آئے گا تم فکر نہ کرو۔ میرا نے گہری سانس

لے کر کہا اور شاہ عالم گردن ہلاتے لگا۔

رات کو میں اپنے کمرے میں بیٹھا دیر تک ان حالات کے

بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اپنی نادیدہ شہنشاہی بلکہ میسٹر وہاں

میں آئی رہی تھی وہ اس علامت سے کیا چاہتی ہے اس نے مجھے

بھلا کیوں بھیجا ہے۔ لیکن کچھ بھی ہے وہ واقعی اپنے قلب کے

مظاہر میری گہرائی کرتا ہے۔ اس وقت بھی اگر اس کی پکارا

مدد شامل نہ ہوتی تو میسٹر کے ان دشمنوں پر قابو پانا ممکن نہ ہوتا۔

کوئی بھی گڑبڑ ہو سکتی تھی۔

رات کے قریب بارش ہو چکی تھی۔ سلیم مل کے سارے در پے

بادار ہاں سنسان ہو چکی تھیں۔ باہر کی سڑی آوازیں بند ہو گئی تھیں

میں بھی سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن ابھی اس کوشش میں

کا مایاب بھی نہیں ہوا تھا کہ دفعتاً پچھلے دروازے پر ہلکی ہلکی دھمک

مسوس ہوئی اور میں چونک پڑا۔

میں نے جلدی سے مہارنے کا پستول سنبھالا اور دہے

قدموں سے اٹھ کر قریب پہنچ گیا۔ کون ہے۔ میں نے رگڑی

کے اندر میں دیکھا۔

دروازہ کھلو مسودہ۔ بلکہ دروازہ کھلو میں کل رخ ہوں۔

باہر سے اتنی آواز سرگوشی سنائی دی۔ اور میں نے جلدی سے

دروازہ کھول دیا۔

نمبریت سے کل رخ۔

ہاں۔

سلیم کہاں ہے۔

خمر کے پاس سو رہا ہے۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے

کہلا کر پوچھا کہ دروازہ بند کر لیا۔ میں نے تیز رفتاری سے کوشش

کی تو وہ جلدی سے بولی۔ نہیں مسودہ دیکھ کر نہ کرو۔ اور میں لرز گیا۔

وہ میسٹر بہتر پڑا نہیں تھی۔

میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ خاموشی سے گہری گہری سانسیں لے

رہی تھی۔

کرنا لکھن کوئی پریشانی؟ میں نے سوال کیا۔

ہاں بہت بڑی آگین۔ بہت بڑی پریشانی ہے۔

کیا بات ہے؟

میسٹر بارے میں غور نہیں کرو گے۔

اور۔ کیا غور کروں کل رخ۔

میں کوئی غلط فہم نہ تھا۔ میسٹر مسودہ۔ تمہیں دیکھ کر

میری روح کی پیاس بج گئی تھی۔ مسودہ تم جانے ہو میں آتی

ہے یا کبھی نہیں تھی۔ تمہیں ضرور یاد ہو گا مسودہ۔ کہیں انسان۔

بلا کی کل کر مسخ ہو جائے۔ مجھ جاتا ہے ابھی انا اپنی خودی کو

پکا ہوا پھل بن چکا ہے۔ میری حیثیت گر چکی ہے۔ کیونکہ کیونکہ میں

بائی پھول ہوں تمہارے قابل نہیں رہی۔ لیکن میری روح کوئی

ہے۔

لیکن تم میسٹر بھائی کی بڑی بوجھل رخ۔

ہوں نہیں تھی۔ مگر میں سنائی گئی تھی کہ تم نے مجھے

حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کل رخ جذباتی لہجے میں بولی۔

جو ہوتا تھا ہر جگہ ہے کل رخ۔

میں جیسے ہستی۔ میسٹر دل نے اب تک نہیں ملا۔

دنیائوں کی ہر گلی پر کل رخ۔

میں جانتی ہوں مسودہ۔ اب تم مجھے پیار نہیں کرتے۔ تمہارا

دوبارہ وہ نہیں رہا۔

میسٹر بہت کل رخ۔

کوئی مجھ سے نہیں ہے مسودہ۔ اگر تم چاہو تو کل مجھ سے نہیں ہے۔

تم۔ تم مجھ سے شادی کر سکتے ہو۔

شادی۔

ہاں اگر چاہو تو۔ نہ چاہو تو ہزاروں دشمنیاں ہیں۔ کوئی

انوکھی بات تو نہیں ہوگی۔ دولت ہے یا مایا دے۔ اب کچھ اور

جو سلیم کے خلاف جو کچھ ہو، بادہ اس لیے ہو رہا ہے کہ وہ لاوارث

ہے اور اسے سہارا سہارا مل جائے تو۔ تو اس کے دشمن ٹھنڈے

ہو جائیں گے۔

لیکن کل رخ۔

میں نہیں جانتی ہوں مسودہ۔ لیکن ہے تمہیں میری باتیں

بند نہ آئیں۔ لیکن میں نے کبھی جہانگیر کو اپنا نہیں سمجھا۔ تم میسٹر

سارے نہیں تھے لیکن میں نہیں یاد کرتی تھی اور اب۔ تمہارا معمول

میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ جائز یا ناجائز۔ یہ تم سوچتے

رہو۔ وہ اچھی اور تیز قدموں سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

میں خاموشی سے بند دروازے کو دیکھتا رہا تھا۔ دفعتاً میسٹر

کانوں میں اس گہری آواز مچ گئی۔

باہر۔ یہ کیا حماقت ہے۔

اور۔ کیوں۔ کیا حماقت ہو گئی؟

پہلے بھی کبھی ہوں۔ زندگی بھر کی کچھ حاصل کرنے کا نام ہے

تم نے اسے ایسے لٹا دیا۔

اور شاید وہی طوط پر میں بوٹھا ہوں۔

ذہن کو بدلو۔

کو کوشش کروں گا۔ اولیٰ تو میں ان واقعات میں ہی الجھا ہوا

ہوں تم اس سلسلے میں میری مدد کیوں نہیں کرتی؟

تمہارے ساتھ انتظار کرو۔ صبر ٹھیک ہو جائے گا اور مسٹر خود

کو بدل میں تمہارے ذہن کو بھی جو کچھ دیکھنا چاہتی ہوں۔ یہ میسٹر

ریشن کے لیے بھی ضروری ہے۔

میں نے کہا ان کوششیں کروں گا۔ میں نے کہا۔ اس کے بعد

مجھ کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ ایک بار پھر سونے کے لیے بیٹھ گیا لیکن





ہے جس میں اپنی طرح جانتا ہوں کہ رانا مسودہ اگر رانا جہانگیر کو یہ بات معلوم ہوتی کہ تم مجھے راج کو چاہتے ہو اور اس کے حصول کی تلاش میں دیکھتے ہو تو وہ جو خوشی تمہارے لیے ہے تمہاری دے دیتا لیکن وہ نہیں جانتا تھا۔ تمہاری خود مری نہیں یہاں سے ہر دوسرے کو لیکن رانا جہانگیر سے ہر طرح خود دار نہیں تھے وہ اس دولت پر عیش کرتے رہے اور بے جا رہے رانا جہانگیر نے کبھی یہ بات نہیں سنی کہ یہ دولت اس کی ہے اور اس کا جڑ بھائی کسی طرح اسے برباد کرنا ہے یہاں تک کہ رانا جہانگیر موت کی آغوش میں جا سوا اور رانا جہانگیر کو کھلنے کا موقع نہ مل گیا جس کا ایک دن اس میں کہیں شامل نہیں رہا لیکن ہوں کہ جو ہمیشہ تم لوگوں سے مشفق رہا ہوں ایک اور غمناک فن ہے جو تمہارا بازو دے دے اور تم لوگوں سے اس کے گھر سے تمنا کرتے تھے جس اپنے آباؤ اجداد کی بات کر رہا ہوں اب یہ دوسری بات ہے کہ درمیانی وقت میں جلد سے تمنا توٹ گئے لیکن میں نہیں پھر اسنوہ کرنا چاہتا ہوں۔" واحد نے جواب دیا :-

"بھئی میں کیا کر رہے تھے۔"

"تو میرا آزاد رہنا، بہت سے ایسے مسائل تھے جن کا تعلق ہمیں ہے ہوں کہ میں نے غلطی تو نہیں کی مگر رانا جہانگیر کو یہ بات نہیں پھر اسنوہ آزاد رہنا چاہی جب میں نے اس سے بتا کر کچھ کام کیا ہوں۔"

"دیکھو یہ میری نگاہ میں تم بھی بڑا مہر اور آدمی ہو۔ میں نے شکریہ ادا کر دیا۔"

"نہیں رانا مسودہ، میں ہر طرح سے خواہ ہوں ہاں اس بات سے انکو نہیں کروں گا کہ اگر تمہارے تمام مسائل حل ہو گئے تو تم سے کچھ مانگوں گا اور ہوں کہ تمہارے میری وہ مانگ ہی میری ان کا دشمن کا ہو گیا ہے۔"

"اب اور انہیں ہر طرح سے ذہن میں چھوڑ دی کون سی ایسی چیز مانگوں گے جو جو بڑی قیمتی ہو۔"

"مانگ لوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ ایسی چیز نہیں ہوگی کہ تمہیں اسے لینے میں مسئلہ ہے پریشانی ہو۔"

"ہوں۔" انھوں نے جواب دیا کہ رانا جہانگیر نے کہا :-

"یہ سوال بہت ہی عجیب ہے رانا صاحب، تمہارا جہاد اس کا جواب دینے میں دس سالوں لیکن دینے کی جرات نہیں کر سکتا۔"

"وعدہ تم مجھے یہی دے دو اور تمہارے بھی حضور بہت ہی غمناک انسان سے وہ تم سے کسی بڑے دوست کی حد چاہتا ہوں جو شخص جو آدمی تمہیں اپنا شخص دوست نہ خیال کرے۔"

"نہیں، صاحب بعض اوقات معلوم ہی ایک معیت

بن جاتی ہے۔

"نہیں کہیے۔" میں نے سوال کیا۔

"مشورہ دینے والے کہیے۔"

"اگر یہ بات ہے واحد، تو کوئی وعدہ کرنا ہوں کہ تمہارے غمناک کچھ بھی ہوئے اور مجھے ان سے خفیہ اختلاف بھی ہوا تو تمہارے حضور پر شک نہیں کروں گا۔"

"رانا صاحب، معیت بڑی بات کہہ رہے ہیں جہاں نہیں پائیں گے۔"

"مکشش کروں جو میرے دوست ہیں میں نے جالب دیا۔"

"لیکن اگر آپ برداشت نہ کر سکتے تو میری کیا حیثیت ہوگی میں اس بات کو سوچ رہا ہوں۔"

"مگر بات کوئی بہت ہی سخت ہوئی اور ایسی ہوئی جو میرے لیے ناقابل برداشت ہوئی تب بھی میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم اس مسئلے میں کوئی تعرض نہیں کروں گا۔"

"اس کا مقصد ہے کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں کہہ دوں۔"

"ہاں یہ سیکر دوست، تم صبر کچھ کہہ سکتے ہو فکر کرنے کی کوئی بات نہیں۔"

"تو سنئے رانا صاحب، ہمارے سامنے دو صورتیں ہیں ہمیں جانتا کہ رانا جہانگیر کی جو وہ ذہن میں آپ کہیے کہ رانا جہانگیر آپ ان کو چاہتے تھے آپ ان کو حاصل کرنے کے خواہش مند تھے تو کیا ان کے دل میں بھی یہی آرزو نہ ہو ان چیزوں میں کیا آپ مجھے اس کا جواب دیں گے۔"

"ہاں۔ اس وقت یہی بات تھی۔" میں نے اپنے الفاظ کو ترمیم سے استعمال کرتے ہوئے کہا۔

"اور اب۔" واحد نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ بہت چالاک آدمی تھا جس آہستہ آہستہ اس کی فطرت سے واقف ہونا پڑا جا۔ ہاتھ مار دے جو کچھ نظر آتا تھا وہ نہیں تھا بلکہ اندر جہانگیر میں بھی بہت کچھ تھا ہر طرح سے فساد لیجئے میں جواب دیا۔"

"اب کیا کہا جا سکتا ہے کیا ہر وہ مشادی شدہ عورت ہے جو وہ ہو چکی ہے جو کی زندگی گزرتی ہے۔" میں نے اس کے ذہن کی گہرائیوں میں جھانکنا شروع کیا۔

"لیکن میں وہ مخلص ہے رانا صاحب جہاں آپ کو پوری ہمت سے کام لینا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"آپ۔" مسرہ جہانگیر کے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک رہے تھے۔

"اس سے نالغہ۔" میں نے ہنر واحد کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ ایک شکل ہے کہ آپ رانا داخل کو پکارتے ہیں۔"

"واحد نے کہا۔"

"مگر کس طرح یہ بات ہو جاؤ۔"

"شہر کے ایک منٹ۔" واحد نے کہا اور دس منٹوں کے اندر اس کی جانب دریا چھوڑا اس نے پھر قریب سے دیکھا کہ وہاں پر بھاگنے لگا اس کی من حرکت کا دلچسپی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا اور حیرت کھا اور پھر وہ لڑکے کے معنی انداز میں دیکھنے لگا۔

"آپ کو یہ بات پہنچی طرح ذہن نشین کر رہا ہے کہ جو کوئی بھی عظیم کو قتل کرنے کا خواہش مند ہے اس کے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے کہ وہ رانا داخل کی دولت پر اپنا قبضہ کر لے۔"

"اس دولت کا جائز اور دھندلہ رتبہ ہے کسی کو تسلیم کے علاوہ ہر قسم کی چیزیں کہ وہ اس دولت کو اپنے تصرف میں لے لے کیا آپ اس بات سے متفق نہیں ہیں۔" میرا خیال ہے کہ آپ بھی انہیں لوگوں میں شمار کریں مگر آپ رانا داخل سے کچھ حاصل کرنا چاہیں تو رانا داخل ہر چیز حاصل کر سکتے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"کیا جانتے ہیں آپ۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ رانا جہانگیر کی اپنی ملکیت ہے اس نے اپنے ہاتھوں سے یہ سب کچھ کما ہے اور کسی کو اس کا حق نہیں پہنچا گا وہ اس کے حصول کے لیے کوشش کرے۔"

"دوسری بات۔" میں نے کہا چاہتا تھا اور یہی وہ کہہ رہے تھے۔

"جو بہت سے راز افشا کرنا تھا۔ لیکن آپ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہنا چاہیے کہ تسلیم کو قتل کرنے کی کوشش کرنے والا رانا داخل کی دولت کے حصول کا خواہش مند ہے۔"

"لیکن وہ کون جو سکتا ہے۔"

"کوئی بھی ہو۔" دولت کا لالچ ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے میں اس سلسلے میں کسی کا نام نہیں لوں گا لیکن جو کوئی بھی ہے ہم اس سے چھکارا حاصل کر سکتے ہیں۔"

"وہ کس طرح۔"

"رانا تسلیم کے متعلق کے لیے اگر ہم مل میں کسی کو ہلاک بھی کریں تو ہم یہ کہیں گے کہ رانا جہانگیر نے ہاتھ دیا کہ وہاں کے معاملات کی اطلاع پولیس کے کاروں تک پہنچ چکی ہے۔"

"کیا مطلب۔" یہ انکشاف میسکے لیے بھی نا تھا۔"

"جی ہاں۔ پولیس اس سلسلے میں ملوث ہو چکی ہے کسی بار پولیس کے حکم کے تحت سے افراد یہاں آکر رہیں گے چکے ہیں۔"

"راہیں گزرا چکے ہیں۔" لیکن کمال کی بات ہے مجھے اس سلسلے میں کبھی اطلاع نہیں ملی۔"

"بات خاصی پرانی ہے اتنی پرانی کہ اب لوگوں کے ذہن میں بھی نہیں رہی ہے اس لیے آپ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہوگا۔"

"لیکن یہ بات تمہارے علم میں ہے۔"

"ہاں میں نے عرض کیا نا کہ ہاتھ دے اس کی رپورٹ موجود ہے پولیس آفیسر ان بیان کے چکر بھی لگا چکے ہیں اور یہاں کے لوگ ان سے اس قدر بد دل ہو چکے تھے کہ اس کے بعد انہوں نے عمل میں ہونے والے واقعات کی اطلاع پولیس کو دینا ضروری نہیں کیونکہ پولیس اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"اچھا پھر تمہارے جلدی مان لیا کہ پولیس کے کاروں میں ان واقعات کی تفصیل موجود ہے تو پھر۔" میں نے سوال کیا۔

"تو پھر یہ کہہ کر کہ اس بھوت کا شکار کر لیا جائے۔"

"بھوت کا شکار۔" میں نے تعجب سے لنگا ہوں۔" واحد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ بھوت جو رانا تسلیم کی تک میں ہے اور یقیناً کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی سے چوک ہو ہی جائے گی اور رانا تسلیم قتل کر دیا جائے گا۔" واحد نے سسنی خیر بھی میں کہا۔ میں نے ذہن سے اس کے چہرے کو دیکھا، دیکھ رہا تھا تب واحد بولا۔

"اور اس سے قبل کہ رانا تسلیم کے خلاف یہ سازش کا سیلاب ہو جائے ہمیں اس بھوت کو ہلاک کر دینا چاہیے۔"

"لیکن لیکن تمہارے خیال میں وہ بھوت کون ہو سکتا ہے۔"

"میں نے عرض کیا نا کہ اس سلسلے میں، میں اتنی بڑی معیت نہیں رکھا کہ حقیقتوں کو سمجھ پاؤں لیکن رانا تسلیم کا کوئی بھی دشمن اس قابل نہیں ہے کہ وہ اس عمل میں سے باز نہ رہے۔"

"ہوں کیا اس بھوت کو شکار کرنا، اتنا ہی آسان کام ہوگا۔"

"کیا اس سے پہلے اس کی کوشش نہیں کی جا سکتی۔"

"نہیں اس کو ہلاک کرنے کی ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی اگر کبھی اس کے خلاف۔ کوئی خفیہ کاروائی کی بھی گئی تو اس کی اطلاع اس بھوت کو جو کبھی اور وہ بھوتوں نظر نہیں آیا آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ آپ کے آنے کے بعد وہ شاید ہی کبھی نظر آیا ہو۔"

"ہوں۔ لیکن واحد ہم اسے ہلاک کیسے کریں گے۔"

"اس سلسلے میں بھی واحد کی خدمات حاضر ہیں ہر جگہ آپ اس کا بیڑہ اٹھائیں۔"

"میں تم سے اس موضوع پر زور ایک دو دن کے بعد بات

کردوں گا وادہ۔ اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے ہم کو کشش کریں گے کہ  
سلیم کو اس مصیبت سے نجات دلائی جلتے ہر صورت بھوت کو کھوکھ  
کرنے کے بعد کیا ہوگا؟  
ایک دوسری صورت بھی میں آپ کو پیش کرنا چاہتا تھا رانا  
مسعود۔ وادہ بولا۔

وہ کیا؟  
مجھے آیت ہے کہ رانا مسعود اپنی فراخ دلی سے کام لے کر میری  
کسی بات کا بڑا جتن نہیں لگے رانا صاحب سلیم کے تحفظ کے لئے  
بھی ضروری نہیں ہے کہ صرف ایک بھوت کو ہلاک کر دیا جائے  
ایسے بے ہزاروں بھوت رانا محل میں پیدا ہو سکتے ہیں دولت بھائی  
غریب تھے بے انسان اس کے بجز میں جتن کر ایسی معیتوں کا  
شکار ہوتا ہے کہ ان سے نکلنا اس کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے لیکن  
اگر سلیم کی زندگی آپ کو عزیز ہے اگر آپ جانتے ہیں کہ رانا صاحب  
کی نفس و نشان باقی رہے تو بجز آپ کو ایک اور کو کشش کرنا ہوگی  
رانا مسعود۔

مکمل کشش۔؟ میں نے سوال کیا۔  
”مکمل کشش کو اس کا سامنی یاد دلانے کی کشش اسے سامنی  
میں واپس لے کر کشش۔ یہ کشش کہ وہ آپ سے دوبارہ شادی  
پر راضی ہو جائے۔“

یہ تم کیا کہہ رہے ہو وادہ؟ میں نے اسے گھورتے ہوئے  
کہا مالا کہ یہ بات نہایت عجیب ہے یعنی آسمان بھی وادہ نہیں جانتا خدا پر  
ایک معجزہ کی کشش کو رونا کو اپنی زندگی میں شامل کر سکتی تھی  
وہ تو اس بات کا اظہار کر رہی تھی لیکن ظاہر ہے میں کسی دوسرے  
کو اس سلسلے میں کوئی تفعیل نہیں بنا سکتا تھا۔

اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے رانا مسعود کہ  
آپ دشمنوں کی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے بے بند کر دیں ان کے اہل  
پر پانی پھر دیں رانا صاحب کی دولت اس کی بڑی کی ہے اور اس کے  
ساتھ ساتھ اس کے پیشے کی ہے آپ رانا سلیم کو اپنی تحویل میں لے  
لیں گے دولت کے منہ کی شکل وہ مالک آپ جو منہ کہ ان کے اس وقت  
تک جب تک رانا سلیم جوان نہیں ہو جاتا اور پھر جوانی ہی سے کیلے  
ظاہر ہے کہ گاہے آپ کی بڑی ہوگی اس کی دولت آپ کی دولت  
ہوگی اس طرح رانا مسعود صاحب سامنے لوگوں کے حوصلے بہت  
ہو جائیں گے اور آپ اس دولت کے وادہ ملک ہوں گے آپ  
اس دولت کا ذرا اٹھ کر ہی رانا صاحب۔ یہ کسی طرح اس دولت  
سے کم نہیں ہے جو کبھی آپ کے خاندان میں تھی۔ آپ کتنے ہی بڑے  
جوہر ہیں بڑے کناسی گاہے ہوں۔ لیکن انہی دولت آپ کے لیے  
حاصل کرنا مشکل کام ہوگا۔

ہاں۔ میں جانتا ہوں۔  
ہاں وادہ کی بھی کتنا تعجب مجھے اجازت دیجیے۔  
پھر کبھی مذاق سے کہو گے وادہ۔  
”آپ کے حکم کا منتظر ہوں گا جب آپ حکم دیں ناظر ہو جاؤں گا۔“  
”تمہارا کوئی فون فیرو فریڈ۔؟“  
”ہاں۔ کیوں نہیں۔ آپ فون کر لیجیے۔ وادہ نے کہا اور میں  
پھر اس کا فون فیرو فریڈ فون کر لیا تھا۔  
”اس فون پر ہمیشہ ملے جو؟“

ہاں ہوں گا۔ اس وقت تک جب تک آپ دوبارہ طلب نہیں  
کرتے۔  
”ٹھیک ہے میں نہیں فون کرے گا۔“  
”فون پر نہیں۔ فون کو شپ بھی کیا جاسکتا ہے۔“ آپ فون کر کے  
صرف لیے طلب کر لیں جملے سے دور آپ کے درمیان جو کشش بھی ہوگی  
آپ سے سامنے چھو کر ہوگی۔

”ٹھیک ہے۔ وادہ نے جگہ سے اٹھ گیا اس کے جانشین کے بعد  
میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ میں  
مکمل کشش سے شادی کر کے اس محل میں بیٹھ جاؤں میری نادرہ شادی  
سے نا جائیداد جاتی تھی ابھی تک تو اس نے اپنے کسی مراد کے اظہار  
نہیں کیا تھا دیکھتے ہی بڑی عجیب، غریب کیفیت تھی وادہ بھی مجھ سے کہہ  
چاہتا تھا وہ میری وہ فتنہ بھی مجھ سے کہہ جاتی تھی لیکن یہ کچھ ہی کچھ  
سے باہر تھا۔ کیا نہ چاہیے؟

جتنا سوچتا تھا جتنی چیزوں میں وہ مبتلا تھا جتنا تھا میں  
بہت سب کچھ تو نہیں تھا میں تو زندگی کا ایک طویل سفر ہے کہ کے  
یک شخص میں جتنے کچھ پہنچ چکا تھا اس کے بعد تھی زندگی باقی  
نہ تھی تھی اسے سکون سے گزارنے کا خواہشمند تھا۔  
کہاں سے کہانی شروع ہوئی تھی اور کہاں پہنچ گئی تھی  
سلمان پر اسرار نسبت کا مالک اگر اپنے باقی دشمن سے  
انتقام لے رہا تو یقیناً ہم معرہ میں آجاتے اور بقی زندگی  
میں وہی گزار دیتا۔ لیکن حالت میں ایسی تبدیلی پہ آمین  
تھی کہ ساری سمیت حال بڑا گرت گئی تھی سلمان ب  
اس دنیا میں نہیں تھا کیا کیا جاسکتا ہے یا پھر بھی نہیں  
تہ کہ میں طرح میں نکلتا تھا وہ بھی نکلتا تھا جاکندہ کا  
وہ پرامن زندگی پر ہنس رہی اور میرا بیت کے ساتھ تھے  
میرے ذہن میں اگر کچھ اور سامنی میں جلتا تھا تو میرا خاندان  
بھی یاد آتا تھا۔ جو ہر طرح سے مستون میں ہی تھا نہ نہیں  
ان کے پاس سے کوئی سوچ ہوگا کہ نہیں لیکن یہ کیا جاسکتا

ہوتا حالات۔ جراثیم زہر دیتے تو میں انہیں لاسش کرنے کی  
کشش کر سکتا تھا۔

لیکن... لیکن یہ میری اپنی شخصیت اب ایسی ہے کہ میں  
اپنے فون میں جاتا ہوں۔ میں تو ایک لمبییدہ قریب شیش کا ایک  
میں گیا تھا زندگی کے ایک طویل سفر کے بعد پھر اس منزل پر  
لوٹ آتا کوئی بیوی بات نہ تھی لیکن آیت گواہ تھا میرے ساتھ  
پڑاں خواہ سے میرے دل کی انگلیں گواہ تھیں کہ میں نہیں کاڑیں  
تھا جب اس سے ملتا تھا جوانی مجھ پر پھر سے واپس آگئی تھی اور  
میرے لئے قابل یقین ہو لیکن دوسروں کے لئے قابل یقین  
تھی نہیں ہو سکتی تھی کوئی۔ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہی بار بار  
خانہ ہوں جواب سے ایک طویل عرصہ قبل یہاں سے گیا تھا  
آخر وقت کچھ تو آجے بڑھتا لیکن مجھے وقت میں واپس  
وہ حال رہا تھا یہ سب کچھ میرے لئے ہر اس میں تھا اگر کبھی  
اپنا اندکا حاضری لیتا تو محسوس ہوتا کہ زندگی بڑی عجیب سی  
چیز ہے۔

جوانی واپس آ جانے سے بے جتنی مسرت ہوئی تھی  
میرے دل میں اس کا احساس نہ تھا تو کون بوجھا  
ہونا چاہیے کون مرنا چاہیے حالانکہ جنس انسان کو  
قبول کرنی چاہیے اب ان تمام حقیقتوں کو قبول کر لیتا کہ  
کر لیتا لیکن اب جبکہ کچھ واپس مل گیا تھا تو دل نہیں چاہتا  
تھا کہ اس کو گھوڑا یا جانے ہاں ذرا میرے غور و فکر تھی

اور اب یہ سب کچھ میری کسی محنت کا نتیجہ تھا۔ میں  
اسے کیے نظر انداز کر سکتا تھا اس کے امکانات پر عمل کر رہی  
تو میں زندگی سے بہتر راستے تلاش کر سکتا تھا۔ ہاں وہ  
زندگی جس میں ابھی دنیا میں مزید گزرنے کا خواہشمند تھا۔  
میری محنت نے مجھے ہر طرح کی آزادی دی تھی اس نے  
مجھ پر کوئی پابندی ماند نہیں کی تھی خواہ میں اخلاق مند سے  
گندہ جاؤں خواہ کچھ مجھ کو نہ ہوں۔

لیکن میری اپنی نظرت نہایت مختلف تھی میں خود اپنے اندر  
مطلوبہ رہتا ہی چاہتا تھا مینہ ہی اس کی پابندی کی تھی میں  
نے لیکن اب۔ اس کی رہنا چاہیے گل رخ کو میں وہ دھوکا  
نہیں دے سکتا تھا۔ اول تو یہ رانا مسعود نہیں تھا اور اگر  
ہوتا بھی تو یہ سب کچھ میرے پس کی بات نہیں تھی۔

میرے لیے اس نے نبوت کیا تھا۔ غرضی نہیں تھا  
کہ میں وہ سب کچھ اسی لذت میں کر لوں تھا اس بھوت کو تو کچھ

لیکن اس سے قبل ہی تھوڑی سی گفتگو عالم سے کر لینا  
چاہتا تھا۔

مہتا کو دوسرے دن ناشتے کے بعد میں نے شاہ عالم کو  
طلب کیا اور اسے کہہ کر ایک تنہا گوشے میں بیٹھ گیا۔  
”شاہ عالم! اب آؤں گے کہ باپ سے میں تمہارے خدایت  
ماننے کا منتہی ہوں۔“  
”میں کیا عرض کر سکتا ہوں رانا مسعود میرے تو آپ کے  
خادموں میں سے ایک ہوں۔“

یہ بتاؤ رانا سلیم کی زندگی کے ختم ہونے کے لئے قانون سے  
درخواست کی گئی تھی۔  
”باب یہ غامی پانی ہلت ہے جب شاید رانا سلیم پر  
دوسرا ایسا حال نہ تھا میں نے خود پولیس میں رپورٹ درج  
کرائی تھی اس پر توجہ بھی دی گئی تھی تین ہفتے تک پولیس  
کے سپاہی ہمارے کوئی بھی سپرو دیتے رہے تھے خود پولیس کانسٹیبل  
بھی ہمارے ساتھ گرد و مکر لگاتے رہے لیکن وہ بھوت غرض نہیں  
آیا اس کے بعد تھوڑے دنوں کے بعد وہ ایک کافی عرصہ تک کشش  
کرتے رہے۔ اور پھر کسی منہ جھٹلا گئے انہوں نے کہا یہ  
سب جارا دہم ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے اس کے بعد بھی  
پولیس والے کئی بار جاسے ہاں آئے لیکن بھوت کبھی اس  
وقت نظر نہیں آیا جب پولیس کو کئی میں خود ہوتی تھی دینا پڑیم  
مگر کئی ثبوت ہیں کہ اس کے بعد خود ہی شرمندہ ہو کر  
بچھ گئے۔“

ہوں۔ میرے لیے یہ رپورٹ پولیس میں موجود ہے کہ رانا سلیم  
کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے۔  
”ہاں۔ پولیس نے یہ فائل بند کر دیا ہے صرف اس نظر ہے  
تک کہ یہ سب کچھ جارا دہم ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔  
اور جو ملے ہوئے۔ رانا پران کی اطلاع پولیس کو دی  
گئی؟“

نہیں۔ حالات کچھ ایسے ہیں گئے کہ اس کے بعد اس کی  
گفتگو ہی نہ رہی؟ شاہ عالم نے جواب دیا۔  
”ہوں۔ تم لوگ نے بھی اس بھوت کو کبھی نہ بلایا کہ  
کی کشش کی؟“

میں نے سوال کیا۔  
”نہیں صاحب۔ یہ اس کو کئی میں کوئی بھی اتنا دیر نہیں  
ہے یہاں کہ میں بھی نہیں، ہم لوگ بہت فزونی میں  
187



بس سے بات تو صحبت کم نظر آتا ہے لیکن جب کبھی نظر آتا  
 تھا ساز و مل کی بیک وقت جو بات فنی کسی کی یہاں تھی کہ اس  
 پر عمل آج ہو یا اسے پہلنے کی کوشش کرے :  
 "ہیں۔ ٹھیک ہے شاہ عالم اگر کوئی ایسی بات یہاں ہو  
 جاتے تو میں کوئی اعتراض تو نہ کرتا ؟"

• جے ٹنک، لیکن ہوتی تھی بہت مٹی بنی ہے کیا دنیا میں جیسا  
ہو گا مٹی یا آرمادو صاب۔ یہ سب کچھ تو شرانگی بنائے ہوئے ایسا  
ہر کام بلکہ اس طرح کتنے مسائل مل رہے ہیں جیسے آپ کو کس  
کا لانا ہے؟

میسوس کر سکتا تھا اس کا وجہ مجھے جبر لمے اس کا احساس دلنا  
تھا۔

لیکن چاند نہیں نیا ہوتا۔ ستاروں کی چٹاؤں میں چاروں طرف خاموشی کے ساتھ ایک مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مکرم کا گویا ارکھ کے اس۔ دوسرے حرف۔ میں نے  
 ہوئی ہے ایک صحت شلہ کیل  
 نہیں۔ و اگر نہیں ہے۔ نیز خیال ہے کہ کامیابی ہل  
 ترمیم رہی ہے۔  
 ہوگا ہے۔

[illegible]

بہارِ شکر و جہانِ نوری کی کوشش ہی تھی کہ وہ بوجہ میں سے پہلے گول  
پیدا ہو سکی تو درہمِ سبز گول پہلے سے جگہ کی طرف نہ ہٹ سکا تھا۔  
میں نے جانتے سمجھتے پر دراز نشاۃ النجوم اور جوہرِ سبز کی رعبی  
کوسا روٹھ کر نکالا تھا۔

یہ سترہ برس نے ہماری سب سے بڑی کامیابی اور مسکریا تھا۔  
 سب سے پہلے اس کا ایک خط ملا جس میں بتایا گیا تھا کہ وہ  
 اٹھارہ اداکاروں کے ساتھ ہوا۔ شاید وہ نے ہماری جگہ لیا گیا ہو  
 ملازمین میں سے ایک نے اس کی جگہ لیا۔  
 وہاں سے سب سے پہلے اس کی روٹی کا نام پڑا۔ وہ اس نے  
 وہاں سے لے کر کھجور کی دھانسی اور انڈیا کے کھجور کے  
 سب سے پہلے اس نے کھجور کے کھجور کے کھجور کے کھجور کے  
 کھجور کے کھجور کے کھجور کے کھجور کے کھجور کے  
 اور وہاں سے اس کی کھجور کے کھجور کے کھجور کے کھجور کے

مکب - ۹

تقریباً ایک ہفتہ قبل:

انہوں نے آپ سے ملاقات کر لی؟

ہاں میں جانا لگی تھی اندر گھس گیا تھا۔ پھر انہوں نے مجھے منع کیا۔ مبین میں نے ان کا جھلسا ہوا چہرہ دیکھا تو

اوه۔ شاد عالم میرت سے بولا۔

یہ وہ چہرہ نہیں ہے۔ یہ تو بالکل صاف ہے۔

خدا بہتر جانتا ہے۔

اب کیا کرنا چاہیے؟ میں نے پوچھا۔

میری رات میں یہیں فوری طور پر پولیس کو اطلاع کر دینی

چاہیے۔ رانا صاحب کی موت کی خبر بھی نہ رو سکے گی۔ اور پھر

ہے کہ میں خبر چھپانی بھی نہیں چاہیے۔

”مسعود پر کوئی آج نہیں آئے گی یہ گل رنے نے فلفلاہ

انداز میں کہا۔

سوال یہی پیدا نہیں ہوتا۔ سلیم کی زندگی کے لیے ضروری

تھا اور ہم میں سے کون یہ کام انجام دے سکتا تھا۔ پولیس خود بھی

نا کام ہو کر باہر چلی گئی جو کہو کیا اپنے گفتگو کے لیے کیا کیا۔ کون

سوق سٹنا تھا کہ رانا جیاد یہ خبر نہ کارروائی کر رہے ہوں گے۔

بہت روت سلیم کے دشمن کو ختم کیلئے جو اسے قتل کرنا چاہتا تھا

شاہ عالم نے کہا۔

محلہ خانہ خاموش ہو گئی۔ میں نے شاہ عالم کو روکے کی خوش

نہیں کی تھی۔ پولیس نے سنیچے میں در نہیں لگائی۔ ایک انسپکٹر

ڈی۔ ایس۔ بی۔ ایڈوانس میں پولیس کا مستقبل آگے بڑھے۔ لاق ال

کی قول میں دے دی گئی۔

ڈی۔ ایس۔ بی۔ ایڈوانس کا ردائی کی اور پھر مجھ سے اس سے

میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ شاہ عالم میرے ساتھ تھا۔ اس نے ڈی۔

ایس۔ بی۔ ایڈوانس مال بتائی اور پھر میں نے سمجھت کے اس لئے کوتاہی۔

”آپ کو شہر کا کوئی سبوت نہیں ہے۔“

”میں صرف صحت حال جانتا چاہتا تھا میں نے اسے انسان

سمجھ کر گولی نہیں چلائی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ گولی کا اس پر

کیا اثر ہوتا ہے؟“

”رانا صاحب۔ ایک خاص سوال کرنا چاہتا ہوں۔ رانا

جہاں آپ کے بھائی تھے۔ ان حالات میں ان کا قتل آپ کے لیے

کیا حیثیت رکھتا ہے؟“

”میں کسی خبر یا راز کا مدعی کی حمایت کسی نہیں کر سکتا۔ رانا جہاں

آپ کے بھائی تھے۔ اگر رانا صاحب کا کوئی مسئلہ تھا تو وہ مجھ پر

بھائی کی حیثیت سے جانتے تھے۔ یہ سب کچھ کرنا ضروری نہیں

تھا۔

”نیک ہے۔ براؤنم آپ مجھے رانا جیاد صاحب کی

رہائش ڈھ کی کلاشی کی مہارت دے۔

”پولیس کی کارروائی میں کوئی مداخلت میرے لیے ممکن نہیں

ہے۔ میں نے جواب دیا۔

”میں اس معاملہ کے لیے شکر گزار ہوں۔ ڈی۔ ایس۔ بی۔

نے کہا پھر مجھے اور شاہ عالم کو بھی ڈی۔ ایس۔ بی۔ کے ساتھ واپس

جانا پڑا۔ رات کے پندرہ بجے میں وہ جگہ بہت پر سر نظر آئی

تھی۔ اس وقت دوڑیں کر رہی تھیں۔ یہاں موجود نہیں تھے۔ تیز رفتاری

کر کے پولیس افسر اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ دوڑی ڈھالت سے

ایک نیک جے کو دیکھ رہا تھا۔

براؤنم رانا صاحب اس کمرے میں۔ مہری، ایک بڑے چہرے

کریاں، ایک آرمڈ کرسی، مینل پین آتش دان، میٹل پین

پر ایک خانہ نظر آیا جو کمرے میں تھا۔ اس میں ہاتھ ڈالا تو ایک

گول کیسل ابھری نظر آئی۔ اسے پایا تو ایک سمت کی دیوار میں

ایک آؤز کے ساتھ دروازہ نمودار ہو گیا۔

ڈی۔ ایس۔ بی۔ ایڈوانس شکرانی اور ہم لوگوں کو ساتھ

آگے کا اشارہ کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک دلداری کٹی جس

کا اختتام ایک اور کمرے پر ہوا تھا۔ یہ کمرہ اصل جگہ سے بہت

دور تھا۔ کیونکہ راہداری بھی کالی لمبی تھی۔ اس سارے کمرے میں

ایک بڑے صندوق کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ صندوق میں

ساز نہیں تھا۔

ڈی۔ ایس۔ بی۔ ایڈوانس دوکان سنبھالی کہ یہ صندوق کھولنے کا

حکم دیا اور انہوں نے ڈھکن کھول دیا۔ اچانک ایک انسانی ڈھانچہ

رکھا ہوا تھا۔ اس کے پاس اس کا لباس بھی موجود تھا۔ یہ زمانہ

جانتا تھا۔

شاہ عالم نے یہ لباس پہچان لیا۔ یہ اس صورت کا لباس

تھا جسے رانا جیاد نے میری بنا کر لے گئے تھے۔

”اوه۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ صورت یہاں سے فرار نہیں

ہوئی تھی بلکہ اسے قتل کیا گیا تھا۔

”ہاں۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کمرے میں ایک

اور دروازہ دستیاب ہوا۔ اس کے دوسری سمت تھوڑی سی

گہرائی میں گٹر لائن تھی۔ یہ لائن خشک ڈی ہوئی تھی لیکن

اس کا اختتام بلند یوں پر ہوا تھا۔ ان مجاہد یوں کے قریب جہاں

سے وہ بھوت نمودار ہوا تھا۔

قدیم صحت حال۔ مانتے تھے۔ رانا جیاد ایک لبا کھلا کھل

رہا تھا۔ اس نے اس صورت کو دیکھا تھا جس نے اس سے قتلوں

نہیں کیا تھا۔ اور اس نے رانا جیاد کی اس صورت کو پہچاننے

کے لیے سلیم پر کسی کی تیاریاں کھلی ہوئی تھیں۔

ڈی۔ ایس۔ بی۔ ایڈوانس میں غار چلی گیا تھا۔ پولیس کی

کارروائی صبح تک جاری رہی۔ سب کے خیالات یہ تھے

اور پھر رانا جیاد کی لاش پولیس ہسپتال پہنچا دی گئی۔ رانا جیاد کی

اس بڑے سر پر لاش کا وہیں پولیس کو ایک آپ کا سامان بھی مل

گیا تھا اور میرا ایک مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

پولیس پہلی گئی۔ صرف دو جوان اس بڑے گاؤں میں تھے کہ

دیے گئے تھے۔ شاہ عالم عجیب سنسنی خیز کیفیت میں تھا۔ اس

نے پریشان لہجے میں کہا۔

”نیک کیا چکارا رانا صاحب؟“

”تمام شے مل جوتے۔ سلیم کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”آپ رانا جیاد سے ملے تھے؟“

”ہاں۔ اور ان کا چہرہ دیکھا ہوا تھا۔“

”نیک آپ۔“

”اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے؟“

”میں اب بھی وہی درخواست کر رہا ہوں رانا صاحب!

آپ گھر سے شادی کر لیں۔ سلیم ابھی بچہ ہے۔ آپ جیسے نیک

انسان کے زیر سایہ پرورش پائے گا تو اس کا مستقبل سنو۔

جائے گا۔“

”یہ وقت ایسی باتیں کرنے کا نہیں ہے شاہ عالم!۔“

”معاذی جانتا ہوں۔ دل کی بات تھی کہے بغیر نہ سکا۔“

میں خاموش ہو گیا۔

تین دن گزر گئے۔ چوتھوں دن دھندلے طے آیا۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ”کیسے مزاج ہیں رانا صاحب؟“

”نیک ہوں۔“

”پولیس نے کوئی مسئلہ تو نہیں پیدا کیا۔؟“

”نہیں۔ لیکن کچھ باتیں میرے ذہن میں ابھی ابھی ہیں

میں دھند۔“

”کیا۔؟ ممکن ہے میں ان کا حل پیش کر سکوں؟“

”رانا جیاد اس وقت تک آپ میں کیوں تھے؟ کیا میری آمد

ان کے لیے موقع تھی۔“

”ہاں۔ دھند نے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“

”وہ آپ کا انتظار کر رہے تھے۔“

”خدا کی پناہ! آپس کیسے پہچان کر میں ان کے پاس آنے

کی کوشش کروں گا؟“

”میں نے انہیں بتایا تھا۔ دھند نے جواب دیا اور بڑے

کانوں کے قریب جیسے ہم چپا۔ میں سہمی سہمی نگاہوں سے دھند

کو دیکھتا رہا گیا۔ پھر مشکل میں نے کہا۔

”تم نے۔ تم نے دھند۔ کیا تمہارا بیٹا رانا صاحب کے محلہ؟“

”وہ دھند فرودا ہے جسے رانا صاحب کی ایک ایک

کارروائی معلوم تھی۔ دھند نے دھند دھند کر کیا۔ یہ شخص

میرے حوالے کر دے دے رہا تھا۔“

”کیا کہو اس کے بے ہو؟“

”میں غرضی کر رہا ہوں رانا صاحب۔ بلکہ بارادراخان

صاحب۔ کیونکہ دھند فرودا ہے جسے ایک اور راز معلوم

ہے۔ دھند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”کوئی لڑا؟“

”یہی کہہ کر رانا مسعود نہیں ہیں۔ اس نے سرگوشی کی۔

واحد نے مجھے تیز کیا تھا۔ یہ شخص سب سے زیادہ

بڑا لڑ تھا۔ چند لمحات کے لیے میری زبان لنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

واحد شرات میری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”یہی کہنا چاہتے ہو؟“ ”تھوڑی دیر کے بعد میں نے

خود کو سنبھال کر کہا۔

”کہ نہیں حقیقت حال غرضی کر رہا ہوں؟“

”تم نے مجھے بارادراخان کے نام سے پکارا تھا؟“

”ہاں۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ یہ آپ کا اصل نام ہے۔“

”تم یہ بات کب سے جانتے تھے؟“

”میں نے۔ لیکن آپ کی شکل و صورت رانا مسعود

سے اس قدر ملتی تھی کہ کوئی بھی دھوکہ کھا سکتا تھا۔ واحد فرود

واحد ہے کہ جو حقیقتوں سے آگاہ تھا۔“

”تم بہت جلاک آدمی معلوم ہوتے ہو واحد! ایک

سازشی ذہن کے مالک۔ مجھے بتاؤ اس سازش سے متبار

متصد کیا ہے؟“

”فر بارادراخان! تم مجھے کچھ بھی کہہ لو لیکن امتحان

کو دے کر میں جہاں سے لیے غرضتہ ہی ثابت ہوا۔ اس غلط





ہاں، آج سے پورے ایک ہفتہ بعد رانا سلیم پورے  
 فرماں کا جواب دے گا۔  
 رانا سلیم؟ میں نے جو کہہ کر کہا، اور اس کا بڑا سا  
 قہقہہ سنائی دیا۔  
 ہاں، رانا سلیم۔  
 تو اس سے تمہارا کیا کام ہے؟  
 اچھا آرام کرو، یہی وقت ہے پہلے تمہیں اس بارے  
 میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اب چلتی ہوں۔ آواز بند ہو گئی لیکن  
 میرے لیے وہ سینکڑوں الجھنیں چھوڑ گئی تھیں۔ صبح رانا سلیم  
 جیسے جیسے اس کو کیا کام ہو سکتا ہے؟  
 لیکن اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہونے  
 الجھنوں کے علاوہ جوں کے توں ہے۔ واحد دو دن تک  
 ملنے نہیں آیا تھا۔ میرے دی گئی اس سے سرسری ملاقات  
 ہوئی، کوئی خاص بات نہیں کی اس نے۔ لیکن اسی رات گھر  
 سب کے سو جانے کے بعد میرے کمرے میں آگئی۔ اس کا  
 چہرہ جذبات سے سرخ ہو رہا تھا۔  
 دیکھا سو، اس نے جذبات بھری آواز میں مجھے مخاطب  
 کرتے ہوئے کہا۔  
 کہو گل رخ؟  
 آپ نے سلیم کی زندگی محفوظ کر دی۔ اسے کہہ دینے  
 ایک نئی زندگی دے دی۔ اس لیے کہ وہ آپ کا خون ہے۔  
 یہ میرا راز بھی تھا گل رخ؟  
 میرے لیے آپ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں بھی تو  
 مظلوم ہوں، بھلا تو زلی ختم ہے۔ کیا میں بقیہ زندگی ایسے ہی  
 گزار دوں گی؟  
 اس کے جواب میں میں تم سے صرف ایک بات کہہ  
 سکتا ہوں گل رخ؟  
 کیا؟  
 بہت بندہ نہیں اندازہ ہو جائے گا کہ مجھ سے منسلک  
 نہ ہو کر تمہیں فائدہ ملے۔  
 مجھے پتہ نہیں؟  
 نہیں، جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ محض حقیقت ہے۔  
 خیر، مانتی ہوں کہ اب تمہیں نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ  
 میں تمہارے قاتل نہیں ہوں۔ میں تمہیں مجبوراً نہیں کروں گی۔  
 سو، آخری بار تم سے اس بارے میں غلط کرنے آئی تھی۔  
 یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ میں نے جواب دیا۔

سلیم کی ساگر قریب، گئی تھی۔ رانا گل میں ایک حادثہ  
 چکا تھا۔ لیکن یہاں کے کمپنوں نے اسے حادثہ تسلیم نہیں  
 کیا تھا۔ رانا جتا جو کچھ کہہ سکتے اس کے بعد ان سے ہونے  
 کوئی سنی نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ ساگر پیسے سے بھی زیادہ  
 دھوم دھماکے منانے کا فیصلہ کیا اور تیاران شرور و غوغا  
 ساگر کے اعلیٰ پائے پر سنائی گئی۔ ساڈن اور بانی  
 رات جگمگا رہا تھا۔ یہی بھی اس میں برابر کا شریک رہا تھا۔  
 دوسری رات جب سونے کے لیے لیٹا تو مجھے میری نرس کی  
 آواز سنائی دی۔  
 بار، کیا کر رہے ہو؟  
 ادھ! کچھ نہیں۔ تم سناؤ اس وقت کیسے؟  
 میرے کام کا وقت اب قریب آگیا ہے۔  
 خوب! میں تیار ہوں۔ میں نے کہا۔  
 تو سناؤ! یہاں سے بارہ میل دیر دھو راوی کا علاقہ  
 ہے۔ جہاں کھنڈرات بکھرے ہوئے ہیں۔ کل دوپہر ٹھیک  
 نیچے تم سلیم کو لے کر یہاں پہنچ جاؤ۔ تمہیں اس میں کوئی دشواری  
 نہیں ہوگی۔  
 کس۔ سلیم کو؟ میں نے چونکی کر کہا۔  
 میں تمہارے انداز میں کوئی چونکی نہ برداشت  
 نہیں کروں گی۔ میں نے تمہارے لیے پیش و پشت کے دروازے  
 کھول دیے ہیں، اور تم میرے کام میں الجھن محسوس کر رہے ہو۔  
 کیا نہیں دیا میں نے تمہیں؟ اور کیا چاہتے ہو مجھ سے؟ ایک  
 بار کہو تمہارے قدموں میں دھیر کر دوں، اس کے باوجود تم۔  
 لیکن میں تمہارے کام سے انحراف نہیں کرنا چاہتی۔  
 محسوس ہوتا ہے۔ اسے نقصان پہنچانا میرے سرک بات نہیں ہے۔  
 کل ٹھیک میں بچے تم اپنا کام انجام دے دوں گے۔ اس کے  
 پیچھے میں حکم تھا۔ اس کے بعد مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ برکت  
 پر شاہن جو گیا۔ دل کی حالت کچھ عجیب ہو رہی تھی۔ خود اپنی ذات  
 کے لیے اصرار رہ گیا تھا۔ کس طرح زندگی بدلتی تھی۔ کیا تھا کیا ہو گیا تھا۔  
 کوئی بار دل میں اک جھک سی اٹھتی تھی۔ یہ میری سزائیں تھیں۔ میرے  
 لیے بھی یہی تھے۔ اب رہ جانے کون زندہ ہو، کون مر چکا ہو۔  
 اگر نہیں تھا تو شاید کسی کا پتہ چل جائے۔ لیکن میں ایک  
 انوکھے جہاں میں پھنس گیا تھا۔  
 اس کے بعد کا وقت سخت پریشانی کے عالم میں گزارا۔  
 کوئی بات کہہ میں نہیں آ رہی تھی۔ لیکن سارا دن اور ماری رات  
 کے سوچ بچار کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ اس کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔

دوسرے دن میں اپنے اس ارادے میں پختہ تھا۔ البتہ میں نے  
 ایک فیصلہ اور بھی کیا تھا۔ اگر سلیم کی زندگی خطرے میں ہوئی اور  
 اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔  
 دوسرے کے کھانے کے بعد میں نے سلیم سے کہا۔ سلیم  
 نہیں رہا باغ یا دوسے جہاں تم گئے تھے؟  
 ہاں، کیوں نہیں؟  
 ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں چلیں گے۔  
 پس۔؟ سلیم خوش ہو کر بولا۔  
 ہاں، تمہیں وہ جگہ پسند تھی؟  
 بہت۔  
 تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ہم میں تپ رہی۔  
 مجھے سلیم کا خاندان بھرا ہوا تھا اور میرے ساتھ اس کے  
 بلنے پر کوئی غور بھی نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ کسی نے پوچھا کہ میں  
 سلیم کو کہاں سے جا رہا ہوں؟ میں اسے لے کر جیب میں چل پڑا۔  
 دشواری کا علاقہ بارہ میل دور تھا۔ چیلانی دھوپ پڑ  
 رہی تھی۔ اور درود و تک دیوں کھنڈرات بکھرے ہوئے تھے۔  
 جیب میں سے جیب یہاں روکی تو سلیم بولا۔  
 یہ کونسی جگہ ہے؟  
 آؤ تھوڑی دیر تک کھنڈرات میں رہیں گے۔ دھوپ  
 بہت تیز ہے۔ ذرا کم ہوجائے تو باغ چلیں گے۔  
 ٹھیک ہے انکل! اس نے کہا۔ میل دل لڑ رہا  
 تھا۔ کھنڈر ویران پڑے تھے۔ دفعتاً مجھے اس کی آواز سنائی دی۔  
 بار! اگلے دم۔  
 ہاں، میں آگیا ہوں۔ میں نے کہا۔  
 انکل! یہ کسی کی آواز تھی؟ سلیم نے پوچھا۔  
 تم نے سنی؟  
 ہاں، کوئی کسی بار کو پکار رہا تھا۔ گھر آپ نے اس  
 کا جواب کیوں دیا؟  
 آؤ سلیم! آجاؤ۔ میں نے کہا اور محسوس ہوتا ہے  
 ساتھ آگے بڑھ رہا۔  
 چلے آؤ۔ اس طرف چلے آؤ۔ میری نادیدہ دوست  
 کی آواز ابھی اور میں آگے بڑھ گیا۔  
 یہ آواز کہاں سے آرہی ہے انکل؟ کوئی نظر نہیں آ  
 رہا۔  
 خاموشی سے چلے آؤ۔ میں نے کسی قدر فکرت سے یہی  
 کہا اور وہ ہم کو خاموش ہو گیا۔ آواز میری رہنمائی کر رہی تھی۔

اور کھنڈرات کے دروں میں بول محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی  
 مایہ میرے کنگے آگے چل رہا ہو۔ مجھے یہ بھی محسوس ہو رہا تھا  
 کہ میں اس سلیپے کا ٹکڑا ہو گیا ہوں۔ یہی اس کی آواز کے سر  
 میں گڑا ہو گیا ہوں، اور اس کی آواز کی گھبراہٹ میری سرشت  
 بن گئی ہے۔ میں اگر جاہلوں کی تو یہاں سے بھاگ نہ سکوں۔  
 لیکن بھاگنا تو ویسے بھی نہیں جاہل تھا۔ اس آواز نے  
 میری ڈی رہنمائی کی تھی۔ اس آواز نے مجھے اس نے ماحول میں ایک  
 نئی زندگی بخش دی تھی۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس  
 نے میری جوانی واپس لوٹا دی تھی۔ ہاں، انسان خواہ کتنا ہی غریب  
 کرے۔ اپنی ذات پر کتنی ہی تہذیب کے قول بڑھا جائے۔  
 لیکن جوانی بڑی دیکھ چڑھتی ہے اور اس کے جانے کے  
 بعد یہ آرزو دیتی ہے کہ کاش! یہ لمحات جبراً اس آگے نہ بڑھ  
 جاتے۔  
 لیکن مجھے تو ایک طویل زندگی مل گئی تھی۔ مجھے اپنی ذات  
 میں جو تبدیلیاں محسوس ہوئی تھیں انہیں میں خود بھی نہیں دیکھا  
 سے نہیں دیکھتا تھا۔ لیکن یہ طور وہ حقیقت تھی۔ میں طرکی اس  
 منزل پر پہنچنے کے باوجود پھر سے اپنی عمر کے بہت سے سال  
 بچے کی طرف لوٹ گیا تھا۔  
 سلیم میرے ساتھ ساتھ آ رہا تھا۔ اب اس کے چہرے  
 پر خوف کے انکار نمودار ہونے لگے۔ شاید میرے  
 کشت پہنچنے سے اسے اور بھی زیادہ خوفزدہ کر دیا تھا۔ آخرت  
 اس کے لیے ابھی ہی تو تھا۔ یہ طرور و تاب تک بھر پور اعتبار کرنا  
 آیا تھا۔ اس لیے اس وقت بھی افسانہ کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا  
 تھا۔ کہ میری نادیدہ غنہ مجھے کہاں سے جا رہی ہے۔ بہت سے  
 دروں اور بہت سی راہداریوں سے گزرتا ہوا میں ایک ایسی  
 جگہ پہنچ گیا جسے اس عوالمی یا پراسرار کھنڈر کا حصہ کہا جاسکتا تھا۔  
 یہ محض خاموشی اور عریض تھا۔ چاروں طرف غراہیں  
 جی ہوتی تھیں۔ ایک دیوان بارہ دوری میرے سامنے تھی درمیان  
 میں ایک چھوٹے سے چوڑے پر ایک جھنڈا بٹا دیا تھا۔ میں نے  
 اس جھنڈے کوئی توجہ نہیں دی اور وہاں کھڑا ہو کر چاروں  
 طرف دیکھنے لگا۔ تب ہی اس کی آواز ابھی۔  
 بار! یہ میرا نیا سکن ہے۔ اس جگہ کے نزدیک پہنچو؟  
 اس نے کہا۔  
 اور میں جہاں سی ٹکا ہوں سے اور اصرار دیکھتا ہوں اس  
 جگہ کے پاس پہنچ گیا۔ جھنڈے کی عورت کا تھا۔ ایک بہتیت  
 اور کردہ عورت، انتہائی گھناؤنا چہرہ۔ خوب صورت





او سلیم اب بھی میرا دامن پکڑ کر چلا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔  
 نکمل دابھی چلے۔ پلیر چلے۔ یہاں سے چلیے۔  
 لیکن میرے چہرے میں اب تبدیلیاں ہوتی جا رہی تھیں۔  
 میرے سر کے بال ٹھٹھکے ہوئے جا رہے تھے۔ میری  
 آنکھوں میں خون لہڑنے لگا تھا۔  
 ہاں خون جس کا رنگ سرخ نہ تھا بلکہ دہکا ہوا تھی تھا۔  
 میں نے سلیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے منہ دیکھی  
 وہم ہاں میری طرف سے۔  
 اچھا!۔ اس کی ہونٹاں جینے ابھری لیکن اب۔  
 میرے دل میں اس سے بے رحم کاشا نہ تھیں۔ میں نے  
 منہ پر سے اس کے ہاں تھنی میں بکڑے ہوئے تھے۔ پھر میں نے  
 اسے جھپٹا اور ٹشٹ پر اس کی تروں۔ کہہ دی۔  
 وہ ڈر رہا تھا۔ چکر رہا تھا۔ میں نے اپنا گھٹنا اس  
 کے پیٹ پر رکھا۔ ٹشٹ میں رکھی ہوئی تیز دھما دھما والی چھری  
 اٹھائی اور دوسرے لمحے یہ چھری سلیم کی گردن پر پھیر دی۔  
 سلیم کی گردن سے خون اگلنے لگا۔ ٹشٹ خاصا وسیع  
 تھا۔ اُلتا ہوا خون تھا۔ اور اس آہستہ ہوئے خون کی چند۔  
 چٹینیں میرے لباس پر پھوٹ رہی تھیں۔ لیکن میں اسے دبوچے رہا۔  
 اس کا زخم کھلتا گیا تھا۔ اور خون کی کھیاں بہہ رہی تھیں۔  
 خون ٹشٹ میں گر رہا تھا۔  
 لیکن میں ایک بے رحم قصائی تھا۔ ایک جانور تھا۔  
 وہ نہ تھا۔ بالکل ٹوٹ گیا تھا۔ میرا داغ اس کی ہونٹ پر لڑکے  
 زبیرا تھا اور مجھے اس معلوم ہونے کے بہتے ہوئے خون کی دھج  
 برابر پردہ نہیں تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ مسکرا رہی ہے خوش  
 ہو رہی ہے۔  
 لیکن اب اب میرے احساسات کچھ بھی نہیں تھے  
 سلیم کا چہرہ کتنا ہوا بدن آہستہ آہستہ سو ہو گیا اب اس نے  
 ہاتھ پاؤں کھال دیے تھے۔  
 تب میں نے اسے ٹشٹ سے اٹھایا اور ایک طرف  
 دھکیل دیا۔ ٹشٹ خون سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں  
 تھکے تھکے سے انداز میں پیچے بیٹ گیا۔ چھری میں نے ایک  
 طرف ڈال دی تھی۔ پھر اس کی منہوں آواز ابھری۔  
 مسکریا۔ باہر داد خان باب ایک کام اور کرو۔  
 کیا؟  
 اس ٹشٹ کو اٹھاؤ اور میرے سر پر ڈال دو۔  
 تیار سے سر پر؟

ہاں، میرے سر پر۔ تمہارے سامنے میرا مجسمہ  
موجود ہے۔ اس نے کہا، اور میں نے گردن ہلا دی۔  
میں نے اس غشت کو اٹھایا سرت جلد کیا اور اپرا  
کے نیسے کو خون سے نندا دیا۔ سفیدہ خستہ خون سے تر ہو گیا تھا  
میں نے محسوس کیا کہ اس کے اعضاء میں جلیش ہو رہی ہے۔ اس  
کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ میں دو قدم پیچھے  
بٹ کر اس جیسے کو دیکھنے لگا۔ خون کے قطرات سرت پاؤں  
تک بہہ رہے تھے۔ لیکن ایک بھی قطرہ زمین پر نہیں گرا تھا۔  
جیسے یہ قطرات قطرات کو بند بکرنے لگا تھا۔ اور اس کے چہرے  
پر ایک ہلکی سی تاریکی دوڑتی جا رہی تھی۔ ہاں، یہ میرا دہر  
نہیں تھا۔ یہ صرف میرا احساس نہیں تھا۔ بلکہ یہ ایک حقیقت  
تھا۔ سو فیصدی حقیقت تھی کہ اس کے اندر خیال میں تبدیلی  
سی پیدا ہوئی جا رہی تھی۔ وہ بوڑھے اور جیسا تک اندر خیال  
جو تھوڑی دیر پہلے نہایت کروہ نظر آ رہے تھے۔ اب تیرے  
بہتر ہو گئے تھے۔ لیکن تیرے ان کی خواہش اور کرہنشی اور  
خواہش اب بھی باقی تھی۔ تب مجھے اپسر کی آواز سنائی دی۔  
”تمہیں میرے لیے ایسے بہت سے کام کرنے ہوں  
گے۔ باراداد خان! اس کے بعد۔ اس کے بعد میں نئی زندگی  
نیاجنی حاصل کروں گی۔ ہاں، مجھے وہ سب کچھ مل جائے  
تھا جو میری ملکیت تھا۔ سمجھے تم؟ تم سن رہی رہ سب کچھ  
کیا تھا۔ اور اب تم ہی مجھے میری جوانی اور جس واپس دوئے۔  
میرا لٹھلٹھا، اور اس فیصلے کے تحت میں نے تمہیں ایک  
نئی زندگی دی۔ ورنہ تم کیا سمجھتے ہو؟ اس دیرانے میں مجھ  
تمہارے پیٹ کی انٹرایلیں کھال کر کھا جاتے۔ تمہاری۔  
آنکھیں کھال لیتے۔ تمہارے وجود کا ایک ایک ذرہ ہڑپ  
کر جاتے۔ لیکن میں نے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔ میرے  
شکر گزار ہو۔ باراداد خان! میرے شکر گزار ہو۔ میں نے تمہیں  
نئی زندگی اور نئی جوانی دی ہے۔“

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید میرا ذہن اس  
کے اثر سے آزاد ہو جا جا رہا تھا۔ وہ زندگی اور وہ وحشت  
جو تھوڑی دیر پہلے مجھ میں سرایت کر گئی تھی۔ اب ختم ہو چکی تھی۔  
میرے بدن کو سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ ہاں، مجھے  
احساس ہو رہا تھا کہ میں نے غلن کر دیا ہے۔ میں نے وحشتانہ  
انجام میں ایک مسموم بچے کو قتل کر دیا ہے۔ اس مسموم بچے  
کی لاش میرے سامنے پڑی ہوئی تھی اور اس کی آواز میرے  
کالوں میں گونجنے لگی تھی۔

اٹکل۔ اٹکل۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے  
 حیروں مار دیا اٹکل! اٹکل! میں نے کیا بنگارا اٹھا آپ کو؟  
 اٹکل! اٹکل!  
 نہیں۔ میں وحشت سے چیخ پڑا۔ میرے چاچوں  
 طرف اٹکل اٹکل کی پکار مچی پڑی تھی۔ میں نے اپنے دونوں  
 کانوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ آنکھیں سنتی سے چھٹی لگیں اور پھر  
 وحشیانہ انداز میں نہیں نہیں کی گردان کرتا ہوا دہشت پرکھا  
 پلٹ پڑا۔  
 میرے وجود میں مچلی مچی ہوئی تھی۔ کونوں میں سائیں  
 سائیں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ میرا دل تین تین کر رہا تھا  
 تھا۔ میں نے بہت بڑا کیا ہے۔ بہت بڑا کیا ہے۔ آہ! بہت  
 بڑا کیا ہے میں نے۔ بہت ہی بڑا کیا ہے۔  
 میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ باہر نکلی سانسے ہی نیکی  
 جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے جیپ اشارت کی اور واپس  
 چل پڑا۔  
 اب کسی منزل سے رانا مل جاتا۔ میرے رانا محل پہنچا  
 بچھا دیا تھا۔ ہاں۔ میں نے وہی چراغ بچھا دیا تھا جس کی  
 حفاظت کے لیے میں نے رانا بچھا کر قتل کر دیا تھا۔ اس  
 وقت میں قلعہ تھا۔ لیکن۔ لیکن میں تو اب بھی قلعہ تھا۔  
 لیکن کون ماننا میری بات کو۔ اگر میں وہاں جا کر رہ سکتا کہیں  
 مجبور تھا۔ میں نے کسی سحر کے زیر اثر یہ سب کچھ کیا ہے  
 ہاں، میں نے افریقہ کی خونی لکڑی کے جادو کے نیچے میں جکڑ  
 کر سلیم کو قتل کر لیا ہے۔ تو سب میرا ذاتی اثا ہیں گے۔ سب  
 یہی سمجھتے کہ میں عجوت بول رہا ہوں۔ سلیم کو قتل کرنے سے  
 میرے کچھ اور مقاصد بھی ہوں گے۔  
 ہاں یہ مقاصد تو کھل کر سامنے بھی آجاتے۔ اگر میں طرف  
 سے شادی کر لیتا تو۔ اس کی تمام دولت فی الحال میرے تصرف  
 میں ہوتی۔ لیکن یہ غدر ہمیشہ میرے ذہن میں رہتا کہ غدرے  
 عرصے کے بعد سلیم اس کا مالک و نگران بن جائے گا۔ یہ اس  
 کے باپ کی جائیداد تھی۔ میرا کچھ نہیں تھا۔  
 اول تو میں رانا مسعود کی حیثیت سے ان لوگوں کو مسکوا  
 نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن اگر دیکر دیکھ لیجیے یہ سب کچھ میرے  
 قبضہ میں نہ آتا، لیجیے اس کی مزدورت بھی نہیں تھی۔ اب میں  
 اس محل کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتا تھا۔  
 جیپ کا رخ شہر سے باہر جانے والی سڑک کی جانب  
 ہو گیا۔ میں جس جیپ دوڑ لے جا رہا تھا۔ کالی دور پسینے

کے بعد میرے حواس کچھ بحال ہوئے۔ بیڑول اب بھی دکھ رہا تھا۔ میرے پورے اعصاب پر ایسا بوجھ طاری تھا۔ جیسے مفلوج ہو چکا ہو۔ دیا گیا جو۔ یا جیسے میں ساری رات اور سارا دن شدید مشقت گزار رہا ہوں۔

کیا سو نہیں گئے محل والے کیا بلیکمر کا انتقال کر چکے تھے۔ مورخ بیٹے پاری کا کیا ہو گا؟ وہ بھی بڑی غمور عورت تھی۔ بڑا غمور بچہ تھا۔ کاش وہ میرے ہاتھوں فنانہ نہ ہوتا۔ کاش وہ۔

میرے ہاتھوں قتل نہ ہو! کاش۔

منیہ کی بیچن بہن نہیں بیٹے نے سبھی تھی۔ مسعود کی بہتر بار بار شکا ہونے کے سلسلے آجاتا تھا۔ لیکن بہتر۔ مجھے اس بہن کو نشانہ تھا۔ میری اپنی کوئی کوشش اس میں شامل نہ تھی۔ میں تو مہجور۔ جو کیا تھا۔ میرے ہاتھوں فنانہ نہ ہو۔

میں سسر کرنا۔ ہاں کافی دور چلنے کے بعد بیڑول کے ختم ہونے کا احساس ہوا اور میری نگاہیں بیڑول کی تلاش میں پھنس گئیں۔ کافی فاصلے پر ایک بیڑول پیپ نظر آیا تھا۔ میں وہاں پہنچا جیسا کہ کیٹکی مل کر آئی اور وہاں کی کر کے آگے بڑھ گیا۔

میرے کوئی منزل نہیں تھی۔ بس جہاں بھی پہنچتا تھا۔ لیکن اس دیوانگی کے سفر کے بعد میں نے خود کو ذہنی میں پایا۔

میں باقی دو بیسی پہنچ گیا۔ بیسی پہنچنے کے بعد میں تھکا فائدہ اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو کر میں نے اپنے کمرے میں پناہ لی تھی۔

فرہنگ کی بڑی حالت تھی کہ الامان المفیظہ۔ کچھ بھی نہیں آتا تھا کہ کیا کر دوں۔ تو سن بیز بہ دست ہو چکا تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے ابھی تو یہی ہی دیر گزری تھی کہ مجھے پم دی سنو کی آواز سنائی دی۔ جیسے لب میں چھان چکا تھا۔ میں اسے اپنی نادیدہ عینہ کہہ کر آتا تھا۔ لیکن وہ حقیقت وہ میری دشمن تھی۔ میری بدترین دشمن تھی۔ وہاں اپسرا۔

اپسرا جس نے مجھے زندگی کی خداید اذیت میں گرفتار کر دیا تھا۔

بابر وادخان اب کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟

ہاں، میں پاگل ہو گیا ہوں۔ تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔

خونی ملک تو نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔

اگر تم نے یہ فغصول بائیں جان کی رکھیں تو پھر میں تم پر صحت بھیج دوں گی۔ اور اس کے بعد تمہارے ساتھ جو کچھ ہو گا۔

اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔

ہاں، میں تیار ہوں۔ جس مرنے کے لیے تیار ہوں۔

بلے کی طرح نہ کھانی خوف مری نہیں ہر جہ میں ڈرتا ہنر مند  
 نہ نے جو نہ ہو گا کہ اس سے کہ اس سے وہ میری ماری نہ کی کے  
 بے کافی ہے مری اپنے منہ کی اس عقل کو کسی صاف نہیں کر سکتا  
 ہر آدمی تصور کرتے تھے کہ ایک بار بیکار ہو کر وہ بے گناہ ہو  
 چنے اس تصور پر کہ نہ کھانے سے کیوں مرے گا کہ وہ اس کی بڑی  
 انداز میں سمجھنے لگا۔

بہر اور ذوق: مجھے ہے جو کہ میں نے کہا ہے اس کا حصول  
 میرے لیے بہت ضروری ہے۔ اگر میں اپنے پی پی کی زندگی نہ  
 بڑی ترقی میں ہی تیری ہی طرح موت کی خوشی میں ماسوؤں کی  
 اور لذت کا شکار نہ ہوں گی۔ بلے جانتے ہیں کہ اس کے حصول کے  
 لیے یہ سب کچھ کرنا ہے۔ اور اس کے ذریعہ وہ جو کہ تم ہو اس  
 لیے جتنی ہی میری مقصد باری کے لیے عمل میں کرنا ہے۔ اس  
 نے کہا۔

مخدا کے لیے، خدا کے لیے مجھے صاف کر دے۔ میری  
 تیرے لیے کہ نہیں کر سکتا۔ میں نے جو کچھ کرنا ہے وہی میری تیری  
 زندگی کے لیے کافی ہے۔

خدا دو میں ہم باؤں کو بھٹا دو بے وقوف انسان  
 زندگی کی بے وقوفی سے بھٹا اور ذوق میں مجھے بھی پیش کرنا چاہی  
 گی۔ دیکھو نہیں اتنا باوجود دشمن ہونا ممکن ہے۔ تم نے مجھ  
 سے میری حکومت کیوں چھینی۔ کیوں گئے تھے اس بے وقوف  
 ذہنیت زادے کے پاس میری سرکونی کے لیے تم نے میرے  
 قتل کے لیے ملتان کا ساتھ دیا اور جب میں قتل ہو گئی تو میرا  
 ساتھ تم نہیں رہے تھے۔ تم نے مجھے کیوں تباہ کیا؟ اس کے لیے کی  
 موت کے لیے تم اتنے افسردہ ہو کر میری جو مدد میں کی کاوشیں  
 اور مدد میں کی زندگی نہیں چھینی اس کا کوئی اس کا تباہی سے  
 دل میں باقی نہیں ہے۔

تم۔ تم فقط فکر زیادہ کرتی ہو، تم غمی ہو، نہایت  
 کردہ عورت ہو۔

فحش ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں جو کوئی بھی ہوں۔  
 ہر جہ میں ہی میں تم میرے دشمن بنا کر کیوں آئے؟ تم نے مجھے  
 ناکر سے ہونے کی کوئی نہیں ہو جا کر تم کی کو تباہ کر رہے ہو؟  
 میں اپنے لیے نہیں تباہ نہیں کر چاہتا تھا۔

میں نے کہا ہے کہ میں سبھی سلطان خدا کا کون تھا اس سے  
 تباہ کیا ہوتا تھا؟ ایک عزیز آدمی کا بیٹا، ایک عزیز شخص کا اور  
 صدمہ کون ہو رہا تھے میری جگہ کے کسی کی تباہی کے لیے  
 ہلکا پھلکا۔ تم اس کے سختی ہو بار بار ذوق: اور غم سے کسی

لو اگر تم نے میرے احوالات کی تھیں اس کی ترقی نہیں اس طرح  
 تباہ کر دیا کہ وہ اس کی کم موت کو تو سو گئے۔ ہاں، میں نہیں  
 موت نہیں دوں گی باوجود ذوق: میں نہیں دیکھتی اس کو تیرے  
 سے کہ اس کی کم یاد رکھو گے زندگی بھر۔

دیکھو ہر طرح کے صاف کر دو۔ میں نے جو کچھ کیا تھا اس  
 حالت کے احوال میں یہ کہہ کر کہ اس کا خدا سلطان سے مجھے بہت قیمت  
 تھی۔ میں نے نہیں سے اسے یہ کہہ کر کہ اس کی خواہش کے لیے  
 میں مجبور ہو گیا تھا۔ میری تیرے کوئی ذوقی دشمنی نہیں تھی تم کسی  
 اور کوئی کام کے لیے تیرے کو سب سے پہلے دو۔ جس حالت  
 میں میں رہ سکوں ہوں اس کی تکلیف تباہ سے لیے اب میں کچھ  
 نہیں کر سکتا۔

ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ نہیں وہی سب کچھ کرنا ہوگا  
 جو میں بنا ہوں۔ اب تم کو وہ کسی بار میں پہلے جاؤ، تم شراب پیو  
 کہ کافی سکون ہو کر دو گے۔ شراب ہی تباہی سے چھٹی سکون کا  
 حل ہے۔ مجھے! میں نہیں ایک دوست کی حیثیت سے شہرہ  
 دے رہی ہوں۔ مجھے اس بات پر آملاہ دیکھ کر میں ہتھی ہو گئی  
 بنی باؤں۔

شراب۔ میرے ذہن میں شراب کی چٹکی کی خواہش  
 بیدار ہو گئی۔ واقعی میں اس وقت خود کو چھوٹا جانا چاہتا تھا۔  
 بہتر ہی تھا کہ میں شراب کا سہارا لوں۔ کم از کم اس وقت اس نے  
 یہ بات بہتر کی تھی۔

دوست! میرے ذہن میں ایک خیال گرما ہوا میں نے اس  
 سے کہا۔

میرے مسلمان تو مر گئے تم اپنی یہ نئی زندگی کے کرب کہیں  
 جاؤ گی؟ کیا زندگی اس طرح میں زندہ گی؟ کیا نہیں زندگی  
 سے ان بات کو میں نہیں ہوتی؟

خوشی! باتیں کہیں ہو، جہاں باتیں ہو سہے ہو، زندگی کو مرنے  
 کی چیز نہیں ہے۔ ہرگز نہیں پڑے ہوئے سو سالہ بڑے  
 سے سوال کر کہ اس کی آخری خواہش کیلئے تو وہ جواب دے  
 گا کہ اسے زندگی سے دی جائے۔ اس نے زندگی اس کی قیمتی چیز  
 ہے۔ اتنی ہی حسین شے ہے۔ تم جس چیز سے غمزدہ حاصل کر سکتے  
 کی کوشش کر سہے ہو۔ اگر نہیں یقین ہو جائے کہ وہ تم پر تیری  
 ہے۔ موت اگر تیری شراب کے قریب پہنچ جائے  
 تو تم زندگی مانگو گے۔ اس وقت تم اپنے سارے افکار و  
 خیالات بھول جائو گے اور جلد سے دل میں صرف ایک  
 ہی آواز رہے گی۔ کاش! تم زندہ نہ رہتے انسان بقوت و فکر

میں ہے۔ لوگ خود کشی بھی کر رہے ہیں مگر وہ صرف ایک  
 جذباتی نرزش ہوتی ہے۔ جس کی نرزش سے ملک لڑھی انہیں  
 سنبھلنے کا حل نہیں تو موت کی بجائے زندگی کی آواز دے کر۔  
 چنانچہ موت کو آنا آسان نہ ہو۔ موت بہت بڑی چیز  
 ہے۔ میں بھی زندگی کی خواہش ہوں۔ میری مسلمان کی بات تو سنو  
 میں نہیں یہ کہہ کر کہ اس کی کر سکتا ابھی زندہ ہے۔  
 کیا؟ میں اچھل پڑا۔  
 ہاں، وہ زندہ ہے۔  
 بلکہ۔ کہیں ہے وہ؟  
 یہ سوال غیر ضروری ہے۔ میں جلد سے اپنے اتنا جانا  
 کافی ہے کہ وہ زندہ ہے۔ بہر و فیصلہ رازی کی زندگی ہے۔  
 رازی کی زندگی ہے اور وہ جس میں سے میرے خوف ایک  
 طرح کا مافوق الفطرت وہ بھی زندہ ہے۔ وہ سارے کردار میں  
 موجود ہیں۔ جیسے کہ ان میں سے کسی سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں  
 اپنے دشمن کے ذہن سے انتقام تو لے لی تھی کہ اس کا سب سے سخت  
 آئے ہیں اس کے لیے ایک ایسا پہل بچاؤں کی کہ اس کا  
 ہمدرد کسی کھتی ہی کی طرح اس میں آجھنے۔ میں نے کسی کو  
 صاف نہیں کیا ہے۔ اور اس مسلمان تو مسلمان میرے تحفظ  
 میں ہے۔ میں اس کی حفاظت کر رہی ہوں تم نہیں جانتے؟  
 تم نہیں جانتے وہ میرے پیروں کا پیادہ ہے۔ ہاں، باوجود  
 خان میں ہزاروں سال سے اسے جا رہی ہوں، اب سے  
 بہت پیٹے۔ بہت پیٹے۔ بہت پیٹے وہ ایک بار  
 میرے ملنے آیا تھا۔ یہ ہزاروں سال قبل کی بات ہے۔  
 میں نے اسے دیکھا اور جی ہاں سے اس پر غور کرتے ہوئے تھی  
 وہ میری حکمت نہیں تھا۔ میں نے اس حیرت کو قتل کر دیا۔  
 جس نے مجھ سے پہلے اس پر غور کیا تھا اور اس کے  
 بعد وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا۔

جب مجھ نے اسے اسے جی موت کی زندگی ملنا پڑا لیکن میں  
 جانتی تھی کہ وہ آئے جو وہ چاہے اس کا گھر اس کی لڑکی  
 میرے تکی کا تصور بنا کر جو کچھ بہت تھی۔ میں کہیں یہ نہ نہیں  
 مجھے تو کسی کا شمار تھا اور ایک طویل عرصے کے بعد وہ آیا۔  
 لیکن میرے اسی دشمن کی حیثیت سے۔ بار بار دلائل: اب میں  
 اس دشمن کو دوستی میں بدلنا چاہتی ہوں اس نے، تم نے اسے  
 اکوندہ بننے کے لیے

میری حکمت سے محروم کر دیا۔ میری حکمت مجھ سے ہیں

لی جانشین میں خدیجہ بھرن کا شکار ہوئی، لیکن اس کے  
 باوجود میں سب سے بڑی تھی۔ سب سے بڑی تھی۔ لیکن  
 ہے۔ میں نے اس کا جہاد میں سے ایک کو جہاد کیا۔ لیکن  
 اب وہ۔ اب میرے سامنے میرے چہرے ہیں۔ میں نے  
 بے پناہ بھلائی ہے۔ میں نے اسے اس کے سر کے ہونے کی  
 تم کو کچھ دینا کہ خدا وہ میری حکمت ہو گا۔ وہ اپنا انتقام بھی  
 بھول جائے گا۔ میں اس سے بڑی تھی۔ میں نے اسے اس کے  
 سب کچھ دیا۔ میں نے اسے اس کے سر کے ہونے کی  
 دل میں وہی تباہی ہے۔ خدا کا ملے ہے۔ وہ زندہ ہو گئی۔  
 میں جس کے لیے تھا کہ اس کا دل میں اس کی آواز میرے  
 کہوں میں اس کے سامنے کرتی رہی۔

مسلمان نہ تھے، لیکن وہ کہیں ہے، آہ وہ کہیں  
 ہے، کاش وہ مجھے من جانے لگے اس سے بے پناہ محبت  
 تھی۔ میں سے بہت چاہتا تھا۔ تم کو مجھے مل جائے تو میں  
 اسے لے کر مر رہا ہوں، میں نے اسے اس کے سر کے ہونے کی  
 پر سکون۔ اس میں جانا۔ ہاں، وہ نہ گئے کہ اس کا شکار  
 کروں۔

مجھے نہیں جانتے تھی۔ جوئی، ایسی توانی تو میری  
 کو قتل کر کے اسے مل ہو، مجھے نہیں جانتے تھی یہ زندگی جب  
 کچھ نہیں سکھائی تھی، اس پر اس کے سر کے ہونے کی  
 جانب چل پڑا۔

بارہ بچا کر میں نے شراب خلیج اور میرے خود کو شراب  
 میں فرو کر دیا۔ وہ حقیقت شراب نے میرے ذہن کو سکون  
 بڑھا تھا۔ اس کا مشورہ بھی غلط نہیں تھی۔

جب جہاد میں نے اسے لے کر میرے ذہن کا منتقل  
 کچھ کم ہوا تو میں نے اس قتل کے بارے میں میرے اندر  
 سے سوچا۔

سب سے پہلے اس کا کھنڈرات کب گیا تھا۔ یہ بات  
 سب کو معلوم تھی، رانا سوچ کر حقیقت سے میں ہوا ہوا  
 سبھا جاتا تھا۔ جس میں میرے اسے کے بعد خود کو اپنے ہی  
 ماحول میں اس کے دل میں وہ بڑی غصہ بھری ہوئی تھی۔ مجھے  
 بخش نہیں کر سکتے لیکن اس سے وہ بدلہ کب وہ شخص  
 موجود تھا جیسی والد۔ دھو: وہ شخصیت تھی اس کے  
 بعد تاسود کو مانتی تھی اسے ہم پر ہونے کا کہ میں نے سب  
 کو قتل کر دیا اور اس کے بعد وہ گئے آسانی جس کو سنبھال

واقعی ماہر میرے لئے نصیحت بن سکتا ہے۔

برصغیر کے بچے یقین تھا کہ اہل سرسبز علاقہ سے آئے گی۔  
میرا تعلق کس سے تھا۔ لیکن بہر حال اس خوف کو میں  
فرحوش نہیں کر سکتا تھا۔ جس نے شراب کے چند ادبیکہ  
پئے اور میرے دل سے یہ خوف بھی مٹ گیا۔ میں خاموشی سے  
نظر اٹھا۔

پھر میں نے سوچا کہ اب اس چپ کو اپنے ساتھ رکھنا  
مناسب نہیں ہے اسے یہیں چھوڑ دیا جائے اور کسی سے  
گھر واپس بلایا جائے۔ یہ جیپ میرے لئے نصیحت بن سکتی  
ہے۔

میں نے باوجود اس اس بڑی سمجھداری کا تھا چنانچہ میں  
واپس ایک ٹیکسی سے گھر گیا۔ شراب کا نشہ بھی میرے ذہن  
پر مسلط تھا۔ میں نے اپنے کو کو بلایا اچھا اس سے مزید شراب  
لانے کے لئے کہا۔ ملازم نے مجھے شراب لاکر دی تھی۔  
میں پتا سا باس وقت تک پیا۔ جب تک میرے  
حواس میرا ساتھ دیتے رہے اچھا اس کے بعد میں بے ہوش  
ہو گیا۔

میری زندگی کے مولد پھر سے ہماری ہوتے گئے۔  
میرے تک میرے ذہن پر وہاں مسالہ سوار ہے سلیم  
کی موت میرے ہاتھوں واقع ہوئی تھی اس کے لئے  
اچھے آپ کو بھی سبب ہیں کہ کتنی خوار کی تباہیوں میں  
جب بھی اس کا خیال آتا تو میرے کانوں میں اس کی صوم  
چینیں گونجنے لگتی ہیں۔

اکل اکل میں نے آپ کا کیا بڑا اکل اکل میں نے  
آپ کا کیا بڑا اکل ۶

میں نے یہ سوچا تھا لیکن یہ مرنے والے کے لئے میں نے  
اب باقاعدہ شریک اختیار کر لیا تھا۔ صفت شریک  
بچے ہر وقت سے آواز کرتی تھی وہ بیل مبینہ بہانہ بھی  
میں ملا کہ میں نے تو یہ سنا تھا کہ یہ منہ دہن کے لئے کافی  
نات ہوئے ہیں لیکن میرے لئے تو وہ اس وقت بن گئی تھی مجھے  
بر اس سے بہت دلدادہ تھی میری زندگی کے معاملات  
دار کا ہے کوئی خلا پیدا نہیں ہوا تھا ان میں اب میں نے  
تفصیل فرماتے ہیں کہ میں نے شریک کو کیا تھا کہ خلا میں کی  
میں بھی میرے نزدیک تھی میں صحت کو خراب بھی کرتی  
تھی نہیں تھی۔

میں بھی ہمارے کسی کہتا تھا لیکن میں اس سے ملنے ہی بھی

میری تقدیر میرے گھر پر میرا ساتھ دے رہی تھی میں نہیں  
جانتا کہ یہ میری تقدیر تھی یا اہل سرسبز علاقہ میں گھر سے پر  
واؤنگ کا تا اسے جتنا ہی ہوتا تھا۔

میں اب تک کہ میں ہونا ریس گراؤنڈ میں بہت مشہور ہو  
گیا تو میرے پیچھے پیچھے چلے گئے بڑے بڑے بنگلہ داری  
میرے کھیل پر جان رہے تھے وہ تھیں وہ تھیں سے مجھے دیکھتے  
تھے میں وہاں بوجھ کر ایسے گھوڑوں کا انتخاب کرتا تھا جو  
مرل ہوتے تھے لیکن کبھی نہ کبھی اس کا کوئی امکان نہیں ہوتا  
تھا۔

میری یہ کوشش ہوتی تھی کہ کم از کم اندازہ تو لوگ اڑیں کہ  
یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے لیکن میرے گھیرنے کی کو وہ  
گھوڑا فریق حیدر بہت جانا تھا چنانچہ میں ریس گراؤنڈ  
میں مشہور کی حیثیت سے پہلے جانے لگا تو مجھے مجھے گھوڑوں  
کا بھٹا ہونے لگے نہ جانے کیا نام رکھ دیئے تھے ان لوگوں  
نے میرے بہت سے تو میرے اندر گردنی جکراتے رہتے تھے  
ان میں بڑے بڑے لوگ تھے وہ سب کسب اس بات  
کا اندازہ لگا کر کہیں کس گھوڑے پر واؤنگ لگا آہل  
میں اب تک کہ میں گراؤنڈ کے چیکر بھی میری وجہ سے ہرگز نہیں  
ہو گئے تھے۔

ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا جادو کرتا ہوں  
چنانچہ میرے شریک میں اب لوگ کافی محتاط ہو گئے تھے لیکن  
یہ تو کھیل تھا کوئی کچھ پر اثر نہیں کیسے کر سکتا تھا اس سلسلے  
میں میری بہت سی بہت سے لوگوں سے ہو گئی تھیں میں کوشش  
تھی ملک میں جو ان میں تھا کوشش بہت خود بہت جوان  
تھا بہت نہیں ملکہ طبیعت کا ملک مجھے اس کی شخصیت بہت  
پسند آتی تھی۔

میں دوسرے لوگوں سے صرف رسمی سلام دعا کرتا  
تھا لیکن کوشش سے اندازہ نہ ہوتا تھا کہ میں بھی ہونا  
اس سے اچھی نامی دوستی ہو گئی تھی میری ریس گراؤنڈ میں  
ملاقات ہوئی تھی میں ریس گراؤنڈ میں کھیلنے نہیں جاتا تھا اس  
جگہ بھی دل چاہتا تو محفل سے اکتا کر وہاں پہنچ جاتا آج  
بھی میں نہ آتا ہوا تھا۔

میں بھی سے پہلے اپنی گاڑی میں بیٹھا کرتا تھا جس  
کے لئے میں نے ایک گاڑی نوکر کا کیا تھا آج جب میری  
گاڑی ریس گراؤنڈ میں تھی تو کوشش میں بھی گاڑی سے نکل گئے  
گھر واپس آئے۔

میلو ہمارے! میں کئی ریسوں میں ہمارا اختصار کر چکا ہوں  
برصغیر میں نہیں آئے یہ اس نے بے باکی سے  
بہت ملاتے ہوئے کہا۔  
"بیس کوشش میں جیتنے کے لئے کھیلے نہیں آتا۔ دل بھڑانا  
ہے تو کھیلے آ جانا ہوں۔"

میں نہیں جانتے ہزاروں آنکھیں تنہا کھیل میں بھی رہتی  
میں بہت سے لوگ ہمارے منتظر رہتے ہیں تم آ جاتے ہو  
تو لوگوں میں ایک کئی زندگی دلا دیا ہے اس دن ریس کا  
لطف بڑھ جاتا ہے۔  
"غیر تو تم لوگوں کی اپنی اخترا ہے ورنہ میں کس  
قابل ہوں۔"

یہ آؤ کہیں مجھ کو باتیں کریں گے ریس شروع ہونے  
میں ابھی کافی عرصہ باقی ہے آؤ ہونا چلتے ہیں۔ وہ مجھے  
ساتھ لے ہوئے ایک ریس تو مان کی طرف بڑھ گیا ریس  
گراؤنڈ کے اطراف میں بہت سے ریس توڑیں بکھرے ہوئے  
تھے ریس گراؤنڈ کے کھنڈے مائل میں ہم ایک میز  
پر بیٹھ گئے اور اس کے پیر کی اجازت سے میرے لئے ایک  
شراب منگوا لیا۔

میں ہمارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا ہمارا  
نہان ہماری ملاقات ریس گراؤنڈ میں ہوئی ہے لیکن  
میرے خیال میں ہمارے درمیان اتنے فاصلے نہیں رہے ہیں  
کہ ایک دوسرے سے کوئی واقفیت حاصل نہ کر سکیں۔

"ہمارے درمیان بھی رابطہ کافی ہے کوشش کر ہم دونوں  
دوست بنیں۔"

"دوست نہ ہو میرے دوست! ابھی تو ہم صرف شناسائی  
کی حد میں ہیں۔"

"حدی بیان تک بھی مقصود کی باتیں انسان کی اپنی ہی  
کا پیش ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم مجھے جسے آگے لے رہے ہو۔  
میں دوسری طرف سے آؤں ہوں کوشش مجھے صاف کرنا میں  
معدود لاف میں ہی نہیں کرتا۔"

"میں تمہاری شخصیت میں بہت دلچسپی لے رہا ہوں باہر  
دوستانہ نہیں کر دوس لئے نہیں کہ تمہیں جیتنے والوں میں  
میں جو میں تم سے متاثر ہو گیا ہوں لیکن ہے تم اس  
بات کو بھی سمجھو کہ میں تمہارے ذہن سے دولت منہا جاتا  
ہوں۔"

میں کوشش میں یہ نہیں سمجھتا۔ دولت تو آئی جانی تھی  
ہے کوئی بھی کہیں سے حاصل کر سکتا ہے یہ ساری باتیں ہی  
فصلی ہیں۔  
"تو پھر تمہارے بارے میں میں تم سے سوالات کر سکتا  
ہوں؟"

"نہیں۔ لیکن براہ کرم مجھے جلد کے لئے مجبور نہ کرنا۔  
"اچھا یوں کرو کہ جس سوال کا جواب مناسب نہ سمجھتے  
ہو تو دینا۔ یہی کوشش کہ کم از کم دوسروں سے سرفراز ہونے  
کا انا سوچ تو فرود دلا اس نے کہا ادا میں آنکھیں بند کر  
کے کھنڈے میں شراب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہا  
تھا اس نے بھی اپنا کلاس سنا تھا یا چند گھونٹ لئے اور بولا  
"تم ابھی ابھی سے کیوں رہتے ہو کچھ پریشان ہو کیا بات  
ہے میں نے تمہاری شخصیت میں کبھی ترقی نہ کی تھی باقی۔  
ملا کہ حسابی سلا سے اندازہ ہے تم اپنی محنت مند  
نوجوان محنت ہوتے ہو لیکن تمہارے انداز میں ایک کچھ بھی سی  
کفایت پیش پائی جاتی ہے۔"

"یہ وہ سوال ہے جس کا جواب میرے لئے لیکن نہیں ہے  
میں نے کہا۔"

"اکل ہے یا نہ! پہلے مجھے پتہ چلا ہو گیا تھا دوسرا  
سوال بتاؤ۔ یہی میں کہاں سمجھ رہا ہوں؟"

"میں نے اسے اپنا بہت بنا دیا۔  
"شکریہ۔ اگر میں کبھی تم سے ملنا چاہوں تو وہاں اگر مل  
سکتا ہوں تو۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے جلد دیا۔  
"دوسری بات۔ بتاؤ کہ صحت کا تمہاری زندگی میں کیا  
وفا ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔  
"لیکن میں نے یہاں ریس گراؤنڈ میں کچھ محفل کو نہا ہے  
اور دگر منڈلاتے دیکھا ہے۔"

"اس میں میرا کوئی قصود نہیں ہے۔ میں نے سکر کر  
بول دیا۔"

"یہ خبر۔ بات میں جانتا ہوں یہاں تو آج آج  
میں وہ ابھی کھڑا ہوں کہ گی بول ہیں لیکن ابھی کچھ نہیں  
کی جن میں مردوں سے بے لگائی کوڑا نہیں سہا جاتا۔  
"میں نے یہ کوئی توقع نہیں دینا کہ میں تم سے کبھی مل سکیں  
کیا ہو گا۔"



یہ تو تمہاری اچھائی ہے بہر حال خان تمہاری بڑائی ہے  
 یہ تمہارے لئے؟ رہیں تم ان کے لئے مجبور نہیں؟ کوئل  
 نے کہا۔  
 "مگر میں تو ان میں سے کسی کو بھی اپنے لئے مجبور نہیں  
 سمجھتا تم مجھے بتاؤ کون سی ایسی خواتین ہیں جو خودیت سے  
 زیادہ میرے ساتھ دیکھی جاتی ہوں یا جنہیں میں نے خاص  
 اہمیت دی ہو؟  
 میں نے غصہ کیا دیا۔  
 "پارکھی بات تو یہ ہے کہ تم خود ہی ان کے لئے پُر سحر  
 ہو تم ان تمام باتوں کا کوئی خاص مقصد نہ اخذ کرنا یا برعکس میں  
 پہلے بڑے ہیں سب کچھ جاننے کے لئے یہ سوالات کر رہے ہو؟  
 ہاں۔ ہاں کوئی حرج نہیں ہے میں اس بات کو برا نہیں  
 محسوس کرتا۔ میں نے غصہ کیا دیا۔  
 "تم شادی شدہ ہو؟ کوئل نے سوال کیا۔  
 "نہیں۔  
 "اور اہل خانہ ان میں کون کون ہے تمہارے ساتھ؟  
 کوئی نہیں ہے تنہا ہوں۔  
 "اگال ہے ہر چیز ان کی اور نہی ہے پھر مجھے یہ بتاؤ کہ  
 کوئی صورت نہیں صبح منوں میں شکر کیوں نہیں کر پاتی ہے؟  
 "بس اس پر توجہ نہیں دی ہے۔  
 "اس کی کوئی خاص وجہ ہو گی کوئی گھاؤ ہو گا ہے میں۔  
 کوئی نہ کوئی بات نہ ہو ہے تو تمہارے درجہ میں ایک عجیب سی  
 کیفیت پیدا کئے ہوئے ہے تم اس دنیا سے بے زلزلہ ہزار  
 نکل کر پڑے ہو اپنی دلچسپی نہیں لیتے ان سلسلے مصلحت میں  
 گھومتے کھیتے ہو اس میں کوئی شک نہیں میں محسوس ہوتا ہے  
 جیسے گھومتے نہ رہے سلسلے سے پہنچنے ہوں ایسا یہ پہل  
 گھومتے بیہوش کئے بھی کوئی رہیں اہمیت نہ ہو گی وہی وہی وہی  
 اس پر وہ لگا دیتے ہو تو اس میں ایسی زندگی دوڑ جاتی  
 ہے جیسے وہ نئے سرے سے پیدا ہوا ہو یا ساری باتیں۔  
 میں لیکن تمہارے اندر وہ زندگی اندر وہ جوالی کیوں نہیں  
 ہے جو جوالی کا خاما ہوئی ہے؟  
 "کوئل تم میرے بارے میں غلط فہم ہو رہی ہو ہے جو  
 ایک عام سا آدمی ہوں کوئی اہمیت کوئی خاصیت نہیں ہے  
 مجھ میں اب اس قدر کچھ نہیں کہ وہ گھومتے جیت  
 جاتے ہیں میں کوئی بھی ناچارہ کچھ نہ لگا تا ہوں اچھا ہوں کرو  
 آج تم جس گھومتے کو کہو میں لگا دوں۔"

ہوں وعدہ۔ کوئل نے کہا۔  
 "ہاں۔  
 "تو پھر لڑائی لڑ کر آج واڈ لگاؤ یہ گھوڑا لوگوں کی  
 توقع کے مطابق جیتے جیتے ہے لیکن بدلہ میں میں لڑائی  
 لڑنے کے ساتھ جو گھوڑے دوڑے ہیں وہ سب ہی نای  
 حرائی گھوڑے ہیں اور لڑائی لڑنے کی حیثیت بہت مشکوک ہو گئی  
 ہے۔  
 "ٹھیک ہے یہ تم کو میری طرف سے جاؤ اور لڑائی لڑنے  
 پر لگا دو۔  
 میں نے لوگوں کی چند گزیاں نکال کر اس سے دیں  
 کوئل نے لگا دیا۔  
 "میں جانتا ہوں وہ جیت جائے گا۔" اس نے کہا۔  
 "لگا دو۔" لگا دو میں خود بھی نہیں لگا رہا۔ میں نے کہا  
 اندر شل خاموش ہو گیا خود ہی دیکھ کے ہدم اٹھ گئے پہلی  
 رہیں شروع ہوئے میں چند منٹ باقی تھے۔ گھوڑے ٹیپ پر  
 پہنچ چکے تھے اور ہمارے چلنے کے تھے میں نے اس رہیں میں  
 کوئی گھوڑا نہیں لگا یا میں جس طرف سے بھی گزرتا تھا لوگوں  
 کا جم غفیر میرے پیچھے ہوتا تھا ہر شخص یہ جلتے کی کوئل  
 کرتا تھا کہ کون سا گھوڑا میں سے لگا رہا ہے۔  
 اس وقت بھی لڑائی اس وقت میں میرے پیچھے پیچھے  
 چل رہے تھے لیکن میں آرام سے جا کر انکو ڈر میں اپنی سیٹ  
 پر بیٹھ گیا کوئل میرے ساتھ تھا کوئل نے بھی میری تقلید  
 میں میں نہیں کھلی تھی دوسری رہیں میں اس نے پوچھا۔  
 "پھر کوئی گھوڑا کھیل رہا ہے؟  
 "آج کا کھیل تمہارے ذمے ہے کوئل یہی تم پسند کرو۔  
 میں نے کہا۔  
 "تو پھر کیا خیال ہے اس رہیں میں ہم بڑ لڑائی کو لگا دیں؟  
 "لگا دو۔" میں نے جواب دیا۔  
 "تمہاری طرف سے بھی کچھ لگانا ہے؟  
 "ہاں۔ ہاں میری طرف سے بھی لگا دو۔" میں نے جب  
 سے ایک نوٹ لکھ کر لگا دیا کہ کوئل کوئل کوئل جا  
 کر گھوڑا لگا آیا۔ میری دیکھا دیکھی بہت سے لوگوں نے بڑ لڑائی  
 پر دم لگا لیا اور توجہ دی جا کر بڑ لڑائی جیت گیا تھا۔  
 جیسی میرے سلسلے میں ہمیشہ پریشان رہتے تھے اور  
 کتراتے تھے کہ میں میں نہ کھلوں گے رہیں کوئل میں کم از کم  
 جیکل لکھ لگا دے جس دیکھتے تھے کوئل گھوڑا لگا لگا ہوا

لکھا دینا ایک میں وہ میں خاتون میری صاحبہ ہیں اللہ  
 بڑی بے تکلفی سے ہو رہی۔  
 "میلو اور؟  
 "میلو، میں نے اپنی لگا ہوا سے انہیں دیکھتے ہوئے  
 کہا۔  
 "ابھی تو وہ جیت چکا تھا تو تمہارے پاس۔؟  
 "مگر یہ نہ دیکھتے تھے میرے ہاتھ سے لگا رہا ہے؟  
 "میں کوئل؟  
 "ہاں۔  
 "کون سا گھوڑا کھیل رہا ہے؟  
 "میں خود ہی جانے؟  
 "تم نے اس سے ٹیپ نہیں دی؟  
 "میں نہیں میں کسی کو کوئل ٹیپ نہیں دیتا۔  
 "پھر تمہارے ہاتھ پر تھیں کوئل جیتوں سے کھیل رہی ہیں  
 لیکن ایک سیٹ بھی نہیں جیتی۔  
 "تم اپنی ہمت سے کھیلو میں تم سے ناواقف ہوں۔  
 "میرا نام میری ہے۔ ہاتھ میری۔  
 "شکر ہے میری۔ میرا نام تو تم پر لکھا ہے میں نے اپنا  
 قلم لکھ کر اس کی طرف سے بڑ لڑائی نہیں رہتی۔  
 "تم رہیں کے رہنا ہو۔  
 "شاید ایسی بات ہو۔ میں نے وہ بات سے جواب  
 دیا۔  
 "پھر پھر جیتا دو اس رہیں میں تم کون سا گھوڑا کھیل  
 رہے ہو؟  
 "کوئل سے پوچھ لینا۔  
 "میرے ہاتھ سے۔ میں کوئل کا تعاقب کر رہا۔  
 "میں نے تم پر ہند کر دیا۔ اور وہ اٹھ کر  
 دوڑی ہوئی ملی تھی۔ مجھے جیسی آ رہی تھی کیسے بے وقوف ہیں  
 یہ لکھ لکھ کر بتاتے رہتی کہ میں نے پورے کوئل کوئل  
 جن میں کتنا میں جانتا تھا کہ اس پر میرے ہاتھ سے اور وہ  
 میرے لئے بہت کچھ کرتی رہی ہے وہ حقیقت عامی صحت  
 میں ہو گئی تھی میں کھیل کھیل کر میرے پاس ہو میرے لئے لڑنا  
 میں آسانش ہی آسانش کھیل گئی تھی لیکن میں نے قتل کے  
 بعد کہ کچھ سا تھا میں اس سے میرے بچے کی میزوں کو بھی نہیں  
 قبول کرتا تھا۔  
 میرے سینے پر ہیشا اب بوجھ سا تھا ہاتھ شریب

لی دیتا تو یہ بوجھ تو میرے لئے رہے ہو جا تھا لیکن  
 اس کے بعد میری احساس میری عجیب سا کہ میری  
 فائز پر سلسلے تھا ابھی تک میرے سلسلے میں کرنی کا وہی نہیں  
 ہوئی تھی جہ نہیں لکھ لکھ کے لکھوں پر کیا گزری۔ یہ نہیں  
 میرے پاس میں اس نے کس لکھ سے سوچا لیکن ابھی تک  
 کچھ نہ کوئل ضرب نہیں آئی تھی۔  
 "میں وہاں بیٹھا رہا وہ فائز میری گاہ تک بڑھے آدمی  
 پر میری وہ اس خاتون نہیں تھا کہ میں کھیتا۔ مارا میری سفید تھی  
 جھوٹوں کے ہاں تک سفید تھے میری بیاسی سال کے بعد میں  
 ہوئی لیکن یہ نہیں کہیں رہیں کھیتے آ جاتا تھا اس سے پہلے بھی  
 ایک دو بار میری گاہ اس پر میری بڑھ چکی تھی سا لگتا تھا دھیلنے  
 قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھا میری اس کا گھوڑا ہار جاتا تھا اس  
 کی آنکھوں میں عجیب سی قسم کی کیفیت نظر آتی۔  
 ایک دھڑکنے میں میں نے اس پر غور کیا تھا لیکن ظاہر ہے اس  
 قابل نہیں تھا کہ اس پر توجہ دی جائے آج وہ میرے سامنے  
 کے تھے میں خاموشی سے گھڑا ہوا مسیت تھی گاہوں سے  
 گھوڑوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وقت کوئل کی آواز نے مجھے ہکا  
 دیا۔  
 "پھر لوگ دی لڑائی لڑ رہے ہیں بڑ لڑائی پر میری نے  
 توجہ نہیں دی مگر اچھا گھڑا ہے۔  
 "جو جس پر لگا رہا ہے لگنے کوئل کوئل تم بڑ لڑائی پر لگا  
 آئے۔؟  
 "ہاں۔ کوئل نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اگر بڑ  
 جی خود ہی دیکھ کے ہوں میں شکر ہو گئی۔ میں شروع ہونے  
 سے چند سات قبل میری میرے پاس آگئی تھی کوئل نے  
 اسے دیکھ کر مسکرائی آنکھوں سے مجھ کو بھا۔ اس کے لگا۔  
 "میں وہاں میری بھی بڑ لڑائی پر لگا کر آئی ہیں؟  
 "ٹھیک ہے۔ جیسا کہ میں نے سنا ہے کچھ کیا؟ میں نے  
 گہری سانس لے کر کہا۔  
 "تم نے بھی بڑ لڑائی پر لگا لیا ہے؟ کوئل؟  
 "جی ہاں میں نے لڑا میں میں لڑ کر ہار گیا ہے کوئل  
 نے جواب دیا اور میری مسکرائے تھی اس نے کچھ نہیں کہا تھا تو میری  
 دیکھ کے ہوں میں ختم ہو گئی لیکن جیت گزیر میں اس رہیں میں  
 ایک اور گھوڑا جیت گیا تھا میں کا نام بلیم تھا میں نے اس  
 پر سے میں کوئل توجہ نہیں دی۔ جان میری کوئل کوئل لکھ لکھ  
 کوئل میرے سر سے نہ لکھ رہا تھا۔

یہ کیا ہوا ہر سدا خون آج پہلی بار تھا رگھوڑا بار گیا

سب سے پہلے یہ تم کو روکی حالت ہے کوشل میں نے کبھی بددعویٰ نہیں کیا کہ جس گھوڑے کی طرف میں نشانہ کروں گا وہ بیت جاسے گا تم یقین کرو وہ صرف اتفاقات ہی ہیں کہ وہ گھوڑا بیت جاتا ہے۔

تم کا کہہ رہا ہوں بار بار دلوں میں۔  
لوگوں کو کوشل میں آج کہہ رہا ہوں: دقتا جان میری کوشل کے پاس نہیں گئی۔

تم کو ذلیل آدمی تم سے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے:  
میرے دماغ فریب ہو گیا ہے آپ کا۔  
تم نے شرفِ لڑائی پر لگا دیا ہے نا۔

میں نے کہا تھا میں نے جس پر چاہا لگا دیا آپ کو یہ فضول باتیں کرتے کتنی کسی نے دیا۔  
آہ میں ہار گئی میں ہار گئی وہ دونوں ہاتھوں سے میری پیشی دہان سے آگے بڑھ گئی کوشل کے پوٹوں پر بیکر لٹ گئی پھر اس نے میرا بازو پکڑ کر کہا۔

بار بار دلوں میں اسے کوشل کو بھی نہیں بتاؤ گے۔  
یہ سب کیا بکس ہے؟

کیا ہوا یا کیوں ہر نشانہ گھوڑے ہو؟ میں نے سب نذرنا

کے کیا۔  
لوگوں کو دلوں میں نے شرفِ لڑائی پر نہیں لگایا میں نے تمہارا نام نہ کرنا گھوڑے پر لگا دیا تھا جو جیتا ہے اس پر وہ گھوڑا ہے کہ کبھی نہیں جیتا میں نے کہا۔ بار بار دلوں کے نام پر یہ گھوڑا جیتنا چاہیے اور یہ گھوڑا جیت گیا بلکہ آج کی کسی سرگشتہ نہیں جیتا۔ تم بھی یہ بات جانتے ہو گے۔

لوگوں میں میں نے میری نصیحتیں سنیں اور اسے جہاں تو نے جس نے نہ پناہ لگا دیا اس پر کیا کر سکتا ہوں؟

بار بار دلوں میں میں نے نہ پناہ لگا دیا۔ وہ اس کے لیے بے

بست و آس۔  
دیکھو کوشل فضول باتیں سے گھر کر دو میں اس تمہاری اجازت پر نہیں چھٹتا ہے کیا تو جیت گیا اور جاتا تو اور جاتا میں نے تو تمہیں کہہ نہیں کیا۔ بڑھائی ہو گئی ہے کوشل میری پیشی پر کسی گھوڑے جیت گیا کہ تم اس پر رقم لگا کر جیت جلتے رہی جے کوئی جیت نہ ہوگی۔ یہ سب تو ہلکا بھلکا ہے تو وہ گھوڑا کسی پھر کا تھا جیت میں نے دیکھا ہے۔

میں تیرا ہوں۔ میں واقعی تیرا ہوں۔ جب کوشل نے جیت کی رقم حاصل کی تو جان میری اس کے قریب ہی موجود تھی۔ وہ بھوت بھوت کر رہ رہی تھی۔

تم نے مجھ سے فراد کیا ہے کوشل۔ تم نے مجھ سے فراد کیا ہے۔

کمال کی باتوں میں آپ تو ان گناہ میرے سر پر نہیں ہیں۔ کیا میں آپ کے لیے کسی کی حدوں یا۔ جان میری جھلکے ہوئے تھوڑے سے آگے بڑھ گئی تھی کوشل نے میری رقم لاکر میرے حوالے کر دی اور پھر کہنے لگا۔

اس کے بعد دلوں میں نہیں کھیلے گے۔ باجوں میں میں کھیلے گے۔

مجھے۔ اداوں چلے کر۔ میں نے جواب دیا پتہ نہیں مجھے اب اس سے کچھ بڑھتی ناری کی ہو گئی تھی۔ ضرورت سے دلوں کی میں اس کی باتیں کر رہا تھا۔ میں تو جیتی دیکھیں گے یہاں آتا تھا گھوڑا جیت جلتے دار بلکے جے اس سے کوئی سرگشتہ نہیں تھا۔ دقتا میری نگاہ ایک۔ پھر اس پورے شخص پر بڑی اور بھلے میرے ذہن تک کہ خیال آیا۔ میں اپنی بکڑ سے اٹھا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

ہیلر۔ شلے سے خطاب کیا۔

اسیو۔ پورے نے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر اس کی تمام باتیں سن کر۔

اس زمین میں آپ کو کون سا گھوڑا کھیل رہا ہے۔

فولڈ ٹوٹ کر پڑا۔ اس نے جواب دیا۔

نیشہ خیال میں گولڈن ایگل کھیل رہے۔ میں نے کہا۔

ہیسا۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

اگر آپ پہنچ کر کسی دوسری بات ہے۔ میں میں شہر کو یہ شور دیا ہے۔

کھیل لول۔ اس نے عجیب سے پتے میں گھر سے کہا۔

ہاں۔ گولڈن ایگل کھیل رہے۔ شل نے جواب دیا اور وہ اپنی جیب میں گولڈن ایگل سے کھیل رہے تھے اس کے پاس۔

کیا آپ گولڈن ایگل پھونپ رہے ہیں؟ تم کھیلے گے؟

ہاں۔ میرے پاس ہی ہے۔

اگر آپ جانتے ہیں تو فرما دو حارہ میں۔

دیکھ کے انمول کے خوف سے بچا ہی کے کھیلے وہ بڑے مہارت سے جواب دیا اور کھیلے ڈالے۔

گولڈن ایگل ہی جیتا تھا جب وہ جیتا تو بڑے میاں میرے نزدیک پہنچ گئے۔

میں ہانا ہوں کہ تم لوگوں کی تقدیریں بنا دیتے ہو لیکن میں نے کبھی تم سے بھیک نہیں مانگی۔ تم نے خود ہی مجھے دیدیا ہے تو تمہارا ٹکڑیہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

بزرگ میں نے آپ کو کچھ نہیں دیا۔ میرا خیال تھا کہ گولڈن ایگل جیتے گا۔ اس نے میں نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ بیٹے میں تم سے کچھ مزید گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے کچھ وقت دو گے؟ کوشل بھی میرے نزدیک ہی تھا۔ یہاں لگا ہوں سے نہیں دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔

یہ تو کون کونسا دنگا کرو۔ یہ بڑے میاں ہر پتے میں کورس آتے ہیں اور روتے پتے گھر چلے جلتے ہیں اگر تم نے ایسے لوگوں کو لٹ دیا شرم کر دی تو مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔

کوشل یہ میرا ذاتی معاملہ ہے پھر اس سلسلے میں تم مجھ سے کوئی تفریق نہ کرو۔ میں نے اس سے کہا اور کوشل برا سا نہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ بڑے میاں خاموش تھے کوشل کی ذہنی اہولت نے بھی سنی تھیں لیکن ان کا برا نہیں مانا تھا۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر سوالیہ انداز میں بولے۔

مجھے کچھ وقت دو گے؟

ہاں۔ ہاں آئیے، اس طرف آجائے کوشل اپنے ہم رکن کچھ گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے کہا اور کوشل کسی قدر ناراض سا ہو گیا۔ وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

جی۔

میرا نام تھوڑے دیر تک ہے۔ مرزا افتخار بگ کے نام سے پکارا جاتا ہوں۔ میں نہیں صرف ایک بات بتاؤں۔ میں کھیلنا

میری حالت نہیں دیکھی کہ اس سلسلے میں کوئی جھگڑا ہے۔ میں

سروس بگ تقدیر کے پوٹا کر رہا ہوں جس سے کچھ مل جلتا ہے۔ یہ

بیٹے میری روپیہ۔ یہ میں نے کونسی ہی۔ میں نے زنگ لگا دیا۔

بگ لگا دیا۔ ایک۔ دنگ میں ہاتھوں سے ریس کی کھیلنا۔ ہاں۔ بہت

بگ لگا دیا۔ میں نے پہلے ہی کوشل کے شوق نے مجھے تباہ کرنا

بھول کے کہ مجھ کو مٹا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ یوں ہی ہوگا

میں سمجھتا ہوں کہ میری عمر کے بارے میں تمہاری قہر کیا

خیال ہے؟ میں نے سول کیا۔

میں نے اندازہ نہیں کیا بگ صاحب۔ میں نے جواب دیا۔

میں نے اتنی ہی نہیں سمجھتا تھا کہ میں نے باسو تر رہا۔

سال کی عمر ہے میری لیکن اسی سال کا لڑکا ہو کر رہ گیا ہوں۔ ہر روز اس احساس کے ساتھ میں نے اپنے بچوں کا حق مارا ہے۔

واقعی۔ اس۔ باب سے تو آپ کی صحت منکر کے مقابلے میں بہت قریب ہے۔

میں کی دوسری ہے۔ اب بھی ریس کورس آتا ہوں سوچتا ہوں یہاں مقدور گھوڑا تھا لیکن یہ میرے سے بن جلتے۔ تم شاید یقین نہ کرو کہ کئی سال کے بعد آج میں پہلی ریس جیتا ہوں۔ ہوں۔ یہ طور بنایا شوق اس پیشیت سے بڑا ہے اگر آپ کے پاس چند منٹ تو پیسے ہوں: اور آپ اپنے شوق کی تکمیل کے لیے انھیں بھینک دیں تو کوئی حرف نہیں ہے لیکن باقی عدی کے یہاں انکو زندگیاں دے کر دنا عقل کی بات نہیں ہے۔

ہاں میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں۔

بابا۔ آپ کو اپنی بیٹی کے لیے کتنی رقم دے کر رہا ہے؟

نہ قرض لوں گا نہ خیرات ان۔ تم جو کچھ میں جانتا ہوں۔

اگر تم اس سلسلے میں کوئی بہائی کر سکو تو میں کا زندگی تمہارا احسان نہ رہوں گا۔

لیکن میں ایک شکر کے ساتھ۔ میں نے کہا۔

ہاں۔ ہاں بتاؤ۔

اگر آپ اپنی مٹھو۔ تم جیت جاتے ہیں تو اس کے بعد آپ

ریس کورس میں آجائے گے۔

مجھے پتہ۔ اس کا جواب نہیں کہ اب ان فضول باتوں میں

دیکھیں لو کہ اصل میں کون سا جیتا ہے میں یہ مصیبت ہے پھر

سب کچھ۔

مکھیک ہے۔ کتنی رقم پڑتی ہے آپ نے؟

تقریباً سولہ سو روپے ہیں میرے پاس۔

یہ سولہ سو روپے آپ کبھی شکر میں گھوڑے پر لڑے دی

جس کی جانب میں اشارہ کر رہا ہوں۔

نادر کے شوقین امریکی نیاں کو مصر کے لوگ

لکھو دیا اب چڑیں دیکھا ہے تھے۔ یہ دیکھیے؟

انھوں نے ایک سکہ امریکیوں کی جانب بڑھایا۔ یہ ضایت قدیم کو

ہے۔ حدوں سے میرے ساتھ میں میں کھڑے ہے اور دست بردست

بگ بگ پناہ ہے۔

لیکن میں تو یہ کہ زیادہ قدیم معلوم نہیں ہوتا۔

تم کو کبھی۔ کٹر پٹ کر دیکھا گیا۔ کٹر پٹا جو کی تاریخ

۲۵۰ قبل مسیح۔

• چیک ہے۔ مرزا تصور بیگ نے سترت اعلیٰ میں کہا۔ بوشل چھری سے اس کی تھامیں سے منسلک ہوئے کہا۔ ہارمات کرنا تھا۔ یہ سبیل میں رقابت کا شکار ہو جاتا ہوں۔ جان میری میرے پاس بھی تھی تو مجھے عقد کرنا تھا اور یہ بڑے مایاں تھیں مجھے یا احساس ہو گیا کہ میں غلطی کرتا تھا۔

• شکر ہے۔ بوشل نہیں رہا۔ احساس ہو گیا کہ میں غلطی کرتا تھا۔ کوئی اور گھوڑا بیٹھ گیا۔

• ابھی نہیں لیکن ابھی میں اس سے گھوڑا ضرور بناؤں گا۔ میں نے کہا۔

• اور اس غلام کو بھی۔ بوشل نے کہا۔

• چیک ہے۔ میں نے کہا۔ لیکن اتنی رقم لگا کر بوشل کے آئندہ بھی میں اس کو اس میں داخل ہونے دیا جائے۔

• اب۔ ہاں میں جانتا ہوں اس بات کو دیکھ لوگ میری اور تمہاری ذہن کو بند نہیں کر سکتے۔

• تو کون کی باتیں جانتے ہو۔ میں نے جواب دیا اور بوشل خاموش ہو گیا۔ میری سرکشی میں نے گھوڑے کو دیکھا اور پھر ایک گھوڑے پر میری نوید مرکوز ہو گئی۔ خاصا اچھا گھوڑا تھا اور اسے جیتنا چاہیے تھا۔ میں نے مرزا تصور بیگ کو اس گھوڑے کا نام بتا دیا اور مرزا تصور بیگ نے اسے جیت لیا۔

• تمہاری اور کونوں ریس میں بھی میں نے مرزا تصور بیگ کو جیتنے اور مرزا تصور کی حالت خراب کرنے کی سازش کی۔

• ہزاروں ملکہ ہو گئے۔ پھر گیارہویں اور آخری دو ریس میں میرے لے اپنا پسند بدھا گھوڑا کھڑا۔ اس گھوڑے پر مرزا تصور بیگ نے تقریباً اٹھائیس ہزار روپے لگائے تھے اور جب وہ جیت کر آئے تو ان کا بدن بڑی طرح کانپ رہا تھا۔

• تقریباً نوے ہزار روپے ان کے پاس موجود تھے۔

• کچھ مرزا صاحب کا کام ہو گیا۔

• ہاں۔ ہاں۔ انھوں نے پھر لے ہوئے سانس کے ساتھ کہا اور پھر کہنے لگے۔

• ایک اور امان کرو گے کہ؟

• وہی کہ فرمائیے۔

• نے میرے گھر پہنچاؤ۔ میں اپنے قدموں سے چل کر نہ جا سکوں گا۔ مجھے ہلکی سی ٹانگیں ہیں اس کوڑے کی کیفیت سمجھتا تھا۔ بوشل کی ہر اساتھ جاتا تھا لیکن میں نے اس سے عذرت کہی اور مرزا تصور بیگ کو ان کے گھر لے چلا۔ میری گاڑی مرزا تصور بیگ کے بلکے ہوئے راستوں پر چل رہی تھی۔

کے بعد میں ایک چھوٹے سے بوسیدہ مکان کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ مکان بہت معمولی ہے لیکن اگر کھنڈ کر دو تو میرے ساتھ ایک کمرہ ملے گا۔

• ضرور۔ میں نے جواب دیا۔ گھر کے مہول کو میری ٹانگیں ترس گئی تھیں۔ میرا اپنا گھر بھی تھا لیکن وہاں صرف ملازم تھے۔

• ایک محبت کرنے والا گھرانہ منتقل تھا۔ مرزا تصور بیگ اندر چلے گئے۔

• تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے اس کمرے میں بٹھا دیا۔ معمولی سا فرنیچر تھا لیکن سلیٹ سے آراستہ۔

• پھر میرے پاس ایک بزرگ خانوں آئیں اور میں نے انھیں سرگرم کیا۔

• مجھے پتہ نہیں کہ وہ کون سے تھے۔

• جی آپ کی دعا ہے۔ پورے عورتوں کو یہ سنا ہوں ہے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

• میرے مرزا صاحب ابھی مجھے بتا چکے تھے کہ آج وہ پانچ بجے آئیں گے۔ میں نے بھی ان کے ان مشاغل کو پسند نہ کیا تھا۔

• سے نہیں دیکھا اور پھر اس عمر میں تو آدمی اللہ اللہ کرنا ہے لیکن جوانی کے گزرنے ہوئے ہیں کہانی سدرت تھیں دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہوا ہے۔ ایک عجیب سا احساس۔

• کیا۔ میں نہیں سمجھا۔

• تمہاری شکل کا ایک اودا آدمی بھی دیکھ چکی ہوں لیکن میرے بچپن کی بات ہے۔ میں اس کی تصویر میری نگاہوں میں رہ گئی ہے۔

• میں نہیں سمجھا۔ کون تھا وہ۔

• اس کا نام بابر داد خان تھا۔ بزرگ خانوں نے جیلا اور میرے بدن میں جھنجھٹ سی پیدا ہو گئی۔ میں کثیر آئینہ نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

• کون بابر داد خان تھا؟ کہاں کا ہے وہ؟

• میں انہوں نے جو کہ بتایا اس نے میرے ہوش و حواس چھین لیے۔

• یہ میرے ہی گھر میرے ہی خاندان کا سوار تھا۔ لیکن خدشات سرتا رہ کر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ یہ خانوں میرے بچے بالکل اجنبی نہیں ہیں انھیں نہیں پہچانتا تھا لیکن یہ میرے باپ کا عزیز ہے۔

• تمہیں۔

• پھر نام کیا تھا۔ اس شخص کا جو مجھ سے شاہد تھا۔

• ملک بابر داد خان۔

• آپ کا اس سوال سے کیا تعلق تھا؟ میں نے سوال کیا۔

• میں اس کی پیدائش کی جانی ہوں۔ میرا نام بابر داد خان ہے۔

210

خانوں نے جواب دیا اور انہی کے درپے میرے سامنے کھڑے ہوئے۔ رابہ مجھے یاد تھی میری بھوگنی زاد بہن تھی۔ بچپن میں ہم لوگ کافی۔ باتو رہتے تھے لیکن رابہ سے مجھے کوئی خاص رشتہ نہیں تھی۔

• میں تو اپنے دو خیال کے تمام ازار سے نڈرت کرتا تھا۔

• ملک خدا داد خان نے یہ نفرت میرے سامنے میں بٹھا دی تھی میری ماں کے ساتھ اس عورتی میں جو ملوک ہوا تھا اور میرے خیمے کی

• کے ساتھ ملک صاحب نے جو کار دنیاں کی تھیں۔ انہوں نے مجھے ملک خدا داد سے بالکل بد دل کر دیا تھا۔

• میرے بہت سے بہن بھائی تھے۔ پتہ نہیں کہ ان میں اب اس وقت کہاں ہیں۔ کیا کر رہا ہو؟ مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ وہ میں بلکہ۔ آواز وہاں تھی کہ ان لوگوں سے ملوں ان کا اندازہ لگاؤں۔

• ان کا جائزہ تو لی لیکن پھر دل سوس کر رہ گیا تھا۔ میں اب ان کے درمیان جا کر کیا کرتا اور آج میرے خاندان کی ایک خانوں میرے سامنے آگئی تھیں تو مجھے صبر سے بردباری تھی لیکن دوسرے

• نے میرے خد کو سننا لیا تھا کہ میں انباری کر رہا ہوں۔ یہی ملک بابر داد خان ہیں تو کیا وہ نہیں کیسے تھیں؟ وہ مجھے بتا بیٹھا کہ بکر غالب کو یہی تھیں۔

• میرے بچپن میں وہ مجھ سے کئی سال بڑی تھیں۔ بچپن میں وہ دو ماں رابہ مجھ سے کئی سال بڑی تھیں۔ بچپن میں وہ دو

• پادشاہ۔ میرے ساتھ کھیلنے کی تھی لیکن۔ بالکل بچپن کی بات تھی۔ میرے ذہن میں اس کے بچے کوئی خاص بات نہیں تھی اور

• آج وہ مرزا تصور بیگ کی بیوی تھی۔ ایک بڑی اور کسب۔ یہی کا شکار خانوں ملک کے بچے تو میرے ذہن میں بہت سی خواتین

• ابھری تھیں۔ بے اختیار یہ ذوات ذہن میں سہا جاتے تھے۔

• تھے کہ پھر تو یہی کہ ملک خدا داد خان کی عورتی کا کھانا سے بچپن میں نے خود کو بوسہ لگا دیا اور فوری طور پر یہ تمام باتیں بھولنا مناسب سمجھیں۔

• اس کے لئے مجھے بہت کد سوچنا تھا۔ اپنی فکر کا نتیجہ بھی کرتا تھا۔

• تھا۔ کھانا کھاتے تھے کہ میں بابر داد خان مجھوں ایک نوجوان

• کھانا کھاتا تھا۔ بابر داد خان کو تو میرے ہونا چاہیے تھا۔ میری

• سماں خواہی۔ عموماً خیر ہو جاتا تھا۔ پھر اس نے خود کو سنبھال لیا تھا تو

• مجھ سے ملنے لگا۔

• خوشک بات ہے۔ جہاں اسے اطلاع ہوئے۔

• خیر۔ یہ بات کو خواہی کہ میرے ہر جو کرم میں ملے۔

• میرا بیٹا ہے۔ میرے ہر کد رشتہ کے لئے کی کوشش کی ہے اگر تم اب

• دو تو میں نہیں کہ تصویروں کے۔

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

• ضرور ضرور۔ مجھے خوشی ہو گی۔ میں نے کہا۔

• بھی کہاں کی بات ہے کہ مجھے کوئی گیم نہیں تو ہر وقت

• اپنے خاندان ہی کی سوچتی ہے ممکن ہے بابر داد خان۔ وہ خفا مرزا

• تصور بیگ پر کمر بستہ۔ ان کی آنکھیں تھیں۔ ان کے اعزاز میں مجھ

• پڑا تھیں۔

• رابہ کیا نام بتایا تھا کہ اپنے خاندان کے نوجوان کا۔

• بابر داد خان۔ بزرگ خانوں نے جواب دیا اور مرزا تصور

• بیگ پھر میرے مجھے دیکھنے لگے۔ ہر انہوں نے مسکرا کر کہا۔

• کیا یہ مرث اتفاق ہے۔ بابر صاحب۔

• ہاں۔ مجھے بھی سن کر اسی آجی ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

• کیا مطلب ہوا اس بات کا؟ رابہ بیگم نے پوچھا۔

• اتفاق ہے۔ ہمارے اس کمن ہمارے اس دوست کا نام

• بھی بابر داد خان ہے۔

• کیا واقعی۔ رابہ بیگم پر ملک کر بولی تھیں۔

• ہاں خانوں یہ صرف اتفاق ہے کہ میری شکل آپ کے خاندان

• ایک فرد سے ملتی جلتی ہے اور میرا نام بھی

• وہی ہے۔ تو تعجب کی بات ہے۔ بابر داد خان بیٹھے نام کہاں کے ساتھ ملتے ہیں۔

• میں خدا کی زمین کا ایک چھوٹا سا فوطہ ہے۔ ویسے میں بھی

• میں رہتا ہوں۔

• اس سے پہلے کہاں رہتے تھے؟

• یہی میں۔ میں نے جواب دیا۔

• گویا پہلا ہی آدمی میں رہنے لگا۔

• جی ہاں ہی کچھ بیٹھے۔

• پھر تو واقعی میں تو یہی کہی تھی کہ مجھ سے نہ میرے بڑے

• خاندان کے وہی فرد ہیں۔ شکل ملتی ہے تو جی ہے نا میرے ملک

• اور بابر داد خان۔

• ہوں۔ آپ مجھے تصور بیگ رکھ دی تھیں۔ میں نے کہا۔

• تصور۔ میں تو اس تصور بیگ کی بوا۔ رابہ بیگم

• نے کہہ سنی۔ ان کے بعد ان کی ایک بیٹی بلکہ کی رہنے لگی۔

• ہر سال آمد آگئی۔ (جی خاص) تو اس صحت لگی تھی۔ میرے

• خاندان کی تھی۔ انھیں بھی بڑی تھیں۔ پھر وہ ملک

• سے جاری بات کی یاد کی تھی۔ وہ میرے ملک رہا تھا۔ وہ

• بہت عرصے سا تھا۔

• ابھی طور پر رہے ہر شان میں۔

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

211







217



آئی تھیں۔ لیکن میں نے وہی جانب کھی تو توبہ نہیں دی تھی لیکن اس  
بہنہ کا جنگا می ہم دونوں کو یکجا بھی نہیں ہو سکتے۔ جو تباہی ہو چکی اور  
میں مسلمان اور میرا ہر سچے کو کوشل کی بنیاد تھی کو کوشل میرا دوست  
تھا جہاں یہ کچھ ملن تھا کہ میں کو کوشل کو روک کر دے سکوں مگر وہ یہ  
درستی بہت زیادہ بنی نہیں تھی لیکن جس طرح ہم دونوں نے تکلف  
جو کئے تھے۔ اسے مٹانے کی کوشش کی۔ یہ دوسرا سبب ہی بڑا تکلیف دہ  
تھا کہ جو کوشل کی سبکدوشی کو اس سے بچیں لوں۔  
اور جھینے کا سوال اس لئے بھی نہیں پیدا نہیں ہوا تھا کہ ہم  
دونوں کے مذہب میں ملوث تھا تاہم ہندو مسلمان ہوں اور نہ میں ہندو  
تو کیا یہ معاملہ ہوں ہی چلتا رہے گا۔ اس کا کوئی نقص نہ ہو گا کیا یہ  
وقت ایسا ہے کہ کو سب کچھ کر لوں۔

میں ہیں شائق نہ جھلکے میرے سلسلے ختم دنیا دہکناں سے  
مقدور تو نہیں تمام چیزوں سے بیکر بر جہاں چاہو ماسکتی ہو مبارک  
چاہتا کتنی ہو لیکن میں اس دنیا کا ایک فرد ہوں میرے لئے لوگوں  
تو بہت سے چنگاے ہی ہو رہے ہیں غفلت و غور میں جانا بڑی بڑی  
سوچا ہے غفلت نہ ہو گی تو لوگوں کی ہو گی ؟  
اس کی بنیاد کو صرف یہ ہے کہ اس کو خدا کے لئے نہ تو تن  
پر اعتماد کرنا نہیں کیا اگر نہ اپنے سامنے کی طرف ٹوٹ جاؤ تو تیس  
ہزاروں خواہشیں ہیں جسے نہ کبھی کسی پر اعتماد نہیں کیا یہ بہت  
بڑی بات ہے اعتماد کرنا کبھو ؟  
" دوست ہند : میں نے طنز و مزاح میں کہا ۔  
" میں نے کہا کہ اگر تم ناٹنگسے ہو کیا میں تمہاری دوست نہیں

218

پتہ نہیں کیوں جھنجھلاہٹ میں میرے ذہن سے نکل رہی تھی۔ انسان تو ذاتی بری کمزوری سے ہے۔ ہر حالت میں زندگی سے جیسے رہنا چاہتا ہے اور پھر میرے لئے تو زندگی بے حد آسان ہو چکی تھی۔ یہ دلتی جھنجھلاہٹ تھی جس کی شکست میں البیرا کے کردہا تھا۔ چنانچہ چند لمحات کے بعد میں نے خود کو سنبھال لیا اور مسکرا کر بولا۔

”بہنیں! البیرا میں مرنا نہیں چاہتا۔“

## تہذیبی ماحولی

پر بھی پس اس کے علاوہ ہیں اور کچھ نہیں کہوں گی۔  
 آواز بند ہو گئی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔  
 واقعی اس سے گفتگو کرنے سے ذہنی سکون دور ہو جاتا تھا بہت ہی بڑا  
 پوچھ میرے ذہن سے بہت جتنا تھا۔ پھر میں نے جیسی سانس لے کر  
 سوچا کہ آئندہ اسے اس سلسلے میں پریشان نہیں کر دوں گا۔ ہاں  
 جب بھی میرے احساسات جلنے تو خود کو سمجھنے کی کوشش کروں  
 گا۔ اور اس کے تعاون سے زندگی کی تمام تر چیزوں کا حاصل کرنے  
 کی کوشش کروں گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں کافی مددگاری ملتی  
 ہو کر اٹھا۔

دوسرے دن حسب وعدہ گیارہ بجے پہنچا۔ ابھی چند  
 ہی لمحات ہوئے تھے گیارہ بجے داخل ہوئے کہ میں نے دوازہ سے  
 کوئی تھوڑا اندھا داخل ہونے کو دیکھ لیا ایک بیوی کی ساری میں  
 وہ تیار مت لگ رہی تھی میں نے بے شمار دیکھا ہیں اس کی جانب تھی  
 ہوئی دیکھی نہیں۔

میک اپ سے یہ نیاز چہرہ پہلے لیے گئے بال۔ دراصل مت  
 درحقیقت وہ دیکھنے کے قابل نہ تھی انکا جس ایک کا تعاقب کرتی  
 رہیں اس نے بھی دیکھ کر ہراسہ آور ہونے لگا۔ کہیں میں داخل  
 ہوئے تو بہت سی ٹھنڈی آہیں ہمارے کانوں میں گونگیاں اٹھیں،  
 کوئی تھوڑے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی کہیں کا پرچہ کھینچ کر مہو  
 اطمینان سے بیٹھ گئے۔

”بڑی مشکل ہے ابراہیم صاحب انسان کا ٹھوسے ٹکڑا اور پھر  
 ہو گیا ہے۔“

”یہ بات نہیں مشکل تو آپ نے ان لوگوں کے لئے پیدا  
 کی ہے کوئی نا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے کیوں؟“

”انتی خوبصورت رنگ کی ساری اور ایسے خوبصورت کھٹے  
 ہونے رنگ پر لوگ پریشان نہ ہوں گے تو کیا ہوگا؟“ وہ آہستہ سے  
 ہنس پڑی تھی۔ پھر وہ دونوں دنیا جہان کی باتیں کرنے لگے اور دنیا  
 میں ہل جی زبردستی کوئی تھانے اس سلسلے میں کوئی بات نہ کہی تھی  
 پس گردن جھکانے کی بھی نہ رہی پھر جب میری بات ختم ہوئی تو وہ  
 آستے سے بولی۔

”کچھ بھی ہو باہر جی سب سے پہلا کام تو آپ کیسے لگو کوشش  
 کو میرے رشتے سے متاثر نہ کیجئے۔ آپ یہ بات کان کھول کر سنیں پس  
 کہ اگر آپ کی ہونٹوں تو پھر اس جہان میں کسی کی نہ ہوں گی۔  
 لیکن کوئی تھانے تم میرے لئے اپنا دھرم بدلنے کو تیار نہ ہو  
 گئے۔“

”کیوں۔“ پھر اس دھرم میں نہ کہ میں بخاری: دھرم تھی  
 نہیں بن سکتی؟“ اس نے سوال کیا۔

”دیکھو کوئی تھانے میں ہر چیز کے زیادہ مددگار نہیں  
 ہوں لیکن زمانہ بخاری انکا ہونے کے سلسلے میں میرے لئے سخت  
 مشکل ہو چکا کہ اس اپنا ذہن تبدیل کرنے کے بارے میں سوچوں یہ  
 میں کر رہی تھیں سوچ رہی تھیں کہ کیا ہوگا۔“

”مجن میں تو سوچ رہی تھیں ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہی کہ اگر دھرم بدلنے ہی کی بات ہے تو میں اس  
 کے لئے بھی تیار ہوں۔“

”اوہ۔“ میں نے عجیب کی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے  
 کہا اور جلد اس سے مغلوب ہو کر اس کے ہاتھ پر پناہ مانگ کر دیا  
 کوئی تھوڑا قہقہہ بڑی ہی دفن دلیوں کا ثبوت دے رہی تھی۔ وہ  
 میرے اس قدر قریب ہو چلے گی اس کے بارے میں تو میں سوچ رہی  
 بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے اس سے اس سلسلے میں ایک سوال  
 کر لیا۔

”کوئی تھانہ زمانہ تو ایک بات کہوں؟“

”کہو نا کوں بڑا زمانہ رہا ہے بخاری یا توں کا پاپا وہ آپ  
 سے تم پر اتنی۔“ آہستہ آہستہ وہ بے لطف ہونے لگی تھی۔

”کوئی تھانہ کوئی تھانہ بھی خامی شکل و صورت کا مالک ہے اور  
 پھر بخاری اس لئے بھی ہے جو میں کیا کہتا ہے جو تم میرے چھوٹے میری  
 طرف راغب ہو رہی ہو۔“

”ابراہیم دادی جی نہیں کس انسان میں کیا رکھا ہو سکتا ہے۔  
 آپ مجھے ایک بات بتائیے کہ جو جیسی دوسری آپ کو مل سکی ہو گی۔  
 لیکن آپ یہاں میرے پاس موجود ہیں باہر جہان میں بہت سی  
 رکھیاں ہیں کیا ان میں سے کوئی آپ کی دوست نہیں بن سکتی  
 آپ یہ بتائیے کہ آپ نے میری بات کیوں مان لی؟“

”ہاں۔“ کوئی تھانہ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان ناموس حالت  
 میں کسی نہ کسی کی جانب راغب ہو جاتا ہے بخاری سے منہ کے  
 بعد میں بخاری سے بارے میں بہت دیر تک سوچا رہا۔

”اوہ پھر میری خیر سوچیں۔“ کوئی تھانہ سہلانی ہوئی تھی۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں رات کو ایک بل بھی نہیں سوچتی میری ہونٹوں  
 میں کسی کی مرغی دیکھ رہے ہوں گے آپ میں جاگتی رہی ہوں۔“

”میں نہیں آتی۔“

”اوہ کوئی تھانہ اتنی پریشان نہ ہو میرے لئے۔“

”ہوں، اس نے کہ ہمارے راستوں میں نکاوٹیں ہیں اور  
 کوشل ہمارے راستے کی سب سے بڑی نکاوٹ ہے۔“

”ملائی وہ میرا دوست ہے۔“

”میں ہی تو آپ کی دشمن نہیں ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔

”آج کوئی تھانہ سوچیں گے اس بارے میں ایسی ہیملنگ سے کہیں  
 مج کو کئی مسئلہ مل رہا ہو۔“

”کچھ بھی ہو چلے پس میں نے آپ سے کہہ دیا کہ میں آپ کو  
 نہیں چھوڑ سکتی یا میری پاس ہے مجھے یہ سارا سنسار چھوڑنا چاہیے۔“

اس نے کہا اور میں گردن ہٹاتے ہوئے انکا لہجہ سننے لگا کہ میں بہت سے سختی  
 بن رہے تھے مجھ سے تھے حالانکہ اب اس نے مجھے نہیں دیا تھا کہ میری  
 رات کی مشکلات دور کرنے میں وہ میری معاون ہو گئی تھیں اس میں  
 یہ خوبی تھی کہ وہ ایک عورت کی حیثیت سے میری راہ میں مزاحمتیں  
 ہوتی تھیں بلکہ اس نے اس سے پہلے بھی مجھے بہت کچھ کہا تھا۔ اس  
 معصوم عورت کے سلسلے میں جو انکا بچہ میرے ہاتھوں میں تھی  
 جس نے اپنا سب کچھ میرے حوالے کر رکھی کوشش کی تھی۔ اب اس  
 نے کہا تھا کہ اس سے حاصل کر لی لیکن میں اتنا فطرتاً انسان نہیں  
 تھا۔ اب یہ کوئی تھانہ میرے راستے میں آئی تھی ہر چیز کے ساتھ ساتھ اس کی  
 ہنسل ہونے کی حیثیت سے میرا دل اس کی جانب کھینچتا تھا۔ لیکن  
 اس کے باوجود میں جانتا تھا کہ کتنی مشکلات پیدا ہو جائیں گی اگر وہ  
 رہا نہ ہو تو نہ۔ اگر میں اسے یہاں سے نہ نکال جاؤں تب بھی  
 جتنے مشکل کے کھڑے ہوں گے اور مجھے جن جن نکاتوں سے بچنا  
 پڑے گا ان تمام باتوں کا مجھے احساس تھا لیکن دل سرکشی کا وہ  
 تھا۔ میں نے سوچا کہ جو کچھ ہو گا دیکھ جائے گا۔

پھر طوطا خامی پر رنگ میں کوئی تھانہ رہا اور پھر دم  
 دوسرے دن اپنے مکان پر پہنچنے کے لئے کا دھڑکے اٹھ گئے۔ باہر  
 کوئی تھانہ کار موجود تھی وہ اپنی کار میں بیٹھ کر بل پڑی اور میں اپنی  
 کار میں بیٹھ کر پھر گیا۔

دوسرے دن میرا تقریباً گیارہ بجے ہوں گے کہ ایک کار میرے  
 ٹھکانے دروازے پر پارک کر لی اور میں نے فوراً کھینچا کہ کوشل کی  
 کار تھی۔ کوشل پوچھا کہ کیا ہوا تھا۔ میں نے عجیب سے انداز میں اس  
 کا استقبال کیا۔ آج میرے استقبال میں وہ گرگوشی نہیں تھی جو  
 کوشل کے لئے ہوتی تھی لیکن وہ مسکراتا ہوا انداز تھا۔

”مید حلو نا۔“ اس نے کہا۔

”میں شام نہیں رہی۔“ اس نے کہا۔

”اوہ کوشل تو تم واقعی اپنا کسے ہی لئے میرے ذہن میں  
 کچھ گھبراہٹ سمجھ رہا ہو گئی تھی کوئی تھانہ میرے دھوکے نہ تھے

دل تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اگر وہ یہاں آئی تو کوشل بلا سکی  
 آواز کا کیا اثر پڑے گا۔“ میں نے اس سے سوال کیا۔

”کوئی تھانہ سے ملے۔“

”نہیں ابھی کہاں بیٹھا تھا اسے پاس آیا ہوں اب  
 تو میں ملتا ہے جیسے کوئی تھانہ سے زیادہ مجھے تم سے پریم ہے۔“

”کوشل ایک بات بتاؤ کہ کیا کوئی تھانہ اس سلسلے میں بہت  
 غصے سے مل رہا ہے۔“

”بہت غصے سے تو نہیں جب سے وہ میری میزبانی ہے  
 میں اس کے ساتھ رہتا ہوں یہاں جب میں آتا ہوں ہم دونوں  
 کی شایاں بکروں ساتھ ساتھ بھی گزرتے ہیں۔“

”ہوں۔“ کوئی تھانہ سے متاثر ہے۔“

”یہ تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن میری انگڑی ہے کہ میں نہیں تو  
 متاثر ہو رہا ہوں۔“ اس نے۔ کوشل نے بڑے اعتماد سے جواب دیا  
 اور پھر وہی ہمارا جس کا مجھے غرض تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد ایک  
 اور کار کی آواز اس سے کوئی تھانہ پڑی۔ کوشل کے چہرے پر  
 حیرت کے آثار پیدا ہوئے لیکن پھر فوراً ہی اس نے خود کو معمول  
 لیا۔ کوئی تھانہ مسکرائی اور ہی تھی۔ آج بھی وہ ایک جگہ کھڑی  
 رنگ کی ساری میں ملے کوس تھی اور انکی ہی بیاری لگ رہی تھی  
 جتنے پہلے دوسری کار کی ساری میں۔ وہ جس بے لکھی سے  
 یہاں آئی تھی کوشل کو اس سے کہہ احساس سا ہو گیا اور ایک  
 لمحے کے لئے اس کا چہرہ پیرک بڑھ گیا۔ کوئی تھانہ کوشل کو دیکھا اور  
 خشک گئی۔

”اسے اتم اتم کب آئے کوشل۔“

”پس ابھی تو میری دیر ہوئی۔“ کوشل نے جواب دیا۔

”آج ابھی غیر اطلاع کے آئے اور اب میرے پاس آئے گے  
 بجائے تم باہر جی کے پاس آئے ہو۔“

”نہیں نہیں پس اب ہم بخاری سے ہی پاس آئے والے تھے  
 آج آئے کوئی تھانہ کے لیے میں بڑاری کے سے آئے تھیں۔“

”نہیں تو تھانہ ہوں سے مجھے دیکھا جیسے کہ وہ ہی ہو کر اگر۔“ جت کو  
 یہ سول گے دکھایا جاتا تو کہ وہ ہی بدگرام تھا۔ میں نے اس کا  
 کوشل اس کی اسی طرح بے لکھی سے یہاں آکر بڑی خوش ہوئی  
 کہ وہ ہے۔ چند لمحات تو کوئی تھانہ سہلانی ہی رہی لیکن اس کے  
 بعد اس نے مجھے بے لکھی کا اظہار کر دیا۔

”کل شام کو میں راکیا بڑھ گئے ہوں آج باہر جی۔“ اس  
 نے کہا۔

”لگ۔“ کیسا بدگرام۔“

”اچھا اچھا قبول ہے، ہم نے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اس کام کے لئے نہیں گئے اب آج تیار ہو جائے میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گی نہ میں ایک لمحے کے لئے چمک کر رہ گیا تھا کہ کون سے کام کی بات کر رہی تھی وہ لیکن پھر میں فوراً سمجھ گیا کہ شل کو وہ درمیان سے کاٹنا چاہ رہی تھی وہ۔“



میں آیا، لیکن میں نے ذہن جمک دیا وہ خود ہی اسے  
توڑ کھ جائے گا۔  
ایک شام کو ترائی تو اس کے چہرے پر ایک غیب سی  
کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے  
کہا۔  
"ہنگامہ شروع ہو چکا ہے۔"  
میرا مطلب؟ میں نے اسے چونک کر پوچھا۔  
"جو شخص نے آپ کا نام لے دیا ہے، اسے گھر میں اس  
نے کھل کر کہہ دیا ہے کہ میں ایک مسلمان آدمی کے ہاں میں چھپنے  
گئی ہوں اس نے آپ کا پتہ وغیرہ سب بتا دیا ہے، باریک اند  
میسوہ، تانیا اس سلسلے میں تھکے براؤنڈ ہیں۔ انھوں نے  
مجھ سے بڑی سختی سے آپ کے بارے میں پوچھا اور میں نے کول  
مول کر کے بلی دیا میں وقت میں؟ جی ہاں، میں نے انھوں  
بہتر ہے کہ ہم یہ سب سمجھ دیں اور کئی کسی بگڑا ہوا  
جہاں ہر آدمی آپ سے شکریں دے۔"

مگر کوئی ترائی طور پر اتنی جلدی سب کیسے ممکن ہے  
"سب کیسے ممکن ہے، بالکل جلدی پر میری ایک سہیلی کو فلیٹ  
ہے وہ ان دونوں یورپ گئی ہوئی ہے۔ فلیٹ کی چابی میرے  
پاس ہے کسی کو اس بارے میں کچھ پتا نہیں ہے کہ اس فلیٹ ہے  
نیرا کچھ تعلق ہو سکتا ہے ہم؟ اس چابی کو میں لے  
میں نے جی سے اس کی صورت دیکھ کر بات کو تراسے  
جھپٹتے ہوئے بیٹھ گیا۔  
"دیکھو، یہ دونوں ہیں اپنا سب کچھ سمجھ کر تھک رہے ہیں  
انہی سب کو لے کر اس میں جیل وکٹ کی گڑھیا نہیں ہٹا۔  
جانتے ہو اگر کے بعد میں تمہاری دوست نہیں رہیں بن جاؤں  
گی۔ میں نے اپنی زندگی وقفہ لگا دی ہے اور تمہارے اپنے میں  
جیل وکٹ سے کام لے رہے ہوں۔  
یہ بات نہیں کو تراسے میں۔  
"بس کچھ نہیں یہاں سے چلو فوراً چلو، پتا پتہ پتہ  
بہت مسلمان سنے، اس وقت اس کے تانوں اور کئی چارے

**دہلی کا واقعہ**  
محمد اعظم نے ۲۰۷ خرید اس کی گھر نئی ایک سال کی تھی جب بھی ۲۰۷ بھگو احمد اعظم نے  
کینن کرنوں کیا، مکینک آیا اور دست کر گیا۔ ایک سال بعد خراب چا تو اپنے طارے کے  
کینک سے جو بھگوانا مکینک نے تیس روپے تیس جمع کرائی، شام کو آیا ۲۰۷ دیکھا، اینٹینا لگایا اور بھلا گیا ۲۰۷  
کاہر کر کے۔ ہر مہینے میں ایک دھار ایسا ہوتا۔ ایک دھار محمد اعظم نے ایک دوکان پر ۲۰۷ لکھ لیا، نامی کتاب کی بھی  
لکھا روپے میں خریدی۔ پڑھی تو معلوم ہوا کہ ۲۰۷ کی خرابی صرف اینٹینا کی خرابی سے ہوتی ہے۔ آخر میں کتاب وہ  
لا لکھا ہوا ۲۰۷ گائیڈ کا بھی اشتہار دیکھا، محمد اعظم نے ۲۰۷ گائیڈ بھی لکھا، وہ روپے میں خریدی اور اسے  
پہلی قسط کے کئی بار پڑھا۔ بہت سی باتیں معلوم ہوئیں تو محمد اعظم نے بہت کم قیمت کا سامان پر ۲۰۷ کو چیک  
کرنے میں مدد دیکھی ستر روپے میں خرید لیا۔ اپنے ۲۰۷ پر یہ پہلا کام کیا اور کامیاب رہے بہت بڑھتی۔  
پڑوس کے لوگوں کے ٹی وی بھی دست کئے اور تین مہینے میں خرید پر بھر دسہ کرنے لگے۔ ایک دن دیکھا۔  
محمد اعظم کے گھر پر بھڑک اٹھا،

مگر وہ ایک اینڈوائٹ ۲۰۷ ری پیر اس "لنے کا وقت: صبح ۸ سے ۹ بجک، شام ۵ بجے کے بعد  
اس دن محمد اعظم نے اپنے لئے پارٹ ٹائم حک حاصل کر کے اپنی آمدنی بھی خرچائی اور اپنے ۲۰۷ کی مرمت  
فیس سے بھی بچ گیا۔ ہر وہ فنانس ہارورڈ چاہتا تھا جو لہو ۲۰۷ سے دلچسپی لکھا ہو ۲۰۷ گائیڈ اور کلر ۲۰۷  
گائیڈ لکھ کر چاہیچک بن سکتا ہے۔  
رہم کرشن اگر وال

انہیں تھا کہ میں کوئی تاکہ کہنے پر عمل کروں۔ کچھ برقعہ دونوں ہی طرف  
سے دوڑاؤ تھا چنانچہ میں نے جلد چوڑی کپڑے ایک سوٹ کیس میں  
رکھے، فائرم کو ہدایت دی اور کہا کہ میں باہر مارا ہوں اور اس  
کے بعد میں کوئی تاکہ ساتھ وہاں سے نکل آیا۔  
"ہم دونوں بالکل ہلکے اس فلیٹ میں بیٹھ گئے جس  
کی چابی کو تینکے پاس تھی، پتا تو بصورت اور جا سکتا تھا فلیٹ تھا۔

کو تینا نے کچھ تھا کہ یہ اس کی سہیلی کا فلیٹ ہے اور سہیلی اس  
وقت تک سے باہر ہے اس لئے یہاں کوئی وقت نہیں لے لیتے  
بھی دور دراز اور تک تک ہلاؤ تھا، لوگ میں تلاش کرتے  
ہوئے یہاں پہنچتے تھے فلیٹ میں اس کے بعد کو تینا بہت  
خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"ہم تھوڑی سی کوشش کر کے ایک خدمت رکھ نہیں گئے  
جو وہ رہنے لگا، وہ تو وہاں سے ہوا سلف لائے گا  
ہر یہاں خزانے کی زندگی گزار رہے تھے وہ ہفتا ہر ہوا اس کے  
ایک چپ حالات سے کون ہو رہے تھے کہ ہم یہاں سے وہی باہر  
نکلنے لگے فلیٹ کے وہاں ہر پانی نئی زندگی کا آغاز کریں گے تینا  
لاہور بار بیت کو۔"

"اوہ کوئی آٹھ گول پڑو کر رہے۔  
"میت کے لئے تو دونوں نے اوشانت سمجھ دی ہے تمہارے  
جس سا دباؤ نہیں چھو سکتے اور میرے میں جو ہوں تمہارے  
ساتھ سب خدایک ہو جائے گا، باہر کی سب خدایک ہو جائے گا۔  
میں نے کوئی جواب نہیں دیا، اپنے فم کو جب نے تھوڑے  
دیر تھا، انہیں پھٹے کوئی فم نہیں تھا چنانچہ میں کو تینا کی  
ہدایت پر عمل کر کے لگا دوڑنے بننے لگی ایک تھی یہ صحت دیوانی  
جو رہی تھی اور میں بھی اسی دیوانی کا شکار ہو گیا، میں فلیٹ  
پر رہنے ہوئے تھوڑے ایک ہفتہ گزار گیا تھا۔ اندر ایک خیریت  
سے ترائی آؤں، باغ تھا میں نہیں چاہتا تھا کو تینا مجھ سے  
فون پر نہیں بات کے باغوں میں رہتا تھا۔  
آٹھ یا نو دن گزرتے تھے جب دن کو تینا با تو دم میں غسل  
کر۔ جی تھی اور میں اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھ رہا  
تھا اور لگتا تھے کہ میں ان میں اس پر کی آؤں، سنائی دی۔  
"بابہ اور خان اس روٹی سے دل جڑ گیا تھا۔  
"تک۔ کچھ مطلب ہے۔  
"میں مطلب ہے اب تو یہ سمجھ رہے ہوں ہمت کش نہیں  
ہوں گی۔"

انہیں تھا کہ میں کوئی تاکہ کہنے پر عمل کروں۔ کچھ برقعہ دونوں ہی طرف  
سے دوڑاؤ تھا چنانچہ میں نے جلد چوڑی کپڑے ایک سوٹ کیس میں  
رکھے، فائرم کو ہدایت دی اور کہا کہ میں باہر مارا ہوں اور اس  
کے بعد میں کوئی تاکہ ساتھ وہاں سے نکل آیا۔  
"ہم دونوں بالکل ہلکے اس فلیٹ میں بیٹھ گئے جس  
کی چابی کو تینکے پاس تھی، پتا تو بصورت اور جا سکتا تھا فلیٹ تھا۔

"مخالف تم کہا کہ چاہتی ہو۔  
"جو کچھ میں کہتا چاہتی ہوں اسے خور سے کن لو نہیں نے  
تمہاری ہر ترائی کی تکلیف کر دی ہے اب وہ لڑکی بھروسے  
ایک عام سی لڑکی ہو کر رہ گئی ہے اس لئے اب اس کا تھوڑی  
زندگی میں بدل عمل ضروری نہیں ہے۔  
"تک۔ تک۔ کچھ مطلب ہے۔  
"میں نے تمہارا کام کیا اب تم میری تو کام کرو۔ اندازہ ہے

کچھ دن ہو گئے تھے۔  
"میں کچھ نہیں سمجھا ایسا لڑکھ کر مجھے کھل کر بتاؤ۔  
"کوئی تھوڑے قتل کرو، ایسا لڑکی آؤ اور اسے کالوں میں  
کوئی اور میرا پورا بدن پتھر میں تبدیل ہو گیا، درحقیقت میں کچھ  
مری سے ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔  
"کیوں چپ کیوں ہو گئے یا  
"تک۔ کچھ نہیں سمجھا ایسا لڑکھ کر مجھے کھل کر بتاؤ۔  
"ہاں۔ کچھ اس کے خون سے غسل کر مرزیت سے کہنا  
بابہ اور خان ابی نے میں نے بہت خزانے نزدیک ہنگام کوشش  
کی تھی کچھ اس کا خون دھار رہا اور نہیں دہی کر رہا، بہت تو ہیں  
کہ۔ جی ہوں۔  
"خود لکھنے، خود لکھنے ایسا مجھ سے اتنی بڑا اتنا

نہو۔  
"تو تھوڑی کرشنا کوشش کر رہے ہو بارہا وہاں مجھے  
تمہاری بات سے سخت نفرت ہے میں تمہارے متعلق ممکن نہیں  
کرنے پر قدم اٹھانے کو تیار ہوں اور اسے جب یہ کسی مجھے  
موتے کو مرنے کے لئے کہتی ہوں تو اسی طرح جیل وکٹ کرتے ہو بہانہ  
یہ ہے فنانس کو آواز دے رہے ہو، مہلتے ہو، تھوڑے تھوڑے پرت  
بہ عمل کیا تو کیا ہو گا؟  
"ایسا لڑکھ کر تھوڑے باغوں قتل ہو جائے گی میں  
یہ پڑ سکوں گا۔  
"ابھی بات ہے اگر تم یہ نہ کر سکتے تو مجھ میں ہی آپ کی کمر  
ہوں۔ اس نے کہا اور میں لنگھ گیا۔  
"سنو تو کسی میری بات تو سنو ایسا لڑکھ۔  
"کل شام کی بجے سمجھنے لگا کہ سناؤ اور وہی سب  
کہہ کر جو تم کہہ چکے ہو کچھ میرا توڑی لکھ رہے وہ اب میں زخم  
تھک نہیں ہے۔ اس نے کہا اور اس کی فائز معلوم ہو گئی میں  
چند بات کہنے ہوش و حواس سے ماری ہو گیا تھا۔

کرتا کہ اس ایک بڑی صفت خود حقیقت ہے اس سے  
بہت کر سکتا دیا تھا اور اب میں اس کے برعکس کے معانی  
اٹھانے کو تیار تھا کہ اس نے یہ کڑا امتحان میرے سامنے ہو کر تھا  
کرتا کہ قتل نہ کروں تو مجھے نہیں تھا کہ خود زندگی سے ہاتھ دھو  
بیچوں گا۔ نینٹا ایسا ہی ہو گا اور اگر سے قتل کروں تو خود  
بے تاب کو زندگی کے آخری سانس تک معاف نہ کر سکوں۔ بڑی  
گوشی کے ہلم میں تھا کہ کڑا انداز تھا۔ دھلی دھلی عمری عمری  
کی بہت ہی خوبصورت نگاہیں تھیں۔

میں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھا ہمارے دل میں طبع  
طرح کے فیصلے آ رہے تھے ایک گورہ سا ملحق میں بار بار آنکھیں  
دہاتا۔ یہ کرتا یہ کرتا اب موت کی آغوش میں ہے اور اسے  
موت سے کوئی نہیں بچا سکتا کہ کڑا نے میری نگاہوں کا مقصد  
کچھ اور ہی کیا اس کے غیر بر سرِ مرگ کے تاثرات پیدا ہو گئے۔  
"اکی طرح آنکھیں پھاڑ کر کڑا دیکھ رہے ہو نیچے  
پہلے بھی نہیں دیکھا میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ میرے  
سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔"

"بس اب اتنی زیادہ محبت کا اظہار مت کرو کہ میں  
پاگل ہو جاؤں" دیکھ ایک بات کہوں یا نہ کہوں۔  
"اوہ۔۔۔ میں جو بدمعاش ہوں۔"

"ایک بات کہوں؟  
"ہاں ہاں کہو یہ۔  
"جسیت اٹھا نہیں گئی یہاں اسی فلیٹ میں تھے تھے  
مٹی دن ہو گئے اب تو ہیں۔"

"شہر کے حالات بھی یہ نہیں جانتے معلوم نہیں ہوسکا  
کہ کڑا سے یہ کیا ہے اب تک ہمارے خلاف کیا کیا ہے؟  
"یہ کہی گیا ہو لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے میں  
باتوں میں اپنی طرف سے زندگی گزار سکتی ہوں بس خطرہ ہے تو  
صرف اس بات کا کہ ہمارے (اس بڑے) کو وہ دھرم کا سکو نہ  
بنا دیا جائے باقی مجھے کسی اندیشہ کی پروا نہیں ہو سکتی ہے عدالت  
میں جا کر کہہ دوں گی کہ میں نے اپنی مرضی سے یہ تب کہا ہے کہ  
اگر زیادہ گورہ ہوئی تو پھر بھی مجھ کو کسی نے تمہارا دھرم  
نہ لیا ہے۔ یہ میں نہیں ہوں بلکہ بان بھرتے ہوئے ہے  
دیکھ رہا تھا۔"

دلانی لڑکی یہ نہیں کیسے کیسے خوابوں میں کھوئی ہوئی تھی  
یہ نہیں جانتی تھی کہ میں اس کے لئے موت کا ہکار ہوں۔  
میں جب کہ نہ بولا تو اس نے قہر سے آنکھیں پھاڑ دیں

ہلا ڈالے۔  
"ارے ارے تمہیں ہو کر گیا ہے آخر یہ کون کون  
آنکھیں بھاڑ بھاڑ کر مجھے دیکھ جا رہے ہو کہ میں کڑا  
نگہ راہی ہوں۔"

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔" بشکل زہم میں  
کاہل کر گیا اور وہ ہنس پڑی۔

"اب جو کہ مجھ ہوں تمہاری ہی تو ہوں میری کس  
بات کی ہے جیوں بھر دیکھتے رہیں گے کہ کوئی نہ کہہ  
شخصی سانس لے کر رہ گیا۔"

"پھر لو کہ کیا سوچا کہیں میں سمندر کی بڑی کہیں  
"آج نہیں کویتا۔ میں نے تجھے سے بے خبر  
تمہاری مرضی ہے میں تو صرف تمہارے ہی کہہ رہی  
ہوں۔"

شاعر احمد دہلوی کے ایک مضمون  
سے اقتباس  
خوبصورت حسن نظامی ذرا سی ہلت پر جڑا  
ہو جاتے تھے۔ کاندہ اعظم سے تھیں کا اختوت ہوا تو  
مدھن میں کے محبت گئے رہے پھر کاندہ اختتم کے ہم  
خیال ہو گئے۔ تو اسی محبت کے ساتھ قرآن کی رو سے  
موتی ابوہکلام کے قتل کا فتویٰ دے رہے تھے علامہ اذہلی  
سے خوبصورت صاحب کے تہنیت خود نگاہ تھے۔ تمہارے  
کسی ہلت پر خوبصورت صاحب کو لیں سے رہیں ہو گئی۔  
علامہ قرطبی کو شاعر مشرق سے گستاخ کرنا عجب صاحب گستا  
خاں سے کہنا۔ علامہ قرطبی نے سوچا یہ تو بہت بڑا ہوا  
بیجا ہو اسوں نے خوبصورت صاحب کو رر کر کے کی  
ترکیب سوچی۔ علامہ صاحب نے خوبصورت صاحب کو خط  
لکھا کہ میرے گھستے میں عدالت سے درخشا۔ میں  
نے آپ کا تہذیب کردہ قاضی کو کابل ملا اس سے  
خود کو خط لکھا کہ میں ہر کیا تھا اس دن سے علامہ ہر  
شاعر مشرق ہو گئے۔ علامہ مشرقی میں جو تہذیب کا  
شہید تھے وہ تھا میں میں شاعر مشرق لاکر  
سرمہ اہل کو ہوائے ضرورت میں لگائی تھی۔  
موتی محمود۔ سجاد امیر

تھی میں تو تم سے بالکل نہیں اگرتا تھا دی کرت یہ مجھے سب  
کہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اس نے بہت جلد سے اٹھا کر اس کو اور  
میں خاموش ہو گیا۔

دوسرا دن بیسہ نے اس کی زیادہ اٹھال مایا غث تھا  
اپنے کی وارنٹک مجھے وہ بھی اسے لڑال خوف سے لہنہ تھا کہ  
کوتن و آجی چند گھنٹوں کی جہان ہے کہا اس کے بعد میں میرے  
لے اس سے عزم ہو جاؤں گا میں سوچتا ہوں وہ پھر کو کھانا بھی  
نہیں کھا گیا کہ شاید میرے احوال کو خاص طور سے محسوس کر رہی  
تھی۔ شام کو پانچ بجے جب کہ قریب میں تھیں۔

"مجھے بھی ہونے آج رات تم سمندر کی بڑی کہیں گے  
دل ایک بار پھر دھڑک اٹھا کہ کڑا نہیں بول۔ میں بھی ایک بار  
پورا سر زور سے اڑی کر باں سے یہ تھا کہ کھانا ہی نہیں کوشش  
کے باوجود میں اسے منہ نہ کر سکا میرے ذہن و دل پر ایک لپ سا  
غبار چھینٹا جا رہا تھا۔ جب رات کے ناکیاں زمین پر ٹھک آئیں تو  
کوئی تیار ہو کر میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ مجھے ایک عجیبی اند  
سمندر کی طرف پلٹ کر۔ میں خاموش تھا اس وقت میں نے جو  
کہہ کیا تھا سب غیر اختیار ہی طور پر میرے انتخاب ہو گیا  
کے قیام میں چلے گئے اور میں کوشش کے باوجود اپنے آپ کو  
کے احوال کی پیروی سے باز نہ کر سکا تھا چنانچہ اس وقت میرے  
باس میں ایک تیز و جارحی ہوئی تھی اور اس پھر کی تھی  
مجھے سمندر میں محسوس ہو رہی تھی۔ سفر جاری رہا میں تم  
میں تیار رہا کہ کڑا کی باتیں سن کر کھانسی تھی۔ مجھے یہ سہیج  
خاموش ہو گئی کہ شاید میں کھانسی نہ کر سکے کہ کوئی بات نہ  
کرنا چاہتا ہوں آسمان پر لاکھ تار سے نکل آ گئے تھے۔

سمندر پر تاریکی چھائی سنی تھی ہموں کے سبز سفید  
جھلک نمایاں ہو رہے تھے۔ ہم سمندر کے کنارے کھڑے تھے  
جڑے تھے۔  
"اب بھی خاموش ہو رہیں کہیں ہوں خاموش تو رہے  
جو اب ہم وہی ہے۔  
"کہنا۔ مجھے کوشش کو چھوڑ دیجیے نہیں کیا۔  
"میں کہتا ہوں کہ کڑا کی گئی۔ اس وقت پھر نہیں  
قرآن پر کوشش سولہ ہے۔  
"میں کہتا ہوں کہ کڑا کی گئی۔ اس وقت پھر نہیں  
کہ موت بناؤ میرے کھانا خوبصورت ہے اور اسے ایسی نغول  
باتیں سہیج سہیج لگتی تھیں کہ ہر ایک کی باتیں  
نے اپنی مرضی سے کہا وہ دیکھ کو کڑا ہے یہ نہیں کون ہے پہل

اس نے ایک سہیج سہیج طرف اشارہ کیا کہ کوئی سمندر کے کنارے  
کھڑا تھا۔  
"میں کہتا ہوں کہ کڑا کی گئی۔ اس وقت پھر نہیں  
کہ موت بناؤ میرے کھانا خوبصورت ہے اور اسے ایسی نغول  
باتیں سہیج سہیج لگتی تھیں کہ ہر ایک کی باتیں  
نے اپنی مرضی سے کہا وہ دیکھ کو کڑا ہے یہ نہیں کون ہے پہل

اس نے ایک سہیج سہیج طرف اشارہ کیا کہ کوئی سمندر کے کنارے  
کھڑا تھا۔  
"میں کہتا ہوں کہ کڑا کی گئی۔ اس وقت پھر نہیں  
کہ موت بناؤ میرے کھانا خوبصورت ہے اور اسے ایسی نغول  
باتیں سہیج سہیج لگتی تھیں کہ ہر ایک کی باتیں  
نے اپنی مرضی سے کہا وہ دیکھ کو کڑا ہے یہ نہیں کون ہے پہل

"بائے نام کون سے یہاں کھانا کھا رہے ہو تو وہی کہتا  
سمندر کی سیلابیابا ہے جس نے بھی بڑا ہے یا اس نے کہا  
او۔ مجھے کوئی طرف سے دیکھ لگی۔ میری آنکھوں میں چند  
چھائی جا رہی تھی۔ اس نے آواز دی۔ "ہاں میں گورہ رہی تھی  
"باہر بڑا رخسار دیکھا کرو" میرے قریب کی ادائیگی کر رہی تھی  
لوہی طرح مجھ کو گورہ تھیں میرا حکم نہ مانا تو ایسے ہار تھیں غلابا  
شکر ہوئے کہ موت کے بعد بھی اسے نہ بھول سکتے ہوئے حکم  
کی تعمیل کرو۔ اس نے کہا اور میرا ہاتھ اپنے لباس کی جانب بڑھ  
گیا جہاں پھر مجھے پھٹی ہوئی تھی۔ میں نے پھر کھانسی لگائی کہ کڑا مجھ  
سے بے نیاز تھے کہ خیر غور میں تم تھی میں۔ ہنسنا ہنسنا اس کے

پہلے سب بہت میرا ادھر میرے حلق سے ایک آواز ہوئی سی آواز  
لگی۔  
"کہنا۔ درجہ تک کہ مجھے دیکھنے کی ضرورت نہ تھی تو اسے نظر  
نہیں آتا تھا میں نے ہر طرح پر کھینچا ہوا ہے ہوتی تھی۔  
"کہنا۔ اس نے نہیں تھا تو اسے سنسن جگہ سے ہوں  
کوئی نہیں دیکھنے والا ہے۔ رات میرے ہاتھوں مانتا ہوا  
تو کیا ہو گا؟  
"میں کہتا ہوں کہ کڑا کی گئی۔ اس نے شکر اٹھاتے ہوئے کہا۔  
"تو میں نہیں زور کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔  
"کہنا۔ اس نے نہیں بند کی کہ گرجا اور بڑا تھا دی

"میں نے ایک سہیج سہیج طرف اشارہ کیا کہ کوئی سمندر کے کنارے  
کھڑا تھا۔  
"میں کہتا ہوں کہ کڑا کی گئی۔ اس وقت پھر نہیں  
کہ موت بناؤ میرے کھانا خوبصورت ہے اور اسے ایسی نغول  
باتیں سہیج سہیج لگتی تھیں کہ ہر ایک کی باتیں  
نے اپنی مرضی سے کہا وہ دیکھ کو کڑا ہے یہ نہیں کون ہے پہل

باز رہت زندہ انداز میں پھیل گئے۔ میں نے مجھے کبیروں کے نزدیک رکھا ہوا پشت اسٹار باور کی گردن (سید بھگادی کو تینا کے حسین بدن کا سا خون گردن سے نکل کر اس پشت میں جمع ہو رہا تھا۔ اس کا بدن ہوسے ہوسے پھر کر رہا تھا۔ زخمت مانے کی وجہ سے اب اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی اور کوئی بکلی سی چیخ بھی نہیں نکلی تھی جس کے ہر سے ہاں ترسے کسے خرواہت پشت میں سے بلند ہو رہی تھی۔

میں وحشیانہ انداز میں آنکھیں پھاڑتے اس اُٹھتے رہنے خون کو دیکھتا رہا اور چند لمحات کے بعد پشت میں اچھا سا خون جمع ہو گیا۔ میں نے اپنا دوسرا زخمی پور کر کے خون کی پشت اُٹھا کر دوسرے سر پر اندھا دیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے مجھے کے ہونٹوں پر سرکراٹ پھیل گئی ہو۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”شکر یہ بار داد خان تمہارا بہت بہت شکر یہ جس اب واپس چلے جاؤ ہاں اگر کہ خوف محسوس کر رہے ہو تو اس لاش کو اٹھا کر بالے میں پھینک دو۔ میں نے اس کے اس منہ پر بھی عمل کیا اور پھر وہاں سے واپس چلے گیا۔ شکی جاکھی تھی میں دینا نہ دیتا۔ اسے بے خبری گول کی طرح سمندر سے دور جہاں کا جلا جا رہا تھا۔“

یہ سانس بھول رہا تھا حالت عجیب ہو گئی تھی میں نے کوشش کی تھی کہ تینا کے خون کے چھینے پھر پڑنے پاؤں

اور میں اب اس کا مایہ دہا تھا چنانچہ میرے ہاں یہ خون کا کوئی وجہ نہیں تھا۔ موصوم کو تینا زندگی چھوڑ کر موت کی آغوش میں ہاسولی تھی۔ چھوڑی در پردہ لاش کی جگہ پر چل گیا جہاں سے مجھے شکی مل سکتی تھی لیکن مجھے غلط تھا کہ میں شکی دھاری میں حالت کو دیکھ کر مشکوک نہ ہوتا۔ چنانچہ اس کے ہاتھوں میں کافی دھڑک بیدل پلٹا رہا پھر جب میری سانس اعتدال پر آئی اور جس کس کی تیز فال ہو گئے تو ایک مینا ہاؤس کے سامنے سے میں نے ایک شکی کی آواز سنی اس لیلیٹ کی جانب چل پڑا جو کو تینا سے میرے لئے غصہ میں رہا تھا۔

میری گھڑی نہیں آ رہا تھا اگر کوئی بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔ کو تینا کے قلبیت میں داخل ہوا تو درشت لے چا دوں طرف سے گھبرا رہا۔ دل کی حالت ایسی عجیب تھی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ یہاں ایک ٹوکے کو دل نہ چا رہا کہ وہ سے کو تینا کی آواز ابھر رہی تھی۔

چنانچہ میں نے بھی پھر گھبرا کر اسے ہی مکان پر چھوڑا ہوا ایک بار پھر میں شکی کی کہنے اپنے مکان کی جانب جا رہا تھا ظلم

تھوڑے سوچو دیتے۔ گھر کے سا۔ معاملات حسب معمول تھے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو بالکل درست کر رکھا تھا۔ پھر میں نے ملازم سے پوچھا۔

”اس دوران کوئی بات تو نہیں ہوئی آپ اتنے عرصے کے لئے کہاں چلے گئے تھے۔“

”بلو ناگیا تھا۔“ میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو کر نکلا۔ وہ ملاکان سے اس سے زیادہ گفت و شنید نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے کمرے میں جا کر بھوٹ بھوٹ کر رہا میری آنکھوں سے آنسوؤں کے دھارے پھوٹ رہے تھے۔ گویا یاد آ رہی تھی۔

حسین لمحات گزارتے تھے میں نے اس کے سامنے لیکن اب وہ میرے ہی بے رحم ہاتھوں موت کا شکار ہو چکی تھی کیا کروں؟ کیا کرنا چاہیے کیسے اس بلا سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے کس طرح اپنی زندگی بچاؤں اس سے۔ اُنت ہے اس کو تینا کی موت میں گرفتار ہو چکا بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔ ملاکان کا سامان تیارہ شامیل۔ آہ میں نے مارے شامیل کی ہم شکل کو ایک بار پھر خود سے جھک کر دیکھا تھا۔ کافی دوری طرح گزرتی تھیں کاکوئی پتہ نہیں تھا میں نے غصے سے بے خبری میں اسے پکڑا۔

”اب۔“ میرے منہ سے دشت زندہ ہی آواز ابھر رہی تھی اس کی کھٹکتی ہوئی سی ہنسی میرے کانوں میں ابھرتی۔

”دیکھ رہی ہوں اتنی دیر سے تجھے دیکھ رہی ہوں ابھی

### خلیفہ کی قیمت

”ایک دن بارون رشید بسلول کے ساتھ حمام میں گیا۔ خلیفہ بسلول سے مذاق میں پوچھا۔ اگر میں غلام ہوتا تو اس حالت میں میری قیمت کیا لگتی۔“

بسلول نے جواب دیا۔ ”کچھ دینا۔“

خلیفہ طعنے ہو کر بولا۔ ”بیکے صرافت یہ تمہارے

میں لے بانہ دیکھا ہے، کچھ دینا کچھ۔“

بسلول نے جواب دیا۔ ”میں نے صرف تمہاری

کی قیمت لگائی ہے ورنہ خلیفہ کی کوئی قیمت نہیں ہے۔“

محمد ابراہیم جملی۔ نیو گراپی

طرح دیکھ رہی ہوں بڑے عجیب ہو تم بار داد خان دنیا کی ساری کامیابیوں میں تمہارے قدموں میں ڈال دی ہیں اور تم میرے اس چھوٹے سے کام سے اس طرح گھبراتے ہو۔

”چھوٹا سا کام۔“ تینے نے کہیں کا نہ دیکھا اپنا۔ میں تجھے نفرت کرتا ہوں۔ بے پناہ نفرت۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بعض اوقات کہ موت ایسے ہی ہوتے ہیں جو انہوں کے درمیان کوئی کبریاں پر چلتے ہیں۔“

”میں اپنی دوستی پر لعنت بھیجتا ہوں۔“

”مجھے یہ دیکھ کر کوئی اثر نہیں پڑتا۔“

”میرے چچا چھوٹے سے اپنا میرا چچا چھوٹے سے۔ میں اب تیرے لئے کہہ سکتا ہوں یہ تمہارا ناکام انجام نہیں دے سکتا تیرے دو ایسی سیتوں کو مجھ سے لے کر جا جو میرے لئے بڑی محترم تھیں میں نے مجھے دلی لگاؤ ہو گیا تھا۔“

”تو تمہاری بھول ہے یا بڑی میرا کہ تصور تینے دل لگایا ان سے ملنا کچھ جانتے ہو کہ میں نے تجھے اپنے کام کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اب کیا ہے مجھے اکیس انسانوں کے خون سے تیرا نام جو کچھ تم مجھ سے چھین چکے ہو وہ مجھے دوبارہ حاصل کر رہے ہیں تم باوجود اکیس زندہ انسان میری بھینے چڑھاؤ گے انہی تو ان میں سے دو ہوتے ہیں اب باقی ہیں۔“

”میں اب تیرے لئے کہہ نہیں کروں گا۔ مجھے یہ سب کچھ نہیں چاہیے میں تجھ کی زندگی بھی بسر کروں گا کسی مراد پر چاہے توں گا کسی مسجد میں مہمان بن کر اپنی زندگی گزار دوں گا لیکن ایسا تمہارا ناکام اب نہیں کروں گا۔“

”میں تجھے چھوڑ دوں گی جب نا۔“ اہستہ سے جواب دیا۔

”تجھے چھوڑنا تمہارے لئے ہے اب تیرے ہونکامات کی پیروی

میںیں کر سکتا۔“

”دیکھو بار داد خان مجھے غصہ مت دلاؤ میں نے تمہارا

انتخاب بجا کر نہیں کیا تم ہی وہ ہو جو مسلمان کو تیار کر کے جو تک

ڈالتے تھے تم ہی وہ ہو جس نے مجھے دھوکا دے کر مجھ سے میرا سب

کچھ چھین لیا تم نے مجھ سے بڑی بڑاں سال کی زندگی چھین لی

مجھے سننا دیکھا اس کے جواب میں اب میں تجھے تبت دول کی اپنا

دول کی نہیں اس کے ہاں جو تو مجھ سے تجھے وہ زندگی دی جو

اپنے آپ کو حاصل نہیں ہے اور اب سے بڑی بات یہ ہے کہ

میں نے تجھے ایک طویل زندگی دینا کر دی ہے اب میں تمہارا

بھی ہو سکتا ہے لیکن اس وقت جب میں اپنی بڑی عمر پانوں

ہاں۔ بار داد خان تم سن لو مجھے اکیس انسانوں کے خون کے غسل کی ضرورت ہے یہ خون میرے مسامات سے گزر کر میرے بدن میں اتر جائے گا اور میرا بدن جب بے پناہ قوت حاصل کرے گا تو میں ایک آتش کدہ بناؤں گی۔ اس آتش کدہ میں مجھے اکیس دن تک آگ کا غسل کرنا ہوگا اور جب میں آگ کے غسل سے نکلوں گی تو میں پھر وہی اپنا سران چینی ہوں گی ہاں میری قوتیں میرے پاس موجود ہیں لیکن میں اپنا بدن حاصل نہیں کر سکتی۔ میں وہ قوت حاصل نہیں کر سکتی جو مجھے حاصل تھی۔“

”اس کے حصول کے لئے مجھے اس عمل سے گزرنا ہوگا۔“

”یہی میرا گمان ہے ابھی میری قوت ہے اور تجھے میرا آواز نہ سنا ہوگا جس طرح بھی ہو مجھے کام میرے لئے کام کرنا ہوگا۔“ میں جیسے کروں گا تو جہنم میں جا جائے اب تجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”ابھی بات ہے تم میرے غصہ کو آواز دے رہے ہو تو اس کا نتیجہ بھی بھگت لینا۔“

”ہاں ہاں بھگت لوں گا اب کچھ بھی ہو جائے مجھے بس کی پرواہ نہیں ہے۔ میں نے کہا اور میں سوچ رہا ہوں اپنا کچھ بھی۔ مدد ہو سکتی تھی۔“

رات پھر میں جاگتا رہا میرے ذہن میں لاتعداد تصویروں

جھڑے رہتے پھر میں نے سوچا کہ کسی سے بھاگ جاؤں

کہیں اور چلا جاؤں کسی ایسی جگہ جہاں اپنا کچھ وجود نہ ہو

نہ پہنچ سکے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں نے تیار کیا ٹھکانہ

مختور اس سامان ایک بیگ میں رکھا اور کچھ خرچہ نقد کی شکل

میں میں پاس موجود تھی لے کر چل پڑا۔

میرا رخ رجوت سسٹیشن کی طرف تھا۔ رات کے تقریباً

چار بجے تھے میں جب ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ ریلوے ٹکٹ

کو کوئی ٹرین اس وقت نہیں چلی تھی۔ رات بجے کچھ

پہلے ٹرین چلی تھی۔

یہ وقت میں نے وہیں ڈھنگ۔ دم میں ہی گزرتا۔

کچھ۔ دل میں طرح طرح کے سوچے اب سے سوچے اب سے

خیالات ذہن میں گونج رہے تھے۔ پھر میں کوہا۔ پھوٹنے کے

تھکا ہوا اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ ات بہت زیادہ تھکا ہوا۔

پھر غور سے سوچنے لگا۔ ریلوے۔ ریلوے۔ ریلوے۔

ساتھ بیکہ والی ٹرین کے بارے میں کچھ سوچ رہا تھا۔

جاتی ہے۔



چنانچہ میں نے محبت خریدی اور امتحان کرنے لگا۔ مقررہ پیر کے بعد میں دیوے کے بارٹ میں داخل ہو گیا کیا بارٹ میں بہت سے لوگ تھے۔ مقررہ پیر کے بارے میں اس نے مسافر سے پوچھا تھا۔ ایک دو افراد آج جاگ رہے تھے میں اپنے لئے جگہ نہ کر سکا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر دیوے کے مقررہ کلاس کا ٹکٹ لیا تھا تاکہ کہیں کسی قسم کی آگین نہ پیش آئے اور انسانوں کے درمیان رہ کر میں اپنے آپ کو پرسکون کر سکوں۔ یہاں پر تفریباً آدھے گھنٹے کی گئی تھی، آدھے گھنٹے بعد جب مقررہ پیر پہلی توہم آویز کیا رنٹ میں چڑھا گیا۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی لیکن اتفاق سے اس کی سیٹ میرے برابر کی تھی چنانچہ وہ بچہ نکلا۔

مقررہ پیر برابری طرح خاموشی سے گزر گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ ایک ایسا خارجی میرے پاس آکر بیٹھا ہے لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ پھر جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو میرے ہوش و حواس ہی رخصت ہو گئے۔ یہ واحد تھا ہاں یہ واحد ہی تھا جو شکرانی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”سیلو باہر دو خانہ جری گری سو رہا میں تم ہو کر سو رہا رہے تھے؟“

”نہ۔ نہ۔“

”ہاں۔ ہاں۔ میں دلی جا رہا ہوں تمہارا کہاں کا رونا؟“

”امد نے کہا۔“

”کہیں بھی بس میرا دل اب یہاں نہیں لگ رہا۔“

”اوہو! اپنا کاروبار اپنی جائیداد سب کچھ چھوڑ ہے جو تم۔“

”ہاں امد تم اگرچہ ہو تو اسے حاصل کر سکتے ہو۔ میں نہیں اس کا مالک بناؤں گا۔“

”میں اس بار دو خانہ کے بھاری ماییداد کی ضرورت نہیں مانتی جو کچھ مجھے دیا تھا وہ تم نے مجھے دیا ہی نہیں اور جو کچھ تم نے مجھے دیا وہ بھی میرے لئے میری سیرت ایجنٹ ہے لاکھ یقین کرنے کے کو شش کرتا ہوں لیکن دل نہیں مانتا اپنے پیار کا جو گھیا تھا نہیں۔“

”کہا مطلب؟“ میں نے خوفزدہ پوچھا۔

”تمہارے راز بھائی کے ساری دولتیں تمہارا دماغ، نامانا مسودہ کا۔ یہ کچھ چھوڑ دیا۔ ایک مبینہ عورت تمہاری درلک مسعودہ نے کو شش کر کے فرار ہو گئی آخر اس نے کہا بھائی!۔“

تمہارا۔“

”کک۔ کیا بچو اس کر رہے ہو میں نے کسی کو قتل نہیں کیا! میں نے کوئی خون نہیں کیا۔“

”باہر دو خانہ کے بارے میں کچھ ہمدرد وہاں موجود ہیں خاص طور سے بیگم جہاگیر! اگر وہ عورت تمہارا کیا وہ کرتی تو اب تک تمہارا نہ ہانے کہا ہو گا ہونا اور اگر میں تم سے ملوں تو ہو گا ہونا تو بھی تم میریوں کا شکار ہو گئے ہونے کی بجائے باہر دو خانہ۔ میں نے ہی سوچا کہ جلد باری کرنے کے بجائے ذرا صبر کروں! اعلان سے تمہارے پاس آؤں اور تم سے حالات معلوم کروں! لیکن تم تو یہاں سے فرار ہو رہے تھے کیا بیٹا ہے کیا دلی کے چور نے یہیں انہیں لیتے دیا۔“ واحد مسکراتا رہا ہوا۔

”تم فضول بھوکا مت کرو! دلیہ مجھے بڑا کوئی نہ ہو گا! میں نے غصے سے کہا۔“

”تمہارے بڑا تو واقعی کوئی نہیں ہے جو شخص اس دنگ سے ایک معلوم بچے کو موت کے گھاٹ اتار دے وہ واقعی بڑا انسان ہو سکتا ہے۔“ واحد نے کہا۔

”میں کہتا ہوں! میں نے اسے نہیں مارا۔“

”اسے اسے یہ مقررہ پیر ہے چھپنے کی کوشش نہ کرو لوگ جاگ جائیں گے اور پھر یہیں اسی جگہ تمہارا کریم ہو جائے گا مجھے۔“ واحد نے کہا اور میں ہم کر خاموش ہو گیا۔

”آرام سے بیٹھو اس وقت بھی تجھیں مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں تمہارا کریم کھانے کا نادہی ہوں تم سے گفتگو کروں گا حالات معلوم کروں گا بات چیت کروں گا اور اس کے بعد ہم کوئی فیصلہ کریں گے ابھی کون سی مشکل بات ہے بلکہ میں تجھیں ایک مشورہ دوں باہر دو خانہ!۔“

”کیسا مشورہ؟“

”اچھے اسٹیشن پر آ کر جاؤں! واپس بمبئی چلے ہیں۔“

”تمہارے بارے میں کسی کو بھی یہ پتہ نہیں ہے کہ دراصل تم کون تھے۔ رانا مسودہ کا مسئلہ بے شک وہاں اٹھا ہوا ہے بلکہ وہیں ہی کافی تک دو کر رہی ہے لیکن ان میں سے کسی کچھ نہیں معلوم کہ رانا مسودہ اصل نہیں تھا اور کوئی لالچ یعنی باہر دو خانہ نامی آدمی تمہاری بات صرف داند فرو واد کو معلوم ہے اور واحد بھلا تمہارے خلاف عمل کریں گے گا کوئی ایسی شہرت کریں گے جس سے تمہارا راز بھی نہ بکھے اور ہمارا کام بھی بن جائے میں ایک بار پھر نہیں جیندگی سے سچپنے کی دعوت دیتا ہوں۔“

230

میں واقعی جیندگی سے سوچنے لگا۔

”امد! ہائے بے درمان کی طرح میرے گے آج تمہارا سادہ ایسے نازک وقت میں آج تمہا جبکہ میں میرے قتل کا مجرم بن گیا تھا۔ درحقیقت یہ شخص اگر میرے خلاف گواہی دے دے تو میرے بارے میں ثبوت قیامت ہوئے میں پولیس کو کوئی وقت نہ ہوگی۔“

میں بہرہ طور رانا مسودہ کا بمشکل تھا اور باہر دو خانہ کے نام سے یہاں کے مطلقوں میں جانا پڑا تھا۔ اگر میری شناخت کرائی جاتی تو کوئی کے تمام افراد یہ کہہ دیتے کہ وہ میں ہی تھا جس نے اس بچے کو اپنے ساتھ کہیں سے جا کر قتل کر دیا لیکن یہ بات میں تک لکھ دیتی تھی۔ رانا میں تو بچا وہ بھی لوگ جانتے تھے۔ سارے کے سارے میرے واقف کار تھے اس طرح اب مجھے بھوکا رہا جائے چنانچہ میں نے صبر و سکون سے سوچنا ضروری تھا اور پھر میں فائدہ سے بولا۔

”تم دلی کیوں جا رہے تھے؟“

”بس کچھ کام تھا مقررہ پیر میں واپس آ جاؤں گا یہاں بمبئی۔“

”تو پھر یوں کرتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ دلی ہی چلتا ہوں! وہاں تم اپنے کام کرنا میں سکون کے کچھ لمحات گزار دوں گا وہیں میری کم آئندہ کے لئے معاملات طے کریں گے کہ میں کیا کرنا چاہیے اور پھر ضرورت پیش آئی تو واپس بمبئی آ جاؤں گا۔“

میں نے کہا۔

”دلی میں تم میری کوشش تو نہیں کرو گے؟ باہر دو خانہ۔“

”تم جس طرح چاہو اعلان کر لینا۔“

”میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں واحد کو تو نے غلط سمجھا تھا وہ اتنا متفق نہیں ہے۔“ واحد نے جواب دیا۔

”بھیک ہے بھیک ہے اب فضول باتوں سے گزر کر دیر! ذہن پریشان ہے۔“

”میں اتنا عزم نہیں میں۔“ ہنے کے بعد تم دلی کو بھلا جا رہے تھے۔

”بس دلی انتظار چھپاتے نہ چھپ رہا تھا لیکن تم نے اس بچے کے قتل کی کہا بات کر دی!۔“

”دیکھو جی! اب مجھ سے شے کی کوشش مت کرو حیران تو میں ہی اتنا ہی ہوں کوئی بات سمجھ میں جو آئی ہو تو اس معلوم کو شش کر کے تجھیں یہاں گیا لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ بے شک تمہاری بیباک ہے۔“

231

”اگر تم نے یہ بچو اس جاری رکھی ماحول میں نہیں زندہ نہیں ہو سکتا۔“

”تمہیں کچھ نہیں پتا اس بات کو ذہن میں رکھ لو۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا میں تو وہاں سے صرف خوفزدہ ہو کر بھاگ آیا۔ اس خوف سے کہ کہیں حالات میرے خلاف نہ ہو جائیں۔ وہ لوگ مجھے یہاں نہ مانتے ہیں جہاں کہیں تمہاری مطلوبہ زمین کیے دے سکتا تھا میری پانچ شخصیات ہی کہا تھی اس خاندان کو دھکا دیتے ہوئے ہوئے کہ وہ ہور رہا تھا۔“

”پھر تم نہیں! ساری معلومات میں حاصل کر چکا ہوں پولیس بھی تمہاری لائنوں پر سمجھ رہی تھی بلکہ بچے بات ہے۔“

”کرو پولیس کو تمہاری تلاش بھی ہے۔ وہ رانا مسودہ کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ ہاں اگر اسے یہ پتہ ہو جائے کہ باہر دو خانہ نامی ایک شخص ایک بچہ چھپا رہا ہے تو پھر یقیناً وہ تو تک پہنچ جاتی۔“

”بچہ کو تم اپنے ساتھ لے گئے تھے اور میری بہت دور کھنڈرات میں اس کی تلاش پائی گئی تھی! تمہارے ملاوہ وہ کسی اور کے ساتھ باہر نہیں جاسکتا۔“

”چنانچہ سارے حالات تمہارے ہی خلاف ہیں البتہ پولیس نے مجھ کو پتہ ہے کہ رانا مسودہ رانا جہاں کی طرح نیچے کو اتار دیتے تھے تو پھر اس شخص منہ تھا کہ وہ دست بردار اس کا قبضہ ہو سکے۔ وہ لوگ! تمہارا کریم ہے یہی کہ رانا مسودہ کسی ذریعے سے اس وقت کے معمول کی کوشش کرے تو وہ رانا مسودہ کو پیادہ میں اس کے پیچھے میں! میں نے جگہ جگہ فون بھی کئے ہیں میں ملوی معلومات! سن کر تار پڑا ہوں۔“

”ہاں ہے اس بچے کو کس نے قتل کر دیا وہ میرے ساتھ لگا ضرور تھا۔ لیکن پھر میں نے واپس کوئی پتہ پڑا تھا۔“

”اور اس کے بعد اس رات میں خاموشی سے نکل آیا۔“

”پھر نہیں تم بچے کو لے کر گئے تھے اور پھر واپس کوئی نہیں پتہ پڑا۔“ واحد نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

”میں نے پری سیٹ کی پشت سے ٹپک ٹپک کر نکلیں بند کر لی تھیں۔ دل دو مارے گا وہ عالم تھا کہ میں نے باہر سے واقعی واحد سب کچھ سمجھا تھا اور سب کچھ جانتا تھا! اب اس کے حوالہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں رانا کو قتل کر دوں۔ ہاں جب وہ قتل کر چکا ہوں تو اس تیسرے قتل سے مجھے کیا بڑھ سکتا ہے۔ میں قاتل ہی تھا۔“

”زندگی میں اتنی اچھیں پیدا ہوئی تھیں کہ بعض اوقات تو زندہ رہنے کی نہیں چاہتا تھا۔ کیا کروں گا! اتنی عمریں زندگی کو اچھا ہوں لوگ تو اس عمر میں لوگے ہو جاتے ہیں لیکن لوگ آج جاتے ہیں۔ کچھ پھر میرے جوانی آئی تھی اور اس جوانی سے

231

تقاضے میں کہ جو بلور دیو جیسے ہی برہم گئے تھے اگر نہ ہوتے تو میں کسی قیمت پر بے یاری کی ریتا کو اس طرح حاصل کر کے تہہ در تہہ باد نہ کر دیتا میں شیطان چکر میں چسپاں تھا۔

شیطان چکر تو اسی وقت شروع ہوا تھا جب سلطان نے اپنے باب کا صندوق کھلا تھا۔ آہ میں تنہا رہ گیا وہ سب تو موت کے فرشتے تھے اچھوڑا کیا ابھور سر سلطان کے جلوے میں یہ کہہ رہی تھی یا چھوٹ میرے سامنے ہی سب کہ ہوا تھا لیکن میں۔ میں زندہ بن گیا تھا۔ اور ایک شیطان چکر میں چسپاں ہوا تھا۔ اس شیطان چکر نے مجھے کہاں کہاں پر پریشان کر رکھا تھا میرے خاندان کے کہ نہ کہ افراد کو مروجہ ہوں گے مگر میرے بھائی بھی زندہ ہوں۔ اگر میں کو شمش کو کہے ان تکس می جا پہنچتا تو ممکن تھا کہ حالات بدل جاتے اور میری قیمتی زندگی بچن سے گزر جاتی۔ لیکن یہ سچا کیسے ہے تو یہاں ملنے والی مٹی ہی کوئل اور مٹی کچھ بھی ہو جلتے ابھر لکے میں اب شکلا نہیں کروں گا۔

کہے سوچتا ہے۔ میں اب بھی حالات سمجھانے کی حیثیت بکری ہوں  
۔ کیا مطلب ہے

کہے گی زینب! یاد دلاؤ گی کہیں کی؟ ہیں۔ نزول ہی دل میں  
اسے کوئے ہوئے کہا۔ واحد میری آنکھوں میں دیکھو ہاتھ پیر  
اس نے کہا۔

کرہ تھا۔ دہلی کے اچھے ہونٹوں میں ابھی ہونٹوں کو شمار ہوتا تھا۔  
 کرے میں پہنچ کر شے نے سب سے پہلے غسل کیا۔ اور پھر ایک  
 آرام گری پر دوڑا ہو کر کھڑکی کے باہر کے ماحول کو صغیر نگاہ سے  
 نگاہ دیکھتا ہوا نکلا۔

”وہ دنگ کی بات کہہ دی یہ عرصہ بھی ایک کاشتو قین بننے

اور پھر یہاں وہ جگہ میں توڑی جی شش ہے۔ یہاں بھی کی طرح  
 پورا نہیں ہوا۔ بعض جگہیں تو آج بھی علیحدہ علیحدہ  
 ہیں۔ تو بس کسی ایسی ہی جگہ کا انتخاب کر دے میں نے کہا۔  
 واحد مسکرائے گا۔  
 "یہ تم واحد پر چھو دو۔ اس نے کہا اور میں نے بھی کھینچ  
 ہوئے ٹکڑی ہلا دی۔  
 شہ کو تو قریباً سات بجے ہم لوگ تیار ہو کر چلے گئے۔ میں  
 نے بھی ایک ٹکڑا لباس پہنا ہوا تھا۔ واحد بھی ایک اچھے لباس میں  
 ہوا تھا۔ جس پر ہم چار بچے تھے وہاں کے کئی تیار ہوا لوگ  
 بچے تھے پیسے وغیرہ کے پاس بھی اچھے خدے موجود تھے اور شاید  
 واحد بھی تلاش نہیں تھا۔  
 ہم اس بازار میں اپنے گھر سے چاروں طرف سے طے کی تھا  
 گشتروں کی جھلکاؤں اور ہر طرف کی آوازیں۔ پھر وہی جگہ ایک  
 عجیب ماحول ایک عجیب سماں تھا جو اس سے قبل میں نے بھی  
 نہیں دیکھا تھا۔ صرف قلعے کہاؤں میں اس بازار کی مناسبتیں  
 پر ہی تھیں۔ واحد کو یہاں لائے ہیں یہی حد تک کے ان لوگوں  
 کا دخل تھا جو جس نے ترتیب دیا تھا۔ میں ایک ایسا ماحول پیدا  
 کرنا چاہتا تھا جو میرے لئے گوارا ہو۔ واحد ایک ہان کے  
 دوکان پر رُک گیا اور اس سے اس بازار کے بارے میں معلومات  
 حاصل کرنے لگا۔ قاضی اسے خود بھی یہاں کے بارے میں  
 تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔ پتلاڑی نے ہمیں دوکان بنا کر دی  
 اور واحد نے بالوں کی خریداری کے ساتھ ساتھ ہی پتلاڑی سے  
 اپنے کام کی بات بھی معلوم کر لی۔ پتلاڑی وہ گروہ تھا جو میرا  
 ہاتھ پیر کر دستانہ انداز میں ایک طرف بڑھا اور پھر ہر ایک  
 بالامانی پتلاڑی سے کرنے لگے۔ پتلاڑی نے کے دروازے سے  
 اندر داخل ہو کر میں نے زندگی میں پہلی بار اس ماحول کو دیکھا۔  
 ایک چار سا گروہ تھا جس کے فرش پر لوگ اور بچوں کی جگہ  
 برتنے تھے۔ محفل مشابہہ برتنے۔ تو ہمیں دو دروازے سے ٹپک  
 لگے۔ تو بچوں کے ہمارے جیسے برتنے تھے۔ چھوٹے بچے۔ بچے اور  
 محفل کی ایک خوبصورت لڑکی تھا جس کے ہاتھ ہاتھ  
 گانے بھی تھے۔ اس کی عمر بہت کم معلوم ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ  
 میں تختہ تھا۔ دستانہ کے قریب ہی کھڑی ہوئی اور اس نے  
 ہمیں دستانہ دیا اور ایک سمت بتادی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ہمارے  
 لئے کچھ برتنے والے لڑکی نے کھیں اٹھا کر ایک نظر ہم دونوں  
 کو دیکھا اور پہلا ہی پسند نہ ہوئے۔ (جانب منسوب ہو گئے جو

وہاں سب لوگوں سے نمایاں تھا۔ اس نے ہماری آمد پر بڑا سا  
 ہنسا دیا اور کسسا کر اپنے ساتھیوں سے ناگواری کا اظہار کیا۔  
 دستانہ پر کھڑی عورت نے جلدی سے اس کی طرف  
 رخ کیا تھا اس شخص کے اشارے پر جلدی سے وہ اس کے پاس  
 جا پہنچی اور اس کی بات سننے لگی۔ پھر اس نے احترام سے گردن  
 ہلائی اور اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ میں سرسری نگاہوں سے محفل  
 کا رنگ دیکھ رہا تھا۔ سامنے ہی ایک درمیانی عمر کی عورت پانچ  
 کھیلے گھوڑیاں بنانے میں مصروف تھی۔  
 گانے والی گانا لاتی رہی پست قامت جیب سے نوٹ  
 نکال نکال کر گانے والی کو دے رہا تھا اور وہ اس کے سامنے  
 ہی جیبتھی جیبتھی غزل کے بول پڑ بول سناتے جا رہی تھی واحد  
 کی کھوپڑی گھوم گئی اس نے اپنے جیب سے نوٹوں کی گڑھی نکالی  
 کر اپنے سامنے رکھ لی اور پھر ایک نوٹ میرے سامنے پر رکھ کر  
 گانے والی کو دکھایا۔  
 پست قامت نے بڑا سا مزہ بنا کر نوٹوں کی دو ٹون گایاں  
 اور نکال لی تھیں۔  
 "یہ کیا ہو رہا ہے؟" میں نے واحد سے پوچھا۔  
 "تو خود اسے پتلاڑی دیکھا ہے۔"  
 "اوہ۔ واحد گانا سنو یہاں کچھ دیر کو اہل اس کے  
 بعد نکل چلو میں کسی قسم کے محبت سے میں دلچسپی نہیں لوں گا۔  
 میں نے کہا۔  
 "کمال ہے یہاں تو ایک انوکھی شخصیت کے مالک  
 نظر آتے ہو جو کسی چھوٹے بچے کو بھی لٹل کرینے سے دریغ نہیں  
 کرتے بلکہ یہاں اب اس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔"  
 "اور یہ بچہ ہماری اس بھانجی کے لئے موزوں ہے۔  
 میں نے بات چیتیں کر کہا۔  
 "اسے نہیں جہیں ہماری باتیں کون سن رہا ہے۔"  
 واحد نے جواب دیا اور ہم گانے والی کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 "خفصہ کی لڑکی ہے۔ اس نے شکرانے ہوئے کہا۔  
 اس جگہ سے اگلیں ہونے لگی تھیں میں محسوس کرتا تھا کہ تانت  
 اور اس کے ساتھی مسخرانہ لگا ہوں۔ ہماری طرف دیکھ رہے  
 ہیں۔ محفل میں اور ہی توشہ ہیں موجود ہیں لیکن پتلاڑی  
 جیسے وہ۔ بہت تانت کے چپے ہوں اور صرف اس کے ہاتھ  
 یہاں بیٹھے ہوں یا لیکن ہے اس کے چہ ہی ادنیٰ سمجھا۔  
 مسخری دیر تک ہم لڑکی گایاں سننے بیٹھے رہے ہاتھ نہ ہٹانے  
 والی مسخری کی نہ بین لگا ہیں۔ ہماری طرف اٹھ رہی تھیں۔

اس نے ایک طرف مڑ کے دیکھا اور کسی کو کچھ اشارہ کیا چند ہی  
 لمحات کے بعد ایک نوگنہ ناز سے اٹھائی ہوئی اندر سے نکلا  
 ہوا۔ اسے نزدیک آ کر جیبتھی۔ اس نے مسخری انداز میں  
 "تو سلام کیا تھا۔"  
 "مغفور اس کو تھے پتلاڑی بال شریف لانے میں شاید  
 وہ آہستہ سے بولی۔  
 "اے۔ نہیں یہاں کے آداب دیکھ کر طبیعت کھینچ گئی  
 واحد نے جواب دیا۔  
 "مغفور تھو اس وقت کریں اس ہم لوگوں کو ہر طرف  
 کے آدمیوں سے ٹکنا ہوتا ہے۔ یہ ایک منظمی غلہ ہے اس  
 سے ہر نا اچھی بات نہ ہوگی۔ ورنہ ہم ابھی ناز میں سے کہتے کہ  
 وہ وہاں سے اٹھ کر آپ کے سامنے آئیں گے۔  
 "مٹیک ہے مٹیک ہے یہاں نہیں معلوم تھا کہ یہ کو تھا  
 غنڈوں کا اکھاڑ ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔  
 "بیٹھے نا حضور اس کچھ اور خدمت کر سکتی ہوں۔"  
 "جہیں اس گانے آتے تھے۔ گانا سن کر چلے واپس لیکن  
 یہ جگہ پسند نہیں آتی۔  
 "مجبوری ہے۔ مگر اگر کسی شریف لڑکی ہے۔ تو میں نے  
 مہذب ہو گیا۔ میں لہجہ سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ ایک دو  
 بار اس کی نگاہیں مجھے بھی ملیں۔ میں نے ان میں ایک عجیب  
 سی چمک محسوس کی۔ دیکھنے میں نہاسی ایسی تھی لیکن وہ جو گانا  
 سن رہی تھی اس سے خاصی حسین تھی۔ اور اس کی پرکشش اور موہ لینے  
 والی شخصیت کو دل اس کی جانب کھینچ پلا جاتے۔  
 لیکن اس ہاتھ میں ایسی ہی ساحرانی ہوا کرتی تھی  
 مجھے ان کے ہاتھ میں خبر نہ تھی تو نہیں تھا لیکن میں بہت کچھ دیکھا تھا  
 اس نے میں نے زیادہ توجہ نہیں دی۔ مسخری دیر کے بعد ہم  
 وہاں سے اٹھ گئے۔ نوٹوں کی گڑھیاں ہم نے واپس جیب میں  
 رکھ لی تھیں۔ پان بنانے والی عورت کے چہرے پر ناگواری کے  
 اشارات تھے۔ اس کے ہاتھ چپے ہوئے پست قامت کی طرف دیکھا  
 لیکن وہ ہنسے کچھ نہ بولی۔ اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔  
 "یہ جگہ ہوتی ہی جھگڑاں بڑھ جیبتھی۔ ایسے ہی طبیعت  
 مگر ان ہی تو میں نے سوچا یہاں جیبتھی۔  
 "چلو کوئی بات نہیں۔ سارے ہاتھ نوٹ۔ اس جیب  
 کیلئے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کو کسی دوسری جگہ دیکھتے ہیں مٹیک  
 اور بالآخر نہ پہنچ گئے۔  
 یہاں بھی نقص و موسیقی جاری تھی اور آتی بات یہ تھی

یہاں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو مگر کا باعث ہوتی  
 اس جو رقصائیں یہاں۔ نقص کر رہی تھیں وہ اس قدر میں  
 نہ تھیں اور نہ ہی یہاں اتنی لغات و تہذیب تھی جو میرے  
 بچپن کو تھے پر دیکھی تھی۔ واحد میرے کان کی طرف مٹیک کر  
 بولا۔  
 "دراصل وہ مانا ہوا کو تھا ہے وہاں جو لوگ ایسے ہیں  
 ان کا تعلق کھنڈے سے ہے اور کھنڈوں کی لوگوں کی تہذیب کے  
 اس سے میں یقیناً کہنے کہ نہ کہہ کر دوسرا ہو گا۔"  
 "بھائی جیبتھی میں رہنے والا کھنڈوں کی تہذیب کے ہاتھ  
 میں زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ میں نے کہا۔  
 "تیرا ایسی بات بھی نہیں ہے ویسے بابر داد خان میں  
 نے یہ بات تم سے کہی نہیں پتلاڑی تمہارا تعلق تھا لہذا اس میں  
 سے ہے۔  
 "گا۔ استیوار کیوں فضول باتوں میں اچھے ہوئے ہوا  
 میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور واحد نا محسوس ہو گیا۔ ناہمی مات  
 مجھے مٹیک ہم اس کو بچے پر گانا سناتے ہوئے تھے پھر اس کے بعد جب  
 وقت ہی ختم ہوا تو ہم اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔  
 واحد بہت مسرور تھا۔ میری طرف سے غناؤں، مٹیک  
 ہو چکا تھا اس دوران۔ دلقین میری کیفیات پر سننے کی کوشش  
 کرتا رہا ہو گا اور میں نے اس سلسلے میں خاصی ذہانت سے کام  
 لیا تھا۔ کو اپنی فطرت کے اسے آگاہ نہیں ہونے کا تمام کام  
 سے اتر کر بدیل چلے گئے۔  
 دو سرے کوٹے بھی خالی ہو چکے تھے۔ پولیس دانوں کی  
 سیٹیاں سٹانی وے رہی تھیں ہم وہاں سے اٹھے بڑھ گئے۔  
 "اب کیا خیال ہے چلیں۔ میں نے پوچھا۔  
 "بابر داد خان ایک بات بناؤ صرف اسی حد تک لپٹی  
 رکھتے ہو یا کوئی اور بھی۔  
 "کہیے اور سے تمہاری کیا مراد ہے۔"  
 "میرا مطلب ہے کہ پتلاڑی نے اس کی بات یہاں کا ماحول  
 تو بڑا سا بگاڑ نہیں تھا کہ ہم یہاں پہنچ کر بیٹھے۔ اس کے علاوہ کسی  
 یہاں تو بہت کچھ ہوتا ہے۔  
 "نہیں، اس بہت کچھ سے مجھے دلچسپی نہیں ہے۔ ویسے  
 اگر تم چاہنا ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"  
 "اور تم۔"  
 "میں نہیں چاہتا۔ میں نے جواب دیا۔  
 "پتلاڑی مرہ آئے گا۔ ایک آواز بیگ۔ بیگ۔ بیگ۔ بیگ۔  
 235



نہیں دیکھیں تھیں اس سے نہیں روکوں گا ویسے  
 اگرچہ ہوں میں شب کرو تو وہاں بھی مل سکتا ہے؟  
 وہ تو تمہیں ایک بہ لیکن بس حدی جاہ۔ پہلے وہ واحد  
 کہنا۔ میں ذل ہی دل میں مسرور ہوں غیر زرا سکاڑک کا دل  
 چاہتا ہے سے قائمہ منہ بات بھی چاہتا ہے سے شے بڑی  
 اور پھر بیک بار میں داخل ہو گئے۔  
 بار میں کافی سب بھری ہوئی تھیں لیکن میں ایک  
 تعالیٰ میں مل گئی اور واحد نے اپنے لئے شرب اور میرے لئے  
 ایک مشروب حسب گریا۔  
 شرب کے چار بار بیک بیک لینے کے بعد واحد نے دیکھا  
 جس کی آنکھوں میں کتنی محنت رہی تھی میں نے اس کا ہاتھ  
 روک دیا۔  
 "اب بس کرو واحد نہ آؤٹ ہو جاؤ گے۔"  
 "ہاں یا زب میں بھی ہی محسوس کر رہا ہوں تمہارا سہارا  
 ہے اس لئے یہ فیصلہ کر رہا ہوں۔"  
 "تھیک ہے لیکن اب اس سے زیادہ مناسب نہ ہوگی  
 ہیں یہ تو کبھی جاننا چاہتا تھا۔"  
 "جلو تھا راجک مان لیتا ہوں یہ واحد نے مل ادا کیا  
 اور ہم باہر نکل گئے۔ باہر رفتی ہوائی تو واحد کا لٹہ کچھ اور  
 بڑھ گیا۔  
 "باہر واحد خان۔ تم غلیظ انسان ہو لیکن میرے ذہن  
 میں بات نہیں آتی کہ تم نے اس معلوم کیے کو کیوں قتل  
 کر دیا تھا۔"  
 "تمہاری کہ میں بہت ہی باتیں نہیں جانتا لیکن اس  
 وقت سوچنے کیجئے سے گریز کرو۔ میں نے کہا۔  
 "کوئی سواری بکڑا دیا۔ اب لیکن اسوس ہو رہی ہے  
 واحد نے کہا اور میں نے گروں پلا دی۔  
 "چلتے رہو سواری بھی مل ہی جائے گی میں اسے بڑیل  
 لے پھارتا رہے۔ میرے ذہن میں خوفناک ہزاروںے تہلے رہتے  
 اس وقت کوئی جھٹا دیر سے پاس نہیں تھا جو واحد کے لئے  
 کارآمد ثابت ہو۔  
 لیکن نقشے میں ہونے کے بعد میرا کام کچھ ادا ملان پہ  
 گیا تھا۔ اب میں اپنے مضبوط ہاتھوں کے اتنی ٹھیکے ہی سے  
 واحد کو قتل کر سکتا تھا۔ اپنے اللہ تمہا کرتا رہا۔ ہم بہت  
 سی مڑکوں سے گزرنے ہمارے ایک ایسی جگہ نکل آئے جو کافی  
 سنسان تھی۔ مڑویک ہی ایک باز نظر آ رہا تھا۔ میں نے واحد کو

بارک کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔  
 "وہاں کا ماحول کافی خوشگوار ہے واحد کیا میل ہے  
 کچھ دیر جا کر بیٹھیں؟"  
 "اس وقت تو مناسب نہیں ہے تم سواری کیل نہیں  
 بکڑا رہے۔ میں بڑی تھکن محسوس کر رہا ہوں ان لوگوں کے  
 ہے۔ جیسے منتوی حرم کے بعد شہیل بھی نہیں سکوں گا۔"  
 "تموڑی دیر نام کر لو اس کے بعد ہر کوئی سواری کو  
 ہونٹ ملیں گے۔ میں نے کہا۔ اور واحد نے گردن جڑ دی۔  
 میں اسے ساتھ لے ہوئے بارک میں لگتا۔ بارک میں میرا  
 بھیرا ہوا تھا۔ اور ہر ایک کسی انسان کا جو وہاں تھا میں  
 نے واحد کو ہر ایک کی ایک پتلی پر چھو دیا ہوا اس کا شہ گھر سے  
 سے گھر کیجئے جا رہی تھی احدہ بیگم ہوتی تھیں گے وہ تھا۔  
 "باہر واحد خان اگر تم میری بات مان لو تو وہاں ہر ایک زندگی  
 خیر کر رہے۔ کوئی بڑا سائنش ہمارے قدموں میں ہوگی  
 میں بھی لوٹا ہوا ہوں میرے پاس پہلے بہت کچھ تھا۔  
 لیکن اس کے شوق نے مجھے پال کر دیا۔ میں اپنا بہت کچھ  
 لیا۔ میرے ذہن میں ان الفاظ سے کچھ عجیب سے احساسات  
 جاگ اٹھتے۔ "اس سے آگے ہی۔ اس یاد آتی تو کوئی بھی  
 یاد آیا۔ اور کوشش کے ساتھ ساتھ کوئی بات بھی ذہن میں بھڑائی۔  
 میں نے ثابت کیجیے لئے۔ کوئی کہ میں کبھی ہلاک نہ کرنا۔ اس  
 نے تو مجھے بہت بہادر بنا دیا تھا۔ اس کی حالت میرے ذہن میں  
 کا باعث بن گئی تھی۔ یہ بات یہ ہے کہ اس شمشاد کی ہر جھلک  
 سے میں واقف دلی طور پر متاثر ہو جاتا تھا۔ لیکن محسوس نہیں  
 وہ کہیں خودت وہ فزول جاو گرنی میرے لئے غمگین تھی  
 تھی میں اس سے جھٹکا را حاصل کرنے کے لئے اب ہر کام  
 کر سکتا تھا۔ کوئی بھی ایسی کوشش جس سے اس سے جھٹکا  
 حاصل ہو جائے۔  
 بہت کچھ سوچتا رہا واحد پھر واحد کی آواز بھری۔  
 "بس اب چلو یہاں سے مجھے نیندا رہی ہے۔"  
 "تم سو نہ جانتے ہو واحد؟" میں نے پوچھا۔  
 "ہاں جڑی مشکل سے میں اپنے آپ پر قابو پانے پہلے  
 ہوں میں سونا چاہتا ہوں۔" اس کی غنودہ سی آواز سنائی  
 دی تھی۔  
 "میں نہیں ایسی پرسکون نیند دل کے میرے دوست  
 کو تم زندگی بھر سو سکتے ہو گے؟"  
 "ہاں۔ میں سونا چاہتا ہوں؟ اس نے کہا اور میں ابھر

ہو کر دیکھنے لگا واحد نے کبھی انسان کا وہ نہیں تھا ہوا  
 بھی اس وقت سہاگت تھی۔ وہ تھکن کے پتے تک نہیں پہنچے  
 تھے تب میں واحد کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 "مجھے اسوس ہے واحد میں تھیں صرف تھکی لگات کے  
 نے قتل کر رہا ہوں؟ میں تھکی رہی زندگی سوچتے موت کا باعث  
 میں سمجھتا ہے۔ مجھے اس کی گزرتی کبھی نہ گئے۔ واحد کو  
 کسی چیز کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں کو  
 رت گردن سے اٹھانے کی کوشش نہیں کی لیکن دوسرے  
 من اس کے ہاتھ کشتی انداز میں پھیلنے لگے۔  
 میرے ہاتھ جو اس کے زرخیز ہر جھٹے تھا۔ میں  
 پوری قوت سے انھیں دبا رہا تھا۔ "تمکی زبان باہر نکل لی  
 وہ جڑی طرح تڑپنے لگا۔ لیکن اس کی مدافعت بالکل اسی  
 بے جان تھی۔ مجھے کوئی دقت نہ ہوئی اور چند لمحات کے بعد اس  
 کی مدافعت بند ہو گئی۔  
 میں نے اس کی گردن سے اپنے ہاتھوں کی قوت بھل  
 ڈھیل کر دی اچانک اس کی لاش کو دیکھنے لگا۔ واحد کی آنکھیں  
 بڑی طرح پھٹی ہوئی تھیں زبان باہر نکل گئی تھی وہ موت کی  
 آغوش میں جا چکا تھا۔ اس کو موت کی نیند سنانے کے بعد میں  
 نے وہ لوں ہاتھ بھڑکے پھر مجھے کچھ خیال آیا اس میں۔ نے  
 جیب سے دو ملل نکال کر اس کی گردن کو خوب بھیجی طرح  
 سے دھڑکا۔ تاکہ اس کے سر سے میری انگلیوں کے نشانات بھی  
 محسوس ہو جائیں۔  
 واحد کا بدن سہاگت و چاند تھا اسے قتل کرنے کے بعد  
 بڑا سکون محسوس کر رہا تھا۔ پھر میں تیزی سے وہاں سے چلے  
 چلا۔ کافی حد تک تک پہنچ ل جتنا رہا۔ اس کے بعد ایک ٹھیک  
 کی حد پہنچ ل جتنا ہو گیا۔ ہوش کے کمرے میں پہنچ کر میں نے  
 ایک گہری سانس لی۔  
 جڑی کا جو مجھ سے پہلے ہر طرف تھا لیکن اس سے بڑا  
 خوف تھا کہ واحد سے ملے ایک ایک ہلکی جھٹکا تھا۔  
 گزرتا تھا وہ واحد تھا جو میری شخصیت سے لاقابل تھا اور  
 مجھے دوسرے میں پہنچا سکتا تھا۔  
 کہ اگر کہ اس طرح میں نے اپنی زندگی محفوظ کر لی تھی  
 میں نے خط میں سوچا کہ کل یہ ہوش چھوڑ دوں گا کسی اور جگہ  
 پہنچاؤں گا۔ میں اپنے آپ کو کسی ایسے جگہ پر لے گیا کہ جہاں  
 چاہتا تھا وہاں میرے قریب و جوار میں کوئی سوچو نہ آتا تھا  
 غرض میں بالکل سکون کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

خدا کیسے ہی حیران اب میری جگہ بس کجبت بہر ہو گئی  
 سے بھونک جلتے اور تک سونے کی کوشش کرتے رہے۔  
 نیندا آنکھوں سے بندھ گئی۔ کچھ جگہ میں نہیں رہا تھا کہ کوئی  
 سوز چاہتا تھا لیکن ذہن میں طرح طرح کے خیالات تھے۔  
 تھے۔ تھیں وہ سب کا تو ذہن میں چلے تھا۔ میں غراؤں رہ رہا  
 توجہ نہیں دیتا تھا۔ سناں مجھے چاہتی تھی۔  
 میں ہر وہ نہیں دیتا تھا۔ ہاں میں جڑی نہیں دیتا  
 تھا۔ رات آتی ہوئی تھی کوئی اور بات بھی کہ جس میں نہیں  
 آتی تھی وہاں میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ایک بڑا بڑا  
 کا سباز لیا جیسے "میں نے نیندا نے کے لئے مددگار نہ  
 ہوں نہ دیر کو مجھے کے لئے تھکنی ہو دی اور نہ ہی کوئی  
 کا دیر میرے پاس نہیں ہے۔"  
 "تو مر رہا ہے۔"  
 "وہ میرے شرب پہلے۔"  
 "ابھی تو دیر سے ہوں مر رہا ہے یہ کونسا مشکل ہو رہے  
 اس نے مسکراتے ہوئے کہا میں نے جیب سے ایک ڈسٹ نڈا  
 کر دیکھا ہاتھ میں لے کر وہ واحد کے سر پر رکھتے ہوئے بول رہا  
 تھا۔  
 "تموڑی دیر کے بعد اس نے مجھے دس گلاس دے دیے  
 وغیرہ کر رہے تھے۔ میں نے زندگی بھر میں کبھی نہ  
 اور پھر کچھ ایسے چھوٹے کئی پیسے کے بعد دوسرے چھوٹے  
 ذہن کو بڑے سکون کا احساس ہوا اس نے اس وقت تک کہ  
 "بہت تک بڑی میں شرب باقی رہی تھی۔ اس نے اپنی بڑی  
 میں تھا سے ایک طرف رکھ دیا۔ پھر تھیں بند کر کے سری  
 پر بیٹھ گیا۔  
 پھر تو ایسی نیندا آئی کہ بدن کا سوش نرم۔ وہاں  
 بھی کچھ ہوا تھا اور میں گہری نیند سو رہا تھا۔ اس وقت بدن  
 کے تقریباً سارے کمرے کو وہ نیکے دے دے کسی مجھے محسوس کر رہا  
 اور میں نے کچھ محسوس نہیں کیا۔ لیکن جو کوئی میرے نزدیک  
 موجود تھا اسے دیکھ کر میرے اصرار سے بولنے لگے۔ "اس کی  
 دردی میں ہوسو نا پسند آ رہا ہے اس کی کوئی کجی نہیں۔  
 بیچاں تھا تھا۔  
 "اے۔ اس کے لئے سخت ہے میں مجھ سے کہا اور میں نے  
 کیا۔  
 "کیا نام ہے تمہارا اس کے لئے سوال کیا۔  
 "باہر واحد خان۔" پھر ہونے لگا پھر جیب میں لٹا ہوا۔

پہنچیں۔ سرینے کو آؤر سے لٹیلے بڑائی ریو نو کرسق  
کر جھکے سر پہ نہ تھے۔ ایک ہڈی سا مائے آنجھیکو سیدی  
موسکی کو پور ڈراما شرم ہو۔ قوا بخارا کی حد حسب کے یک جانے  
فلے نے نصیب فون کیا کہ موسیقی بہت خراب ہے۔ یہ کہ  
کیا بجو رہے ہیں؟

خاتونِ نیوز ریڈر خبر لی پڑھ رہی تھیں مافکوں نے مجھ پر دہشت  
کے دو مارچ کستان کی خبر پڑھنی شروع کی، چین کے ایک سو  
سولہ دہشت گردوں نے عدو میں عدو کھستے سے گرفتار کر  
لیا۔ چار سو نو سو پچاس سال تک، چار سو پچاس سال تک اور  
چار سو پچاس سال تک۔

ریڈیو کے چینل جسے کہہ سکتی ہوں سستی کی پرواز پر مشرق و بہت  
ریڈیو کے ایک فخر پر پرواز پر مشرق سے ہے۔ پرواز پر مشرق کو  
کے پاس سے۔ انھوں نے غور اپنے، تحت نہ کوئی فخر کو  
کیا اور کہا۔ آپ سنیں تب سے میں کہ طیف کس قدر زور سے  
سما جا رہا ہے۔

نہ جان کیسے آجئے؟  
 جس پر یہ کہ خدا نے مجھ سے اب اس سے جس کچھ  
 نہ روکے۔

ایک ایسے غصے کے پیر، عازمت کن تھا جو جس کے  
منہ پہ تیسے اور یوں کوہک طرح وٹنڈے اور نوران جس سے  
نورن غرق کر، اسے تو اس کے گھاٹ اندر دیا ہوتا ہے۔ کئی  
فریق کو کہتے ہیں کہ یہ گھاٹ سے گزرتے ہیں عازمت کو رہا ہوا  
اور جس کے یہ تمام اوقات بکھور ہوا لیکن جب میری رنگ مناسبت  
پھرانی تو میں جو اس سنجش پہنچ گیا جس سے وہ بار بار دوسرے کے  
مہر پر نہ کہنے کی کوششوں کرتے تھے اس کو نہر شخصیت کا ایک  
سیہ دیو جس نے کھینچنے کے ساتھ یہ تھوڑے جگہ تک پہنچ رہا تھا کہ  
تھوڑے جگہ پہنچ کر نہ کہنے لگا ہے لیکن میری سب کچھ بتا کر  
یہ کہہ کر کہ سب کو اس کو اس کے ساتھ کہہ کر اس سے اس کے دہشت  
حق جہان کو اس کے دہشت کو کہوں بدلت کر سکتا تھا جیسا کہ خبر  
کراہ سے غصہ تک پہنچا دیا ہے اور اس کو اس کے غصہ پہنچے  
دیکھتے ہیں کہ نہ کہنے لگا ہے۔

حتیٰ کہ ایک بار ہے دو بھونٹ بھونٹ سہیں جس تک پہنچے۔  
 سہ لڑائی کر کے لڑ گئے بھونٹ بھونٹ تہا نہ بہا و گھر کے کس  
 قسم کا رشتہ نہیں رکھا جاتا ۔۔۔ لڑکوں کے بڑا بہ دیا۔  
 خدا تبارکی واکرے کاشی میں تبارکی گیارہ مگر کر کے۔  
 سہا نہ بہا۔ دینا کس توت ہی نہیں ہے کہ جس کے لئے توت  
 لہو بہا سے خود کیا ہوئے۔  
 "جان تو چھوٹیک ہے سو۔ قدمزد ہر جہاں دھمکے ہوئے دینا۔  
 نفل کسی کو سب رو نہیں دے سکتے سب۔ بے تہا نہ بہا۔  
 سہا نہ بہا۔ شرف تو ہے۔  
 جس پہ لہو سے کہ جوتا: شراب بیفندہ ہے بائے پندہ۔

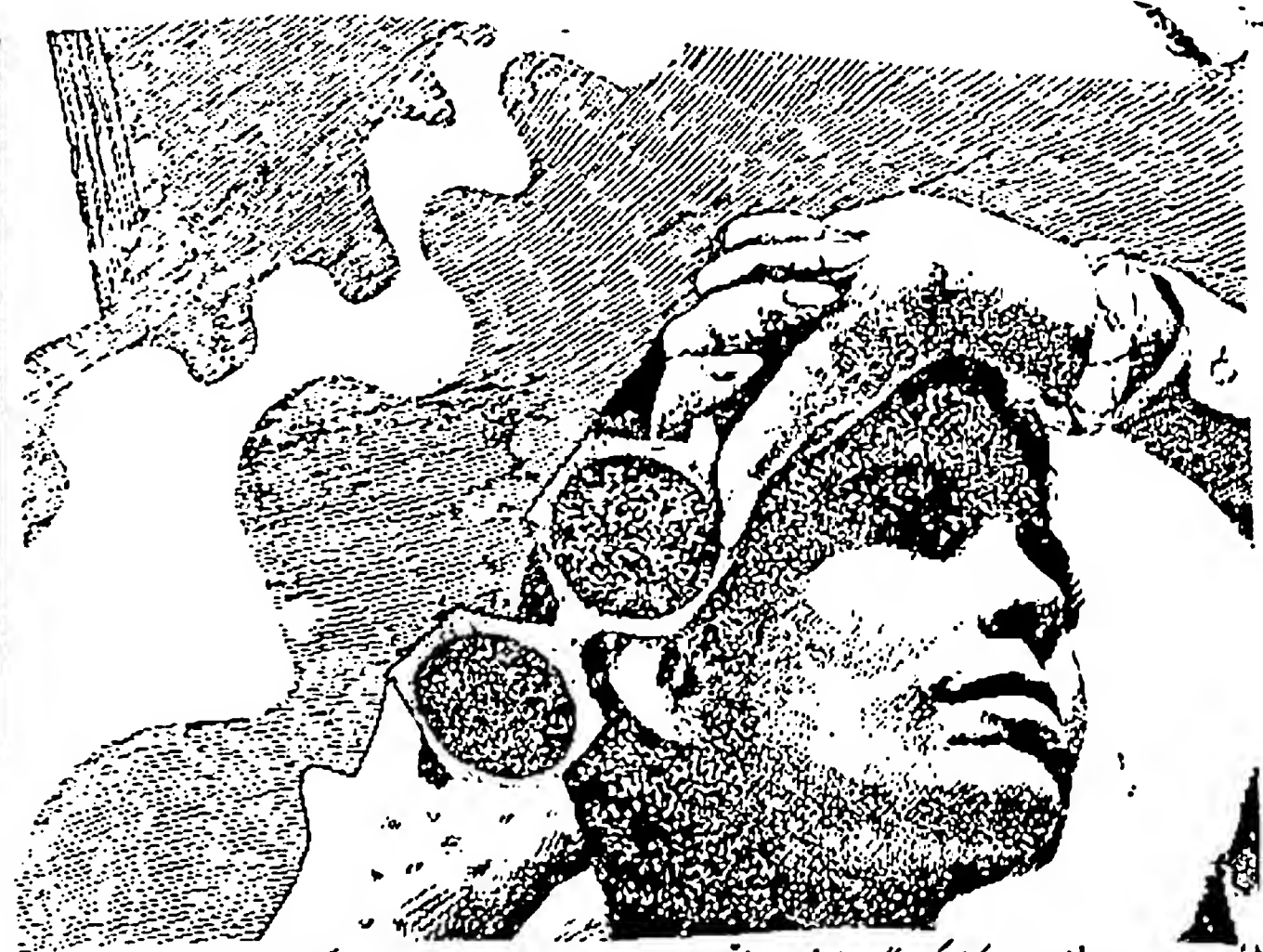
ایک محرم کی شکل وصفت کا ذکر یہاں کرنا چاہیے۔

[illegible]









وہ کھل تھا اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔  
 بیوٹے کو بے ہوش کر کے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے رشتہ  
 کے سوا کچھ نہ کیا ہو۔ تمام لذت پروری دکھا ہوں گا کہ بڑی عمدگی کا مظاہرہ  
 اور کوئی بے فیض آؤد کا بڑے سے دیکھ رہا تھا۔  
 کیا یہی ہے وہ؟  
 ہاں انسپکٹر صاحب ایسی وہ پانی راکشش ہے جس  
 نے میری کوتاہی کو بہت چھین لیا۔ یہی سن کر وہ ہانوز پر چڑھ کر  
 اس کا لالہ کر کے۔ کچل کر۔ جیت کر پڑا۔  
 آپ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں کر سکتے؟  
 درجنوں ثبوت۔ میں لے کر آؤں گے۔  
 بروہہ تمام اٹھاؤں گا جس سے اس کی اعلیت کھل جائے۔  
 ایک ایک اسے حواالت میں بند کر دوں گا۔ انہیں  
 کہا۔ اور وہ لوگ بے لگے گئے۔ لاکھ اب کی کوٹھی میں  
 داخل ہو کر۔ صورت و حال پر غور کرنے لگا۔ حالات پر  
 غور کرنے میں نے ہلاکت سے کئی بار نہیں سنبھلنے کی کوشش  
 کی تھی۔ لیکن کوئی تہیہ کار نہیں ہو رہی تھی۔ مجھ میں نہیں آ  
 رہا تھا کہ کیا کرنا۔ لیکن اہل مذکورہ اس کی ہڈی پر  
 کھل کر بے پناہ چاہتا تھا۔ اور کوئی کام نہ تھا۔

تھا۔ دوسری طرف دلاور تھا۔ انسپکٹر میری طرف سے پہلے ہی  
 مشکوک ہو گیا تھا۔ اس لیے جب چاروں طرف تارکے کے  
 سوا کچھ نہ تھا۔ تب تو صرف انہماک کا انتظار تھا۔  
 کئی گھنٹے تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی پھر رات کو  
 مجھے ایک بڑے پولیس انسپکٹر کے سامنے پیش کیا گیا۔  
 کیا تاکہ تھا؟  
 بار داد خان؟  
 کہاں کے رہنے والے ہو؟  
 کیا کریں گے پوچھ کر اس کی صاحب؟  
 اور اکاری مت کرو۔ جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب  
 دو۔ ایسی ہی فرار کرنا۔  
 شک ہے۔ میرا تعلق میرے ہے۔  
 میرا؟ ایسی ہی نے بھارت کھانے والے انداز میں  
 پوچھا۔ میرے ہونے پر یہی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔  
 ہاں میرا تعلق میرے ہے۔  
 لیکن شک و صورت سے وہ مقامی معلوم ہوئے ہو۔  
 یہی تھا۔ لیکن زندگی کا طویل عرصہ میری گواہ ہے۔  
 پاسپورٹ وغیرہ تھیں پاس؟

اب تو کچھ نہیں ہے۔  
 بہت جاکہ معلوم ہو سکتا ہے شخص۔ اس کا داغ  
 درست کرنا پڑے گا۔  
 جو دل چاہے کرو اس کی۔ اگر دل چاہے تو میری  
 سفارت خانے سے میرے ہاتھ میں معلومات مل کر آوے۔  
 میں تارکے کی ایک معمولی شخصیت ہوں۔ اگر یہ بات حیثیت  
 کے لیے درج ہو تو کوئی اور نہ۔  
 میں نے پریشان لگنا ہوں سے بے دیکھتے لگا۔ میرا  
 سر تکانے سے تھک رہا ہے۔  
 نہیں ایسی ہی صاحب؟  
 لیکن سامنے ثبوت تھیں۔ خلاف ہیں۔ اس کے  
 علاوہ ہر پرانا مسودہ کے لیے قتل کا الزام بھی ہے۔  
 یہاں قتل کے بعد نامی ایک شخص کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی  
 ہے۔ یہ کیا مارتے؟  
 اگر اس راز سے پردہ ہٹاؤں تب ہی تمہیں یقین نہیں  
 آئے گا۔  
 تم کیا کہنا چاہتے ہو؟  
 یہ سب کچھ میں نے ایک ایسی پررار قوت کے  
 ذریعہ کیلئے جس کی کہانی تم لوگ نہ کر سکو گے۔  
 کون ہے وہ قوت؟  
 سرزمین آفریقہ کی ایک ساحرہ اہل سحر و جادو  
 سال سے زندہ ہے۔  
 کچھ اس مدت کرو۔ سیدھی طرح اقرار کر لو۔ ورنہ  
 میرے دوسرے طریقے شروع ہو جائیں گے۔ قتل سب کچھ  
 اہل دو گئے۔  
 ایک ایک بات پر اس سے ایسی ہی ایک ایک بات  
 پر ہے۔ لیکن اس کی تم اس پر یقین نہیں کرو گے۔  
 انسپکٹر! استغفر اللہ کئی کی فرزند ہے۔ ایسے زبان  
 نہیں کھولے گا۔ ایسی ہی نے سر دھجے میں کہا۔ اور انسپکٹر  
 مجھے دیکھ کر گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے دو آدمیوں کو اشارہ  
 کیا اور کہا۔  
 تھے جادو سے قریبی سیکشن میں پہنچا دو۔ اور پھر  
 دو آدمی مجھے وہاں سے بڑھ کر لے گئے۔ میں اپنے سر پر قتل  
 والی بات پر کوئی نوچ نہیں دی تھی۔ ظاہر ہے تو جادو سے بھی  
 نہیں سنبھلتا تھا۔ وہ بھی کچھ کہے کہ یہ سب کچھ قوت ہے جب  
 میں قریبی قریبی ولسے کرتے ہیں۔ پھر وہاں ایک آدمی چلنا

— اور پھر ہاتھ۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر  
 اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑی خوشنوا سی شکل کا  
 آدمی تھا۔ وہ اپنی بگڑے ہوئے کپڑے پہن رہا تھا۔  
 کیا بات ہے؟  
 ایسی انہی کے صاحب آتے ہیں وہ تمہیں ہدایت دیں  
 گے اس بارے میں۔ مجھے لگتا ہے والوں میں سے ایک نے کہا۔  
 ایک سب سے کس دول؟  
 ہاں۔  
 اور میں نے اس شخص سے مطالبہ کیا تھا۔ وہاں  
 ایک ہنگامی بندھی ہوئی تھی۔ تیغوں نے مل کر مجھے اس ہنگامی سے  
 باندھ دیا۔ یہ ہنگامی گھوڑے والی تھی اور یہ ایک بڑے سے  
 فرم میں تھی جو تھی۔ پھر وہی دیر کے بعد انسپکٹر واپس  
 گیا۔ اس کے چہرے پر سختی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے  
 مجھے گھومتے ہوئے کہا۔  
 دیکھو بار داد خان! حقیقت بتاؤ مجھے کیا نام۔  
 صورت و شکل سے تم اچھے خانے آدمی معلوم ہونے لگتے۔ لیکن  
 ہر طور قتل کا الزام ہے تم پر۔ تھیں بارے میں جو شراہٹ  
 ہیں۔ وہ عجیب و غریب ہیں۔ میری کہوں میں نہیں آتا کہ تم آخر کو  
 کیا چیز دیکھ کر تمہیں زبان دکھائی تو پھر تھیں ساتھ غیر انسانی  
 سلوک کرنا پڑے گا۔  
 انسپکٹر! تم جو سلوک میرے ساتھ کر رہے ہیں۔  
 صورت حال کو ایسی ہے کہ میں اپنے آپ میں اُلجھتا ہوں۔  
 میں نہیں اچھی طرح سمجھا دوں گا۔ فکر مت کرو۔ انسپکٹر  
 نے مسراناغہ میں کہا۔ اور پھر اس جلا دھا آدمی کو اشارہ کیا۔  
 اس نے اپنی کہ سے ایک چوڑی بلیٹ کھولی۔ میرے کی بلیٹ  
 بہت خطرناک نظر آ رہی تھی۔ اس میں کئی زبانیں تھیں۔ اس نے  
 بلیٹ کو غصہ میں پھینکا اور ایک زوردار تھاک کی آواز آئی۔ مجھے  
 اپنے بدن پر چھوٹیاں سی۔ چلتی ہوئی محسوس ہوئی۔  
 تھیں بارے اور الزام ہے بار داد خان کہ مجھے سے  
 کچھ نا میل پر تھیں ایک کوئی میں رہنا مسعود بن کر داخل ہوا  
 کی کوشش کی اور پھر وہاں ایک معلوم پچے کو قتل کر دیا۔ اس  
 کے بعد تم مجھے آگے۔ پھر اس کو میں تم نے مجھے غریب  
 طریقے سے قریبی رہیں جیتیں۔ اور کو قتل کر دیا۔ اور دست  
 بنایا۔ پھر کو قتل کی سیکٹر کو یہاں پر تم نے جالی ڈالا اور ہاتھ  
 لے کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد تم نے واپس آئی آدمی کو بیان  
 دیا جس کی کہ نے کی کوشش کی۔ مجھے تم پہلے آئے تھے۔

مجھے بتاؤ کیا تم کے رہنما مسعودی کس عمارت میں داخل ہوئے  
کی کوشش کی تھی؟

- نہیں۔ میں نے جواب دیا۔
- کیا پورے کورس میں تم رہیں کھینچتے تھے؟
- ہاں کھینچتا تھا۔
- یہی میں قبائلی قیام گاہ تھی؟
- ہاں ہوتی۔
- پھر تم وہی کیوں کہتے؟
- میں ایسے ہی سیر و سیاحت کی غرض سے۔
- تمہارے خاندان میں اور کوئی نہیں ہے؟
- نہیں۔

• معرکے بارے میں جو تم نے ذکر کیا ہے اس میں کیا کہیں  
ہم مدافعت ہے؟

• یہ حقیقت اگر تم کو معلوم کرنے کی کوشش کرو تو بہت  
چوبہ حیرت سے پہلے پائیے۔ میں نے جو کہہ کیا غلط نہیں کہا  
ہے۔ بشرطیکہ تم اسے معلوم کرنے کی کوشش کرو۔

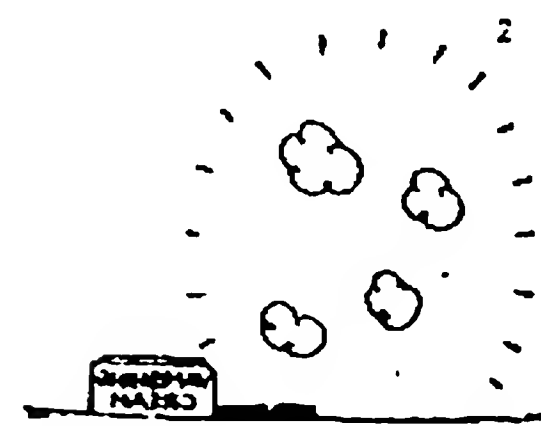
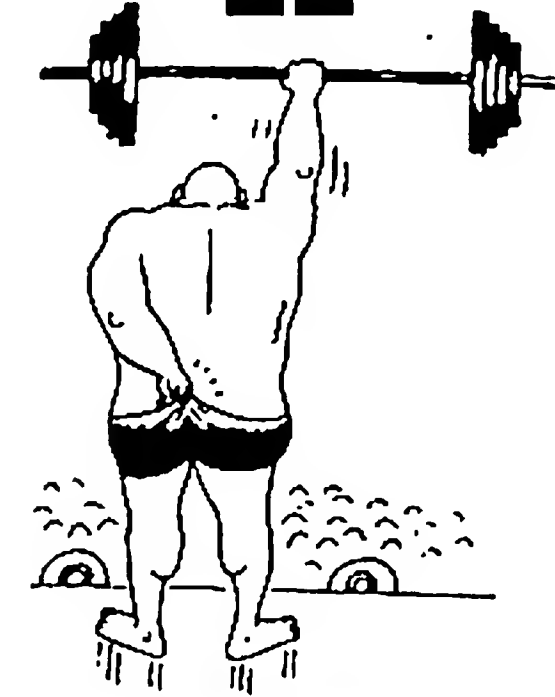
• ہم فضول جھگڑوں میں نہیں پڑیں گے۔ تم اس طرح ایک  
وقت لینا چاہتے ہو۔ واحد نے زبان تو نہیں کھولی کیونکہ اس کی  
زبان تو تم کو مل چکے ہو لیکن اس نے لسنے جہاں کا احترام کر لیا  
ہے۔ اس نے کہہ کر تم رہنما مسعودی کو دھوکے اور دہان  
تھمے اس نے کوئلہ کیا۔ اس کے بعد تم یہی میس آئے۔ یہی میں  
تم نے ایک جہاں پر تم یہاں دیکھ چکے تھے۔ واحد سے  
تمہارے کیا تعلقات تھے۔ یہ میں نہیں جانتا۔ کاغذ کی وہ گولی  
جس نے نکل لی تھی۔ یقیناً کوئی اہمیت رکھتی تھی۔ بہر حال واحد کو  
کو اس مسئلے میں چھوڑا نہیں جائے گا۔ ہم اس کے صحت یاب  
ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن اس دوران تمہارے اگر زبان نہ  
کھولی تو افسوس۔ جاؤ گے۔

• میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کچھ  
نے خود نہیں کہا۔ ایک پلاسٹر ٹوٹ کے زیر اثر میں کام کرتا رہا  
ہو اب اور وہ پلاسٹر ٹوٹ افریقہ سے میرے لیے لگی ہوئی ہے۔  
وہ جو کہ ہے اگر تم اس کے بارے میں جان لو گے تو تمہیں کبھی  
بیچیں نہیں کہے گا۔ اس لیے میں کچھ بتانے کی زحمت نہیں  
عمرہ کرتا۔

• مگر تمہیں زبان کو فنا پڑے گی دوست! اقرار ہوا  
کر رہے۔

• نہیں۔ میں نے کوئی نقل دل نہیں کیا۔ یہ سب فضول

## سدا دکھ کار در



کہو اس سہ۔ میں نے کہا۔ اور انہیں پکڑنے جگہ دکھانا شروع کیا اور  
جگہ دیکھ کر سے بدن پر کورسے پر ملنے لگا۔ پورے دن میں ایک  
آگ سی بھرتی جا رہی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور  
اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ تھوڑے ہی لمحے کے احساس نے میری  
جان نکال دی تھی۔ لیکن میں نے ہونٹ جھپٹ لیے۔ میں یہ محسوس  
کر رہا تھا کہ یہ کورسے میرے بدن پر پڑ رہی نہیں ہے بلکہ ان کا  
مرکز کوئی اور ہے اور نہ جانے کیوں اس احساس سے مجھے کسی  
قد سکون کا احساس ہوا میں نے واقعی محسوس کیا کہ کورسے  
میرے بدن پر نہیں پڑ رہے۔ حالانکہ عجیب تھا اسے آپ پر غور  
کرنا تو پورے بدن میں آگ کی گھیر رہی دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی  
تھیں لیکن میری دوسری کیفیت مجھے سینہ والا دے رہی تھی۔  
پھر کمانے کب میں بے ہوش ہو گیا۔

• ہونٹ آ یا تو ذہن اپنے آپ ہی میں تھا۔ اذیت سے  
پوری چھٹی شکل لگی تھیں۔ میں ایک فرش پر پڑا ہوا تھا۔ میرے  
پیشانی پر پانی پڑ رہا تھا۔ میرے زخموں میں سے مہیسے اٹھ رہے  
تھیں۔

• آہ! میں کہہ چکا تھا کہ میں زبردست سکون کا بار  
ہوئے ایک قیدی نے ہمدردی سے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا  
• تمہیں توشہ یہ بتا رہے ہیں جو تم کی سزا دہی جا رہی ہے۔  
کیا کہلوانا چاہتے ہیں وہ؟

• سو جاؤ آرام سے سو جاؤ۔ کچھ نہیں کہلوانا چاہتے ہیں  
تم سو جاؤ۔ میں نے درد و کرب سے کہا اور قیدی خاموش ہو گیا۔  
یہاں کسی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ پڑ نہیں کسی طرف انہوں  
نے عدالت سے میرا بیان نہ لے کر لیا تھا۔ مجھے عدالت میں لے  
جانے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ اس سلسلے میں یقیناً انہوں  
نے کوئی خاموشی کی اور وہاں کی کوئی یا پھر یہی لیکن سب کو کوشش  
اور اس کے برابر آئے جانے والے کو جاتا کے رشتہ داروں نے  
عدالت میں اپنا کوئی تعلق رکھا ہوا ہو۔

• بہر حال مجھے بنا عدالت تک جانے میں رکھا گیا۔ میں نے  
اپنے باپ کی کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی تھی۔ میں نے ان کو کوس سے  
جی کہہ کر نکل میں نے نہیں کیا۔

• پانچویں دن مجھے خانے سے جیل میں منتقل کر دیا گیا اور  
میرا تیل ریناڈ سے پانچواں تیل میں ایک کوٹھڑی میں مجھے قید کر  
دیا گیا۔ میرے اوپر شیڈیں بند ہو کر رہا تھا۔ یہاں اس کوٹھڑی  
میں یہ سب ساتھ کوئی نہیں تھا۔ میں مار پیٹا اور ناخوش یا چران  
زخموں کی اذیت جن پر اب مجھ پر لگنا تھا۔ لیکن میرے زخم

بار بار تکلیف دہ نہ تھے۔ چھٹی اور ساتویں رات میں مجھے تھکے  
سکون محسوس ہونے لگا۔ اس رات میں پہلے آپ پر غور کیا۔  
اور ایک بار پھر پانچویں دن کو اٹھاؤ دل ہونے لگا۔ اب میرے  
ذہن سے جو جہاں کر رہی تھی اس میں مجھے کیا مار ہو سکتا ہے۔  
مجھے اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے پڑنا پڑا۔ اس میں  
کیا اثر ہے۔ ویسے ہی تو زندگی جا رہی ہے اور اب میں  
اپنی دنیا میں کبھی واپس نہیں لوٹ سکتا۔ سلمان اور دوسرے  
لوگ جہاں کمانے رہتے تھے۔ کوئی میری مدد نہیں آ سکتا اس  
لیے اب ان تمام مسئلوں میں چھٹا ہے کا رہے۔

• اب اس کی بات جب تک سلمان رہا تھا۔ واقعی مجھے کوئی  
تکلیف نہیں تھی۔ لیکن میری اپنی جگہ سے مجھے کہیں کا نہیں  
رکھا تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ مجھے بالآخر ایک دن  
پچاسی پر چڑھنا ہو گا۔ ذلیل عورت، کہاں کر رہی تو خدا کی  
نارست کرے۔ میں نے کراہتے ہوئے کہا۔ اور وقتاً بہ وقت  
لاؤں میں اب اس کی ہنسی ابھری۔ یہ بھی مجھے پتہ نہ تھی کہ  
ایک کونے میں شنائی دی تھی۔

• آہ! تو تم یہاں موجود ہو۔  
• میں کہاں جاؤں گی جان لیو! تم سے وہ کہاں جاؤں  
گی۔ تمہارے بارے میں تو مجھے مکمل معلومات رکھنا ہوتی ہیں۔  
• میں موجود ہوں۔ کچھ کہا بات ہے؟

• مجھے اس کرب سے نجات دلانے۔ مجھے اس اذیت  
سے نجات دلانے۔ میں تیری ہر بات پر عمل کروں گا۔ میں  
پورے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ آہ مجھے اس مذابت  
بابت دے۔

• کیا واقعی سچ کہہ رہے ہو تم؟  
• ہاں میں جھٹک کہہ رہا ہوں۔ میں اب جیسے بے سب  
کہہ رہے کو تیار ہوں۔

• سوچ لو بار واد خان!  
• سوچا یا میں نے میرا! میں نے سوچ لیا ہے۔ میں جانا  
ہوں کہ میں جیسے جھٹک سے کبھی نہیں نکل سکتا۔

• تمہیں نے تو میری دنیا برباد کی تھی بار واد خان! اب تم ہی  
میری دنیا آباد کرو گے۔ بہر حال شیک سے آزاد ہو جاؤ گے۔  
نکرت سے رو اور خواہ تمہاری ہی زندگی میں کچھ حد بیان  
رہنا ہوں گی۔ تم ایک مفروضہ پر ہو گے۔ نہیں زمانے کی  
لگا ہوں سے چھپنا ہو گا لیکن اس سلسلے میں میں نہیں ایک  
ترکیب بنا سکتی ہوں۔ میں نہیں ایسے لوگوں کے پاس پہنچا



دون کی جو نہیں ایک نے نام سے یاد کر دیے اور تھنری  
زندگی کی دوسرے سال ہی شامل ہو جائیں گے لیکن ان کے  
ساتھ تم پیش کر دے گئے تھے: پیش کر دے گئے تھے۔  
کون لوگ ہیں وہ اور میں یہاں سے کیسے نکل سکوں گا؟  
یہ نہیں کل معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون لوگ ہیں اور  
تم کیسے نکلے گی لیکن میری ایک بات سنو۔ تمہارا کام اب یہ  
وادی میں نہیں بلکہ تم شہر دو جو شہر کی حیثیت سے نہیں سننے  
نے کر داریں گے۔ میں نہیں اسی کے بارے میں اطلاع دیتے  
ہوں گی کہ کون کیا ہے۔ تم کسی معاملے میں پریشان مت  
ہونا۔ جو کہ وقت کی ضرورت ہوگی۔ میں تمہارے کانوں میں  
اندیشہ نہیں کرے گی۔ تم وہی سب کچھ بن جانا جو وہ لوگ چاہتے  
ہیں۔ اور وہ جو کہتے ہیں کہ نہیں بہت سی جگہوں پر یاد رکھنا  
ہی کرنا ہوگی۔ اس یاد رکھنے کے قریب تھنری زندگی بھی نہیں ہے۔  
اگر تم نے اپنے آپ کو شہر و نہایت کیا تو پھر تم شاید مصیبتوں میں  
گرفتار ہو جاؤ۔ اس بار تم قتل کے قریب سے گزرے ساتھ ساتھ جیل سے  
فرار کے قریب بھی بن جائے گے۔ کچھ۔

ٹھیک ہے تو میرا نام یاد رکھو۔  
ہاں، شہر دو۔ اور شہر دو کی حیثیت سے نہیں بہت  
سے نے کر داریں گے۔ اپنے آپ کو اچھانے کی کوشش  
مت کرنا۔ جس طرح ملاقات کرتے رہیں۔ ویسے ہی بن جانا  
تمہارے دل کو دماغ میں سب کچھ آنا ہے گا۔ جو تمہاری ضرورت  
ہوگی۔ میں اس مسئلے میں تمہاری مدد کرتی رہوں گی۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ہر بات پر عمل  
کروں گا۔

تو میں ابھی کی رات گزار لوں دن میں کچھ نہ کچھ ہو جائے  
گا۔ اب اس کے بارے میں بعد آواز بند ہو گئی۔ میرے دل میں  
خوشی کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ یہ سب کچھ تو میں نے بہت جلد ہی  
کیا تھا۔ میں اس کم ہمت کے لیے حل و فاعل گری نہیں کرنا  
چاہتا تھا۔ لیکن اپنے بچاؤ کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں تھی۔  
لوگ تو اذیت دے دے کر کچھ۔ اور والیں۔ سگ۔ اور ہاتھ  
کچھ اس زندگی سے محروم ہونا ہے گا۔ زندگی بڑی حسین ہے  
جوتی ہے۔ کوئی بھی مرنے نہیں چاہتا۔ میں بھی مرنا نہیں چاہتا  
تھا۔ حالانکہ میری زندگی میں اب۔ میری کیا کیا تھا۔ لیکن بار بار  
میں جذباتی ہو جاتا تھا۔ اور بعد ازاں جو جانتے کے بعد میں اپنا  
سب کچھ کہتا تھا۔ اگر اب اس کا مات اتنا رہتا تو شاید  
میں ہی اس زندگی گزار دیتا۔ اور اب بعد ازاں ہی کچھ نہیں تھی۔

بہر طور رات کسی کسی طرح گزاری۔ دوسرے دن  
صبح کے ناشتے کے بعد بیٹھا ہی ہوا تھا کہ دفعتاً جیل کا ایک  
آدمی میرے پاس پہنچا اور مجھے کوٹھڑی سے نکال دیا۔ میری  
پیر کے بعد مجھے جیل کے دفتر میں پہنچا دیا گیا۔ جیل ایک سنسنگ  
اور منظم ادارہ تھا۔ آدمی تھا۔ قد اور تھا۔ اور شکل و صورت سے  
میدان سادہ اور صرف آدمی نظر آتا تھا۔ اس کے سامنے ایک بوکڑیا  
والا شخص بھی بیٹھا ہوا تھا۔ جس کا بدن بھاری تھا۔ بائیں ہاتھ  
سے لے کر ٹھوڑی تک زخم کا ایک گہرا نشان بنا ہوا تھا۔  
گال ٹری طرح جھڑپے ہوئے تھے۔ نہ تو خوش میں خاصا زبردست  
تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔  
یہی ہے میرا شیر دہی ہے۔  
مگر غائب: یہ تو بار واد خان کے نام سے یہاں آیا  
ہوا ہے۔  
تھکتے ہیں۔ سب کہتے ہیں۔ جیل جی! تم کیسے جانتے  
ہو کہ میں کون ہوں۔ کیا میں غلط کہوں گا؟  
نہیں خان! تم غلط نہیں کہہ سکتے۔ لیکن میں کیا جواب  
دوں گا۔  
جیل: میرے مسئلے میں کوئی جواب دینے کی ضرورت  
رہ جاتی ہے جو اس بارے میں پوچھے اس کے سامنے تم میرا  
نام لے دیتا۔  
ٹھیک ہے خان بابا! تم اسے لے جاسکتے ہو۔  
میں حیران رہ گیا یہ جو کچھ میری کسمپرسی سے ہوا تھا میں یہ  
سوز ہی نہیں سمجھتا تھا۔ میرے لیے تو بڑے بڑے منصوبے  
بنائے گئے تھے۔ پولیس آفیسر زائد دوسرے لوگ میرے  
لیے بنائے کیا کیا کر رہے تھے۔ بہر طور یہ شخص جو خان بابا کی  
حیثیت سے آیا تھا اور جس نے مجھے شہر و کبر کرنا طلب  
کیا تھا یقیناً کوئی ایسا ہی آدمی تھا جس کی اطلاع مجھے نہ  
دی گئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔  
اس شخص نے مجھے کچھ سے لکھا یا۔ میرے سر پر ہاتھ پیرا  
اور کچھ سے کہنے لگا۔  
"ہاں کیسے پہنچ گئے تھے یہاں۔ شہر تو ابنا کسو کے  
قصر میں آئے وہاں نہیں تھا۔ جلاوطن بہت سے لوگ ہمارے  
منتظر ہیں۔ تم آج ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ بڑی مشکل  
سے پتہ چلا تھا کہ تم یہاں جیل میں موجود ہو۔ میں نے کوئی جواب  
نہیں دیا۔ اب اس بارے میں کسمپرسی کر رہی تھی۔ اور مجھے  
تمام ضرورت حال بتا رہی تھی۔ اور اس صورت حال کو سن کر میں

دنگ ہو گیا تھا۔  
میری تو ذاتی شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ مجھے ایسے  
ایسے کردار یاد کرنے سے کہ خود میرے لیے ممکن نہیں تھے۔  
لیکن اب اس کے زیرِ مانت مجھے وہی کچھ کرنا تھا جو وہ چاہتی  
تھی۔ اب وہ نہ کرتا تو میری زندگی کے علاوہ میرے لیے کوئی  
اور کچھ موجود نہ تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ نئی زندگی میرے  
لیے کیسی ہوگی۔ خان! اب مجھے جیل سے باہر نکال دیا تھا۔  
باہر نکل آئے کے بعد وہ بالکل سنجیدہ ہو گیا تھا۔ یوں  
لگتا جیسے اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ باہر کے دنیا بدلی  
بدلی محسوس ہو رہی تھی۔ جیل کے باہر کے سب کچھ نئے نہ ہو سکیں۔  
تھیں نہ پھر لی دیوار میں نہ اس کے سوا کچھ۔ جوڑی سیلہ سڑکیں  
بلند و بالا عمادیں۔ جھانکے تھکے لوگ۔ دکھائیں، تھیلے، چھڑکیں  
یہ تمام منظر زندگی کے خون میں کچھ عجیب سا گھٹنے لگا تھا۔  
میرے قدم کو زمین پر نہیں پڑتے تھے۔ ہاتھ پاؤں میں  
ایک لرزش سی تھی۔ یہ نہیں یہ خواب تھا یا حقیقت جو  
کچھ کچھ رہ گیا تھا وہ خواب تھا جو کچھ سامنے موجود ہے وہ  
خواب ہے۔ اب اس نے میری ساری ذہنی صلاحیتیں نہیں  
لی تھیں۔ مجھے خوف سا محسوس ہوا کہ کوئی مجھے نیند سے بیدار نہ  
کرے اور میں دوبارہ وہاں سے نکلنے کے لیے نہ چھوڑا جاؤں۔  
خان میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی  
سبکدوشی مجھے حیرت انگیز لگتی تھی۔ قوتوری دیر پہلے کے بعد  
دو ایک ریلوے کے سامنے پہنچ گیا۔ چند لمحات کے بعد  
میرے دونوں ایک میز پر بیٹھ ہوئے تھے۔ کھانوں کی سمت  
خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ چائے کی پیالیاں کھنگ  
رہی تھیں۔ خان نے میری طرف دیکھا اور بولا۔  
"کیا پوچھو گے؟"  
"جی ہاں۔ میں نے تھکے تھکے لیے ہیں جواب دیا۔  
اور اس نے چائے منگوائی۔ پھر ہماری بیماری مجھے میں بولا۔  
"دیکھو۔ جیل میں میں نے جو کچھ کیا جو کچھ باہر دنی تھا۔  
تمہیں بھی بتاؤں گا۔" وہاں پہنچ کر یاری میں اس جگہ  
بنائے۔ وہاں سے ہمارے لیے دشمنی کا آغاز ہوا تھا۔  
وہاں تھیں بہت سے لوگ تھے۔ شہر دو! تم جانتے ہو  
نہیں کیا کرنا ہے۔ یہ زیادہ دیر تک ہمارا ساتھ نہیں دے  
سکوں گا۔ اس کے بعد ملاقات تمہیں خود سننا ہے۔  
چائے پیو اور یہاں سے اٹھ جاؤ۔ اس کے بعد میں تمہیں مجبور  
دوں گا۔ اور وہاں رقم کی ضرورت ہو تو میری چاہ ہوئے تو لیکن

لاہور ہی سب کچھ کرنا ہے جو نہیں معلوم ہے۔  
ٹھیک ہے خان: میرے مزے سے بے اختیار نکلا۔  
ان جیلوں کی اداسی میں میری اپنی کوششوں کو دخل نہیں  
تھا۔ میں تو ایک سحر کے زیرِ اثر کام کر رہا تھا۔ اور یہ سحر مجھے  
بنانے کہاں کہاں بڑھانے سے جا رہا تھا۔ چائے پینے کے  
بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ خان قوتوری دور پہنچنے کے بعد کچھ  
سے کچھ ہو گیا۔ کہ دار میری کچھ میں نہیں آتا تھا۔ یوں لگتا  
تھا۔ جیسے وہ کوئی مافوق الفطرت سہتی ہو جو اب اس کے خوف  
سے خوف میری رہاؤں کے لیے بھی گئی لیکن جیل میں اس کے سامنے  
اتنا نرم کس طرح ہو گیا تھا۔ یہ بات اس دن ہی نہیں بلکہ  
اس دن سے آج تک میری یاد میں نہیں آسکی۔  
بہر طور میں تنہا رہ گیا تھا۔ چلتے وقت خان نے میری  
جیب میں جوئے اور بڑے ٹوٹوں کی ایک دو گڈیاں ڈال  
دی تھیں جن کی تعداد بہت زیادہ تو نہیں تھی۔ لیکن کم از کم  
انہی ضرورتوں کی کمی کام چلا سکتا تھا۔  
خان نے کچھ سے کہا تھا کہ میں دوبارہ یہی وہاں چلا  
جاؤں۔ یہی میں تو اس ایک شاندار زندگی گزار چکا تھا اور  
اس کے بعد وہاں سے جس انداز میں چلا گیا تھا۔ اسے نیکر دل  
ہی جانا تھا۔ بڑی پریشانی کے عالم میں تھا۔ اس وقت اندر  
سے میرا حال برا تھا تھا۔ وہی بے چینی باہر سے خوف ایسا  
لگتا تھا۔ جیسے اس پوری دنیا میں کوئی میرا شکار ہو۔  
میں بالکل تنہا تھا۔ خان کی تمام باتوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد  
میں آگے بڑھتا ہوا اور منٹ ہاتھ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا  
بالآخر ایک کچھ کے قریب پہنچ گیا۔ مجھ سے اب ایک قد  
میں آگے نہیں بڑھا یا جا رہا تھا۔ وہی چاہ رہا تھا کہ اس کچھ  
سے سر ہٹ کر کرنا جان دے دوں۔  
یہ نہیں کس مصیبت سے یہ وقت گزارا پھر میں نے  
سوا کا اب اس کے وعدہ تو کر ہی ہے وہی کروں جو اس نے  
کہا ہے۔ چنانچہ پناہ میں اس کی طرف کر دیا۔ سامنے شہر  
میں۔ دشمنیاں ہی دشمنیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ روشتیرو  
کوئی مولا نظر آ رہا تھا۔ میرا بس پناہ تو میں اس شہر کو آگ  
لگا دیتا۔ ان شہروں میں اس دنیا میں میری کوئی نہیں ہے۔  
انہیں پر ساروں کی چیز زیادہ نہیں تھی۔ میں نے ایک  
مگر شہر کی اور پناہ دوسرے کچھ رکھ کر نہ حال ساز میں پر  
لیٹ گیا اور پھر انہیں بند کر دیں۔  
انہیں پر ہونے والے شہر سے کچھ دھنست ہو رہی



کتاب اس کے بعد بہت عرصہ سے پہلے آجائیں گے اور شاید ان سب سے پہلے میرے لئے ممکن نہ ہو سکیں کی آوازیں چاروں طرف بھر رہی تھیں بہت ناک آوازیں جو بڑی طرح دل میں اتر جاتی تھیں۔

میں جھوک اور بھاگنا تو اتنی میں اس جلی سے اس جلی جگہ رہا۔ سپاہیوں نے مجھے معاف نہیں کیا تھا۔ ایک طرف سیٹی بجتی تو ہر طرف سیٹیاں بکے لگتی تھیں۔ تب مجھے خود کو ایک شکستہ دیدار کی اداس میں چھپانا پڑا۔

وہاں پر خیاں بند تھیں۔ میری آہستہ پر رنجوں میں افزائش پھیل گئی۔ وہ شور کرنے لگیں۔ میں چپ چاپ ایک کونے میں بیٹھا رہا۔ کسی کمرے کا ٹونا ہوا حصہ تھا جو کبھی مکان کے اندر شامل ہوتا۔ آدمی چست سلامتی تھی اور آدمی کی گئی جی اینٹیں اور آدمی بکری بڑی ہوئی تھیں جو حصہ غلط رہ گیا تھا اب اس میں مکان تھا۔

مکان کے ایک چھوٹے سے حصے میں سے لڑائی چوٹی آواز اٹھ رہی۔

”کون ہے؟“ میں دم سادے ڈار ہا۔ مرغیاں باب بھی کر رہی تھیں۔ ایک عورت نے گزرتے ہوئے ہاتھ میں لپٹی لائیکن باہر نکالی اور لڑائی آواز میں لپٹی۔

”کون ہے؟“ وہ جند قدم آگے بڑھی اور دوسرے ہی لمحے کوئی چیز میری پشت پر آکر گئی۔ میری راہ ٹھل گئی۔ اگر میں اسی طرح بڑا رہتا تو وہ چتر مار مار کر میرا حلیہ خراب کر دیتی۔ چنا چکر میں اٹھ کر اچھی جگہ سے گھڑا ہوا گھبراہٹ میں رہا۔

”میں نہیں سکتا تھا۔ یہ بھی خوف تھا کہ عورت کے گھر والے باگ کر شور مچا دیں۔ میں نے آہستگی سے جواب دیا۔

”میں۔ میں ایک مظلوم انسان ہوں یقین کر دیں جو رہ نہیں ہوں کسی ایک بے گناہ آدمی ہوں جس کے پیچھے پولیس خواہ گناہ لگ گئی ہے۔“

”بے گناہ!“ عورت خوف زدہ رہے میری بولی۔

”ہاں ہوں۔ میں چور نہیں ہوں۔ تم یقین کر دیں چور نہیں ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ہوں!“ وہ عجیب سی ناز میں بولی۔ اس آواز میں قہر کا رس تھا جیسا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا: ”یہاں کیوں پہنچے ہو؟“

”میرے ہاں چلا ہواں گا۔ نہیں کہنے آپ کی کسی چیز

پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔ آپ ایمان سے سوجھیں۔“

”م۔ مگر پولیس آفر تیار سے پیچھے کیوں لگی ہوئی ہے؟“

”راہ کرم ابھی رسالہ دکر میں پولیس واسطے قریب آئیے ہیں کہ دیر کے لیے روشنی بند کر دیجئے اور خاموش ہو جائیے۔ عورت نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ پھر اس نے میری بات مان لی۔ اس نے لائیکن کی جی مدم کر دی مٹی۔ اور اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔

مرغیاں میں شاید اپنی مالکین کی آواز پہاں کر اب خاموش ہو گئی تھیں۔ دیوار کے قریب وہ سیٹیوں اور لائیکن کی آوازیں آئیں۔ پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ میں نے سکون کی سانس لی۔ اس عورت نے لائیکن پھر چتر کر لی تھی۔

”آپ کا شکریہ۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ یہ کہہ کر میں شکستہ دیوار سے چل کر باہر چلنے لگا۔

”سو!“ اس نے مجھے جلتے دیکھ کر دولا۔ میں نے مجھے بڑک دیکھا تو وہ جند قدم آگے بڑھ آئی تھی پھر اس نے دواوازہ کھولا اور باہر بڑا آدمی پھر گئی۔ تیس تیس سال کی ایک عورت تھی۔ سفید لباس میں ملوٹی۔

”تم نے مجھے یہی کہا ہے۔ یہاں کال جانتے ہو؟“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں۔ کہ نہیں جانتا کہ یہی نہیں جانتا۔“ میں نے ڈٹے ہوئے لیجے میں کہا۔

”ہاں ایک مقدس آہستی ہوتی ہے اور بھائی خواہ ماں جائے نہ ہوں جب بہن کے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اس کے تقدس کا خیال رکھتے ہیں۔“

”تم کہنا کیا چاہتی ہو؟“

”اگر تمہارے پاس رات بسر کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے تو تم یہاں ٹھہر سکتے ہو۔ مگر صبح ہونے سے پہلے چلے جانا۔“

”حکمران، میں اس میں سفر کرنے والا تھا۔ نہیں جانے کا ارادہ ہے۔ کہ خندوں نے مجھے لوٹنے کی کوشش کی۔ خندے تو باگ چلے گئے پولیس والوں نے مجھے ہی جبر کر دیا اور مجھے مٹانے سے جانتے گئے۔ لیکن میں مٹانے نہیں جانا چاہتا۔ اور آج ہاں میں جانتی ہوں کہ بے گناہ ہی مقصبتوں کا شکار ہوتے ہیں۔“

”نہیں، نہیں، نہیں۔ میں نے نرم لیجے میں کہا: ”تھیں میری وجہ سے پریشانی ہو گئی۔“

کوئی حرج نہیں ہے آج ہاں۔ اس نے ٹھکانا دیکھے میں کہا۔ اور میں بھور ہو گیا۔ پھر میں اس کے پیچھے چھپتا سا کلا میں داخل ہو گیا۔ کسی زمانے میں یہ ایک چمڑا سا خوبصورت مکان ہو گا۔ لیکن اب کھنڈ نظر آ رہا تھا۔ رات کو یہاں کی پرانی کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے براہ سے کی ہوئی پر بھاڑا۔ پھر خود آہ بجا کر شاید بستر کا انتظار کرنے لگی۔ پھر وہ لیجے شکستہ کمرے میں سے گئی۔ جہاں ایک چار دیواری پر صاف ستھرا بستر لگا ہوا تھا۔ اس کے گرد اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ایک لمبی لمبے کے لیے یہ اتنا بڑی جگہ کی بات تھی۔ اس نے نرم لیجے میں کہا: ”یہاں آرام کرو۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دو۔“

”نہیں، میری وجہ سے نہیں بہت تکلیف ہوئی ہے۔“

”ہاں! اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔“

”کوئی بات نہیں انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔“

”کیا تم یہاں تنہا رہتی ہو؟“

”بالہ تنہا خیال درست ہے۔ میرا شوہر رہا ہے اور میں بیوہ ہوں۔ دو بچیاں ہیں میری۔ ایک میرے پاس ہے۔ دوسری کو میرے عزیز زادہ کرم لے گئے ہیں۔ اس لیے کہ میں ان کی کفالت نہیں کر سکتی۔“

”اوہ!“ میں نے آہستہ سے کہا اور پھر پلٹنے کیوں میرے دل میں ایک خیال آیا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر جیسے جوتوں کی ایک گڈی نکالی۔ اور اس میں سے کچھ ٹوٹ کھینچ کر اس کی طرف ڈھالتے ہوئے کہا۔

”بھائی! کہتا ہے آپ نے مجھے بہن کے ماں کا حوالہ دیا ہے۔ میں ایک بد نصیب بھائی ہوں۔ بہن کے لیے اور تو کہ نہیں کر سکتا۔ یہ حقیر سی رقم رکھ لیجئے ایک بھائی کی طرف سے۔“ میں نے رقم ڈھالتے ہوئے کہا۔

”بھائی! کہتا ہے آپ نے مجھے بہن کے ماں کا حوالہ دیا ہے۔ میں ایک بد نصیب بھائی ہوں۔ بہن کے لیے اور تو کہ نہیں کر سکتا۔ یہ حقیر سی رقم رکھ لیجئے ایک بھائی کی طرف سے۔“ میں نے رقم ڈھالتے ہوئے کہا۔

”نہیں! مجھے ذمہ لگنا چاہیے ہو۔ اپنے اس رات کے شہر سے کی قیمت ادا کرنے چاہیے ہو۔ بھائی! بہن کے گھر میں قیمتی ادا کر کے نہیں ٹھہرتے۔“

”دیکھو، بھائی! ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں جو کہ کر رہی ہوں وہ میرے شہر کی آواز ہے۔ اگر تم نے مجھے مال دیا تو شاید میں یہاں نہ رک سکوں۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو۔ یہ ساری باتیں فضول ہیں۔ دولت انسان کی ضرورت ضرور ہوتی ہے لیکن ہر جگہ نہیں۔“

”اس کے باوجود اسے رکھ لو اور مجھے دکھ ہو گا۔“

”جیک ہے مبتدی بھی اگر تم اس ایک رات کی

کہاں میرے دل پر نقش کرنا چاہتے ہو تو میرے جیک ہے لاؤ دستخط کرو۔ بتاؤ تمہارے لیے کھانے کو کچھ لاؤں۔“

”نہیں، مجھے جھوک نہیں ہے۔ صرف ایک کلاس پانی ہے دو۔ شاید مجھے بیمار ہے۔“

”تو بہ۔ آج تو تم بچ گئے۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ ایک خرافات انسان میرا ہوا ہے۔ مگر نہیں تو بچا ہے۔ لاؤ لیجئے اپنا ہاتھ دکھاؤ۔“ اس نے اپنا ہاتھ لٹھا کر میری کلاں بکڑ لی۔ بڑا نوحہ بڑا غور تھا اور جیسا تھا۔ اس بات کی طرف توجہ نہیں دے کر آہستہ سے بھلا۔

”اسے واقعی نہیں تو سنتے ہو رہے۔ یہ طور خدا کا شکر ہے کہ میں تمہارے کسی کام آسکی۔ میں تمہارے لیے جانے بنائی ہوں۔ چائے پی کر لیٹ جاؤ اور سونے کی کوشش کرو۔“

”میں نے گڑب گڑادی۔ وہ تک۔ یا نہ ملے گی کئی عورتی دیر کے بعد وہ ایک پانی میں چائے لے آئی۔

”میں نے خانوس سے چائے پی۔ اس دوران وہ میرے سامنے ہی کھڑی رہی تھی۔ پھر میں بستر پر لیٹ گیا۔ بستر پر لیٹے ہی جسم جیسے کچھ نہ سمجھتی میں جو تک دیا ہو۔ کئی دلی کی تسلیلی تھکتی تھی۔ پتہ ہی نہ تھا کہ اب بستر کے احساس سے تمام طاقت چھین لی۔ یوں محسوس ہوا جیسے ہوش و حواس چلے گئے ہوں۔ بنائے کب تک وہ بے جا رہی وہاں رکی رہی اور بھٹکنے۔ میں مایہ ناز میں کیا کیا بھٹکا رہا۔ جب میں ہوش میں کیا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن پر کئی ٹان پڑے ہوئے ہیں۔ وہ میرے ماتھے پر بیٹھا تھا جیسا کہ ارکھ رہی تھی۔ اور قریب ہی اس کی کئی ایک ٹانگیں میں کراہا جھوکو گھوکو کر لے رہی تھی۔ میں نے بے چارے سے لطف کی کوشش کی تو اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”لیجئے رہو جیسا لیٹے رہو۔ خدا کا شکر ہے کہ نہیں پینہ آگیا۔ دہڑ تھاری حالت تو کافی خراب تھی۔“

”کیا وقت ہوا ہے؟“ میں نے کمزور لیجے میں پوچھا۔

”صبح قریب ہے۔“

”تو مجھے چلنا چاہیے۔“ میں نے ملے ملے مارا وہ کہا تو میری آنکھوں نے اندھیرا سا بھلا گیا۔ سارا کمر گھومتے لگا۔

”تم اس حالت میں کہیں نہیں جا سکتے۔“

”مگر میں یہاں رہ ہی تو نہیں سکتا۔“

”مگر تم جاؤ گے کیسے؟“ وہ مگر تندی سے بولی۔

”کسی کسی طرح آئینہ تنگسار ہی جاؤں گا۔ وہ



زوں! اب ہر طور اس وقت تک یہاں قیام کرو جب تک کہ تھواری حالت بہتر نہ ہو جائے۔ اس حالت میں میں کہیں نہیں جانے دوں گی۔ ۵۔ اس کے بعد میں ایک حکم سنا تھا۔ مجھے ہنسی آگئی۔ اس وقت جب کہ مجھے ششاساؤں کی مزہرت تھی۔ مجھے ششاساؤں سے ملنا تھا اور سب یہ کہہ رہے تھے کہ تم کو کام کا اظہار کر دیجیے۔ نہ تو مجھے کیا چیز ہے۔ انسان کوئی بھی کام اپنی مرضی سے نہیں کر سکتا۔ ہر مسئلے میں وہ حالات اور وقت کا تابع ہے۔ میں خاموش ہو گیا۔

اس بے چاری نے دن بھر میری خدمت کی تھی اس کی  
چھوٹی سی معصوم سی بچی مجھے ماما ماما کہہ کر پکارتی رہی تھی۔  
اور بچہ نے کیوں میرے دل میں ان کے لیے گہرا اثر پیدا ہو گیا  
تھا۔ جی جاہ رہا تھا کہ دنیا کے جسکو سے جو بزرگ سب سے بڑھا۔  
اس کی خدمت کر کے اپنا وقت گزاروں۔ بچی کو سچے بچے ملنا  
لاچار دوں اور ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر  
کروں۔

اس وقت بھانسنے کیوں مجھے اپنا گھر یاد آ رہا تھا۔ اپنے عزیز و اقارب یاد آتے تھے۔ جی چاہ رہا تھا کہ انہیں تلاش کروں۔ کوئی نہ کوئی فرمل ہی بلائے گا۔ جس طرح ہونا میں مجھے اپنے ایک رشتہ دار مل سکتے تھے۔ لیکن بے میر سے اہل خانہ اور بھی قرب و جوار میں موجود ہوں۔ ان میں سے کچھ نہ کچھ منتشر و پراثر ہو گئے ہوں۔ کتنے عرصے میں جد بیاں فرود ہوئی ہوں گی۔ لیکن کہیں نہ کہیں سے ان کا پتہ مل جائے گا۔ آج تک میں نے کبھی ان کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ لیکن آج بھانسنے کیوں مجھے بار بار ان کی یاد آ رہی تھی۔

دو پہرے عورت نے میرے لیے مرغی کا شور بے بنایا۔ مرغی تو اسی کے گھر میں موجود تھی۔ اسی نے دیکھ کر لی ہوگی۔

خوہر بے بیٹے کے بعد بدل ہی تو اتانی سی لگتی تھی۔ بجا بھی اب اڑ گیا تھا۔ شاید یہ کسی طرح تیار کی لچر ہو گی کی وجہ سے وہ سک نہ سکا تھا۔ خام کو میری حالت بالکل بہتر ہو گئی تھی۔ میں مسکاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

بہن! میں تمہارے اس معاملے کا زندگی بھر ملہ نہ لوں گا۔  
 اگر مناسب سمجھو تو ایک آدھ ملے اور رک جاؤ تم  
 سے کہ ایسی محبت ہو گئی ہے کہ مجی نہیں چاہتا کہ تم یہاں سے

- بہن: مجھے جانے دو۔ میری زندگی تیار سے لے رہی ہے  
 پریشانوں کا باعث بن گئی۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں  
 ہو سکتا۔ میں اپنا نموس ساریہ تیار ہی پٹی پر  
 نہیں دینا چاہتا۔  
 - نہیں جیتا! وہ تمہیں مارا کہہ رہی ہے۔ ماموں کبھی  
 نموس نہیں ہوسکتے۔

اس کے باوجود دینے جانا ہے۔ تم مجھے روکنے کی  
کوشش نہ کرو۔ میرے حالات کچھ ایسے ہیں کہ میں تمہیں  
مہربانی نہیں سکتا۔

میں پوچھوں گی بھی نہیں، لیکن زیادہ عرصے سے یہی کہہ رہی ہوں۔

• نہیں، ہمیں اب میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھے اجازت  
• وہ شام کے چھینے جب رات کی سیاہی میں تبدیل ہو گئے۔  
• میں وہاں سے نکل آیا اور امیش کی طرف چل پڑا۔ اب میں  
• خدا کی نئی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ پتہ نہیں یہ توانائی  
• سے اندر کہاں سے در آئی تھی۔

بہر طور میں نے بی بی کا شکریہ ادا اور پھر وقت پر زین  
سوار ہو کر بی بی چل پڑا۔ سفر کے دوران میرے ذہن کی —  
تیت کہ عجیب سی رہی۔ بنانے کیا کیا ذہن میں آتا رہا تھا  
ن سب کچھ بول جانا چاہتا تھا۔ یادیں کیا دیتی ہیں سوائے  
صفت کے

آدمی بات کا وقت تھا ٹرین کے مسافر گہری نیند سو رہے تھے۔  
 بے کے ساتھ مسافر تھے اور میں خاموشی سے کمرنگی سے باہر  
 کے سٹافوں پر ہلکا ہونے پر مجھے کیا حاش کر رہا تھا کہ دستا  
 کاغذ پر ہی سرگوشی کر رہی۔  
 باہر دانتان نیند نہیں آ رہی۔

[illegible]

۱۔ تم ہر دم کو دینی باتوں سے دل میں لگا گنت کا کوئی تصور رکھو گی تو یہ تمہاری حماقت کے ۵۰۰ وارہ کچھ نہیں ہے ؟

۲۔ تم یہ مفتواں کیوں کر میرے سکول کو لے جاؤ۔ میں کب کہتا ہوں کہ تم میرے بارے میں کسی اچھے انداز میں سوچو۔

۳۔ تم تجھے نہیں جو لیکن تباہی پہنچو کہ عزت بردار مجھے اس بات کا احساس دلاتی ہے ؟

”یہی میں تم سے نفرت کرتا ہوں اب اس آدمی تم سے یہ بات نفرت کرتا ہوں بلکہ تمہارے نام سے گمن آتی ہے۔“  
”کوئی خوف نہیں ہے با برادر خانہ میری کامیابی کی دلیل ہے۔“

”کیا مطلب؟“  
”مطلب تم نہیں سمجھ سکو گے۔ فضل! اہل سے گریز کر دینی  
لے تم سے جتن کرنے کے لئے تم کو مخاطب نہیں ہے بلکہ میں نہیں  
کراؤنا تھا ہوتی ہوں۔“

”تجارت دیکھ کر کچھ ہی رات تم کہاں مر گئی تھیں جیسے۔“

”یہ تو زہل کے شعلے ہیں تم کیا سمجھتے ہو کیا میں ہر لمحہ  
ہمارے ساتھ تھی رہیں گی کیا میں تہلہ غلام ہوں ہر ہر لمحہ  
ہماری مدد کرتی رہوں گی تم خود بھی مرد ہو اس لئے جو اپنے لئے  
سب کچھ کر سکتے ہو ان جہاں میں ضرورت محسوس کروں گی کہ  
میرے بغیر تم آئے نہیں رہو سکتے تو ان میں تہلہ مدد کروں گی۔  
دیکھ نہیں بھی میری مدد کرنا ہے نہیں مجھے وہ مقام دینا ہے جو  
دہلی کے انھوں نے ملے۔“

”کاش میں تجھے ناکر نکتا ایسا۔ کاش میں تجھے فدا  
رہتا۔“  
”انسان جو کام کر کے دل کے بارے میں سوچتا ہی  
ہے۔“

”نیک سب سے اس وقت تو مجھ سے کیا چاہتی ہے؟“  
 ”دیکھو بار داؤ خان اس بچے میں مجھے کتنی شکر کرو۔ تمہاری  
 الفت دل کے رشتا کا رکھ رکھے ہو۔ بہت کم وقت باقی رہ گیا تھا  
 مئی پہاڑی میں۔ آج سے چند روز بعد میرا دل صبر نہ  
 ہوتا اور تم ایک رستی میں لگے پھر کر رہے ہو تب کیا تمہیں وہ  
 فرسند تھا۔“

”نہیں پسند تھا۔ اسی نے تو تیرے احکامات بدل کر دیے تھے  
جس کو کرنا چاہیے۔“

جس کا حوالہ دیا جا رہا ہے، جو دو بلا مشبہ تمہارے لئے اجنبی ہے لیکن  
میں نہیں سمجھتی کہ صحیح پوزیشن بنا دوں گی جیسا کہ اس شخص نے  
بتایا تھا جس کا نام خان تھا تو تمہارا نام ابرار دان سے بدل کر  
اب شیردگ رکھ دیا گیا ہے۔ شیردگ حیثیت سے نہیں سمجھتی بلکہ  
کے علاقے میں یہ کہنا ہے جہاں شکست نامی ایک شخص فتنہ ہے  
تھیں شکست سے اپنے حساب کتاب چکا گئے ہیں۔ تم بے فکر ہو کر ان  
فتنوں سے مقابلہ کرنے وقت جو تمہاری حالت ہوئی تھی اب یہ  
مگی کہو کہ بڑی خوشی تمہارے ساتھ ہیں۔ جس نہیں جس حیثیت سے  
ڈیلسن بھی رہی ہو اس کا اہل بھی بنا رہی ہوں۔ چاہو تمہارے  
باتہ میں ایک کسٹیک کی لڑائی جو کہ اور تم اسے اس طرح ہتھیان کر رہے  
کہ کوئی تیار لڑائی نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ بھی تمہارے بدن میں  
کچھ ایسی خوشی ابھار دی جس سے تم اپنا تمام حاصل کر لو۔  
" لیکن آؤ ان فضول حرکتوں سے بچ کر کھائے گا۔ " میں نے  
سوال کیا۔

”یہ سوال میرے لئے بے مقصد ہے اور میں اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔“

”پھر تو کیا پسند کرتی ہے؟“  
”صرف یہ کہ تم میرے احکامات پر عمل کرتے نہ رہو اپنے ذہن سے  
خود سوچو اپنے ذہن کو میرے حوالے کر دو میں جو چاہوں گی تم سے  
کاملے ملوں گی اور جب میرا استدلال راجو جلدے گا تو میں تمہیں چھوڑ  
دے گی ان ہی پر اصرار دے رہی ہوں کہ میں اصل زندگی حاصل کرنے  
کے لیے تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔“



”کچھ کو کہہ دیا کہ پانچ بجے ہوئے ہیں بدستور سر پہ زین  
کہا۔“  
”جیسے حیرت ہوئی ہے۔“  
”کیوں؟“

”میرے وہم و گمان میں کیا نہیں تھا کہ تم یہاں آنے کی  
جرات کر دے۔ سنکھٹ ہونا۔“  
”سنکھٹ اگر یہ بات تمہارے وہم و گمان میں نہیں تھی تو  
اس سے اندازہ ہو نہ کہ تم بے وقوف ہو۔“ میں نے کہا۔  
”ہوں۔ میں کیا ہوں اس کا اندازہ بھی میں کرنا چاہتا ہوں۔“  
”کیونکہ تم کیا ہو اس کا اندازہ کرنے میں بھی تمہیں دیر نہیں لگے گی۔ سنکھٹ  
میں نے سنکھٹ پر ہنسنے کہا اور سنکھٹ نے گردن ہلادی بھرا کہنے اپنے  
بائیں اور آٹھائیس ایک دوسرے سے لٹنے اور پھر دونوں سائڈ  
میں کھول دینے۔ اس کے تھوڑے سے آوی دو دو حصوں میں بٹ  
گئے تھے۔ انہوں نے قطاری بنائی تھی۔ اب ان میں سے ہر شخص  
کے پس چاقو نظر آ رہا تھا۔ میں ان کے درمیان آرام سے کھڑا ہوا تھا  
”ہاں چیلے تو تیرا نام شیر دہے۔“

”اگر میں شیر ہوں تو تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو سنکھٹ۔  
”میرا خیال تھا کہ بادل کی غایت حاصل کرنے کے بعد تیرا  
سے ہٹ کر نکل جائیگا۔ بادل نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا اس لئے  
میرا کھانا میرا ساتھ ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ سنکھٹ ہے اگر  
وہ تیری کاہست کر رہے تو تو بھی جلد سنکھٹ ہو جائیگا۔ تو نکل  
سنکھٹ تھا لیکن بادل نہیں نکل سکا تھا۔ میں اپنا نقصان مع سود کے  
دھول کر ہوں۔“ کچھ میرا نام سنکھٹ ہے۔“

”ہول اور تیرے کل پر زور ہے۔ کیوں۔ بات اصل  
میں یہ ہے سنکھٹ کہ میں دوسروں کے بل پر نہیں اکوٹا۔ میرے اپنے  
بارو کافی مضبوط ہیں۔ آزاداں؟“

”خود فرود۔“ سنکھٹ نے غور غور انداز میں مسکراتے ہوئے  
کہا۔ ”اس کی مسکراہٹ بڑی بھیجا کہ کسی پیرس نے کہا۔  
”تیری بھولتے سے معلوم ہو رہا ہے کہ تو کیا نہیں آیا۔ بادل کے  
اند میں بہت سے نکلا آئے ہونگے۔ تیرے ساتھ آئے آدمی موجود ہیں  
باہر تو میں نے سونگیا اور میری مسکراہٹ کو اور بڑی ہو گئی۔ افسر  
نے جو محبت مجھے کی تھی ان کے وقت بہت سے اوقات میرے  
علم میں آچکے تھے۔ سنکھٹ کے خیال سے بادل میرا براہ تھا۔ بادل بھی  
پہلے کے خیال سے کاوا تھا۔ دیکھ سنکھٹ کبھی اس سے پہلے اس کا نام  
نہیں سنا تھا۔“

”جیک ہے مجھے کچھ اور تفصیل بتا۔ افسر انفریا ایک شخص  
تھا۔ مجھ سے جھگڑا کرتی تھی۔ اس دوران اس نے مجھے جو کچھ بتایا  
تھا وہ میرے لئے دلچسپ تھا۔ پہلے ہی دو بجے مسکھٹ بنا چکی اور  
میں اس پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اب اس نے مجھے تفصیل بتائی اس نے مجھے  
بہت کچھ سونپے پر غور کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس کی آواز بند ہو گئی  
اور میں نے چونک کر سننے بدستور رہا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کی  
مددنی ہوئی تھی۔ یہی کاسٹرا سب کی کافی تھا اور مجھے یہ وقت کرب  
کے عالم میں گزارنا تھا۔ دیکھ میں یہ کچھ چکا تھا کہ افسر جو کہ اب دوبارہ  
میری مدد کے لئے آیا وہ بھی ہے اس نے مجھے ایک کئی وقت نہیں  
ہوئی اور اس نے جو میرے بدن کی توانا ہونے کے بارے میں کہا تھا تو  
درحقیقت اس کا اس میں ہو گیا تھا کہ پہلے سے بہت زیادہ توانا ہو  
گیا ہوں۔ پتا تو میری پرتش گھا۔ جیسی سیرے کے کئی اجنبی بلکہ نہیں گھا  
میں اپنی اصل حیثیت سے بہت سا وقت گزارا تھا۔ یہیں  
مجھے وہ گفت و گو تھا اور یہیں سے اس نے مجھے رخصت کر کے  
بیشک کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ میں وہی میں اس نے خفیہ کو یا کوئی  
کہتا ہے۔ احماسات جب بھی میرے ذہن میں آتے، میرے ذہن میں  
انکاح سے ملنے لگتے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ یہ انکاح مجھے سولے چلن  
کے اور کچھ دوسرے کیسے گئے۔ میں اپنی فطرت کو بدلتا چاہتا تھا۔ باوجود  
میں نے ایک بک ہو کر کیا کیا اور کچھ گھنٹے بسر کرنے کے بعد باہر  
کے اس عمارت میں داخل ہو گیا جہاں سنکھٹ اسی شخص سے مجھے ملنا  
تھا۔“

”جہاں سنکھٹ کے اوڑھے پر بیٹھا تو وہاں چند افراد اور بھی  
موجود تھے۔ سنکھٹ نے میری جانب دیکھا۔ میں نے ایک ہی نگاہ میں  
اس شخص کی پہچان لیا تھا۔ مانگ میں نے زندگی میں پہلی بار سونگیا  
تھا لیکن میرے ذہن میں جو کچھ چلا ہوا تھا اس کی بنا پر وہ شخص  
میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ سنکھٹ نے مجھے دیکھا اور حیرت و تعجب سے  
اچانک اس کے چہرہ پر عجیب و غریب تاثرات چھیلنے لگے۔ اور  
لے وہ پھر اس سے اچھی جگہ سے کھڑا ہو گیا اس نے سارا صاحب کتاب  
بند کر دیا تھا جو وہ کھڑا تھا۔ فوٹوں کی بہت سی گالیاں اس کے  
سائے تھیں۔ اس نے ساری گالیاں ایک طرف سرکاری ماس کے  
پر چڑھ کر بہت جلدی تھی پھر وہ چند قدم آگے بڑھا۔ اس کے  
پچھلی شخصہ سرخ ہو گئیں۔“

”تو تم آگے۔“  
”اے سنکھٹ۔ میں اچھی ہوں۔“  
”میں نہیں ایک بات بتا دوں شیر۔“ اس نے سخت  
پچھلی بک۔

”اس کا اندازہ تو تم خود باہر نکل کر اس سنکھٹ کی ان کی تو  
پہن میں تھا ہوں۔“  
”اور ہم اس آدمی میں۔ سنکھٹ ہنسنے ہنسنے بولا۔  
”میں تو سنکھٹ کی بات ہے۔ سنکھٹ میں تو سوچ رہا ہوں کہ  
ان کی آویں میں کتنے میرے تھے۔ میں نے کتنے گئے۔ تو اگر ہا ہے تو  
میں دوسرے کھول دوں کہ اور آویں کو اندر بلائے۔ دروازہ بند  
میں دوں گا۔“

”اوسے وہ میرے شہر۔ تو کوئی یہ آدمی میری نگاہ میں بہت کچھ  
بہر حال کئی بات نہیں اگر تم نے جس مادے کو اس وقت میں اپنے  
دوسرے آدمی کو نہیں بولا۔ لیکن ایک بات سنو۔“  
”ساؤ۔ سنسٹا۔“  
”میں نے کہا۔“  
”میں نے تم سے تم اپنی انگلیوں پر اپنی ہڈیوں ہاؤنے۔ یہ سنکھٹ  
کا ہے۔“  
”تو تم بھی سنو میں باتوں میں وقت ضائع نہیں کروں گا تم  
بھی دیر در آوی ہو اور میں بھی۔“  
”اچھا۔ بناؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔“  
”میرے ساتھ میں نے ہنسنے ہنسنے کہا۔“

”تمہارا دور۔“  
”ہلو بے شرم ہو جاؤ۔ سنکھٹ نے اپنے آویں کو اشارہ کیا۔  
اس کے آدمی تیار کر کے گئے۔ وہ دو مختلف سمتوں میں ہو کر چند  
بچے ہتھ لگے تاکہ آرام سے لڑکیں سنکھٹ بڑی دلچسپ لگ رہی  
۔ مجھے بھر رہا تھا۔“ اس نے کہا۔  
”ہاؤم جاؤ آگے تمہارے آگے۔“  
”کوئی میرے کی بات دہو گی۔ ایک ایک کر کے لاؤ۔ ہاؤم اس کر لے  
چاقو کا باؤ اور اس میں سے صرف ٹانگوں پر بارنا۔ تاکہ اس سے  
اوپر مت آنا میں زخمی کر کے لانا چاہتا ہوں۔“  
”آویں کسی کے بل پر کڑا رہے۔ یہ وہی میں ہتھ لگاؤ۔ سنکھٹ نے  
کہا اور ایک آدمی اس کی آویں کے ساتھ بیٹھ کر میرے سامنے  
آگیا۔“

”وہ مجھ سے مقابلہ کرنے کے تیار تھا اور یہ بہت ہی اچھی  
بات تھی۔ مجھے کچھ لطف آ رہا تھا۔ مجھے صحت اسی سے متاثر کرنا تھا۔  
بکریوں سمجھا ہانے۔ اور نہ ہی تھا اور اس لئے کہ نے میں ہدی  
طرح تیار تھا۔ میں نے فیہ کر لیا تھا کہ پہلے ہی خطے میں ال پر دیا  
دل و دل کا ٹکڑا اس کے حاکم کی جرات تم ہو جائے چناؤ  
میں بکری چمکی  
فکری، بیکل۔ وہ اپنا ابا ہاؤ تھا میں نے یہاں بیکری بننا

”تمہیں دونوں ایک دوسرے کے آگے سامنے آگے اور آدمی بیکل آدمی  
مجھے بھگائیں دینا لیکن میں نے اسے اس طرح سے نظر انداز کر دیا تھا  
پچھ اس کا چاقو میری نگاہ میں کوئی نا افسی نہ تھی اس سے  
مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا یا سکتا تھا۔  
اس شخص کو اس بات پر بہت فخر تھا۔ اس نے ارا۔“

**علم الکند و علم نجوم** علم کشف و علم قیام  
جادو میں نہ چھوشتہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو دے دیا  
نام کا کتبہ لکھا گیا ہے اس کتبہ میں سوچے سمجھے اور  
محسوس کرنے کی صلاحیتیں بھری ہیں۔ ضرورت ہے کسی  
علم کی طرف توجہ دی جائے۔ صوفی توجہ دینے ہی سے  
ہر کسے کو دلدادہ و چار کی طرح سلکھا یا جا سکتا ہے۔  
سیکڑوں ماہرین نے ہزاروں سال تجربات کئے اندھ پھر  
ایس۔ صدیقی نے سب کے تجربات کو موجودہ صدی  
میں دنیا کے چھ پراسرار علوم کے نام سے ایک جاکر دیا ہے  
پرو فیسر عالم اقبال

**ایک** دلائی لاما جو اپنے تین حریفوں کی ہر  
پٹائی کر رہا تھا۔ وہ تینوں اچھی صحت  
کے مالک تھے۔ مگر ان میں سے کون سا کون سا کون سا  
تھا۔ باوجود تینوں میدان چھوڑ کر جھاگ کھڑے ہوئے۔  
معلوم کرنے پر نوجوان نے بتایا کہ میں بیک سے کچھ  
رقم لے کر نکلا تھا۔ تینوں سرسبز لگے تھے۔ یہاں سورج  
دیکھ کر مجھ پر اچھا لال بیٹھے۔ شاید انہیں نہیں معلوم  
تھا کہ میں جوڑو لڑ کر اگلے میں ہار کر نکلتا ہوں۔ نوجوان  
نے سب کو مشورہ دیا کہ آپ بھی غنڈوں سے محفوظ رہنے  
کے لئے آسان کا لے۔ اور ”فن جوڈو“ نامی کتابوں کا  
مطالعہ کریں۔ یہ کتابیں ”کتبہ دلا“ ۱۹۴۰ء پہلی بار  
جو جلد دہلی سے منظر پر آئی تھیں۔ میں بھی ان کتابوں  
سے مدد حاصل کر کے اس مقام تک پہنچا ہوں۔

بچہ دیکر کہہ لگے بڑھایا، اس نے ہاتھ کے بازو میں لٹک کر مرنے لگا۔  
 رات بھر تھا کہ یہ دلوں میں دووا ہاتھ نہیں لٹکے صرف مجھ کو کافی کام ملا ہے۔  
 ہاں میری باریب سے نے ہاتھ ہاتھ بڑھایا تو میں نے اس کے ہاتھ  
 پر ہاتھ ڈالی دیا اور دوسرے لمے میں نے ایسے جھٹکا کہ اس کو دل  
 اکھڑ گیا۔ وہ انداز دیکھتا چاہتا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور سی  
 میں وہ نہ جھپکا۔

ہاتھ اٹھ کر بولا۔ اور میں نے پاتو دان ہاتھ رکھ لیا۔

منہ بھرا۔ ان لوگوں نے بیک وقت کہا۔  
 "اے اس کا کیا ہو گا۔" میں نے سنکھٹ کی عزت اشارہ کر کے فرمایا۔  
 "جو تہنہ کی مرضی دارا۔ اپنے ساتھ کھینچا ہو تو کھرک لو، دینے  
 کہیں ہو جائے گا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں نے سنکھٹ کی بات  
 دیکھا۔ وہ ایک کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے ابھی خون  
 بہہ رہا تھا پھر کہہ اے ان کو کہ اندر گھس آئے۔ ان کی تعداد پندرہویں  
 سے کم نہیں تھی۔ انہوں نے سنکھٹ کو دیکھا اھ بھر نیچے پڑے پڑے  
 لوگوں پر بفریادیں دائیں چرخہ سے ٹوٹ چوسنے لگے تھے۔ پھر وہ بچے  
 دیکھنے لگے۔

موتی تھی اور بولنا اہل لڑکی کے دیانت کے مطابق ایسی ہی میں رہنے  
ایکستہ انداز میں غم نہ بولنا۔ میں جانتا تھا کہ اپنے طور پر میں کچھ  
بھی نہیں بولوں۔ محترمہ نے غم کی روشنی ٹھیکہ سے نہ جانے کیا ہاتھی  
تھی۔ کم بخت نے میری شخصیت ہی بدل کر رکھ دی تھی۔ کہاں  
میں ایک شریفین اور سیدہ حارثہ انسان جرنلہ ساری زندگی شرف  
کے گنگری تھی اہل کہاں یہ بدنامیوں کا آؤ۔ لیکن مرگیا کیا کرنا  
اس نے مجھے جس دامن پر نکالیا تھا۔ مجھے اس پہر کی کام کرنا تھا ورنہ  
موت تو مجھے چاروں طرف سے دوپٹے کے لئے آگاہ تھی۔ ایسا  
نے مجھے دیانت دی تھی اور کیا تھا کہ میں ایسی ہمارا اس طرح سے  
اپنے قدم چلاؤں۔ کتنی بات تو یہ غم کی کر لے مارو دھارے کوئی دلچسپی  
نہیں تھی اور نہ ہی کبھی بے اسامیوں سے میرا واسطہ رہا تھا اور نہ  
ہی میں ان کے اسرار و رموز جانتا تھا، لیکن اب مجھے محسوس ہوتا

[illegible]

عامیور ٹیم اپنا ٹکٹ سے واپس خراب ہو جاتے ہیں۔  
 لے لیا ایک ٹیم جو ٹیم ہوا کہ ٹیم ہے جو اس وقت کو کرنا لگنے سے  
 رکھتی ہے۔ جو ٹیم اس کی کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ  
 بناتی ہے۔ وقت کو نہ کہ ساتھ ساتھ ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ  
 کی ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ  
 کیا گیا ہے جس سے ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ  
 منجھ اور ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ ٹیم ہوا کہ





کیا حاصل ہوگا

نہیں یہ بات نہیں ہے، میں یہی میں سر پہ ہوں تو  
میں چیزوں کو کوئی تو حاصل ہوگا۔  
ان کا حاصل زندگی ہے، ایک خوشگوار زندگی تمہارے پاس ہے  
مجھ سے بناوت کر کے نہیں ہوگا۔ بلکہ تم موت سے قریب ہو گئے  
مجھے، ہلو موت بھی دوسری چیز ہے لیکن جوازت نہیں تھکنے کو  
بیل میں اٹھا پڑتی ان سے تم زندگی سے بھی ہٹا مانگے لگتے،  
وادی خود کو پریشان مت کرو، جو کچھ کہتی ہوں وہ کرو اور حیش  
کرتے ہو، جب مجھے تم سے کوئی کام لینا ہو گا میں نہیں اس کے  
بارے میں یاد دلانی، فی الحال تمہیں محسوس کرو کہ تم شیر و ہر اور  
شیر کی حیثیت سے اپنی زندگی کو جس قدر دلچسپ بنا سکتے ہو بناؤ۔  
"اچھا۔" "نیک ہے جیسے تم پندرہ روایتیں۔ میں خود رہتا  
رہوں گا کہ تمہیں ان چیزوں سے حاصل کیا ہوگا۔ میں نے کہا۔  
"ہر شخص اپنے بارے میں سوچتا ہے۔ میں اپنے لیے سب کچھ  
ہوں تم اپنے لیے میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے حاصل کر لے دو میں کر  
لوں گا۔ لیکن ابھی نہیں وقت آئے پر۔ اب میں جاؤں۔  
"تمہاری مرضی۔ میں نے جواب دیا اور اپنی آواز گم ہو گئی۔  
دوسرے دن میں سنگھ کے اڈے پر پہنچا اور پھر ہم لوگ تیار  
ہو گئے۔ باہر آکر ہم نے مڑھی انتظامات کے خاص طور سے  
سنگھ کے لیے سب سے پہلے میں ملازم کی تھیں اور اس کے لیے کئی  
مشین کام نہیں تھا۔ ہم نے مڑھی سی مشینیں بھی تبدیل کیں اور پھر  
ہم رانکے اڈے کی جائیداد مل رہے۔  
انہ تمام اڈوں پر ایک ہی کام ہوتا تھا، خشکات کی فروغ  
جو اجیب ترشی اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ چنانچہ میں نے سنگھ  
بیل بولی مشینوں میں رانکے اڈے میں داخل ہو گئے۔  
وہاں کامیابی بھی دوسرے اڈوں سے مختلف نہیں تھا۔  
ایک چوڑا سا مکان تھا جس میں رانا آتا تھا۔  
رانا کا پر تمام رانا کو پاؤں سنگھ تھا کہ وہی وہی رانا کو  
کے دھان بھی نہ کی سلامت کا اڈی اس کی آنکھیں بند ہو گئیں  
تیس ماہ اس کے ساتھ پہنچے۔ ہم غافل کے اڈے میں سے ہی کہا کہ  
اس رانا کو ہل سنگھ سے خدشہ نہیں۔  
"کیوں؟" اس کے اڈے میں نے پوچھا تھا۔  
"میں ہلکی ذرا ہستہ ہوتا ہوں۔" رانا نے اس کے  
ساتھ ملے ہیں اس کے ساتھ پہنچا۔ باقاعدہ وہ اس وقت ایک  
تختہ پر ملے ہوئے تھا اور ایک آڈی اس کے پاؤں دبا رہا تھا باقی  
بند ہو کر اس کے دروازے پر سے جڑے تھے۔ ہم نے لگن کی قدر کا

دندان لگایا اور پھر میں نے رانا کو منا طلب کیا۔

"رانا کو منا سنگھ ہم تمہارے پاس ڈیڑھ گھنٹہ کے لیے ہیں۔  
وہ کہا ہے، رانا کو منا سنگھ نے مجھ کی پیچھے میں پرچہ۔  
ماہم پر دیکھیں رانا کو منا جی اور کان پور سے بسببی سدان کو پہنچے  
آئے ہیں۔  
"تو پھر ماہر سالن خریدو میرے اڈے پر کیوں آئے ہو۔ رانا  
نے میں گھورتے ہوئے کہا۔  
"مگر میں کیسے خریدیں، تمہارے اڈے میں نے ہلکی جیب  
لاٹ لے ہے۔ ہم تو صرف یہ کہنے آئے ہیں کہ ہمیں اتنی رقم ضرور  
میں دیا جائے کہ وہاں ہی ہم اپنے بچوں کے لیے کچھ کر سکیں اور وہ  
جو کچھ رہا نہیں گئے۔  
"مشکلوں سے تو تم اتنے غریب نظر نہیں آتے اور پھر تمہیں  
یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ تمہاری جیب رانکے اڈے میں لائی  
ہے۔" "ہاں۔  
"بات دواصل یہ ہے کہ ہم خود بھی اس سلسلے میں شمولی  
بہت ضرورت رکھتے ہیں۔ ہم نے بڑی مشکل سے آپ کے آگے  
کا پتہ چلا ہے اور یہ سوچ کر کہاں آئے ہیں کہ شاید آپ ایک ہزار  
آڈی کی حیثیت سے ہماری مدد کر سکیں اور ہمیں ہلکی رقم دیں  
دے دیں۔  
یہ وقت ہو تم، اگر میرے اڈے میں نے تمہاری جیبیں کٹی  
ہیں تو تمہیں پورے کے پاس مانا ہے تھا کیونکہ میرا پیشہ تو یہی ہے۔  
"رانا جی، میں یہ معلوم تھا کہ پورے سنگھ نہیں بگاڑ سکتی،  
اس لیے ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔  
"نہ کدو ہے بھال جاؤ۔" اور آئندہ کبھی اس طرح کسی اڈے  
کے غم نہ کرنا ہے میں نہیں معلوم کہ تمہاری جیبیں کس نے کٹی ہیں۔  
لیکن اگر معلوم ہو کہ تمہاری جیب میں تمہاری کٹہ دہیں کر سکتا  
تھا۔  
"مگر رانا ہم کو لینے پہلے لینے کے آئے ہیں۔ میں نے کسی قدر  
سستہ ہے میں کہا۔ اور رانکے اڈے کو کھڑے ہوئے تو کچھ چڑکے ہوئے  
وہ کہنے لگا تو کچھوں سے مجھے دیکھنے لگے تھے۔  
"پیسے دامن لینے آئے ہو۔"  
"ہاں۔"  
"اور ضرور لے کر جاؤ گے۔"  
"ہاں ہاں۔ میں نے ہلکا سا ہنسا دیا۔ تو میں رانا کو سخت  
پھر عرصہ کے ساتھ میں سے خوفزدہ نہیں تھا۔  
"میں نے کچھ ہلکا سا لگایا تھا۔" اس نے جیسے

انڈیا میں کہا۔ اور پھر اپنے دو اڈوں کی طرف اشارہ کر کے

کہا۔  
"سنو آٹا کر سببیک دو اٹھیں باہر۔" اپنے پیسے کر کے  
جائزہ لے۔  
"پتھر۔" دو آڈی آگے بڑھا آئے لیکن برہنہ وہ ہمارے قریب  
پہنچے، ہمارے ٹھوس سے اٹھیں وہیں رانکے پاس پہنچ دیا رانا، انہیں  
کو خیر خواہی تھا۔ دوسرے ہم نے پستول نکالی ہیں اور رانکے کو  
آڈیوں کی طرف دھا کر دیا۔  
دوسرے میں ہزار روپے تھے دالا۔ پورے بیس ہزار روپے  
لینے۔ "ہاں۔  
رانا یہ رانا انڈیا میں پہنچا ہے، میں دیکھ رہا تھا۔ پھر  
اس نے تو فریج میں کہا۔  
"کیا تمہارے ہونے کو کچھ کر سکتا ہوں؟ یہاں سے لوری کٹی  
کو جنم بنا دوں گا، میرا ہم کہان سنگھ ہے، رانا کو پاؤں سنگھ۔  
"اگر تمہاری کوئی چیز مانا جائے تو ہم اس اڈے کو جنم  
بنا دیتے ہیں، ہاں۔ یہ بات ہے کہ جیب تک تم میری کو  
جنم بناؤ گے کہ ہم پورے پہنچے ہو گے۔ اس نے، میں میں بات  
کی پرہیز نہیں ہے۔ تم ہمارے میں ہزار روپے لے لوری کر کے دو۔  
"تمہارے پانچ ہونے ہو۔" ہاؤ پیٹہ تم باہر جا کر رانکے  
دوسرے "طوالت حاکم سے کہہ دو کہ تم نے پستول کے قدر  
پر یہاں کوئی شے نہ کرنا تو اس کے بعد تم اور تمہارے بچے زندہ  
نہ رہ سکیں گے۔  
دھکیں مت دو دادا، میں ہزار روپے نکال کر میرے  
ساتھ لے کر دو۔  
اس وقت رانا کے ایک آڈی نے مجھے دوپٹے کی کوشش  
کی لیکن سنگھ نے مجھے ہتھیار کر دیا اور دوسرے طوالت  
نے اس آڈی پر فائر کر دیا۔ طوالت کے علاوہ کچھ بھی سالی نہیں  
رہا تھا۔ ہم نے ہلکی جیب میں نہیں دیکھا تھا۔  
رانا ہلکی کیفیت کو نہ کر رہا تھا، وہ سمجھ رہا تھا کہ سارے  
والے ہم کی شکر کی چیز ہیں، تب ہی نے اپنے توپوں سے پہلے  
"کچھ مت کرو، بے ارادہ نہیں رہے انکے پاس پستول ہے  
پستول  
"میں ہزار روپے دادا جلدی سے بیس ہزار۔  
میں کیوں ہمارے ہو۔" تو پتہ چلے کہ جیب کس نے  
کٹی ہے۔ رانا صلیت پر ایک اور ہمارے ہو تو پتہ چل گیا  
جس میں گئی۔ تب میں نے کہا۔

"ہم اسٹینڈ نہیں کر سکتے دادا، میں ہزار روپے ادا کر دو۔  
درہ ہم تھکے اس اڈے کو جنم بنا دیں گے۔  
"بلے میں کہاں سے دوں گا۔ میرے پاس کیا رکھیں۔" رانا  
بھاگ کر پو۔  
"اور دادا ہزاروں روپے کھاتے ہو، بیس ہزار نہیں لے  
سکتے۔"  
"میں ہزار کے بچوں تم لوگ باز نہیں آؤ گے۔ دادا نے  
جھنجھوٹ سے کہا اور پھر اس نے اپنے تختہ پر کھڑی ہوئی چاند  
لوگوں، اٹھا یا تختہ میں شاید ملنے پنے جسے تھے۔ اس نے ایک  
خانے میں آٹھ ڈال اور نو ڈال کی گڈیاں نکلی ہیں، پھر اس نے  
پورے میں ہزار روپے گن کر گڈی ہمارے سامنے اچال دی گئی۔  
"نور۔" لیکن پورے کو تمہاری جیب اگر میرے آڈی نے  
رانا کی اور کسی دوسرے کٹی ہوئی تو کس نے۔ پیسے میں تم  
سے واپس لے لوں گا۔  
"اور دادا، پیسے واپس لے لو گے۔"  
"ہاں ہاں واپس لے لوں گا۔"  
"کس طرح دادا۔" "میں نے سکڑ کر پوچھا۔  
"میرا کام ہے میں جانتا ہوں۔ کہ میں سنگھ نے کہا اور سر  
سے ہنسی نکال گئی۔ پھر میں نے بیس ہزار روپے رانا کی طرف اچال  
دینے ادا کر۔  
"ہلکی ہے دادا، میں یہ پیسے تم سے نہیں لینا چاہتا۔  
بات یاد۔  
"کیا مطلب؟" رانا کو پاؤں سنگھ تو لوری کو دیکھتا ہوا بولا۔  
"نیز کام خیر ہے۔" میں نے کہا اور قریب کھڑے ہوئے تمام  
لوگ ہونک پڑے۔  
"کوئی شیر وادی ہو سنگھ کے اڈے کا ایک بن گیا ہے۔"  
"ہاں دادا جی شیر۔"  
"تو تم شیر ہو جو۔"  
"ہاں دادا، میں دیکھتا ہوں تھا کہ تمہارے اندر کتا و دم  
ہے اور تمہارے دم غم کو لینے اندازہ ہو گیا۔" وہ بڑی نرم سے  
نہ پر ہنسنے لگے۔ "اور تمہیں بیس ہزار روپے تو خود بخود ملتا  
ہو گئے۔" بات۔ "سارے ڈون پر ہیں جلدی کی۔ تمہیں کس  
تو دین نہیں کر سکتے۔"  
"کیا کچھ میں کر رہا ہوں تو؟" رانا کو پاؤں سنگھ فرمایا۔  
"ہاں دادا۔" میرے اڈے میں نے شیر سے۔ "وہوں کو زخمی کرنا  
کیا نہیں ہمارے ہیں تو میں زخمی کیا ہے اور ہم ترسہ ہیں تو میں

کوفت کریں گے۔ یہ بت زمین میں رکھ دو۔ یہ بت تھے شیردہ رہا ہے۔

"اے بانی سن رہے ہو، دیکھ رکھ ہے میں نے شیردہ۔ یہ بھلا اپنی جیب میں رکھ لو اور پھر اپنی قسمت آزاد و خیر۔ آگ کے کھنڈے تو اپنے آجوں کو بچا دیتے ہیں۔"

"رانا کرپان سنگھ آگ کے کھنڈے سے شک عداوت آزائی گئے سلسلے میں ناکارہ ہوئے ہیں، لیکن ان کی حیثیت سے کوئی اسکھ نہیں کر سکتا اگر نہیں اس کا موقع مل جاتا تو کیا تم اسے ہسٹال دیکر دے دے؟ لیکن اگر تم خود کو واقعی کچھ سمجھو، تو کرپان سنگھ سے خود لاوار فیصلہ کرو۔"

"مجھے تبدیلی پیشہ مانتا ہے۔ میں تم سے متاثر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے کہا۔"

"تمہیک ہے شیردہ دائرہ تمہارے پیر پر حق حاصل کرنا تو میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا کرپان سنگھ تمہارا نظام ہو گا۔"

"تمہیک ہے دادا۔ میں نے کہا اور اپنا پستول منکشت کے حوالہ کر دیا کرپان سنگھ، اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں اسے بالکل مغرب نہیں تھا۔ تب اس نے اپنے آپ کو دیکھ کر کہا۔

"منہ بے۔ میں نے زبان سے دی ہے، اگر میں مر بھی جاؤں گا تو تمہیں سے کوئی کچھ نہ ہو گا۔"

"تمہیک ہے دادا۔ ہم تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے، اس کے آدمیوں نے جواب دیا اور کرپان سنگھ تخت سے بیٹھ اتر آیا۔

مگر بہت بڑی تیزی سے لیکن بہر حال متاثر نہ ہوئے۔ ہونا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں تھی کہ میرا متاثر ہونا میرے سامنے ہے اور مجھے اس سے ہر چیز سے منہ منہ ہے۔ بہر طور میں کرپان سنگھ کے مقابل آگیا۔ وہ غور کرنے پر تیار تھا۔ مجھے سمجھ رہا تھا۔ اس کے بہت پرہیز پناہ و زندگی تھی۔ چند لمحات ہم دونوں ایک دوسرے کو گھومتے رہے۔ پھر کرپان سنگھ نے اپنے حلق سے ایک خوف ناک آواز نکالی اور کچھ برآمد کر دیا۔

کرپان سنگھ کچھ پر تیار تھا۔ اس نے کہا کہ دادا! میں اتنے ہی کے ملنے کا جواب دے رہا تھا۔ پھر کرپان سنگھ نے میرے سینے پر ہات مارا لیکن میں نے اسے زبردست جھکائی دی اور دوسری جھکائی دیتے ہی میں نے اس کے سینے پر ہات مارا۔ کرپان سنگھ بھی سمجھا کہ یہ کچھ جھکائی ہے لیکن میری اس حرکت نے اس کے سینے کو خاصا شدید نقصان پہنچایا تھا۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اور ہشمل تمام خود کو منہ ہٹا سکا تھا۔ پھر اس نے دوسری طرف سے کچھ ہتھکڑی کی کوشش کی۔ اس بار میں

نے اس کی کوئی ہر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ میں نے اس کی کوئی کواکب زور درجہ لگا دیا کرپان سنگھ ایک بار پھر لڑا کھڑا گیا تھا۔ اس کے بعد میری لات اس کی کمر پر بڑی اندوہ دم سے زمین پر گر پڑا۔ لیکن اس نے اٹھنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی تھی۔ پھر میں نے اپنی ہاتھ قوت سے اس کے سر کو دونوں ہاتھوں میں دھرت لیا اور بڑی طاقت سے اس کے سر کو بل دیا۔ کرپان سنگھ کی گردن بڑھی جو کئی اور دوسرے لمحے میں نے اسے گھسیٹ لیا تھا۔ کرپان سنگھ ہاتھ شانے ہت پر گیا۔ میں نے اس کے سینے پر پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن وہ تیزی سے ہٹ گیا اور اسی ایک لمحے میں اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میری ٹانگ پر زللی لیکن میرا ایک پاؤں آزاد تھا اور یہی اس کے لئے تعصبت بن گیا۔ میں نے ایک زندہ وارث اس کے سر پر رسی باندھ کر کرپان سنگھ کے حلق سے ایک کڑا نکل گئی۔ وہ قطعی طور پر سستہ رہم و کرم پر تھا۔

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور کچھ ہٹ گیا۔ پھر میں نے کہا۔ کرپان سنگھ، تمہاری شکست ہے، اس نے مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے خشک ہلک رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے چاقو نکالا اور میری طرف اٹھان دیا۔ دوسرا چاقو اس نے اپنے ساتھیوں سے کراہنے کا تو میں نے لیا تھا۔

اور اس کے بعد چاقو کی لڑائی شروع ہو گئی۔ دفعتاً میں نے اپنا چاقو دانا ہاتھ آگے بڑھایا اور کرپان سنگھ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن پیچھے ہٹتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو ہتھالا نہیں تھا۔ میں نے دوسرا وار کیا اور میرا چاقو اس کے بازو کو کاٹا ہوا نکل گیا۔ اس کے بعد کرپان سنگھ پر راجھت نہ کر سکا وہ پے درپے کچھ ہٹتے کرتے رہے۔ لیکن اس کا کوئی سہارا نہ تھا۔ میں نے چاقو کا داراب اس کے شانے پر کیا تھا اور اس کے شانے سے خون بہنے لگا تھا لیکن کرپان سنگھ نے غرت کی غرت نہیں دیکھا تھا۔ وہ کچھ پر تیار تو تھا لیکن کرپان سنگھ نے نہ زور سے ہانک نکالی۔

"سنبھلو کرپان سنگھ، دوسرے کے ساتھ ہی میں نے پار دیا۔ میں ہاتھوں میں اس کی زنی کی طرف بڑھایا، کرپان سنگھ نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن میں نے یہی جانتی تھی۔ میں نے چاقو دایں ہاتھ میں لیا اور اس کے کولے پر کڑی ضرب لگائی کرپان سنگھ کے حلق سے دھماکا نکلا بڑی تیزی سے۔ وہ دھمکے لگاتے پھرتے تھا۔ اب اس کی زنی خون سے تر ہو رہی تھی اس نے اپنے زخم کو دیکھ کر کہا۔ در چاقو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔

"تمہیک ہے شیردہ اور انوکھو۔ اب رہا اس نے آہستہ

سے کہا اند میں نے چاقو اس کے پاس پھینک دیا۔ کرپان سنگھ میں نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا لیکن بہر طور مجھے انوس ہے۔

"اسے نہیں شہید دادا انوس کی کیا بات ہے یہ تو فیصلہ تھا جو ہو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا ایک ہاتھ سے اس نے اس کے زخم پر ہاتھ رکھا اور اب اسے شاید شانے کے زخم ہی پکڑا رہا تھا۔ ایک داراب اس کے قدم پر لکڑی لے اور اس نے اوجھڑا ہوا ہتھ پھیلا دیا۔ پھر وہاں۔

"وہ مجھے کیا ہوئے کچھ سمجھاؤ۔" نہیں کرپان سنگھ، اب ہم تم سے باز نہیں رہتے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔ اور کرپان سنگھ جرت سے پہنچنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہٹا کر کہا۔

"اے ہاں۔ میں بھول گیا تھا۔ اب نیک تو کہتے ہو۔" اس نے کہا اور میری غرت دیکھ کر بولا۔ "کیا تم مجھے مریم بی کی اجازت دو گے واحد یا میری موت نہیں پسند ہوگی۔ اس کی تونڈ میں بے جا رہ گئی۔

"اے بھو۔ واحد کی مریم بی کرو۔ میں نے غرت کرپان اور وہ سب دور ہوئے۔ اچھا اصول تھا ان لوگوں کا ایک انت میں انہیں بدل جانی تھیں۔

کرپان سنگھ کا وہ بھی میرے قبضے میں آگیا۔ یہاں بھی میں نے سنگھ والے اصول کو اپنایا تھا۔ آؤ وہ میں نے کرپان سنگھ کے حوالے کر دیا اور اس کی آدھی آدھی میری ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے دو تین آؤ تین پر مزید اپنی طرف قبضہ کیا۔ اب میں بی بی کے خطرناک لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔

ایک رات بعد الپسز پر میرے پاس آئی۔ مجھے اس کا خوش محسوس ہو گئی تھی۔

"بابر کو خان۔ اس کی آواز ابھری۔

"ہاں بھو۔

"کیسی گزرتی ہے؟"

"تیر جانتی ہو۔"

"خوش ہو۔"

"ہاں۔ خوش ہوں تمہارے زان ہیں۔"

"میں نے تو تمہیں بھی راج کرنے کا موقع دیا تھا۔ تم کیوں راج نہیں کرتے؟ کیوں اس جھوٹے سے مکان میں پرہیز ہونے ہو کوئی خوبصورت کی کوئی خریدو اور دلہن پاؤں کو پہنے کر دیکھ کر لو۔ زندگی کا پورا لطف اٹھاؤ۔"

"تمہیک ہے الپسز۔ لیکن تم بہت دن سے نہ ہوش ہو۔"

"اس کی ایک وجہ ہے۔ میرا کیا؟"

"میرا شکار تھا ہے پاس نہیں پہنچا ابھی تک۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔ دیکھ لکھا ہے اس نے ایک خوشخبری ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"ممکن ہے اب تمہاری یہ ہم ٹیبل نہ ہو۔ مجھے میرے خند کے حصول میں کچھ سانبان لازم ہو گئی ہیں۔ لیکن ہے کچھ عرصے بعد میں تمہارا بیٹا چھوڑ دوں گا۔"

"یہ کیسے ہوا؟"

"بہری کوششوں سے۔ اس نے جواب دیا۔

خاموش ہو گیا۔ میرا الپسز کی کوئی بات سمجھنا آسان کام نہیں تھا۔ وہ میری تقدیر کی مالک بن گئی تھی۔ کاش میں اس سے بچھا چھوڑ جاتے۔ کاش۔ میں حسرت سے سوچ رہا تھا لیکن ہلکی خواہشیں کہاں پوری ہوتی ہیں، میں اتنا خوش نصیب نہیں تھا۔

کیا سوچنے لگے بابر دادا خان؟ اس نے سوال کیا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"پھر بھی۔ کچھ تو؟"

"بہت سے خیالات ہیں ذہن میں۔"

"مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری شش کی کوشش کروں گا۔"

"وہی تم کو ملے افضل فریڈ واپس چلی جاؤ گی۔"

"ہاں۔ صدیوں سے میرا وطن ہے۔ اس کے مزید بہرہ میری تمہارے۔ مجھے اس سے بڑا کچھ میرے ہاتھ سے نہیں دو سکتے ہیں۔ کچھ بد نظریات جان کر میں نے اس سے انکار کیا۔ لیکن میں جانتی ہوں وہ معصوم انسان آج مجھے یاد کر کے رونے ہوں گے۔"

"اور تمہارے دشمن؟"

"ہاں تو ہزاروں دشمن ہیں میرے لیکن ایک بدترین دشمن تھا۔ وہ ملا جلا۔ اور اس کی وجہ سے میں تم سے یہ بات کہہ رہی ہوں کہ میرا کام بہت مختصر رہا ہے۔ جب تک وہ زندہ تھا میرے لئے مشکلات ہی مشکلات تھیں اور میں اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس کی موت کے بعد بہت سکون محسوس ہوا ہے مجھے تم نقصان نہیں کر سکتے بابر دادا خان کہ میں آج کتنی مسرور ہوں۔"

"لیکن لیکن تمہارا وہ خاص دشمن تو، کا زنگ تھا؟"

"ہاں وہی ذیل انسان، وہی ہاؤس میں سے تمہارے بہت فتنہ مچنے کے بعد مجھے چیلن کر رہا تھا لیکن اس نے دیکھ کر دھمک دیا۔ غرت موت کی غرت میں جا سوا ہے۔"





میں پولیس انسپکٹر کے تعاون پر تیار ہو گیا۔ میں نے کہا۔  
 "ٹھیک ہے، انسپکٹر میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔  
 اگر قبائل میرے آدمیوں نے نہیں کئے اس کے باوجود میں تمہیں  
 مدد دے بنا چاہتا ہوں۔"  
 "ہم تمہارے شکر گزار ہیں دادا، تم ہماری مدد کر سکتے ہو؟"  
 "تم نے جن جتنی شادمانی کا ذکر کیا ہے کہ کیا تم ان سے  
 میرے آدمیوں کی شناخت کرنا پسند کر دے؟"  
 "ہاں دادا یہ بات ہے ہو سکتی ہے۔"  
 "ٹھیک ہے لیکن اس مسئلے میں میں پولیس اسٹیشن  
 نہیں آؤں گا۔"  
 "اس کی ضرورت نہیں ہے دادا آپ اپنی کوئی چیز ان  
 لوگوں کو بولائیں۔"  
 "نہیں انسپکٹر میں یہ بھی نہیں چاہتا۔"  
 "کیوں دادا؟"  
 "اس لیے کہ میں ایک خفیہ زندگی گزار رہا ہوں۔  
 یہ آؤں میری خزانہ میں مزدور بن رہے ہیں لیکن انہیں یہ علم  
 نہیں کہ میری دوسری حیثیت کیا ہے۔ تم جس طرح یہاں پہنچے ہو  
 اس کی قہر میں دلاؤ دیتا ہوں اور میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ قبائل  
 یہاں کے باہر میں معلومات کیسے حاصل کر رہے ہیں۔"  
 "انسوس دلاؤ یہ ہم نہیں نہا سکتے ہاں اتنا ضرور کہہ سکتے  
 ہیں کہ پولیس کو پولیس تو ان آدمیوں کو ختم کرنے کی خواہش مند ہے  
 ذرا ہی ان جرم میں تعاون کرنا چاہتی ہے۔ البتہ ایسے کام جو کہ  
 قانونی طور پر بہت غلط ہیں ہم انہیں کرنے کی اجازت نہیں دے  
 سکتے ہیں۔"  
 "ٹھیک ہے یہاں جو کہ ہونا ہے پولیس اس سے واقف  
 نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں پولیس اس مسئلے میں تھوڑا سا رہی ہے  
 میں نے کہا۔"  
 "ٹھیک ہے دادا۔ یہ باتیں کرنے کی نہیں جو کہ ہو رہا ہے ہم  
 بھی جانتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہو چاہا تو بہتر نہیں ہے کہ ہم باہر سے  
 ساتھ تعاون کرو جس طرح ہم خفیہ ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔"  
 "اس بنیاد پر۔"  
 "تو پھر میں تمہارے لوگوں کا باز رکھ لے سکتا ہوں۔"  
 "جب دیا ہو۔ میں شاید ان کو کسی ایسی جگہ کا احاطہ  
 کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی شناخت ہو سکے۔"  
 "ٹھیک ہے دادا۔ اس مسئلے میں جلد ہی آپ لوگوں کو  
 اطلاع دے دوں گا۔"

پانے پو۔ میں نے کہا اور لازم نے ہانے کی ایک  
 بیانی بنا کر پولیس آفیسر کے سامنے رکھ دی۔  
 گھرو پر شاد خوش اخلاق اور مہربان طبیعت کا مالک تھا  
 گو میں ایک نام حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ مجھ سے ایک انداز میں  
 پریشاں تھا۔ جیسے میں کوئی اہم آدمی ہوں، میری فرسٹ ٹاک میں  
 اس سے تعاون کروں چاہتا ہوں اس سے تعاون کیا، انسپکٹر  
 گھرو پر شاد نے ان لوگوں کی شناخت کروائی پھر اس کے بعد اس نے  
 کچھ نشانات بھی دیتے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کس شخص نے ہراسہ  
 بار میں یہ نشانات دیے کیے۔  
 چنانچہ میں نے پولیس آفیسر سے یہ بات کی کہ وہ شخص کون  
 ہے اس کے بارے میں مجھے بتا دیا جائے۔  
 "نہیں دادا یہ مناسب نہیں رہے گا، ہم نہیں جانتے  
 کہ ہماری وجہ سے آپ کو کوئی شہکار ہوا البتہ ہم اسے بھی نہیں  
 جس نے آپ پر الزام ڈالنے کی کوشش کی ہے ممکن ہے اس نے  
 ایک تیر سے دو تیر کر کے چاہے ہوں۔"  
 "ٹھیک ہے گھرو پر شاد انرجی سے تمہاری کوئی مدد ہو سکتی  
 ہے تو میں انکار نہیں کروں گا۔ تم جب چاہو یہاں آ سکتے ہو۔"  
 میں نے کہا۔  
 "مگر دادا۔" انسپکٹر نے کہا اس کے جانے کے بعد میں  
 پُر خیال انداز میں سوچنے لگا۔ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی  
 اور ظاہر ہے اب ہماری سرگرمیاں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ ہم  
 لوگوں کی نگاہ سے محفوظ بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ ممکن ہے کسی اور  
 بد معاشرے نے ہماری نشاندہی کی کہ ہوا دلس طرح ہیں چھپنے  
 کی کوشش کی گئی ہو۔  
 گھرو پر شاد نے اس کے بعد مجھ سے ملاقات نہیں کی البتہ  
 کبھی کبھی اس کا دل آجاتا تھا اور وہ مجھ سے باہل سر ہار کر ہاتھ  
 چند دن بعد اس نے مجھے اطلاع دی کہ اصلی قاتل پکڑ لیے گئے  
 ہیں۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ ان کا تعلق ان ہی لوگوں سے تھا  
 جنہوں نے ہماری نشاندہی کی تھی اور میں چھٹا بنا چاہا تھا۔  
 میں نے بہت کوشش کی لیکن انسپکٹر نے معذرت  
 کرنی کہ وہ ان لوگوں کا نام لیجھتے تو سبب وجہ اس نے نہیں  
 بتائی تھی کہ اس شخص نے اپنی ایک دشمنی میں جیتے اور وہ  
 ہمیں پناہ دی تھی۔ وہ مجھے ہوں بہر حال جس دن ناوشا اختیار  
 کرتی تھی۔ اس دوران میری فرم نے کام کرنا شروع کر دیا تھا اور  
 میں نے اپنی پیاسے پر اور ایک داغ بیل میں دیکھی۔  
 یوں زندگی نے ایک اور رنگ بدل دیا۔ اب یہ مجھے ایک کوئی

و مجھ پر تھامی فرم میں بہت سے ملازم تھے کہ رکھا بی بی بیو  
 اور کچھ دھواں تھے جنہیں میں کھانا بخواتہ دیتا تھا۔ فرم کا کاروبار  
 نہایت خاموشی اور سکون سے چل رہا تھا۔ اب میں یہاں اپنے  
 کاروبار کی حیثیت سے منظم پیدا کرنا چاہتا تھا۔  
 دوسری جانب ان دنوں کا کاروبار بھی چل رہا تھا اور میں نے  
 خود کو شہید نہ بننے کے لیے اور بھی احتیاطات کئے تھے۔ جوں جوں  
 وقت گزر رہا تھا میری سوجھ بوجھ میں تبدیلی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔  
 اور نظائر معاملات پر سکون تھے۔ زندگی کو ہنگاموں کا نام ہے اگر  
 زندگی میں نئی تبدیلیاں نہ ہوتی رہیں تو یکسانیت انسان کو موت  
 کے قریب گھسیٹ لائے۔ میری بھی خواہشات تھیں ہوتی تھیں کہ  
 میں زندگی سے قوی تر رہوں۔ اور اس کے لیے میں نے کئی کام  
 کرتا رہا۔ ابھی تک میری زندگی میں کوئی ایسا موقع نہیں آیا تھا جس  
 کو بہت زیادہ عجیب و غریب کہا جاسکتا۔  
 پھر ایک رات میں اپنی کار میں واپس آ رہا تھا سڑک سے  
 باؤ میں کادقت تھا۔ بند گاڑی کے راستے سے گزرتے ہوئے مجھے ایک  
 کار نظر آئی جو اٹ گئی تھی۔ قریب و حوا میں کوئی مگر نہیں تھا۔  
 کار میں چلنے کوں تھا میں نے دوسرے اس کار کو دیکھا اور  
 بریک پر پاؤں کا دباؤ ڈال دیا چند لمحوں کے بعد میں نے اپنی  
 کار اس گاڑی کی طرف سے قریب دیکھ دی۔ میں نے اپنے کار کو  
 زیادہ قریب نہیں لگایا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا  
 کہ گاڑی کا میں چند لوگ زمین مات میں پڑے ہوئے تھے۔ ان میں  
 دو مرد تھے جنہیں اور دو مرد ہیں نے غور سے انہیں دیکھا اور انہیں  
 نگاہ سے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن ہم کار کا دروازہ کھول کر میں  
 نے ان چاروں کو باہر نکالا۔ ان میں سے کوئی بھی مر نہیں تھا چنانچہ  
 اب یہ میرا فرض تھا کہ انہیں اسپتال پہنچاؤں۔ وہ سب زندہ تھے  
 البتہ ان کے جسموں سے خون کافی بہہ رہا تھا۔  
 چند لمحوں میں سوچنا رہا اور میرے ذہن نے ایک فیصلہ کر لیا کہ  
 لوگوں کو اسپتال پہنچانے کے بجائے اپنی گاڑی میں سے ہاتھوں اور  
 وہاں ڈاکٹر کو طلب کروں چنانچہ میں انہیں اپنی گاڑی میں لے گیا  
 کار کو میں نے اس کی طرح چسپے رہنے دیا تھا۔  
 پھر میں نے اپنے ایک شہساز کو ان کو لے گیا اور وہ میرے  
 پاس آ گیا۔ وہ انہیں ان زمینوں کو دیکھا اور پھر میری سانس لے  
 کر لوٹا۔  
 "خوش قسمتی یہ ہے کہ کسی کا خون زیادہ نہیں بہا لیکن  
 کیوں پولیس کو اطلاع دے دی جلتے؟"  
 "نہیں ڈاکٹر میں پولیس کے پکڑ میں پڑنا نہیں چاہتا

لوگ۔ ٹھیک ہو جائیں تو خود ہی پولیس کو اطلاع دیتے ہیں  
 گئے۔ میں نے جواب دیا اور انہیں نے کروں ہلا دی۔ وہ میری  
 مرضی کے خلاف پولیس کو اطلاع نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ  
 مجھے جانتا تھا میں نے پولیس کے ہوش میں اسے لانا انتظار کرنے  
 لگا اور اس کے تعویذ چاہ رہے ان دنوں لوگوں کو ہوش لگایا  
 مرد اس کی ملک ہوش کے عالم میں تھے۔ انہوں نے ماموں دیکھا  
 اور میرے کچھ دیکھ کر بھول گئے۔  
 "نہیں نہیں بھٹو ان کے لئے نہیں۔ بھٹو ان کے لیے نہیں۔"  
 "کہا مطلب یہ؟ میں نے ان دنوں کو دیکھے ہوئے کیا۔"  
 "ان۔" میں نے اہستہ سے گون بولائی اور پھر خیال انداز میں  
 لوگوں کی طرف دیکھ لگا۔ میری کچھ بھی کچھ نہیں آ رہا تھا پھر میں ان  
 لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 "کیا تمہیں یاد ہے کہ تمہاری کار کا ایکسٹنٹ ہو گیا تھا؟"  
 "کار۔" ایکسٹنٹ؟ ان میں سے ایک نے لڑکی نے اہستہ  
 سے دہرایا اور پھر وہ میری طرف دیکھ کر چونک کر رہی۔  
 "او۔ او۔" کہا تم ان میں سے نہیں ہو۔ کیا تم ان میں  
 سے نہیں ہو۔ وہ بد معاشرے وہ بد معاشرے ہم دونوں کو ہمارے  
 نے مارے تھے وہ ہیں انہیں کوڑھ رہتے۔ میں نے لڑکی کو  
 زخمی کر دیا تھا اور پھر کار کو اٹ گئی تھی۔ لڑکی نے کہا۔  
 "لیکن وہ کون تھے؟"  
 "ہم نہیں جانتے، ہم نہیں جانتے۔"  
 "تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"  
 "میں کے رہنے والے ہیں۔ یہ یہی ہی ہے نا؟"  
 "ہاں یہی ہی ہے کیا نام ہے تمہارا؟"  
 "میرا نام کاسی ہے اللہ سدا ہے۔"  
 "میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ مجھے کچھ کار بڑا  
 تاکہ میں تمہیں وہاں بھیج دوں۔"  
 "بھٹو ان کی سونگہ تمہیں وہاں بھیج دوں گے۔؟ انہوں  
 نے عجیب سے انداز میں کہا۔  
 "ہاں کاسی ہاں سدا میں تمہیں وہاں بھیج دوں گا۔"  
 لڑکیوں نے ایک پتا بتایا اور میں نے ان دونوں آدمیوں  
 کی طرف دیکھا جن کے بارے میں مجھے علم ہو گیا تھا کہ وہ بد معاشرے  
 ہیں۔ بہر حال ان لوگوں کا مسئلہ بعد میں شادمانی کے لیے ہے۔  
 ان دونوں لڑکیوں کو اپنے تئیں اس کے گھر لے گیا اور ان  
 کام سے مجھے بڑا سکون ہوا تھا۔ اس کے بعد میں ان دونوں کے بڑے  
 میں ان کا انتظار کرتا رہا۔ وہ کب کو ہوش میں آئے تھے۔ مجھے دیکھ کر

ہیں کہ جیروں پر جرت کر کے تیار نظر آئے مگر مجھے پھر وہ خوف ہو گیا۔  
 - ہم کہاں ہیں، کون سی جگہ ہے، کیا ہسپتال ہے یہ؟  
 - ہمیں جیسے ہسپتال نہیں ہے پولیس اسٹیشن ہے۔  
 - چھپ۔ پولیس پولیس م۔ م۔ ان کی آواز کی بند بھونک  
 - ہاں پولیس اسٹیشن ان لوگوں کو کہاں سے جا رہے تھے  
 تم لوگ؟

ہوں۔ آپ سے آپ مجھے ملازم نہ کر لیجئے۔ ورنہ میرا  
 گھرانہ موت کا شکار ہو جائے گا۔" وہ بولی۔  
 - اودھ بگیا نام ہے شہنشاہ، میں نے اس کی درخواست  
 پر دیکھتے ہوئے کہا۔ درخواست پراس کا نام شاید لکھا  
 ہوا تھا۔ دوسرے نے وہ بھی بولی پڑی۔  
 - جی شاہدہ۔  
 بس کہاں رہتی ہو؟

رکھتی ہے۔ تم میرے لیے قابل احترام ہو۔ میں تمہیں بے حد پسند کرتی ہوں۔ جو اب میں شاید وہی آنکھوں سے آنسو اندھ پڑے۔ وہ چوٹ چوٹ کر دوڑی۔

• تبہیں افسوس ہوا کہ شاید میں نے ایک سچی بات کہی ہے۔ شکارے والے تو بے شمار مل جاتے۔ تبہیں میں نے گندمی میں پڑنے سے نکال دیا ہے۔

• یہ بات نہیں ہے سزا یہ بات نہیں۔“

گوشتی پر بھی آجانی تھی اور سب سے معاملات میں میل جول تھا۔  
تھی۔ میں نے بار بار اسے منع کیا کہ وہ اس طرح کوٹھی پر نہ کھائے کہ  
بہنیں کو کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں تو اس نے کہا۔  
”میرا آپ نے مجھے جہنم کہا ہے۔ نا۔ یہ سبھی تو بھائیوں  
کے گھر آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہ میرا فرض ہے جو میں کر کے جاتی  
ہوں۔ کوئی کچھ کہتا ہے کھتا ہے۔“  
شاہد میری زندگی میں بہت کھڑائی میں آگئی تھی کہ



کا خون دیکھا ہے۔ تمام میں سے اپنے خون کا بیج لے کر کے  
سوال کیا۔  
"مومن ہے وہ ایسا! کس کا خون چاہتی ہو؟"  
"تمہاری محبوب دوست شاہ کا۔" اس نے کہا  
اور ایک لمحے کے لیے مجھے زوردار پکڑ لیا۔ میں نے خود  
کو گھسنے سے بچانے کے لیے تھپا دیا۔ اس نے مجھ سے بڑے  
وجہ میں آگ کی لہریں سی دوڑ گئیں۔ میرا دل بے رحم سی  
سنار ہاتھ جیسے چلنے لگے۔ پرانی ڈال دی جا رہی تھی۔ کانی دیر  
تک یہ سننا نہایت میرے کانوں میں گونجنی رہی۔ میرا دل  
اس کیفیت کا شکار رہا۔ میرے من سے خود کو کسی قدر سنبھال  
کر کہا۔  
"ایسا! ایسا! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"  
"میں نے کیا بات ہے؟"  
"شاہ۔ مسکرم شاہ نے تمہارا کیا کیا کرنا ہے؟"

میں نے کہا۔  
"میں تم سے کہہ چکی ہوں بار داد خان! کہ یہ اس قسم  
کے مساوات تم سے نہیں کرو گے۔ میں تم سے جو کام لوں گی  
تم پس دی کا کہیے جانو گے۔ یہ تمہارا فرض ہے۔ کوئی بھی  
ہو تمہارے لیے کوئی بھی حیثیت نہ کہتا ہو نہیں میرے  
وہ سب کچھ کرنا ہو گا۔"  
"آہ! ایسا! تم مجھے نکل کر دو۔ لیکن مجھ سے ایسے  
بڑا تک کام نہ کرو۔ تم اس کے علاوہ کسی کو بھی کہو گی میں اس  
نکل کر کے رکھ دوں گا۔ لیکن مسکرم شاہ۔ مسکرم شاہ۔  
وہ۔ وہ۔ میری آواز نہ گئی۔  
"بار داد خان! مجھے جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے وہی  
مجھے دے کر دو۔ تم اپنے طوطے پر کچھ بھی کہتے ہو۔ ہر طور  
نہیں شاہ کو کتنے کر کے حسب سول اسی کا توں مجھے خراج کرنا  
ہو گا۔"  
"میں یہ نہیں کر سکتا۔"

مجھے ذلیل انسان ہونے پر بار بار سے وہ دہرے  
ہوا و برابر وہ وہ خدائی کہنے کی کوشش کرتے ہوئے کہ تم میرا  
یکام نہیں کرو گے تو جانے ہو کیا ہو گا۔ مجھ کے خنجر  
اور ہاتھ تیار سے گولے گولے کروائیں گے۔ نہیں  
مڑوں پر گھسیٹا جائے گا۔ پس میں مغرور خدائی حیثیت  
نہیں چھوڑوں گی۔ اور میرے چہرے کے چند بڑھاپا  
جاسے گا۔ تمہاری نہایت ایک نصف باہر نکل آئے گی اور

آکھیں اپنے ساتوں کو چھوڑ دیں گی۔ کچھ سہے ہو تم۔ جو میں کہہ  
رہی ہوں وہی ہو گا۔ کچھ بار داد خان! وہی ہو گا۔"  
"اوہ! ایسا! تم۔ مسکرم شاہ کی جان اس طرح نہ  
لے وہ مجھے بیڑوں کی طرح عزیز ہے۔"  
"مجھے اسی کا خون دیکھا ہے بار داد خان! پر سوں  
رات ساڑھے گیارہ بجے اسی سائل پہ جہاں ایک بادیل  
بھی تم مجھے خون کی ہیئت سے پکڑے ہو۔" ایسا نے کہا۔  
"نہیں! ایسا! نہیں۔"

سوچو تو، فیصلہ کرنا تھا اس کا۔ ہے۔ میں نہیں اس  
مجھے کی شکل میں ملوں گی۔ میرا کام اگر نہ ہوا تو دوسرے دن سے  
تم پر تاجی نازل ہونا شروع ہو جائے گی۔ اور اس بار بار  
داد خان! میرا فیصلہ تمہاری اور آخری ہو گا۔ تم پر بار بار  
دودھ خدائی کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ میں بھی تمہاری ان  
حرکتوں سے اب تنگ آچکی ہوں اور اب جبکہ تم میرا کام  
کرنے سے انکار کر رہے ہو تو میں نے بھی یہی فیصلہ کر لیا  
کہ میں تمہاری موت کے ثبات اتار دیا جائے۔ تم کو کوئی کام  
بہت انتہائی شکل ہونا ہے۔ میرے لیے امدادی مشکلات پیدا  
نہیں ہوں۔"

"ایسا کی آواز میں غصہ ناک کی کیفیت پیدا ہوئی  
تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ کج نیت انسان ہو گئی ہے اور وہ جو  
کہہ رہی ہے وہی کر دے گا۔ میں نے کہا۔ کچھ میں نہیں آتا تھا  
کہ وہ۔ شاہ کا قصور کرتا تو کبھی نہ کہنے لگتا تھا۔ میں نے  
ایک پر لجاجت آئینے میں اسے دیکھا لیکن مجھے جواب نہیں  
دیا۔ میں کہہ چکا کہ وہ جا چکی ہے۔ مجھے آخری حکم ہے چکی لگی  
شاہ کی موت کا حکم۔ کیا میں شاہ کو قتل کر سکتا ہوں؟"

"نہیں! ہرگز نہیں۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ کوئی  
ایسی ترکیب ہونی چاہیے جس سے شاہ وہ بچ جائے اور میرے  
ساتھ مجھے یہ سب کچھ دہس اور اگر میرا ہوتا ہے تو میری باقی  
داشت یہ سب کچھ۔ داشت کروں گا۔ لیکن شاہ کا قتل اب  
میرے ہاتھوں سے نہیں ہو گا۔ ان میں شاہ کو اپنے وقت  
سے قتل بلین کر دوں گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا۔ اور میں اسی کے  
اس سوچ پر تیار ہوں۔ معروف ہو گیا کہ سب کے لیے کیا کرنا چاہیے!  
ایسا نے ہانک کر مانا تو ممکن نہیں تھا۔ وہ میرے وجود  
کی خوشبو سے واقف تھی۔ جہاں بھی جاتا وہ میرا مسلہ ہوتا  
اور جو میرے سر پر حیثیتوں کے چار ٹوٹ پڑتے۔ مادی  
لات میں جا گتا۔"

دوسری صبح مجھے بیمار ہو گیا تھا۔ میں دفتر نہیں پہنچا تو  
شاہ نے مجھے گھر فون کیا۔ میری حالت کافی خراب تھی۔  
میں نے نفی آواز میں اس سے بات کی تو میری آواز سے اس نے  
رنگا دیا کہ میری کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔  
"کیا بات ہے بھتیجا! خیریت تو ہے؟ یہ آواز کیسی ہو  
رہی ہے اور دفتر کیوں نہیں آئے آپ؟"  
"شاہ! میں ذرا طبیعت کر رہا ہوں۔ میں آج دفتر  
نہیں آؤں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو  
پہنچ جائوں گا۔ کچھ کوئی جواب مجھے نہیں دیا۔ وہ فون بند کر  
دیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ گھر پہنچی تھی۔ میں اسے دیکھ  
کر جو بچکا سا رہ گیا تھا۔ میری آنکھوں میں خون کے آثار ابھر  
آئے تھے۔

"شاہ! شاہ! تم یہاں کیوں آ گئیں؟"  
"میرے نہیں کر سکتا تھا! مجھے اس کے لیے صاف کر دو۔  
میں یقین کر رہی تھی کہ وہ اسے کوئی ناجائز فائدہ اٹھا نہیں  
پاویں گی۔ لیکن میں میرے دل میں ہی تھا۔ اسے بے وجہی  
پیدا ہو گئی ہے جو تمہارے لیے ہی ہے۔"  
"آہ شاہ! یہ میرے لیے ساری دنیا کے مکر جاذب  
ہو گئے ہیں۔ یہ بڑا بار ہے۔ کوئی تیار ہوں۔ میں تیرے ساتھ  
کوئی ایسا وحشیانہ شوک نہیں کروں گا۔ جو مجھے کسی طور نقص  
پہنچائے۔"

"مجھے؟ شاہ نے حیرت سے کہا اور میں نے زبان  
بند کر دی۔

"لیکن شاید تمہارے عالم میں کچھ کہہ گیا ہوں۔ شاہ! ہر کسی  
موت کرنا۔ اب تم کو بڑا بڑی بات ہے۔ بیٹے! میرے پاس  
زیادہ دیر رہنا ٹھیک نہیں ہے۔"  
"پروہی بات کہی آپ نے بھتیجا! میں آپ کی لذت  
کروں گی۔ اور۔ میں آپ کا خوش ہو جائے۔"  
"شام تک شاہ کو گھر پر رہنا۔ پانچ بجے میں نے شکل نام  
اسے رخصت کر دیا تھا۔ میری طبیعت بھی اب بہتر ہو گئی تھی۔  
چنانچہ میں اسے کوئی کے گھٹ تک مجبور نہ آیا۔ کوئی کے  
گھٹ سے میں نے شاہ کو رخصت کیا اور اس وقت تک  
دیکھتا رہا جب تک وہ چلی نہ گئی۔ میں نے اس لڑکی کے لیے جان  
لینے کا فیصلہ کر دیا تھا۔

اب اب میرے ساتھ جو کچھ بھی کرے میں اسے پرانت  
کروں گا۔ ابھی میں گھٹ سے باہر ہی رہا تھا کہ دفعتاً اپنے کند

نی ایک کار میرے گھٹ پر آ کر رکی اور کار کی اسٹیزنگ سیٹ  
پر جو مجھے نظر آیا اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔  
میرا دل کیا کی گھیل کر طبع میں آ گیا تھا۔ نہیں! میں یقین نہیں  
کر سکتا۔ میں یقین نہیں کر سکتا کہ یہ مسلمان نہ ہوں۔ وہ مسلمان ہی  
تھا۔ لیکن گھٹ کے حسین سوٹ میں ملبوس آنکھوں پر سیاہ چشمہ  
لگائے۔ وہ کھڑکی سے گردن نکالتے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے پتا  
کہ اس کے پوزٹول پر سکرا ہٹ پھیل گئی۔ میں آنکھوں کی طرح اس  
کی طرف دھڑا مسلمان بھی کار کا دواڑہ کھول کر باہر نکل آیا۔  
اور اس کے بعد ہم اس طرح پھٹ گئے جیسے بڑوں کی پکڑے ہوئے  
ہوں۔

"مسلمان! میرا بیٹا! میرا بچہ۔" میں اسے صبح بچھ کر  
پیار کر رہا تھا۔ مسلمان بھی جذباتی ہو کر باغی اس کی آنکھوں سے  
آنسو بہ رہے تھے۔ جو اس کے چہرے کے نرم کے بیٹے سے  
ملوں پر لڑا کھٹ آئے تھے۔ چوراس نے چشمہ اتار کر نیپ میں  
دیکھا اور آنکھوں کو خشک کرنے لگا۔

"آؤ بیٹے! آؤ اندر آ جاؤ۔ میرے مسلمان! میری  
زندگی۔ میری زندگی۔ میں نے کہا۔  
"گاری اندر آؤں؟" اس نے پوچھا۔

"اوہ! ملازم لے آئے گا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ میں نے  
اس سے کہا۔ اور مسلمان میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ جو کھیدار  
سے میں نے کہا کہ وہ گاری کسی سے اندر نہ لگوانے۔ جو کھیدار۔  
بے چارہ یہ منتظر دیکھ کر شدید حیران ہو رہا تھا۔

"میں مسلمان کہنے کے اندر پہنچ گیا۔ اور رنگ روٹ کے پہلے  
میں اسے اپنی خواہ گاہ میں لے آیا تھا۔ ایک بار چہرے نے اسے  
جھنکیا۔ مسلمان بھی مجھ سے کہوں کی طرح ہٹا ہٹا۔ ہٹا۔ ہٹا۔  
جگاؤ حیرت اس نے میری آغوش میں پروہی پائی تھی۔ لیکن میں  
نسائیل کے چہرے پر نیپ سے آغوش دیکھنے سے لگتا تھا۔  
یہ مرد تھا۔ میری اس رخصت اور اب کی کہانیات میں بڑا  
زنی سے مسلمان کے تزلزل ہونے سے جس سے شجب ہو کر پھٹا۔

کیا دیکھو بیٹے! یہ! یہ! دیکھو! ہوں کہ آپ میں کتنی ناگوار  
کہ نہیں آتھی! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ میں کتنی ناگوار  
تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ یہی نکاح میں تو میں آپ کو چھان بی  
رہا تھا۔ میں جو تک پڑا تھا۔ اب مجھے احساس ہو کر کہ میں  
دانش مسلمان پر اس حیثیت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ مسلمان نے  
مجھے چھان بی لیا۔ یہ کتنی بات تھی وہ مجھے دیکھتے وقت  
بے لگے اس شکل میں آؤ۔ تو یہ چھان بی نہیں کرتے تھے۔ جب

